بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورہ طٰہٰ (20)

آیت نمبر (1 تا 8)

ث ر ی

(س) ثَرِيَ — مٹی کا خشک ہونے کے بعد تر اور نم ہونا۔

ثَرًى — صفت ہے۔ تری۔ نمی۔ پھر گیلی مٹی کے لیے بھی آتا ہے، زیر مطالعہ آیت۔6۔

ترکیب

(آیت۔4)۔ لفظ اَلْعُلٰى کو سمجھ لیں۔ مادہ ’’ع ل و‘‘ سے افعل تفضیل میں مؤنث فُعْلٰى کے وزن پر لفظ عُلْيَا بنتا ہے۔ اس کی جمع فُعَلٌ کے وزن پر اصلاً عُلَيٌ بنتی ہے قاعدہ کے مطابق تبدیلی ہو کر حالت رفع وجر میں عُلٍ اور نصب میں عُلَيًا آئے گی۔ اور جب اس پر لام تعریف داخل ہو گا تو رفع، نصب، جر، تینوں حالتوں میں یہ لفظ اَلْعُلٰى آئے گا کیونکہ اَلْعُلَيُ اَلْعُلَيَ۔ اَلْعُلَيِ، تینوں قاعدہ کے مطابق تبدیل ہو کر اَلْعُلٰى بنیں گے، یہاں پر اَلسَّمٰوٰتِ کی صفت ہونے کی وجہ سے یہ حالت نصب میں ہے۔ (آیت۔7) اَخْفٰى باب افعال میں ماضی کا صیغہ نہیں ہے بلکہ یہ افعل تفضیل میں اَخْفَيُ سے تبدیل ہو کر اَخْفٰى بنا ہے۔

ترجمہ

طٰهٰ ①	مَآ اَنْزَلْنَا	عَلَيْكَ	الْقُرْاٰنَ	لِتَشْقٰٓى ②	اِلَّا تَذْكِرَةً
	ہم نے نہیں اتارا	آپ پر	اس قرآن کو	کہ آپ سختی میں پڑھیں	یاد دہانی کرنے کے لیے

لِّمَنْ	يَّخْشٰى ③	تَنْزِيْلًا	مِّمَّنْ	خَلَقَ	الْاَرْضَ
اس کو جو	ڈر رکھتا ہے	اتارا ہوا ہوتے ہوئے	اس (کی طرف) سے جس نے	پیدا کیا	زمین کو

وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ④	اَلرَّحْمٰنُ	عَلَى الْعَرْشِ	اسْتَوٰى ⑤	لَهٗ
اور بہت بلند آسمان کو	رحمٰن	عرش پر	متمکن ہوا	اس ہی کا ہے

مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا	وَمَا
وہ جو	آسمانوں میں ہے	اور وہ جو	زمین میں ہے	اور وہ جو	ان دونوں کے درمیان ہے	اور وہ جو

تَحْتَ الثَّرٰى ⑥	وَاِنْ	تَجْهَرْ	بِالْقَوْلِ	فَاِنَّهٗ
گیلی مٹی کے نیچے ہے (یعنی معدنیات)	اور اگر	تم نمایاں کرو	بات کو	تو بیشک وہ تو

يَعْلَمُ	السِّرَّ	وَاَخْفٰى ⑦	اَللّٰهُ	لَآ اِلٰهَ
جانتا ہے	بھید کو	اور اس سے زیادہ پوشیدہ کو (یعنی نیت کو)	اللہ (وہ ہے کہ)	کوئی بھی الٰہ نہیں ہے

اِلَّا	هُوَ ؕ	لَهُ	الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧
مگر	وہ (ہی)	اس کے لیے ہی	تمام خوبصورت نام ہیں

نوٹ: 1

زیر مطالعہ آیت۔5 قرآن مجید کے متشابہات میں سے ہے۔ اب اس کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہوگئی ہے کہ ہمارے مسیح بھائی اکثر اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ تثلیث کو ماننا ضروری ہے، جاننا ضروری نہیں ہے۔ جیسے قرآن کے متشابہات کو ماننا ضروری ہے، جاننا ضروری نہیں ہے۔ پھر زیادہ تر لوگ زیر مطالعہ آیت۔5 کا ہی حوالہ دیتے ہیں۔ جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب نے ''بائبل سے قرآن تک'' نامی کتاب کے مقدمہ میں اس بات کا تفصیل سے جواب دیا ہے، ہم اس کا ایک اقتباس نقل کررہے ہیں تاکہ عقیدہ تثلیث اور متشابہات کا فرق واضح ہوجائے۔

قرآن جن کو متشابہات کہتا ہے وہ عقل سے ماوراء تو ہوتے ہیں (یعنی عقل کی پہنچ سے باہر تو ہوتے ہیں) لیکن عقل کے خلاف نہیں ہوتے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جن کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا جیسے حروفِ مقطعات۔ دوسری قسم وہ ہے جن کے الفاظ سے ایک ظاہری مفہوم سمجھ میں آتا ہے، اور اگر وہ مفہوم ماورائے عقل ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہاں ظاہری مفہوم یقیناً مراد نہیں ہے اور اصل مفہوم کیا ہے؟ وہ معلوم نہیں۔ مثلاً اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ ان الفاظ کا ایک ظاہری مفہوم نظر آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر سیدھا ہوگیا۔ لیکن یہ مفہوم عقل سے ماورا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر متناہی ہے اور وہ کسی مکان کی قید میں مقید نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ کچھ اور مراد ہے جو ہمیں معلوم نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ عقیدۂ تثلیث متشابہات کی پہلی قسم میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ اس عقیدے میں جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ان کا ایک ظاہری مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ دوسری قسم میں بھی داخل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عیسائی حضرات اگر یوں کہتے کہ اس عقیدے کا ظاہری مفہوم خلافِ عقل ہے اس لیے ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ کچھ اور مراد ہے جو ہمیں معلوم نہیں ہے، تب تو بات بن سکتی تھی۔ لیکن عیسائی مذہب تو یہ کہتا ہے کہ اس عقیدے کا ظاہری مفہوم ہی مراد ہے۔ ہر عیسائی کو ماننا پڑے گا کہ خدا تین اقنوم ہیں اور یہ تین ایک ہیں۔ گویا وہ خلاف عقل بات کو عقیدہ بناتا ہے اور اس کی دلیل کو انسانی سمجھ سے ماوراء کہتا ہے۔ اس کے برخلاف مسلمان متشابہات کے ظاہری مفہوم کو ماورائے عقل ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ اس کی صحیح مراد ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اس لیے عقیدۂ تثلیث کو قرآن کی متشابہات سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔

آیت نمبر (9 تا 16)

ق ب س

(ض) قَبْسًا — آگ سے آگ جلانا۔

قَبَسٌ — آگ سے حاصل کی ہوئی آگ۔ جلتا ہوا کوئلہ۔ انگارہ۔ زیر مطالعہ آیت۔10

(افتعال) اِقْتِبَاسًا — آگ یا کسی چیز سے اس کا کوئی جز یا ٹکڑا لینا۔ ﴿انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ﴾ (57/الحدید:13) ''تم لوگ راہ دیکھو ہماری تو ہم کوئی حصہ حاصل کرلیں تمہارے نور سے۔''

خ ل ع

(ف) خَلْعًا — کوئی پہنی ہوئی چیز اتارنا جیسے ٹوپی اتارنا۔ زیر مطالعہ آیت۔12۔

ن ع ل

(ف) نَعْلًا — جوتا عطا کرنا پہنانا۔

نَعْلٌ — جوتا۔ زیر مطالعہ آیت۔12

ط و ی

(ض) طَيًّا — کسی چیز کو تہہ در تہہ لپیٹنا جیسے کپڑے کا تھان لپیٹا جاتا ہے۔ ﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ﴾ (21/الانبیاء:104) ''جس دن ہم لپیٹیں گے آسمان کو جیسے عدالتی ریکارڈ لپیٹنا لکھا ہوا ہونے کے لیے۔''

مَطْوِيَّةٌ — لپٹی ہوئی۔ ﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ﴾ (39/الزمر:67) ''اور آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں۔''

طُوًى — قرآن میں یہ اسم علم کے طور پر آیا ہے۔ ایک وادی کا نام۔ زیر مطالعہ آیت۔12

ترجمہ

وَهَلْ	اَتٰىكَ	حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ ⑨	اِذْ	رَاٰ	نَارًا	فَقَالَ
اور کیا	پہنچی آپؐ کے پاس	موسیٰؑ کی بات	جب	انہوںؑ نے دیکھی	ایک آگ	تو انہوںؑ نے کہا

لِاَهْلِهِ	امْكُثُوْٓا	اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ	نَارًا	لَّعَلِّيْٓ	اٰتِيْكُمْ
اپنے گھر والوں سے	تم لوگ ٹھہرو	بیشک میں نے دیکھی	ایک آگ	شاید کہ	میں لاؤں تمہارے پاس

مِّنْهَا	بِقَبَسٍ	اَوْ	اَجِدُ	عَلَى النَّارِ	هُدًى ⑩	فَلَمَّآ
اس سے	کوئی انگارہ	یا	میں پاؤں	آگ پر	کوئی رہنمائی	پھر جب

اَتٰىهَا	نُوْدِيَ	يٰمُوْسٰى ۭ ⑪	اِنِّيْٓ اَنَا	رَبُّكَ
وہ پہنچے اس کے پاس	تو آواز دی گئی	اے موسیٰؑ	بیشک میں ہی	آپؐ کا رب ہوں

فَاخْلَعْ	نَعْلَيْكَ ۚ	اِنَّكَ	بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ
تو آپؐ اتار دیں	اپنے دونوں جوتے	بیشک آپؐ	اس پاک کی ہوئی وادی میں ہیں

طُوًى ۭ ⑫	وَاَنَا	اخْتَرْتُكَ	فَاسْتَمِعْ	لِمَا
جو طویٰ (کہلاتی) ہے	اور میں نے	چنا آپؐ کو	تو آپؐ دھیان سے سنیں	اس کو جو

يُوْحٰى ⑬	اِنَّنِيْٓ اَنَا	اللّٰهُ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّآ اَنَا	فَاعْبُدْنِيْ ۙ
وحی کیا جائے	بیشک میں ہی	اللہ ہوں	کوئی الٰہ نہیں	سوائے میرے	پس آپؐ بندگی کریں میری

وَاَقِمِ	الصَّلٰوةَ	لِذِكْرِيْ ⑭	اِنَّ	السَّاعَةَ
اور آپؐ قائم کریں	نماز کو	میری یاد کے لیے	بیشک	وہ گھڑی (یعنی قیامت)

اٰتِيَةٌ	اَكَادُ	اُخْفِيْهَا	لِتُجْزٰى	كُلُّ نَفْسٍ
آنے والی ہے	میں ارادہ کرتا ہوں کہ	میں خفیہ رکھوں اس کو	تا کہ جزا دی جائے	ہر جان کو

بِمَا	تَسْعٰی ⑮	فَلَا يَصُدَّنَّكَ	عَنْهَا	مَنْ	1253لَّا يُؤْمِنُ
اس کی جو	اس نے بھاگ دوڑ کی	پس ہرگز نہ روکے آپؐ کو	اس سے	وہ جو	ایمان نہیں لاتا

بِهَا	وَاتَّبَعَ	هَوٰىهُ	فَتَرْدٰى ⑯
اس پر	اوراس نے پیروی کی	اپنی خواہش کی	ورنہ تُو تباہ برباد ہوگا

نوٹ:1 آیت۔12 میں حضرت موسیٰؑ کو جوتے اتارنے کا جو حکم ہے اس کی وجہ سے یہودیوں میں یہ شرعی مسئلہ بن گیا کہ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے فرمایا کہ یہودیوں کے خلاف عمل کرو کیونکہ وہ جوتے اور چمڑے کے موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ضرور جوتے پہن کر نماز پڑھنی چاہیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دونوں طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ ایک حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو جوتے کو پلٹ کر دیکھ لے اگر کوئی گندگی لگی ہو تو زمین سے رگڑ کر صاف کر لے اور ان ہی جوتوں کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لے۔ ایک اور حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ اگر تم میں سے کسی نے گندگی کو پامال کیا ہو تو مٹی اس کو پاک کر دینے کے لیے کافی ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ ایک جگہ گندگی لگی ہوگی تو دوسری جگہ جاتے جاتے خود زمین ہی اس کو پاک کر دے گی۔ ان احادیث کی بنا پر اکثر فقہا اس بات کے قائل ہیں کہ جوتا زمین کی مٹی سے پاک ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مسجد نبوی میں چٹائی تک کا فرش نہ تھا بلکہ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔ لہٰذا ان احادیث سے استدلال کر کے اگر کوئی شخص آج کی مسجدوں کے فرش پر جوتے لے جانا چاہے تو یہ صحیح نہ ہوگا۔ البتہ گھاس یا کھلے میدان میں جوتے پہنے پہنے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جو لوگ میدان میں نماز جنازہ پڑھتے وقت جوتے اتارنے پر اصرار کرتے ہیں وہ دراصل احکام سے ناواقف ہیں۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (17 تا 24)

ھ ش ش

(ن) هَشًّا درخت سے پتے جھاڑنا۔ زیر مطالعہ آیت۔18

ء ر ب

(س) اَرَبًا کسی چیز کا بہت دلدادہ ومشاق ہونا۔ حاجتمند ہونا۔ ضرورت مند ہونا۔

اِرْبَةٌ حاجت ضرورت۔ ﴿ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ ﴾ (24/النور:31) ''یا تابع لوگ یعنی نوکر بغیر (جنسی) حاجت والے مردوں میں سے۔''

مَاٰرِبَةٌ ج مَاٰرِبُ۔ اسم الظرف ہے۔ حاجت پوری کرنے کی جگہ یا وقت یعنی موقع۔ زیر مطالعہ آیت۔18

ض م م

(ن) ضَمًّا دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو باہم ملا دینا۔ زیر مطالعہ آیت۔22

ترجمہ

وَمَا تِلْكَ	بِيَمِيْنِكَ	يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾	قَالَ	هِيَ	عَصَايَ ج
اور وہ کیا ہے	آپؑ کے ہاتھ میں	اے موسیٰؑ	انہوںؑ نے کہا	یہ	میری لاٹھی ہے

اَتَوَكَّؤُا	عَلَيْهَا	وَاَهُشُّ	بِهَا	عَلٰى غَنَمِيْ	وَلِيَ
میں ٹیک لگاتا ہوں	اس پر	اور میں پتے جھاڑتا ہوں	اس سے	اپنی بکریوں پر	اور میرے لیے

فِيْهَا	مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿١٨﴾	قَالَ	اَلْقِهَا
اس میں	ضرورت پوری کرنے کے دوسرے مواقع ہیں	(اللہ تعالیٰ نے) کہا	آپؑ ڈال دیں اس کو

يٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾	فَاَلْقٰهَا	فَاِذَا	هِيَ	حَيَّةٌ	تَسْعٰى ﴿٢٠﴾
اے موسیٰؑ	تو انہوںؑ نے ڈالا اس کو	تو جب ہی	وہ	زندہ (سانپ) تھی	دوڑتی ہوئی

قَالَ	خُذْهَا	وَلَا تَخَفْ	سَنُعِيْدُهَا	سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾
(اللہ تعالیٰ نے) کہا	آپؑ پکڑیں اس کو	اور مت ڈریں	ہم لوٹا دیں گے اس کو	اس کی پہلی خصلت پر

وَاضْمُمْ	يَدَكَ	اِلٰى جَنَاحِكَ	تَخْرُجْ	بَيْضَآءَ
اور آپؑ ملائیں	اپنا ہاتھ	اپنی بغل کی طرف (یعنی سے)	تو وہ (ہاتھ) نکلے گا	سفید ہوتے ہوئے

مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ	اٰيَةً اُخْرٰى ﴿٢٢﴾	لِنُرِيَكَ
کسی بھی برائی کے بغیر	ایک دوسری نشانی ہوتے ہوئے	تاکہ ہم دکھائیں آپؑ کو

مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾	اِذْهَبْ	اِلٰى فِرْعَوْنَ	اِنَّهٗ	طَغٰى ﴿٢٤﴾
اپنی بڑی نشانیوں میں سے	(اب) آپؑ جائیں	فرعون کی طرف	بیشک اس نے	سرکشی کی

آیت نمبر (25 تا 35)

ترکیب

(آیت۔28) يَفْقَهُوْا جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اس لیے اس سے پہلے لامِ کَی کو محذوف نہیں مان سکتے۔ (آیات 33۔34) كَثِيْرًا حال نہیں ہے بلکہ یہ مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے۔ یعنی یہ دراصل تَسْبِيْحًا كَثِيْرًا اور ذِكْرًا كَثِيْرًا ہے۔ (آیت۔35) فَعِيْلٌ کے وزن پر عَلِيْمٌ۔ خَبِيْرٌ۔ بَصِيْرٌ وغیرہ کے ساتھ عموماً ’’ب‘‘ کا صلہ آتا ہے۔ یہاں لفظ بِنَا میں ’’بِ‘‘ دراصل بَصِيْرًا کا صلہ ہے اور نَا اس کی ضمیر مفعولی ہے۔

ترجمہ

قَالَ	رَبِّ	اشْرَحْ	لِيْ	صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾	وَيَسِّرْ	لِيْٓ
انہوںؑ نے کہا	اے میرے رب	تو کشادہ کر دے	میرے لیے	میرے سینے کو	اور تو آسان کر دے	میرے لیے

اَمْرِيْ ﴿٢٦﴾	وَاحْلُلْ	عُقْدَةً	مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿٢٧﴾	يَفْقَهُوْا	قَوْلِيْ ﴿٢٨﴾
میرے کام کو	اور تو کھول دے	گرہ کو	میری زبان (میں) سے	وہ لوگ سمجھیں	میری بات کو

وَاجۡعَلۡ	لِّیۡ	وَزِیۡرًا	مِّنۡ اَهۡلِیۡ ۝۲۹	هٰرُوۡنَ	اَخِی ۝۳۰ 1253
اورتو بنادے	میرے لیے	ایک معاون	میرے گھر والوں (میں) سے	جو ہارون ہے	میرا بھائی

اشۡدُدۡ	بِهٖۤ	اَزۡرِیۡ ۝۳۱	وَاَشۡرِكۡهُ	فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۝۳۲
توسخت کردے	اس سے	میری قوت کو	اور تو شریک کردے اس کو	میرے کام میں

كَیۡ	نُسَبِّحَكَ	كَثِیۡرًا ۝۳۳	وَّنَذۡكُرَكَ	كَثِیۡرًا ۝۳۴	اِنَّكَ	كُنۡتَ
تاکہ	ہم تسبیح کریں تیری	کثرت سے	اور ہم یاد کریں تجھ کو	کثرت سے	بیشک تو	ہے

بِنَا	بَصِیۡرًا ۝۳۵
ہم کو	ہمیشہ اور ہر حال میں دیکھنے والا

نوٹ:1 حضرت موسیٰؑ نے زبان کی گرہ کھولنے کی جو دعا مانگی تھی اس کی بائبل میں جو تشریح بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ موسیٰؑ نے عرض کیا ''اے خداوند، میں فصیح نہیں ہوں۔ نہ پہلے ہی تھا اور نہ جب سے تو نے اپنے بندے سے کلام کیا بلکہ رُک رُک کر بولتا ہوں اور میری زبان کند ہے۔'' مگر تلمود میں ایک لمبا چوڑا قصہ بیان ہوا ہے کہ بچپن میں موسیٰؑ نے انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تھا تو زبان میں لکنت پڑ گئی۔ لیکن عقل اسے ماننے سے انکار کرتی ہے۔ اس لیے کہ اگر بچے نے آگ پر ہاتھ مارا بھی تو یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ وہ انگارے کو اٹھا کر منہ میں لے جا سکے۔ بچہ تو آگ کی جلن محسوس کرتے ہی ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ قرآن کے الفاظ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اندر خطابت کی صلاحیت نہ پاتے تھے اور ان کو اندیشہ تھا کہ نبوت کے فرائض ادا کرنے کے لیے تقریر کی ضرورت پیش آئی تو ان کی جھجھک مانع ہوگی۔ اس لیے انہوں نے دعا کی۔ ان کی یہ کمزوری دور ہوگئی۔ چنانچہ قرآن اور بائبل میں ان کی بعد کے دور کی جو تقریریں آئی ہیں وہ کمال فصاحت کی شہادت دیتی ہیں۔

آیت نمبر (36 تا 41)

ق ذ ف

(ض) **قَذۡفًا** (۱) کوئی چیز پھینک دینا۔ (۲) کوئی چیز کسی پر پھینک کر مارنا۔ (۳) کوئی چیز کسی چیز میں ڈالنا۔ اس کے لیے عموماً فِیۡ کا صلہ آتا ہے۔ ﴿ حُمِّلۡنَاۤ اَوۡزَارًا مِّنۡ زِیۡنَةِ الۡقَوۡمِ فَقَذَفۡنٰهَا ﴾ (20/طٰہٰ:87) ''اٹھوائے گئے ہم سے کچھ بوجھ قوم کی زینت یعنی زیور میں سے تو ہم نے پھینک دیا ان کو۔'' ﴿ بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَی الۡبَاطِلِ ﴾ (21/الانبیاء:18) ''بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق کو باطل پر۔'' ﴿ وَ قَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ ﴾ (33/الاحزاب:26) ''اور اس نے ڈالا ان کے دلوں میں رعب۔''

اِقۡذِفِیۡ یہ فعل امر میں واحد مؤنث مخاطب کا صیغہ ہے۔ تو ایک عورت پھینک دے۔ ڈال دے۔ زیر مطالعہ آیت۔39

د ل ل

(ن) **دَلُوۡلًا** رہنمائی کرنا۔ راستہ دکھانا۔ زیر مطالعہ آیت۔40

دَلِیْلٌ   فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ رہنمائی کرنے والا۔ دلیل۔ حجت۔ ﴿ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ﴾ (25/ الفرقان:45) ''پھر ہم نے بنایا سورج کو اس پر ایک دلیل''۔

ترجمہ

قَالَ	قَدْ اُوْتِیْتَ	سُؤْلَكَ	یٰمُوْسٰی ﴿٣٦﴾	وَلَقَدْ مَنَنَّا
(اللہ نے) کہا	آپؑ کو دی جا چکی ہے	آپؑ کی التجا	اے موسیٰؑ	اور بیشک ہم احسان کر چکے ہیں

عَلَیْكَ	مَرَّةً اُخْرٰۤی ﴿٣٧﴾	اِذْ	اَوْحَیْنَاۤ	اِلٰۤی اُمِّكَ	مَا	یُوْحٰۤی ﴿٣٨﴾
آپؑ پر	ایک اور بار (بھی)	جب	ہم نے وحی کیا	آپؑ کی والدہ کی طرف	وہ جو	وحی کیا گیا

اَنِ	اقْذِفِیْهِ	فِی التَّابُوْتِ	فَاقْذِفِیْهِ	فِی الْیَمِّ
کہ	آپ ڈال دیں اس (بچے) کو	اس صندوق میں	پھر آپ ڈال دیں اس (صندوق) کو	پانی میں

فَلْیُلْقِهِ	الْیَمُّ	بِالسَّاحِلِ	یَاْخُذْهُ	عَدُوٌّ لِّیْ	وَعَدُوٌّ لَّهٗ
پھر چاہیے کہ ڈال دے اس کو	پانی	ساحل پر	تو پکڑے اس کو	میرا دشمن	اور اس (بچے) کا دشمن

وَاَلْقَیْتُ	عَلَیْكَ	مَحَبَّةً	مِّنِّیْ	وَلِتُصْنَعَ
اور میں نے ڈال دی	آپ پر (کے لیے)	ایک محبت	اپنی طرف سے	اور تاکہ آپؑ پروان چڑھائے جائیں

عَلٰی عَیْنِیْ ﴿٣٩﴾	اِذْ	تَمْشِیْۤ	اُخْتُكَ	فَتَقُوْلُ	هَلْ	اَدُلُّكُمْ
میری آنکھ کے سامنے	جب	چلتی تھیں	آپ کی بہن	تو انہوں نے کہا	کیا	میں پتہ دوں تم لوگوں کو

عَلٰی مَنْ	یَّكْفُلُهٗ	فَرَجَعْنٰكَ	اِلٰۤی اُمِّكَ	كَیْ	تَقَرَّ
اس کا جو	پال پوس دے اس کو	تو ہم نے واپس کیا آپؑ کو	آپؑ کی والدہ کی طرف	تا کہ	ٹھنڈی ہو

عَیْنُهَا	وَلَا تَحْزَنَ	وَقَتَلْتَ	نَفْسًا	فَنَجَّیْنٰكَ	مِنَ الْغَمِّ
ان کی آنکھ	اور وہ غمگین نہ ہوں	اور آپؑ نے قتل کیا	ایک جان کو	تو ہم نے نجات دی آپؑ کو	غم سے

وَفَتَنّٰكَ	فُتُوْنًا	فَلَبِثْتَ	سِنِیْنَ	فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ
اور ہم نے آزمائش میں ڈالا آپؑ کو	جیسے آزمائش میں ڈالنے کا حق ہے	پھر آپ ٹھہرے	کچھ سال	مدین والوں میں

ثُمَّ	جِئْتَ	عَلٰی قَدَرٍ	یٰمُوْسٰی ﴿٤٠﴾	وَاصْطَنَعْتُكَ	لِنَفْسِیْ ﴿٤١﴾
پھر	آپ آئے	ایک (مقرر) اندازے پر	اے موسیٰؑ	اور میں نے اہتمام سے پروان چڑھایا آپؑ کو	اپنے آپ کے لیے

نوٹ: 1 لفظ وحی کے لغوی معنی ایسے خفیہ کلام کے ہیں جو صرف مخاطب کو معلوم ہو، اور دوسرے اس پر مطلع نہ ہوں۔ اس لغوی معنی کے اعتبار سے وحی کسی کے لیے مخصوص نہیں، نبی و رسول اور عام مخلوق بلکہ جانور تک اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ شہد کی مکھیوں کو بذریعہ وحی تلقین و تعلیم کرنے کا ذکر اسی معنی کے اعتبار سے ہے۔ (آیت۔16 / النحل:68) موسیٰؑ کی والدہ کی طرف وحی بھی اسی لغوی معنی کے اعتبار سے ہے۔ اس سے ان کا نبی یا رسول ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسے بی بی مریم کو ارشادات ربانی پہنچے باوجود یکہ وہ نبی یا رسول نہیں تھیں۔ اس طرح کی لغوی وحی

بطورِ الہام کے ہوتی ہے جیسے اولیاء اللہ کو اس قسم کے الہامات ہوتے رہتے ہیں۔ مگر اس کا تعلق صرف اس شخص کی ذات سے ہوتا ہے جس کو یہ وحی الہام ہوتی ہے، اصلاحِ خلق اور دعوت و تبلیغ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ 1253 اس کے برعکس وحی نبوت کا منشاء ہی مخلوق کی اصلاح کے لیے کسی کو کھڑا کرنا اور دعوت و تبلیغ پر مامور کرنا ہوتا ہے۔ اس کے ذمہ لازم ہوتا ہے کہ اپنی وحی پر خود بھی ایمان لائے اور دوسروں کو بھی اپنی نبوت کو ماننے اور اپنی وحی کے ماننے کا پابند بنائے۔ جو اس کو نہ مانے اسے کافر قرار دے۔

وحی لغوی یعنی وحی الہام میں اور وحی اصطلاحی یعنی وحی نبوت میں یہی فرق ہے۔ وحی لغوی ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی۔ جبکہ نبوت اور وحی نبوت خاتم الانبیاء ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ:2 امتحانات اور آزمائشیں انسان کی تعلیم و تربیت کا لازمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کے ذریعہ سے انسان کی اعلیٰ صلاحیتوں کو پروان چڑھاتا ہے۔ اس لیے ان سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ جو شخص ان سے گھبراتا اور بھاگتا ہے وہ گویا اپنی تربیت سے گھبراتا اور بھاگتا ہے۔ ڈرنے کی کوئی چیز ہی تو وہ یہ ہے کہ امتحان میں وہ کہیں ناکام نہ رہ جائے۔ یہ امتحانات صرف مشکلات اور مصائب ہی کی راہ سے پیش نہیں آتے بلکہ انعامات اور افضال کی شکل میں بھی پیش آتے ہیں۔ مصائب و مشکلات کے امتحانات میں اللہ تعالیٰ بندے کے صبر کی تربیت فرمانا چاہتا ہے اور انعامات و افضال کے امتحان میں اس کے شکر کو پروان چڑھانا چاہتا ہے۔ اسی صبر و شکر پر تمام اعلیٰ صفات انسانی کا انحصار ہے۔ ان ہی دونوں صفتوں کی تکمیل پر نفس مطمئنہ کی بادشاہی حاصل ہوتی ہے اور پھر اسی کا ثمرہ وہ ابدی بادشاہی ہے جس کو قرآن نے رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ شکر کا امتحان زیادہ مشکل ہے۔ اس میں پاس ہونے والوں کا اوسط بہت کم ہے۔ ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾﴾ (34/ سبا:13)'' میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (42 تا 50)

و ن ی

(ض) وَنِيَا سست ہونا۔ تھکنا۔ زیر مطالعہ آیت۔42

ترجمہ

اِذْهَبْ	اَنْتَ	وَاَخُوْكَ	بِاٰيٰتِيْ	وَلَا تَنِيَا
آپؑ جائیں	آپؑ	اور آپؑ کے بھائی	میری نشانیوں کے ساتھ	اور آپؑ دونوں سستی نہ کریں

فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾	اِذْهَبَآ	اِلٰى فِرْعَوْنَ	اِنَّهٗ	طَغٰى ﴿۴۳﴾
میری یاد میں	آپؑ دونوں جائیں	فرعون کی طرف	بیشک اس نے	سرکشی کی ہے

فَقُوْلَا	لَهٗ	قَوْلًا لَّيِّنًا	لَّعَلَّهٗ	يَتَذَكَّرُ	اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾
پھر تم دونوں کہنا	اس سے	نرم بات	شاید کہ وہ	نصیحت حاصل کرے	یا وہ ڈرے

قَالَا	رَبَّنَآ	اِنَّنَا نَخَافُ	اَنْ	يَّفْرُطَ	عَلَيْنَآ	اَوْ اَنْ
دونوں نے کہا	اے ہمارے رب	بیشک ہم ڈرتے ہیں	کہ	وہ زیادتی کرے	ہم پر	یا یہ کہ

يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾	قَالَ	لَا تَخَافَآ	اِنَّنِيْ	مَعَكُمَآ
وہ سرکشی کرے (پیغام سے)	(اللہ نے) کہا	تم دونوں مت ڈرو	بیشک میں	تم دونوں کے ساتھ ہوں

اَسۡمَعُ	وَ اَرٰی ۴۶	فَاۡتِیٰهُ	فَقُوۡلَاۤ
میں سنتا ہوں	اور میں دیکھتا ہوں	پس تم دونوں پہنچو اس کے پاس	1253 پھر تم دونوں کہو

اِنَّا	رَسُوۡلَا رَبِّكَ	فَاَرۡسِلۡ	مَعَنَا	بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۙ
کہ ہم دونوں	تیرے رب کے رسول ہیں	پس تو بھیج	ہمارے ساتھ	بنی اسرائیل کو

وَلَا تُعَذِّبۡهُمۡ ؕ	قَدۡ جِئۡنٰكَ	بِاٰيَةٍ	مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ
اور تو عذاب مت دے ان کو	ہم آئے ہیں تیرے پاس	ایک نشانی کے ساتھ	تیرے رب (کی طرف) سے

وَالسَّلٰمُ	عَلٰی مَنِ	اتَّبَعَ	الۡهُدٰی ۴۷	اِنَّا	قَدۡ اُوۡحِیَ
اور سلامتی ہے	اس پر جس نے	پیروی کی	ہدایت کی	بیشک	وحی کی گئی ہے

اِلَيۡنَاۤ	اَنَّ	الۡعَذَابَ	عَلٰی مَنۡ	كَذَّبَ	وَتَوَلّٰی ۴۸	قَالَ
ہماری طرف	کہ	عذاب	اس پر ہے جس نے	جھٹلایا	اور منہ موڑا	(فرعون نے) کہا

فَمَنۡ	رَّبُّكُمَا	يٰمُوۡسٰی ۴۹	قَالَ	رَبُّنَا	الَّذِیۡۤ	اَعۡطٰی
تو کون	تم دونوں کا رب ہے	اے موسیٰ	انہوں نے کہا	ہمارا رب	وہ ہے جس نے	عطا کی

كُلَّ شَیۡءٍ	خَلۡقَهٗ	ثُمَّ	هَدٰی ۵۰
ہر چیز کو	اس کی پیدائش	پھر	اس نے ہدایت دی

آیت نمبر (51 تا 55)

ش ت ت

(ض) شَتًّا پراگندہ ہونا۔ متفرق ہونا۔

شَتٌّ ج اَشۡتَاتٌ۔ پراگندہ۔ الگ الگ۔ ﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡكُلُوۡا جَمِيۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا ؕ﴾ (24/النور:61) ''تم لوگوں پر کوئی گرفت نہیں ہے کہ تم لوگ کھاؤ اکٹھا ہوتے ہوئے یا الگ الگ ہوتے ہوئے۔''

شَتِيۡتٌ ج شَتّٰی۔ فَعِيۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ متفرق۔ الگ الگ۔ زیر مطالعہ آیت۔ 53

ترجمہ

قَالَ	فَمَا	بَالُ الۡقُرُوۡنِ الۡاُوۡلٰی ۵۱	قَالَ	عِلۡمُهَا	عِنۡدَ رَبِّیۡ
(فرعون نے) کہا	تو کیا ہے	پہلی امتوں کی حالت	انہوں نے کہا	اس کا علم	میرے رب کے پاس

فِیۡ كِتٰبٍ ۚ	لَا يَضِلُّ	رَبِّیۡ	وَلَا يَنۡسَی ۵۲	الَّذِیۡ	جَعَلَ
ایک کتاب میں ہے	نہیں بھٹکتا	میرا رب	اور نہ وہ بھولتا ہے	وہ، وہ ہے جس نے	بنایا

لَكُمُ	الۡاَرۡضَ	مَهۡدًا	وَّسَلَكَ	لَكُمۡ	فِيۡهَا	سُبُلًا	وَّاَنۡزَلَ
تمہارے لئے	زمین کو	ایک بچھونا	اور اس نے ڈالے	تمہارے لئے	اس میں	کچھ راستے	اور اس نے اتارا

مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً ۭ	فَاَخْرَجْنَا	بِهٖٓ	اَزْوَاجًا	مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾
آسمان سے	کچھ پانی	پھر ہم نے نکالے	اس سے	کچھ جوڑے	1253 متفرق سبزوں میں سے

كُلُوْا	وَارْعَوْا	اَنْعَامَكُمْ ۭ	اِنَّ	فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾ ع
تم لوگ کھاؤ	اور چراؤ	اپنے مویشیوں کو	بیشک	اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	عقل والوں کے لئے

مِنْهَا	خَلَقْنٰكُمْ	وَفِيْهَا	نُعِيْدُكُمْ	وَمِنْهَا	نُخْرِجُكُمْ	تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾
اس سے	ہم نے پیدا کیا تم لوگوں کو	اور اس میں	ہم لوٹائیں گے تم لوگوں کو	اس سے	ہم نکالیں گے تم لوگوں کو	دوسری مرتبہ

نوٹ: 1 آیات 47۔48۔ میں فرعون کو اللہ کا جو پیغام دیا گیا، اس پر سنجیدہ طریقے سے غور کرنے کے بجائے فرعون نے سوال کیا کہ اچھا اگر رب کے پاس سے آئے ہو تو ذرا پچھلی قوموں کا حال سناؤ کہ ان کا کیا بنا اور وہ کس حال میں ہیں۔ اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ اہل دربار میں ایک تعصب بھڑکا دیا جائے اور بات اصل موضوع یعنی اللہ کی تذکیر سے ہٹ جائے۔ جواب میں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہتے کہ پہلی امتوں کے لوگ گمراہ اور جہنمی تھے تو چاہے یہ حق گوئی کا بڑا زبردست نمونہ ہوتا، مگر یہ جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بجائے فرعون کے مقصد کی زیادہ خدمت انجام دیتا۔ اس لیے حضرت موسیٰؑ نے دانائی سے ایسا جواب دیا جو بجائے خود بھی حق تھا اور ساتھ ساتھ اس نے فرعون کے زہریلے دانت بھی توڑ دیئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنا کام کر کے خدا کی ہاں جا چکے ہیں۔ ان کا پورا ریکارڈ اللہ کے پاس موجود ہے۔ ان سے جو بھی معاملہ خدا کو کرنا ہے اس کو وہی جانتا ہے۔ مجھے اور تمہیں یہ فکر نہیں ہونی چاہیے کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ ہمیں تو اس کی فکر ہونی چاہیے۔ کہ ہمارا انجام کیا ہوگا۔ اس طرح موسیٰ نے بات کا رخ پھر اصل موضوع کی طرف موڑ دیا۔ (تدبر قرآن اور تفہیم القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (56 تا 64)

ترکیب (آیت۔63) اس آیت میں اِنْ کو نافیہ ماننے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اِنْ نافیہ کے بعد عموماً اِلَّا آتا ہے جو کہ یہاں نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ لَسٰحِرٰنِ پر لام تاکید لگا ہوا ہے جو کہ عموماً اِنَّ کی خبر پر آتا ہے۔ اس لئے اسے اِنْ مخففہ ماننے کو ترجیح دی گئی ہے۔

ترجمہ

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ	اٰيٰتِنَا	كُلَّهَا	فَكَذَّبَ،	وَاَبٰى ﴿٥٦﴾
اور بیشک ہم دکھا چکے تھے اس (فرعون) کو	اپنی نشانیاں	ان کی سب	تو اس نے جھٹلایا	اور انکار کیا

قَالَ	اَ	جِئْتَنَا	لِتُخْرِجَنَا	مِنْ اَرْضِنَا	بِسِحْرِكَ
اس نے کہا	کیا	آپؑ آئے ہمارے پاس	کہ آپؑ نکالیں ہم کو	ہماری زمین سے	اپنے جادو سے

يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾	فَلَنَاْتِيَنَّكَ	بِسِحْرٍ	مِّثْلِهٖ	فَاجْعَلْ
اے موسیٰؑ	تو ہم لازماً لائیں گے آپؑ کے پاس	ایک جادو	اس کے جیسا	پس آپؑ بنائیں

بَيْنَنَا	وَبَيْنَكَ	مَوْعِدًا	لَّا نُخْلِفُهٗ	نَحْنُ
ہمارے درمیان	اور آپؑ کے درمیان	وعدے کا ایک وقت	ہم خلاف نہ کریں جس کے	ہم

وَلَآ اَنْتَ	مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾	قَالَ	مَوْعِدُكُمْ

اور نہ ہی آپؐ	ایک برابر جگہ (یعنی کھلے میدان) میں	انہوں نے کہا	تم لوگوں کے وعدے کا وقت

1253

يَوْمُ الزِّيْنَةِ	وَاَنْ	يُّحْشَرَ	النَّاسُ	ضُحًى ﴿٥٩﴾
زینت (یعنی جشن) کا دن ہے	اور یہ کہ	اکٹھا کئے جائیں	لوگ	چاشت کے وقت

فَتَوَلّٰى	فِرْعَوْنُ	فَجَمَعَ	كَيْدَهٗ
تو پلٹا (یعنی واپس ہوا)	فرعون	پھر اس نے جمع کی	اپنی خفیہ تدبیر (یعنی مکمل تیاری کی)

ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾	قَالَ	لَهُمْ	مُّوْسٰى	وَيْلَكُمْ
پھر وہ پہنچا (وعدے کی جگہ پر)	کہا	ان لوگوں سے	موسیٰؑ نے	تم لوگوں کی ہلاکت ہے

لَا تَفْتَرُوْا	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	فَيُسْحِتَكُمْ	بِعَذَابٍ ۚ	وَ
تم لوگ مت گھڑو	اللہ پر	کوئی جھوٹ	ورنہ وہ اکھاڑ پھینکے گا تم کو	کسی عذاب سے	اور

قَدْ خَابَ	مَنِ	افْتَرٰى ﴿٦١﴾	فَتَنَازَعُوْٓا	اَمْرَهُمْ
نامراد ہو گیا	وہ جس نے	(جھوٹ) گھڑا	تو (یہ سن کر) انہوں نے اختلاف کیا	اپنے معاملہ میں

بَيْنَهُمْ	وَاَسَرُّوا	النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾	قَالُوْٓا	اِنْ	هٰذٰنِ
آپس میں	اور انہوں نے پوشیدہ کیا	سرگوشی	(پھر) انہوں نے کہا	بیشک	یہ دونوں

لَسٰحِرٰنِ	يُرِيْدٰنِ	اَنْ	يُّخْرِجٰكُمْ	مِّنْ اَرْضِكُمْ
یقیناً جادوگر ہیں	چاہتے ہیں	کہ	وہ دونوں نکال دیں تم لوگوں کو	تمہاری زمین سے

بِسِحْرِهِمَا	وَيَذْهَبَا	بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾
اپنے جادو سے	اور وہ دونوں لے جائیں	تمہارے افضل طریقے (یعنی تہذیب) کو

فَاَجْمِعُوْا	كَيْدَكُمْ	ثُمَّ	ائْتُوْا	صَفًّا ۚ	وَقَدْ اَفْلَحَ
پس تم لوگ جمع کرو	اپنے داؤں پیچ	پھر	تم سب آؤ	صف بنائے ہوئے	اور مراد پالی

الْيَوْمَ	مَنِ	اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾
آج کے دن	اس نے جو	غالب ہوا

نوٹ: 1

موسیٰؑ کو مقابلہ کی دعوت دینے سے فرعون کا مدعا یہ تھا کہ ایک مرتبہ جادوگروں سے لاٹھیوں کو سانپ بنوا کر دکھا دیا جائے تو موسیٰؑ کے معجزے کا جو اثر لوگوں کے دلوں پر ہوا ہے وہ دور ہو جائے گا۔ موسیٰؑ نے ان کے جشن کے دن کا انتخاب کیا تا کہ فرعون کے درباریوں کے ساتھ عوام بھی یہ مقابلہ دیکھ لیں۔ پھر مقابلہ شروع کرنے سے پہلے موسیٰؑ نے جو خطاب کیا اس سے لوگوں میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ تفہیم القرآن میں ہے کہ یہ اختلاف فرعون کے درباریوں میں ہوا تھا۔ جبکہ معارف القران میں ہے کہ اختلاف ساحروں میں ہوا کہ یہ کلمات کوئی جادوگر نہیں کہہ سکتا، یہ تو اللہ ہی کی طرف سے معلوم ہوتے ہیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں گروہوں میں آپس میں اختلاف ہوا، پھر درباریوں میں جو شُعلے عنصر نے جہاندیدہ لوگوں کی بات نہ چلنے دی ہو اور فرعون سے مقابلہ کرانے کا فیصلہ کرا کے ساحروں کو سمجھایا ہو کہ یہ دونوں بس جادوگر ہیں اور تمہاری

حکومت اور تمہاری بے مثال تہذیب کو غارت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اپنے اختلاف ختم کر کے پوری تیاری کے ساتھ متحد ہو کر مقابلے کے لئے آ ؤ۔

آیت نمبر (65 تا 71)

ترکیب

(آیت۔69) اِنَّمَا یہاں پر کلمۂ حصر نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر فعل صَنَعُوْا کا مفعول کَیْدَ سٰحِرٍ نصب میں آنا چاہئے تھا لیکن یہاں کَیْدُ سٰحِرٍ حالت رفع میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں اِنَّمَا دراصل اِنَّ مَا ہے۔ اس طرح اِنَّ کا اسم مَا صَنَعُوْا ہے اور کَیْدُ سٰحِرٍ اس کی خبر ہونے کی وجہ سے حالت رفع میں ہے (آیت۔71) لَاُوصَلِّبَنَّکُمْ میں واؤ زائدہ ہے جو لکھی جاتی ہے، پڑھی نہیں جاتی۔

ترجمہ

قَالُوْا	یٰمُوْسٰی	اِمَّآ	اَنْ	تُلْقِیَ	وَاِمَّآ	اَنْ	نَّکُوْنَ
(جادوگروں نے) کہا	اے موسیٰؑ	یا یہ	کہ	آپؑ ڈالیں	اور یا یہ	کہ	ہم ہوں

اَوَّلَ مَنْ	اَلْقٰی ﴿۶۵﴾	قَالَ	بَلْ	اَلْقُوْا ج	فَاِذَا	حِبَالُهُمْ	وَعِصِیُّهُمْ
اس کے پہلے جو	ڈالے	انہوںؑ نے کہا	بلکہ	تم لوگ ڈالو	پھر تب ہی	ان کی رسیاں	اور ان کی لاٹھیاں

یُخَیَّلُ	اِلَیْهِ	مِنْ سِحْرِهِمْ	اَنَّهَا	تَسْعٰی ﴿۶۶﴾	فَاَوْجَسَ	فِیْ نَفْسِهٖ
تصور میں دی گئیں	انؑ کی طرف	ان کے جادو سے	کہ وہ	دوڑتی ہیں	تو محسوس کیا	اپنے جی میں

خِیْفَةً	مُّوْسٰی ﴿۶۷﴾	قُلْنَا	لَا تَخَفْ	اِنَّكَ	اَنْتَ الْاَعْلٰی ﴿۶۸﴾
ایک خوف	موسیٰؑ نے	ہم نے کہا	آپؑ مت ڈریں	بیشک آپؑ	ہی غالب ہیں

وَاَلْقِ	مَا	فِیْ یَمِیْنِكَ	تَلْقَفْ	مَا
اور آپؑ ڈال دیں	اس کو جو	آپؑ کے داہنے ہاتھ میں ہے	تو وہ نگل لے گا	اس کو جو

صَنَعُوْا ط	اِنَّمَا	صَنَعُوْا	کَیْدُ سٰحِرٍ ط
ان لوگوں نے کاریگری کی	بیشک وہ جو	انہوں نے کاریگری کی	جادو کرنے والے کی چالبازی ہے

وَلَا یُفْلِحُ	السّٰحِرُ	حَیْثُ	اَتٰی ﴿۶۹﴾	فَاُلْقِیَ	السَّحَرَةُ
اور مراد نہیں پاتا	جادو کرنے والا	جہاں کہیں سے	وہ آئے	تو ڈال دیئے گئے	جادوگر لوگ

سُجَّدًا	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی ﴿۷۰﴾
سجدہ کرنے والے ہوتے ہوئے	ان لوگوں نے کہا	ہم ایمان لائے	موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر

قَالَ	اٰمَنْتُمْ لَهٗ	قَبْلَ اَنْ	اٰذَنَ	لَكُمْ ط
(فرعون نے) کہا	تم لوگوں نے بات مان لی اس کی	اس سے پہلے کہ	میں اجازت دیتا	تم لوگوں پر

اِنَّهٗ	لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ	عَلَّمَكُمُ	السِّحْرَ ج	فَلَاُقَطِّعَنَّ
بیشک یہ	یقیناً تم لوگوں کا وہ بڑا ہے جس نے	سکھایا تم لوگوں کو	جادو	تو میں لازماً کاٹوں گا

اَیْدِیَکُمْ	وَاَرْجُلَکُمْ	مِّنْ خِلَافٍ	وَّ لَاُصَلِّبَنَّکُمْ 1253
تمہارے ہاتھ	اور تمہارے پاؤں	مخالف (طرف) سے	اور میں لازماً پھانسی دوں گا تم لوگوں کو

فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ز	وَلَتَعْلَمُنَّ	اَیُّنَآ	اَشَدُّ	عَذَابًا	وَّ اَبْقٰی ﴿71﴾
کھجور کے تنوں میں	اور تم لوگ لازماً جان لوگے	ہم میں سے کون	زیادہ سخت ہے	بلحاظ عذاب کے	اور زیادہ باقی رہنے والا ہے

نوٹ: 1 آیت نمبر۔67۔ میں قرآن اس بات کی تصدیق کر رہا ہے کہ عام انسانوں کی طرح پیغمبر بھی جادو سے متاثر ہو سکتا ہے۔ اگرچہ جادوگر اس کی نبوت سلب کر لینے، یا اس کے اوپر نازل ہونے والی وحی میں خلل ڈال دینے یا اس کو گمراہ کر دینے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن کچھ دیر کے لئے اس کے قوی پر یک گونہ اثر ضرور ڈال سکتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کے خیال کی غلطی کھل جاتی ہے جو احادیث میں نبی ﷺ پر جادو کا اثر ہونے کی روایات پڑھ کر نہ صرف ان روایات کی تکذیب کرتے ہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر تمام حدیثوں کو ناقابل اعتبار قرار دینے لگتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (72 تا 76)

ترجمہ

قَالُوْا	لَنْ نُّؤْثِرَکَ	عَلٰی مَا	جَآءَنَا	مِنَ الْبَیِّنٰتِ
(جادوگروں نے) کہا	ہم ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تجھ کو	ان پر جو	آئیں ہمارے پاس	واضح (نشانیوں) میں سے

وَالَّذِیْ	فَطَرَنَا	فَاقْضِ	مَآ	اَنْتَ	قَاضٍ ط	اِنَّمَا
اور اس پر جس نے	وجود بخشا ہم کو	پس تو فیصلہ کر	وہ جو	تو	فیصلہ کرنے والا ہے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ

تَقْضِیْ	هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿72﴾	اِنَّآ	اٰمَنَّا	بِرَبِّنَا	لِیَغْفِرَ
تو فیصلہ کرتا ہے	اس دنیوی زندگی میں	بیشک	ہم ایمان لائے	اپنے رب پر	تاکہ وہ بخش دے

لَنَا	خَطٰیٰنَا	وَمَآ	اَکْرَهْتَنَا	عَلَیْهِ	مِنَ السِّحْرِ ط	وَاللّٰهُ
ہمارے لئے	ہماری خطاؤں کو	اور اس کو	تو نے مجبور کیا ہم کو	جس پر	(جیسے) جادو کرنا	اور اللہ

خَیْرٌ	وَّ اَبْقٰی ﴿73﴾	اِنَّهٗ	مَنْ	یَّاْتِ	رَبَّهٗ
سب سے بہتر ہے	اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے	حقیقت یہ ہے کہ	جو	آئے گا	اپنے رب کے پاس

مُجْرِمًا	فَاِنَّ	لَهٗ	جَهَنَّمَ ط	لَا یَمُوْتُ	فِیْهَا	وَلَا یَحْیٰی ﴿74﴾
جرم کرنے والا ہوتے ہوئے	تو بیشک	اس کے لئے	جہنم ہے	نہ وہ مرے گا	اس میں	اور نہ جیئے گا

وَمَنْ	یَّاْتِهٖ	مُؤْمِنًا	قَدْ عَمِلَ	الصّٰلِحٰتِ	فَاُولٰٓئِكَ
اور جو	آئے گا اس کے پاس	ایمان لانے والا ہوتے ہوئے	اس نے عمل کئے ہیں	نیکیوں کے	تو یہ لوگ ہیں

لَهُمُ	الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾	جَنّٰتُ عَدْنٍ	تَجْرِىْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ 1253
جن کے لئے	بلند درجے ہیں	عدن کے باغات ہیں	بہتی ہیں	جن کے نیچے سے	نہریں

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَذٰلِكَ	جَزٰٓؤُا مَنْ	تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾
ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	ان میں	اور یہ	اس کی جزا ہے جس نے	پاکیزگی حاصل کی

نوٹ: 1 ایک رائے یہ ہے کہ جادوگروں نے فرعون کو جو جواب دیا تھا وہ آیت۔73 پر ختم ہو گیا۔ اس کے آگے آیات 74۔76۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے جادوگروں کی بات کی تکمیل کے لئے ارشاد فرمائی ہیں۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ آیات بھی جادوگروں کی بات ہیں اور فرعون کو ان کا جواب آیت۔76۔ پر ختم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جادوگروں کو آخرت کی جزا و سزا کی کیفیات کا علم کیسے ہوا جسے ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں مختلف تاویلات کی گئی ہیں۔ لیکن اگر جادوگروں کے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کے پس منظر کو ذہن میں رکھا جائے (دیکھیں آیت۔7۔120۔نوٹ۔1) تو کسی تاویل کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور بات واضح ہو جاتی ہے کہ توحید، آخرت اور رسالت کے متعلق بنو اسرائیل کے نظریات اور تعلیمات جادوگروں کے علم میں تھیں۔ پہلے وہ ان پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان لے آئے اور تمام باتوں کی تصدیق کی۔

آیت نمبر (77 تا 82)

ترجمہ

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ	اِلٰى مُوْسٰٓى	اَنْ	اَسْرِ	بِعِبَادِىْ	فَاضْرِبْ
اور بیشک ہم نے وحی کی تھی	موسیٰؑ کی طرف	کہ	آپؑ لے کر نکلیں	میرے بندوں کو	پھر آپؑ بنائیں

لَهُمْ	طَرِيْقًا	فِى الْبَحْرِ	يَبَسًا	لَّا تَخٰفُ	دَرَكًا
ان کے لئے	ایک راستہ	سمندر میں	سوکھا ہوتے ہوئے	آپؑ کو خوف نہیں ہوگا	پکڑے جانے کا

وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾	فَاَتْبَعَهُمْ	فِرْعَوْنُ	بِجُنُوْدِهٖ
اور نہ آپؑ کو ڈر ہوگا (ڈوبنے کا)	تو پیچھے لگا ان کے	فرعون	اپنے لشکروں کے ساتھ

فَغَشِيَهُمْ	مِّنَ الْيَمِّ	مَا	غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾	وَاَضَلَّ	فِرْعَوْنُ
پھر ڈھانپ لیا ان کو	پانی سے	اس چیز نے جس نے	ڈھانپا ان کو	اور گمراہ کیا	فرعون نے

قَوْمَهٗ	وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾	يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ	قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ	مِّنْ عَدُوِّكُمْ
اپنی قوم کو	اور ہدایت نہیں دی	اے بنی اسرائیل	ہم نے نجات دی ہے تم لوگوں کو	تمہارے دشمن سے

وَوٰعَدْنٰكُمْ	جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ	وَنَزَّلْنَا	عَلَيْكُمُ	الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾
اور معاہدہ کیا تم سے	کوہ طور کی داہنی جانب	اور ہم نے اتارا	تم لوگوں پر	من و سلویٰ

كُلُوْا	مِنْ طَيِّبٰتِ مَا	رَزَقْنٰكُمْ	وَلَا تَطْغَوْا	فِيْهِ
تم لوگ کھاؤ	ان چیزوں کے پاکیزہ سے جو	ہم نے عطا کیں تم کو	اور تم لوگ زیادتی مت کرنا	اس میں

فَيَحِلَّ	عَلَيْكُمْ	غَضَبِيْ ۚ	وَمَنْ	يَّحْلِلْ	عَلَيْهِ	غَضَبِيْ 1253
ورنہ اتر جائے گا	تم لوگوں پر	میرا غضب	اور وہ	اترا	جس پر	میرا غضب

فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾	وَاِنِّيْ	لَغَفَّارٌ	لِّمَنْ	تَابَ	وَاٰمَنَ
تو وہ پستی میں گر پڑا	اور بیشک میں	یقیناً بہت بخشنے والا ہوں	اس کے لئے جو	توبہ کرے	اور ایمان لائے

وَعَمِلَ	صَالِحًا	ثُمَّ	اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾
اور عمل کرے	نیک	پھر	ہدایت (بھی) حاصل کرے

نوٹ: 1 آیت۔79۔میں جو جملہ ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور ان کی صحیح رہنمائی نہیں کی، یہ دراصل کفار مکہ کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے سردار اور لیڈر بھی تم کو اسی راستے پر لیے جا رہے ہیں جس پر فرعون اپنی قوم کو لے جا رہا تھا۔ اب تم خود دیکھ لو کہ یہ کوئی صحیح رہنمائی نہیں تھی۔
(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (83 تا 89)

ترکیب (آیت۔89) اَلَّا یَرْجِعُ میں اَلَّا کو اَنْ لَا ماننا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مضارع حالت نصب میں یَرْجِعَ آتا۔ لیکن یہ حالت رفع میں یَرْجِعُ آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اَنْ مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی یہ دراصل اَنَّهٗ لَا یَرْجِعُ ہے۔

ترجمہ

وَمَآ	اَعْجَلَكَ	عَنْ قَوْمِكَ	يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾	قَالَ	هُمْ
اور کس چیز نے	جلدی میں ڈالا آپؑ کو	آپؑ کی قوم سے	اے موسیٰؑ	انہوںؑ نے کہا	وہ لوگ

اُولَاۗءِ	عَلٰٓى اَثَرِيْ	وَعَجِلْتُ	اِلَيْكَ	رَبِّ	لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾
یہ ہیں	میرے نقش قدم پر (میرے پیچھے پیچھے)	اور میں نے جلدی کی	تیری طرف	اے میرے رب	تاکہ تو راضی ہو

قَالَ	فَاِنَّا	قَدْ فَتَنَّا	قَوْمَكَ	مِنْۢ بَعْدِكَ
(اللہ نے) کہا	تو بیشک	ہم نے آزمائش میں ڈالا ہے	آپؑ کی قوم کو	آپؑ کے بعد سے

وَاَضَلَّهُمُ	السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾	فَرَجَعَ	مُوْسٰٓى	اِلٰى قَوْمِهٖ	غَضْبَانَ
اور گمراہ کیا ان کو	سامری نے	تو لوٹے	موسیٰؑ	اپنی قوم کی طرف	غضبناک ہوتے ہوئے

اَسِفًا ۚ	قَالَ	يٰقَوْمِ	اَلَمْ يَعِدْكُمْ	رَبُّكُمْ
غمگین ہوتے ہوئے	انہوںؑ نے کہا	اے میری قوم	کیا وعدہ نہیں کیا تھا تم سے	تمہارے رب نے

وَعْدًا حَسَنًا ڛ	اَفَطَالَ	عَلَيْكُمُ	الْعَهْدُ	اَمْ	اَرَدْتُّمْ
جیسے خوبصورت وعدے کا حق ہے	تو کیا طویل ہوا	تم لوگوں پر	معاہدہ	یا	تم لوگوں نے ارادہ کیا

اَنْ	يَّحِلَّ	عَلَيْكُمْ	غَضَبٌ	مِّنْ رَّبِّكُمْ	فَاَخْلَفْتُمْ	مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾
کہ	اتر جائے	تم لوگوں پر	کوئی غضب	تمہارے رب سے	تو تم لوگوں نے خلاف کیا	میرے وعدے کے

قَالُوْا	مَآ اَخْلَفْنَا	مَوْعِدَكَ	بِمَلْكِنَا	وَلٰكِنَّا	حُمِّلْنَآ
ان لوگوں نے کہا	ہم نے خلاف نہیں کیا	آپؑ کے وعدے کے	اپنے اختیار سے	اور لیکن	اٹھوائے گئے ہم سے

اَوْزَارًا	مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ	فَقَذَفْنٰهَا	فَكَذٰلِكَ	اَلْقَى	السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾
کچھ بوجھ	قوم کی زینت (زیورات) میں سے	تو ہم نے پھینک دیا ان کو	پھر اسی طرح	ڈالا	سامری

فَاَخْرَجَ	لَهُمْ	عِجْلًا	جَسَدًا	لَّهٗ	خُوَارٌ
پھر اس نے نکالا	ان کے لیے	ایک بچھڑا	جو ایک ڈھانچا تھا	اس کے لیے	گائے کی ایک آواز

فَقَالُوْا	هٰذَآ	اِلٰهُكُمْ	وَاِلٰهُ مُوْسٰى	فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾
تو وہ لوگ بولے	یہ	تو لوگوں کا خدا ہے	اور موسیٰؑ کا خدا ہے	پھر وہ (یعنی موسیٰؑ) بھول گئے

اَفَلَا يَرَوْنَ	اَلَّا يَرْجِعُ	اِلَيْهِمْ	قَوْلًا
تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں	کہ وہ لوٹاتا (یعنی جواب نہیں دیتا)	ان کی طرف	کوئی بات

وَّلَا يَمْلِكُ	لَهُمْ	ضَرًّا	وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾
اور وہ اختیار نہیں رکھتا	ان کے لیے	کسی نقصان کا	اور نہ کسی نفع کا

نوٹ:1

آیت 87۔ میں قوم کی زینت یعنی زیورات کے بوجھ کا ذکر ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ زیورات بنی اسرائیل ہی کے لوگوں کے تھے یا مصر کے قبطیوں کے تھے۔ اس سلسلہ میں تورات کی روایات متضاد ہیں۔ کتاب خروج کے باب۔ 35 سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل ہی کے تھے۔ لیکن اسی کتاب کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے ملک چھوڑتے وقت یہ زیورات مصریوں سے مستعار لئے تھے۔ لیکن یہ دوسری روایت بالکل خلاف قیاس ہے۔ بنی اسرائیل کو مصر میں یہ حیثیت حاصل نہیں تھی کہ یہ مصریوں سے زیورات مستعار لے سکیں، بالخصوص ایسی حالت میں کہ برسوں سے ان کے درمیان ایک شدید کشمکش جاری تھی۔ اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ یہ بنی اسرائیل ہی کے زیورات تھے۔ آیت 7۔148 میں مِنْ حُلِيِّهِمْ کے الفاظ سے بھی اسی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (90 تا 98)

ل ح ی

(ض) لَحْيًا درخت چھیلنا۔

(افتعال) اِلْتِحَاءً داڑھی نکلنا۔داڑھی چھوڑنا۔

لِحْيَةٌ داڑھی۔زیر مطالعہ آیت۔94

ر ء س

(ک) رِئَاسَةً رئیس ہونا۔سردار ہونا۔

(ف) رَاْسًا سر پر مارنا

رَاْسٌ ج رُءُوْسٌ۔سر۔زیر مطالعہ آیت۔94۔

ن س ف

(ض) نَسْفًا اکھاڑنا پھینکنا۔ہوا کا مٹی کو اکھاڑنا۔زیر مطالعہ آیت۔97۔

ترجمہ

وَلَقَدْ قَالَ	لَهُمْ	هٰرُوْنُ	مِنْ قَبْلُ	يٰقَوْمِ	اِنَّمَا
اور بیشک کہہ چکے تھے	ان لوگوں سے	یارونؑ	اس سے پہلے	اے میری قوم	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ

فُتِنْتُمْ	بِهٖ ۚ	وَاِنَّ	رَبَّكُمُ	الرَّحْمٰنُ	فَاتَّبِعُوْنِيْ
تم لوگ بہکا دیئے گئے	اس (بچھڑے) سے	اور یقینا	تم لوگوں کا رب	رحمٰن ہے	پس تم لوگ پیروی کرو میری

وَاَطِيْعُوْٓا	اَمْرِيْ ۝٩٠	قَالُوْا	لَنْ نَّبْرَحَ	عَلَيْهِ	عٰكِفِيْنَ
اور اطاعت کرو	میرے حکم کی	ان لوگوں نے کہا	ہم ہرگز نہیں ہٹیں گے	اس پر سے	اعتکاف کرنے والے ہونے سے

حَتّٰى	يَرْجِعَ	اِلَيْنَا	مُوْسٰى ۝٩١	قَالَ	يٰهٰرُوْنُ	مَا	مَنَعَكَ
یہاں تک کہ	لوٹیں	ہماری طرف	موسیٰؑ	(موسیٰؑ نے) کہا	اے ہارونؑ	کس چیز نے	منع کیا تم کو

اِذْ	رَاَيْتَهُمْ	ضَلُّوْٓا ۝٩٢ لا	اَلَّا تَتَّبِعَنِ ط	اَفَعَصَيْتَ	اَمْرِيْ ۝٩٣
جب	تم نے دیکھا ان کو	گمراہ ہوتے	کہ تم میرے پیچھے نہ آئے	تو کیا تم نے نافرمانی کی	میرے حکم کی

قَالَ	يَبْنَؤُمَّ	لَا تَأْخُذْ	بِلِحْيَتِيْ	وَلَا بِرَأْسِيْ ج	اِنِّيْ	خَشِيْتُ	اَنْ
(ہارونؑ نے) کہا	اے میری ماں کے بیٹے	آپؑ نہ پکڑیں (مجھ کو)	میری داڑھی سے	اور نہ میرے سر سے	بیشک	مجھے ڈر ہوا	کہ

تَقُوْلَ	فَرَّقْتَ	بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	وَلَمْ تَرْقُبْ	قَوْلِيْ ۹۴
آپؑ کہیں گے	تم نے تفرقہ ڈالا	بنی اسرائیل کے درمیان	اور تم نے لحاظ نہیں کیا	میری بات کا

قَالَ	فَمَا خَطْبُكَ	يٰسَامِرِيُّ ۹۵	قَالَ	بَصُرْتُ	بِمَا	لَمْ يَبْصُرُوْا
(موسیٰؑ نے) کہا	تو تیرا کیا مدعا ہے	اے سامری	اس نے کہا	میں نے دیکھا	اس کو	ان لوگوں نے نہیں دیکھا

بِهٖ	فَقَبَضْتُ	قَبْضَةً	مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ	فَنَبَذْتُهَا	وَكَذٰلِكَ
جس کو	تو میں نے پکڑا	ایک مٹھی بھر	فرشتے کے نقش قدم سے	پھر میں نے پھینک دیا اس کو	اور اس طرح

سَوَّلَتْ	لِيْ	نَفْسِيْ ۹۶	قَالَ	فَاذْهَبْ	فَاِنَّ	لَكَ
خوشنما بنا کر پیش کیا	میرے لیے	میرے جی نے	(موسیٰؑ نے) کہا	پس تو جا (یعنی دفع ہو)	تو بیشک	تیرے لئے ہے

فِي الْحَيٰوةِ	اَنْ	تَقُوْلَ	لَا مِسَاسَ ص	وَاِنَّ	لَكَ	مَوْعِدًا
زندگی میں	کہ	تو کہے	موت چھوؤ	اور بیشک	تیرے لیے	ایک وعدے کا وقت ہے

لَّنْ تُخْلَفَهٗ ج	وَانْظُرْ	اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ	ظَلْتَ	عَلَيْهِ	عَاكِفًا ط
تجھ سے ہرگز خلاف نہیں کیا جائے گا اس کے	اور تو دیکھ	اپنے اس الٰہ کی طرف	تو ہوا	جس پر	اعتکاف کرنے والے

لَنُحَرِّقَنَّهٗ	ثُمَّ	لَنَنْسِفَنَّهٗ	فِي الْيَمِّ	نَسْفًا ۹۷	اِنَّمَآ
ہم لازماً جلا کر بھسم کریں گے ان کو	پھر	ہم لازماً بکھیر دیں گے ان کو	پانی میں	جیسے بکھیر دینے کا حق ہے	کچھ نہیں سوائے اس کے

اِلٰهُكُمُ	اللّٰهُ الَّذِيْ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ط	وَسِعَ	كُلَّ شَيْءٍ	عِلْمًا ۹۸
تم لوگوں کا آلہٰ	وہ اللہ اس کے سوائے	کوئی الہٰ نہیں	مگر	وہی	وہ کشادہ ہوا	ہر چیز پر	بلحاظ علم کے

نوٹ: 1 حُبِّ جاہ و ریاست میں سامری نے بچھڑے کا ڈھونگ رچایا تھا تاکہ لوگ اس کے ساتھ ہوں اور سردار مانیں۔ اس کو مناسب سزا ملی کہ پاس نہ پھٹکے۔ جو قریب جائے وہ خود دور رہنے کی ہدایت کرے۔ اور دنیا میں بالکل ایک ذلیل، اچھوت اور وحشی جانور کی طرح زندگی گزارے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

آیت نمبر (99 تا 108)

ز ر ق

(س) زَرِقَ — آنکھوں کا نیلا اور بے نور ہونا۔ اندھا ہونا۔

(ن) اَزْرَقُ — ج زُرْقٌ۔ افعل الوان عیوب کے وزن پر صفت ہے۔ نیلی آنکھوں والا۔ اندھا۔ زیر مطالعہ آیت۔102

ق	و	ع

(ن) قَوْعًا — پچھلی پاؤں لوٹنا۔

قَاعٌ — ج قِيْعَةٌ۔ نرم اور ریتیلا میدان۔ زیر مطالعہ آیت 106 ﴿اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ﴾ (24/النور:39)''ان کے اعمال ایک سراب کی مانند ہیں کسی ریتیلے میدان میں۔''

ء	م	ت

(ض) اَمْتًا — اندازہ لگانا۔قصد کرنا۔

اَمْتٌ — اونچا مقام۔زیر مطالعہ آیت۔107

ھ	م	س

(ض) هَمْسًا — آہستہ آہستہ باتیں کرنا۔

هَمْسٌ — ہلکی آواز۔آہٹ۔کھسر پھسر۔زیر مطالعہ آیت۔108

ترجمہ

كَذٰلِكَ	نَقُصُّ	عَلَيْكَ	مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا	قَدْ سَبَقَ ۚ	وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ
اس طرح	ہم سناتے ہیں	آپ کو	اس کی خبروں میں سے	پہلے گزرا ہے	اور ہم نے دی آپ کو

مِنْ لَّدُنَّا	ذِكْرًا ۚ﴿99﴾	مَنْ اَعْرَضَ	عَنْهُ	فَاِنَّهٗ	يَحْمِلُ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اپنے خزانے میں سے	ایک نصیحت	جو اعراض کرے گا	اس سے	تو یقیناً وہ	اٹھائے گا	قیامت کے دن

وِزْرًا ۙ﴿100﴾	خٰلِدِيْنَ	فِيْهِ ۭ	وَسَآءَ	لَهُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	حِمْلًا ۙ﴿101﴾
ایک بوجھ	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	اس (بوجھ) میں	اور برا ہے	ان کے لیے	قیامت کے دن	(وہ) بوجھ

يَّوْمَ	يُنْفَخُ	فِي الصُّوْرِ	وَنَحْشُرُ	الْمُجْرِمِيْنَ	يَوْمَىِٕذٍ
جس دن	پھونکا جائے گا	صور میں	اور ہم اکٹھا کریں گے	جرم کرنے والوں کو	اس دن

زُرْقًا ﴿102﴾	يَّتَخَافَتُوْنَ	بَيْنَهُمْ	اِنْ لَّبِثْتُمْ	اِلَّا	عَشْرًا ﴿103﴾
نیلی آنکھوں والا ہوتے ہوئے	وہ لوگ سرگوشی کہیں گے	آپس میں	تو لوگ نہیں ٹھہرے	مگر	دس (جماعتیں)

نَحْنُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَقُوْلُوْنَ	اِذْ يَقُوْلُ	اَمْثَلُهُمْ	طَرِيْقَةً
ہم	زیادہ جاننے والے ہیں	اس کو جو	وہ لوگ کہیں گے	جب کہے گا	ان کا زیادہ افضل	بلحاظ طریقے کے

اِنْ لَّبِثْتُمْ	اِلَّا	يَوْمًا ﴿104﴾	وَيَسْــَٔلُوْنَكَ	عَنِ الْجِبَالِ	فَقُلْ
تم لوگ نہیں ٹھہرے	مگر	ایک دن	اور یہ پوچھتے ہیں آپ سے	پہاڑوں کے بارے میں	تو آپ کہہ دیجئے

يَنْسِفُهَا	رَبِّيْ	نَسْفًا ۙ﴿105﴾	فَيَذَرُهَا	قَاعًا	صَفْصَفًا ۙ﴿106﴾
اکھاڑ پھینکے گا ان کو	میرا رب	جیسا اکھاڑنے کا حق ہے	پھر وہ چھوڑ دے گا ان کو	ریتیلا میدان	ہموار

لَا تَرٰى	فِيْهَا	عِوَجًا	وَّلَآ اَمْتًا ؁	يَوْمَئِذٍ	يَّتَّبِعُوْنَ	الدَّاعِيَ 1269
آپ نہیں دیکھیں گے	اس میں	کوئی ٹیڑھاپن	اور نہ کوئی اونچی جگہ	اس دن	وہ لوگ پیچھا کریں گے	پکارنے والے (فرشتے) کا

لَا عِوَجَ	لَهٗ ۚ	وَخَشَعَتِ	الْاَصْوَاتُ	لِلرَّحْمٰنِ	فَلَا تَسْمَعُ	اِلَّا	هَمْسًا ؀
کوئی ٹیڑھاپن نہ ہوگا	جس کے لیے	اور جھک جائیں گی	آوازیں	رحمان کے لیے	پھر آپ نہیں سنیں گے	مگر	کھسر پھسر

نوٹ:1 اردو محاورہ میں آنکھوں کا سرخ ہو جانا غصہ کی علامت ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ غصے سے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اسی طرح عربی میں آنکھوں کا نیلا ہو جانا خوف اور دہشت کی علامت ہے اور آیت۔۱۰۲۔ زُرْقًا اسی مفہوم میں آیا ہے کہ قیامت کی ہولناکی دیکھ کر اس کی دہشت سے انکی آنکھیں نیلی ہو جائیں۔ (حافظ احمد یار صاحب مرحوم)

آیت نمبر (109 تا 115)

ھ ض م

(ض) **هَضْمًا** کسی نرم چیز کو کچل کر توڑنا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ متعدد معانی میں آتا ہے۔ (۱) کسی کے حق کو کم کرنا۔ (۲) نرم وملائم ہونا۔

هَضْمٌ اسم ذات بھی ہے۔ حق تلفی۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۱۱۲۔

هَضِيْمٌ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ نرم۔ ملائم۔ ﴿وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ؁ ۚ﴾ (26/الشعراء:148) ''اور کھجوریں جن کے خوشے ملائم ہوں گے۔''

ع ن و

(ن) **عُنُوًّا** ذلیل ہونا۔ جھک جانا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۱۱۱۔

ترجمہ

يَوْمَئِذٍ	لَّا تَنْفَعُ	الشَّفَاعَةُ	اِلَّا	مَنْ	اَذِنَ	لَهُ	الرَّحْمٰنُ
اُس دن	نفع نہیں دے گی	شفاعت	مگر	وہ	اجازت دی	جس کو	رحمٰن نے

وَرَضِيَ	لَهٗ	قَوْلًا ؀	يَعْلَمُ	مَا	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	وَمَا
اور وہ راضی ہوا	جس کی	بات سے	وہ جانتا ہے	اس کو جو	ان لوگوں کے آگے ہے	اور اس کو جو

خَلْفَهُمْ	وَلَا يُحِيْطُوْنَ	بِهٖ	عِلْمًا ؀	وَعَنَتِ
ان کے پیچھے ہے	اور وہ لوگ احاطہ نہیں کرتے	اس کا	بلحاظ علم	اور جھک جائیں گے

الْوُجُوْهُ	لِلْحَيِّ	الْقَيُّوْمِ ۭ	وَقَدْ خَابَ	مَنْ	حَمَلَ	ظُلْمًا ؀
تمام چہرے	حقیقی زندہ کے لیے	حقیقی نگران وکفیل کے لیے	اور نامراد ہو چکا	وہ جس نے	اٹھایا	ظلم کو

وَمَنْ	يَّعْمَلْ	مِنَ الصّٰلِحٰتِ	وَ	هُوَ	مُؤْمِنٌ	فَلَا يَخٰفُ
اور وہ جس نے	عمل کئے	نیکیوں میں سے	اس حال میں کہ	وہ	مومن ہے	تو اسے خوف نہیں ہوگا

ظُلۡمًا	وَّلَا هَضۡمًا ﴿۱۱۲﴾	وَكَذٰلِكَ	اَنۡزَلۡنٰهُ	قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا 1269
کسی زیادتی کا	اور نہ کسی حق تلفی کا	اور اسی طرح	ہم نے اتارا اس کو	عربی قرآن ہوتے ہوئے

وَّصَرَّفۡنَا	فِيۡهِ	مِنَ الۡوَعِيۡدِ	لَعَلَّهُمۡ	يَتَّقُوۡنَ	اَوۡ	يُحۡدِثُ
اور ہم نے بار بار بیان کیا	اس میں	وارننگ میں سے	شاید وہ لوگ	تقویٰ اختیار کریں	یا	وہ وجود دے

لَهُمۡ	ذِكۡرًا ﴿۱۱۳﴾	فَتَعٰلَى	اللّٰهُ	الۡمَلِكُ	الۡحَقُّ ۚ	وَلَا تَعۡجَلۡ
ان کے لیے	کسی یاد کو	تو بلند ہوا	اللہ	جو حقیقی بادشاہ ہے	جو کل حق ہے	اور آپ ؐ جلدی نہ کریں

بِالۡقُرۡاٰنِ	مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ	يُّقۡضٰٓى	اِلَيۡكَ	وَحۡيُهٗ ۫
قرآن کے بارے میں	اس سے پہلے کہ	پورا کیا جائے	آپ ؐ کی طرف	اس کا وحی کرنا

وَقُلۡ	رَّبِّ	زِدۡنِىۡ	عِلۡمًا ﴿۱۱۴﴾	وَلَقَدۡ عَهِدۡنَاۤ	اِلٰٓى اٰدَمَ
اور آپ ؐ کہیے	اے میرے رب	تو زیادہ کر مجھ کو	بلحاظ علم کے	اور بیشک ہم نے عہد لیا تھا	آدم ؑ سے

مِنۡ قَبۡلُ	فَنَسِىَ	وَلَمۡ نَجِدۡ	لَهٗ	عَزۡمًا ﴿۱۱۵﴾ ع
اس سے پہلے	تو وہ بھول گئے	اور ہم نے نہیں پائی	ان میں	کوئی ثابت قدمی

نوٹ:1 قیامت کے دن سفارش وہی کر سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور اسی کے حق میں کر سکے گا جس کے لیے بارگاہ الٰہی سے سفارش کرنے کی اجازت مل جائے۔ یہ دونوں باتیں قرآن مجید کے اور دوسرے مقامات پر کھول کر بتا دی گئی ہیں۔ پھر آیت۔۱۱۰ میں وجہ بتائی گئی ہے کہ شفاعت پر یہ پابندی کیوں ہے۔ فرشتے ہوں یا انبیاء یا اولیاء کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے کہ کس کا ریکارڈ کیسا ہے اور اللہ کی عدالت میں کس سیرت و کردار اور کیسی کیسی ذمہ داریوں کے بوجھ لے کر آیا ہے۔ اس کے برعکس اللہ کو ہر ایک کے پچھلے کارناموں کا بھی علم ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اب اس کا موقف کیا ہے۔ نیک ہے تو کیسا نیک ہے اور مجرم ہے تو کس درجے کا مجرم ہے۔ قابل معافی ہے یا نہیں۔ پوری سزا کا مستحق ہے یا اس کے ساتھ رعایت بھی کی جا سکتی ہے ایسی حالت میں یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ملائکہ، انبیاء، اور صلحاء کو سفارش کی کھلی چھٹی دے دی جائے اور ہر ایک جس کے حق میں سفارش چاہے کر دے۔ ایک معمولی افسر اپنے چھوٹے سے محکمہ میں اگر اپنے ہر دوست یا عزیز کی سفارش سننے لگے تو چار دن میں سارے محکمہ کا ستیاناس کر کے رکھ دے گا۔ پھر بھلا زمین و آسمان کے فرمانروا سے یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ اس کے ہاں غیر مشروط سفارشوں کا بازار گرم ہو۔ اللہ کے ہاں شفاعت کے دروازہ بند نہ ہوگا لیکن ہو مشروط ہوگی جس کا ذکر آیت۔109۔ میں ہے (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (116 تا 123)

ب ل ی

(س) بَلِيَ کسی چیز کا پرانا اور بوسیدہ ہونا۔ زیر مطالعہ آیت۔120۔

ع ر ی

(س) عُرۡيَةً ننگا ہونا۔ زیر مطالعہ آیت۔118۔

عَرَاءٌ کھلا میدان۔ ﴿ فَنَبَذۡنٰهُ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيۡمٌ ﴿۱۴۵﴾ ﴾ (37/ الصّٰفّٰت:145) ''تو ہم نے ڈال دیا ان ؑ کو کھلے میدان میں اس حال میں کہ وہ بیمار تھے۔''

ترجمہ

وَاِذْ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ
اور جب	ہم نے کہا	فرشتوں سے	تم لوگ سجدہ کرو	آدمؑ کو	تو سب نے سجدہ کیا	سوائے

اِبْلِيْسَ ؕ	اَبٰى ﴿١١٦﴾	فَقُلْنَا	يٰٓاٰدَمُ	اِنَّ	هٰذَا	عَدُوٌّ	لَّكَ
ابلیس کے	اس نے انکار کیا	تو ہم نے کہا	اے آدمؑ	بیشک	یہ	دشمن ہے	آپؑ کا

وَلِزَوْجِكَ	فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا	مِنَ الْجَنَّةِ	فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾
اور آپؑ کی زوجہ کا	پس وہ ہرگز نہ نکالے آپؑ دونوں کو	اس باغ سے	پھر آپؑ تکلیف میں پڑیں گے

اِنَّ	لَكَ	اَلَّا تَجُوْعَ	فِيْهَا	وَلَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ لا	وَاَنَّكَ
بیشک	آپؑ کے لئے ہے	کہ آپؑ بھوکے نہ ہوں گے	اس میں	اور نہ آپؑ ننگے ہوں گے	اور یہ کہ آپؑ

لَا تَظْمَؤُا	فِيْهَا	وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾	فَوَسْوَسَ	اِلَيْهِ
پیاسے نہ ہوں گے	اس میں	اور نہ آپؑ کو دھوپ لگے گی	پھر برا خیال ڈالا	انؑ کی طرف

الشَّيْطٰنُ	قَالَ	يٰٓاٰدَمُ	هَلْ	اَدُلُّكَ	عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ
شیطان نے	اس نے کہا	اے آدمؑ	کیا	میں رہنمائی کروں آپؑ کی	ہمیشگی کے درخت تک

وَمُلْكٍ	لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾	فَاَكَلَا	مِنْهَا	فَبَدَتْ
اور ایسی بادشاہت تک جو	بوسیدہ نہ ہوگی	پھر کھایا ان دونوں نے	اس (درخت) سے	تو ظاہر ہوئیں

لَهُمَا	سَوْاٰتُهُمَا	وَطَفِقَا	يَخْصِفٰنِ	عَلَيْهِمَا
ان دونوں کے لیے	ان دونوں کی ستریں	اور وہ دونوں لگے	چپکانے	اپنے اوپر

مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۡ	وَعَصٰٓى	اٰدَمُ	رَبَّهٗ	فَغَوٰى ﴿١٢١﴾	ثُمَّ
باغ کے پتوں میں سے	اور کہنا نہ مانا	آدمؑ نے	اپنے رب کا	تو وہ بھٹک گئے	پھر

اجْتَبٰهُ	رَبُّهٗ	فَتَابَ عَلَيْهِ	وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾	قَالَ	اهْبِطَا
نوازا انؑ کو	انؑ کے رب نے	تو اس نے توجہ کی انؑ پر	اور اس نے ہدایت دی	(اللہ نے) کہا	تم دونوں اترو

مِنْهَا	جَمِيْعًا	بَعْضُكُمْ	لِبَعْضٍ	عَدُوٌّ ج	فَاِمَّا	يَاْتِيَنَّكُمْ	مِّنِّىْ
اس (باغ) سے	سب کے سب	تم لوگوں کا کوئی	کسی کے لیے	دشمن ہے	پھر اگر	پہنچے تم لوگوں کو	مجھ سے

هُدًى ۙ	فَمَنِ اتَّبَعَ	هُدَاىَ	فَلَا يَضِلُّ	وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾
کوئی ہدایت	پھر جس نے پیروی کی	میری ہدایت کی	تو وہ گمراہ نہیں ہوگا	اور نہ وہ نامراد ہوگا

آیت نمبر (124 تا 130)

ض ن ک

(ک) ضَنَاکَۃً (۱) کمزور رائے یا کمزور عقل والا ہونا۔ (۲) تنگ ہونا۔

ضَنْکٌ کمزور تنگ۔ زیر مطالعہ آیت۔124۔

ترجمہ

وَمَنْ	اَعْرَضَ	عَنْ ذِكْرِىْ	فَاِنَّ	لَهٗ	مَعِيْشَةً ضَنْكًا
اور جس نے	اعراض کیا	میری یاد سے	تو بیشک	اس کے لیے ہے	ایک کمزور معیشت

وَّ نَحْشُرُهٗ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اَعْمٰى (۱۲۴)	قَالَ	رَبِّ	لِمَ
اور ہم اٹھائیں گے اس کو	قیامت کے دن	اندھا	وہ کہے گا	اے میرے رب	کیوں

حَشَرْتَنِىْٓ	اَعْمٰى	وَ	قَدْ كُنْتُ	بَصِيْرًا (۱۲۵)	قَالَ	كَذٰلِكَ
تو نے اٹھایا مجھ کو	اندھا	حالانکہ	میں (ہمیشہ) رہا	دیکھنے والا	(اللہ تعالیٰ) کہے گا	اسی طرح ہے

اَتَتْكَ	اٰيٰتُنَا	فَنَسِيْتَهَا ۚ	وَكَذٰلِكَ	الْيَوْمَ	تُنْسٰى (۱۲۶)
پہنچیں تیرے پاس	ہماری نشانیاں	پھر تو نے بھلا دیا ان کو	اور اسی طرح	آج	تجھ کو بھلا یا جائے گا

وَكَذٰلِكَ	نَجْزِىْ	مَنْ	اَسْرَفَ	وَلَمْ يُؤْمِنْۢ	بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ
اور اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	اس کو جس نے	حد سے تجاوز کیا	اور ایمان لایا ہی نہیں	اپنے رب کی نشانیوں پر

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ	اَشَدُّ	وَاَبْقٰى (۱۲۷)	اَفَلَمْ يَهْدِ	لَهُمْ
اور یقیناً آخرت کا عذاب	سب سے شدید ہے	اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے	تو کیا سمجھایا نہیں	ان لوگوں کو (اس مشاہدہ نے کہ)

كَمْ اَهْلَكْنَا	قَبْلَهُمْ	مِّنَ الْقُرُوْنِ	يَمْشُوْنَ	فِىْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ	اِنَّ	فِىْ ذٰلِكَ
کتنی ہی ہم نے ہلاک کیں	ان لوگوں سے پہلے	قوموں میں سے	یہ لوگ چلتے ہیں	جن کی رہنے کی جگہوں میں	بیشک	اس میں

لَاٰيٰتٍ	لِّاُولِى النُّهٰى (۱۲۸) ع	وَلَوْلَا	كَلِمَةٌ	سَبَقَتْ	مِنْ رَّبِّكَ
یقیناً نشانیاں ہیں	ذہانت والوں کے لیے	اور اگر نہ ہوتا کہ	ایک فرمان	طے ہوا	آپ کے رب کی طرف سے

لَكَانَ	لِزَامًا	وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ؕ (۱۲۹)	فَاصْبِرْ	عَلٰى مَا
تو ضرور ہوتا	چمٹنا (عذاب کا)	اور ایک معین مدت (اگر طے نہ ہوتی)	پس آپ صبر کریں	اس پر جو

يَقُوْلُوْنَ	وَسَبِّحْ	بِحَمْدِ رَبِّكَ	قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ	وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ
یہ لوگ کہتے ہیں	اور آپ تسبیح کریں	اپنے رب کی حمد کے ساتھ	سورج کے طوع ہونے سے پہلے	اور اس کے غروب ہونے سے پہلے

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ	فَسَبِّحْ	وَاَطْرَافَ النَّهَارِ	لَعَلَّكَ	تَرْضٰى (۱۳۰)
اور رات کے کچھ حصوں میں سے	پھر آپ تسبیح کریں	اور دن کے کناروں پر (بھی)	شاید کہ آپ	راضی ہوں

1269

نوٹ:1

حضرت سعید بن جبیرؒ نے مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا (کمزور معیشت یا تنگ معیشت) کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ان سے قناعت کا وصف سلب کر لیا جائے گا اور حرصِ دنیا بڑھا دی جائے گی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے پاس کتنا ہی مال و دولت جمع ہو جائے، اس کو قلبی سکون نصیب نہیں ہوگا۔ مال بڑھانے کی فکر اور اس میں نقصان کا خطرہ اس کو ہمیشہ بے چین رکھے گا۔ اور یہ بات عام اہل تمول میں مشاہد و معروف ہے کہ ان کے پاس سامان راحت تو بہت جمع ہو جاتا ہے مگر جس کا نام راحت ہے وہ نصیب نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن)

نوٹ:2

آیت 130۔ میں نماز کے اوقات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز اور رات کے اوقات میں عشاء اور تہجد کی نماز۔ رہے دن کے کنارے تو وہ تین ہی ہو سکتے ہیں۔ ایک کنارہ صبح ہے، دوسرا کنارہ زوالِ آفتاب اور تیسرا کنارہ شام ہے۔ اس لیے دن کے کناروں سے مراد فجر ظہر اور مغرب کی نماز ہی ہو سکتی ہے۔ (تفہیم القرآن)۔ اس مقام پر اور قرآن کے دوسرے مقامات پر نماز کے اوقات کی طرف جو اشارے ہیں ان کی تشریح کے لیے حضرت جبریلؑ بھیجے گئے تھے جنہوں نے نماز کے ٹھیک ٹھیک اوقات کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دی تھی۔ (دیکھیں آیت۔ 17 / بنی اسرائیل: 78 نوٹ۔ 1)

آیت نمبر (36 تا 43)

ز ھ ر

(س) زَھَرًا: حسین ہونا۔ بارونق ہونا۔

زَھۡرَۃٌ: اسم ذات ہے۔ حُسن۔ رونق۔ زیر مطالعہ آیت۔ 131۔

ص ح ف

ثلاثی مجرد سے فعل نہیں آتا۔

صَحِیۡفَۃٌ: ج صُحُفٌ۔ پھیلی ہوئی چیز۔ لکھا ہوا کاغذ۔ ورق۔ زیر مطالعہ آیت۔ 133۔

صَحۡفَۃٌ: ج صِحَافٌ۔ چوڑی پلیٹ۔ ﴿یُطَافُ عَلَیۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّ اَکۡوَابٍ﴾ (43/ الزخرف: 71) ''گردش دی جائیں گی ان پر سونے کی رکابیاں اور آبخورے۔''

ترجمہ

وَلَا تَمُدَّنَّ	عَیۡنَیۡكَ	اِلٰی مَا	مَتَّعۡنَا	بِهٖۤ
اور آپؐ ہرگز دراز مت کریں	اپنی دونوں آنکھوں کو	اس کی طرف	ہم نے برتنے کو دیا	جو

اَزۡوَاجًا	مِّنۡهُمۡ	زَهۡرَةَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا	لِنَفۡتِنَهُمۡ	فِیۡهِ
کچھ جوڑوں کو	ان میں سے	دنیوی زندگی کی رونق کے طور پر	تاکہ ہم آزمائیں ان کو	اس میں

وَرِزۡقُ رَبِّكَ	خَیۡرٌ	وَّ اَبۡقٰی ﴿۱۳۱﴾	وَاۡمُرۡ	اَهۡلَكَ
اور آپؐ کے رب کا (دیا ہوا) رزق	سب سے بہتر ہے	اور سدا بہار ہے	اور آپ حکم دیں	اپنے لوگوں کو

بِالصَّلٰوةِ	وَاصۡطَبِرۡ	عَلَیۡهَا	لَا نَسۡـَٔلُكَ	رِزۡقًا
نماز کا	اور آپؐ ثابت قدم رہیں	اس پر	ہم ہیں مانگتے آپؐ سے	کوئی روزی

نَحۡنُ	نَرۡزُقُكَ ؕ	وَالۡعَاقِبَةُ	لِلتَّقۡوٰى ﴿۱۳۲﴾	269وَقَالُوۡا
ہم ہی	روزی دیتے ہیں آپ کو	اور (بھلا) انجام	پرہیزگاری کا ہے	اور ان لوگوں نے کہا

لَوۡلَا	يَاۡتِيۡنَا	بِاٰيَةٍ	مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ	اَوَ	لَمۡ تَاۡتِهِمۡ
کیوں نہیں	وہ آتے ہمارے پاس	کسی نشانی کے ساتھ	اپنے رب (کی طرف) سے	تو کیا	پہنچی نہیں ان کے پاس

بَيِّنَةُ مَا	فِى الصُّحُفِ	الۡاُوۡلٰى ﴿۱۳۳﴾	وَلَوۡ اَنَّاۤ	اَهۡلَكۡنٰهُمۡ
اس کی روشن (نشانی) جو	اگلے اوراق میں ہے	اور اگر	یہ کہ	ہم ہلاک کرتے ان کو

بِعَذَابٍ	مِّنۡ قَبۡلِهٖ	لَقَالُوۡا	رَبَّنَا	لَوۡلَاۤ	اَرۡسَلۡتَ	اِلَيۡنَا
کسی عذاب سے	اس سے پہلے	تو وہ لوگ ضرور کہتے	اے ہمارے رب	کیوں نہیں	تو نے بھیجا	ہماری طرف

رَسُوۡلًا	فَنَتَّبِعَ	اٰيٰتِكَ	مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ	نَّذِلَّ	وَنَخۡزٰى ﴿۱۳۴﴾
کوئی رسول	نتیجتاً ہم پیروی کرتے	تیری نشانیوں کی	اس سے پہلے کہ	ہم ذلیل ہوتے	اور ہم رسوا ہوتے

قُلۡ	كُلٌّ	مُّتَرَبِّصٌ	فَتَرَبَّصُوۡا ۚ	فَسَتَعۡلَمُوۡنَ
آپ کہہ دیجئے	سب	انتظار کرنے والے ہیں	پس تم لوگ (بھی) انتظار کرو	پھر تم لوگ جان لو گے

مَنۡ	اَصۡحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِىِّ	وَمَنِ	اهۡتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع
کون	ہموار راستے والے ہیں	اور کس نے	ہدایت پائی

نوٹ: 1 اَهۡلُ الرَّجُلِ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اس کے ہم نسب ہوں یا ہم دین ہوں یا کسی صنعت اور یا کسی مکان میں شریک ہوں۔ (مفردات القرآن۔ مادہ ءھل)

آیت۔132 میں لفظ اھل صرف اہل بیت کے مفہوم میں نہیں ہے۔ یہ لفظ عربی میں وسیع معنوں میں آتا ہے مثلاً اہل کتاب اہل مقر یہ اہل حدیث وغیرہ۔ لسان العرب میں ہے کہ اہل الرجل سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس شخص سے خاص تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ نبی کے اہل سے اس کے امتی مراد ہوتے ہیں۔ اس طرح اس آیت میں بھی اہل سے وہ تمام لوگ مراد ہیں جو نبی ﷺ پر ایمان لائے تھے عام اس سے کہ وہ حضور ﷺ کے خاص متعلقین (یعنی رشتہ دار) ہوں یا دوسرے عام مسلمان ان سب کو نبی ﷺ کے اہل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (تدبر قرآن)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الانبیاء (21)

آیت نمبر (1 تا 4)

ترکیب (آیت۔2) ذِكۡرٍ کی صفت ہونے کی وجہ مُّحۡدَثٍ حالت جر میں ہے۔ موصوف کے درمیان میں متعلق فعل مِنۡ رَّبِّهِمۡ آ گیا ہے۔ (آیت۔۳) لَاهِيَةً حال ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے اور یہ اسم الفاعل ہے جس نے فعل کا کام کیا ہے۔ قُلُوۡبُهُمۡ اس کا فاعل ہونے کی وجہ سے حالت رفع میں ہے۔ اَسَرُّوا جمع کا صیغہ ہے اس لیے اَلَّذِيۡنَ کو اس کا فاعل نہیں مان سکتے کیونکہ ایسی صورت میں فعل واحد آنا چاہئے۔

اس لیے اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ حافظ احمد یار صاحب مرحوم کی ترجیح یہ ہے کہ اَلَّذِیْنَ کو اَسَرُّوا کی ضمیر فاعلی ھُمْ کا بدل مانا جائے۔

1269

ترجمہ

اِقْتَرَبَ	لِلنَّاسِ	حِسَابُهُمْ	وَ	هُمْ	فِيْ غَفْلَةٍ	مُّعْرِضُوْنَ ①
قریب ہوا	لوگوں کے لیے	ان کا حساب	اس حال میں کہ	وہ لوگ	غفلت میں	اعراض کرنے والے ہیں

مَا يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ	اِلَّا	اسْتَمَعُوْهُ
نہیں پہنچتی ان کے پاس	کوئی بھی نئی نصیحت ان کے رب (کی طرف) سے	مگر	وہ سنتے ہیں اس کو

وَ	هُمْ	يَلْعَبُوْنَ ②	لَاهِيَةً	قُلُوْبُهُمْ
اس حال میں کہ	وہ لوگ	کھیلتے ہوتے ہیں	غافل ہونے والے ہوتے ہوئے	ان کے دل

وَاَسَرُّوا	النَّجْوَى	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	هَلْ هٰذَآ	اِلَّا
اور انہوں نے چھپایا	سرگوشی کو	ان لوگوں نے جنہوں نے	ظلم کیا	(سرگوشی کرتے ہیں کہ) یہ کیا ہیں	سوائے اس کے کہ

بَشَرٌ	مِّثْلُكُمْ	اَفَتَاْتُوْنَ	السِّحْرَ	وَ	اَنْتُمْ	تُبْصِرُوْنَ ③
ایک بشر	تم لوگوں کو جیسے	تو کیا تم لوگ آتے ہو	جادو کے پاس	اس حال میں کہ	تم لوگ	دیکھتے ہوتے ہو

قٰلَ	رَبِّيْ	يَعْلَمُ	الْقَوْلَ	فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
(آپؐ) نے کہا	میرا رب	جانتا ہے	ساری باتوں کو	جو زمین و آسمان میں ہیں

وَهُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ④
اور وہ ہی	سننے والا ہے	جاننے والا ہے

نوٹ: 1 حساب قریب آنے سے مراد قیامت ہے اور اس کا قریب آ جانا دنیا کی پچھلی عمر کے لحاظ سے ہے کیونکہ یہ امت آخری امت ہے۔ حساب قبر بھی اس میں شامل ہے جو ہر انسان کو مرنے کے فوراً بعد دینا ہوتا ہے۔ اسی لیے ہر انسان کی موت کو اس کی شخصی قیامت کہا گیا ہے۔

(معارف القرآن)

آیت نمبر (5 تا 10)

ترجمہ

بَلْ	قَالُوْٓا	اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ	بَلِ	افْتَرٰىهُ	بَلْ	هُوَ
بلکہ	ان لوگوں نے کہا	خوابوں کے پراگندہ خیالات ہیں	بلکہ	انہوں نے گھڑا اس کو	بلکہ	وہ

شَاعِرٌ	فَلْيَاْتِنَا	بِاٰيَةٍ	كَمَآ	اُرْسِلَ	الْاَوَّلُوْنَ ⑤
ایک شاعر ہیں	پس انہیں چاہیے کہ وہ لائیں ہمارے پاس	کوئی نشانی	جیسے کہ	بھیجے گئے	پہلے (رسول)

مَآ اٰمَنَتۡ	قَبۡلَهُمۡ	مِّنۡ قَرۡيَةٍ	اَهۡلَكۡنٰهَا ۚ	اَفَهُمۡ
ایمان نہیں لائی	ان سے پہلے	کوئی بھی ایسی بستی	ہم نے ہلاک کیا جس کو	1269 توکیا یہ لوگ

يُؤۡمِنُوۡنَ ۝٦	وَمَآ اَرۡسَلۡنَا	قَبۡلَكَ	اِلَّا
ایمان لے آئیں گے (نشانی یعنی معجزہ دیکھ کر)	اور ہم نے نہیں بھیجا	آپؐ سے پہلے	مگر

رِجَالًا	نُّوۡحِىۡٓ	اِلَيۡهِمۡ	فَسۡـَٔلُوۡٓا	اَهۡلَ الذِّكۡرِ
کچھ ایسے مردوں کو	ہم وحی کرتے تھے	جن کی طرف	تو تم لوگ پوچھ لو	یاددہانی والوں (اہل کتاب) سے

اِنۡ	كُنۡتُمۡ	لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝٧	وَمَا جَعَلۡنٰهُمۡ	جَسَدًا	لَّا يَاۡكُلُوۡنَ
اگر	تم لوگ	نہیں جانتے ہو	اور ہم نے نہیں بنایا ان کو	ایسا جسم	جو نہ کھاتے ہوں

الطَّعَامَ	وَمَا كَانُوۡا	خٰلِدِيۡنَ ۝٨	ثُمَّ	صَدَقۡنٰهُمُ
کھانا	اور وہ نہیں تھے	ہمیشہ رہنے والے	پھر	ہم نے سچ کر دیا ان (رسولوں) سے

الۡوَعۡدَ	فَاَنۡجَيۡنٰهُمۡ	وَمَنۡ	نَّشَآءُ
وعدے کو	تو ہم نے نجات دی ان (رسولوں) کو	اور اس کو جس کو	ہم نے چاہا

وَاَهۡلَكۡنَا	الۡمُسۡرِفِيۡنَ ۝٩	لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَآ	اِلَيۡكُمۡ	كِتٰبًا
اور ہم نے ہلاک کیا	حد سے گزرنے والوں کو	بیشک ہم نے اتاری ہے	تم لوگوں کی طرف	ایک ایسی کتاب

فِيۡهِ	ذِكۡرُكُمۡ ؕ	اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝١٠ ع
جس میں	تم لوگوں کا ذکر ہے	تو کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے

نوٹ: 1 مشرکین مطالبہ کرتے کہ اگر یہ رسول ہیں تو یہ بھی اسی طرح کی کوئی نشانی دکھائیں جس طرح کی نشانیاں پہلے آنے والے رسولوں نے دکھائیں۔ نشانی سے مراد معجزات ہیں جن کا ذکر دوسرے انبیاء کی سرگزشتوں میں آیا ہے۔ ان کا یہ مطالبہ پورا نہیں کیا گیا کیونکہ قرآن کی دعوت تمام تر آفاق وانفس اور عقل وفطرت کے دلائل پر مبنی ہے۔ وہ معجزات کے بجائے لوگوں کو آنکھیں کھولنے اور عقل وبصیرت سے کام لینے پر ابھارتا ہے، کیونکہ ایمان کا فطری راستہ یہی ہے۔ جو لوگ عقل وبصیرت سے کام نہیں لیتے وہ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے اور عذاب کی نشانی دیکھ کر جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا ایمان لانا بے سود ہوتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ پہلی قوموں نے ہر قسم کی نشانیاں دیکھیں لیکن ایمان کی راہ اختیار نہ کی تو آپؐ ان سے کس طرح توقع رکھتے ہیں کہ اگر ان کو کوئی نشانی دکھا دی گئی تو یہ ایمان لانے والے بن جائیں گے۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 2 آیت۔4 میں مشرکین کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ”یہ شخص تم جیسا ایک بشر ہی تو ہے۔ یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کو اس بات کی دلیل قرار دیتے تھے کہ آپؐ نبی نہیں ہوسکتے۔ آیت۔7۔8 میں ان کی اس بات کا جواب دیا گیا ہے کہ پہلے زمانے کے جن لوگوں کو تم خود مانتے ہو کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجے گئے تھے وہ سب بھی بشر ہی تھے اور بشر ہوتے ہوئے ہی خدا کی وحی سے سرفراز ہوئے تھے۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (11 تا 18)

ق ص م

(ن) **قَصْمًا** کسی چیز کو توڑ مروڑ کر تباہ کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔11

ر ک ض

(ن) **رَكْضًا** (۱) پاؤں ہلانا۔ بھاگنا۔ (۲) کسی چیز کو پاؤں سے رگڑنا۔ ایڑ لگانا۔ زیر مطالعہ آیت۔12۔

اُرْكُضْ فعل امر ہے۔ تو رگڑ۔ ﴿ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ﴾ (38/ص:42) ''آپؐ رگڑیں (زمین کو) اپنے پاؤں سے۔'

خ م د

(ن۔س) **خَمْدًا** آگ کے شعلوں کا تھم جانا جبکہ انگارہ نہ بجھا ہو۔ پژمردہ ہونا۔ بجھ کر رہ جانا۔

خَامِدٌ اسم الفاعل ہے۔ بجھ کر رہ جانے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔15۔

د م غ

(ف) **دَمْغًا** دماغ تک زخمی کرنا۔ بھیجہ پلپلا کر دینا۔ زیر مطالعہ آیت۔18۔

ترجمہ

وَكَمْ قَصَمْنَا	مِنْ قَرْيَةٍ	كَانَتْ	ظَالِمَةً	وَّاَنْشَاْنَا
اور پیس کر رکھ دیں ہم نے کتنی ہی	ایسی بستیاں	جو تھیں	ظلم کرنے والی	اور ہم نے اٹھایا

بَعْدَهَا	قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ⑪	فَلَمَّآ	اَحَسُّوْا	بَاْسَنَآ	اِذَا	هُمْ
ان کے بعد	ایک دوسری قوم	پھر جب	ان لوگوں نے محسوس کیا	ہماری سختی کو	تب	وہ لوگ

مِّنْهَا	يَرْكُضُوْنَ ⑫	لَا تَرْكُضُوْا	وَارْجِعُوْٓا	اِلٰى مَآ	اُتْرِفْتُمْ
اس سے	بھاگنے لگے	(کہا گیا) تم لوگ مت بھاگو	اور واپس ہو	اس کی طرف	تمہیں خوشحالی دی گئی

فِيْهِ	وَمَسٰكِنِكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تُسْـَٔلُوْنَ ⑬	قَالُوْا
جس میں	اور اپنے مکانوں کی طرف	شاید کہ	تم لوگوں سے پوچھا جائے (یعنی کوئی پرسانِ حال ہو)	انہوں نے کہا

يٰوَيْلَنَآ	اِنَّا كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ ⑭	فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ	دَعْوٰىهُمْ	حَتّٰى
ہائے ہماری شامت	بیشک ہم تھے	ظلم کرنے والے	پھر وہ ہی رہی	ان کی پکار	یہاں تک کہ

جَعَلْنٰهُمْ	حَصِيْدًا	خٰمِدِيْنَ ⑮	وَمَا خَلَقْنَا	السَّمَآءَ
ہم نے کر دیا ان کو	تہس نہس کئے ہوئے	بجھ کر رہ جانے والے	اور ہم نے نہیں پیدا کیا	آسمان کو

وَالْاَرْضَ	وَمَا بَيْنَهُمَا	لٰعِبِيْنَ ⑯	لَوْ	اَرَدْنَآ
اور زمین کو	اور اس کو جو ان کے درمیان ہے	کھیلنے والے ہوتے ہوئے	اگر	ہم ارادہ کرتے س

اَنۡ	نَّتَّخِذَ	لَهۡوًا	لَّاتَّخَذۡنٰهُ	مِنۡ لَّدُنَّآ ۖ	اِنۡ	كُنَّا	1269 فٰعِلِيۡنَ ﴿۱۷﴾
کہ	ہم بنائیں	کوئی کھلونا	تو ہم ضرور بناتے اس کو	اپنے پاس سے	اگر	ہم ہوتے	کرنے والے

بَلۡ	نَقۡذِفُ	بِالۡحَقِّ	عَلَى الۡبَاطِلِ	فَيَدۡمَغُهٗ	فَاِذَا	هُوَ
بلکہ	ہم پھینک مارتے ہیں	حق کو	باطل پر	تو وہ بھیجہ پلپلا کر دیتا ہے اس کا	پھر تب	وہ

زَاهِقٌ ؕ	وَلَكُمُ	الۡوَيۡلُ	مِمَّا	تَصِفُوۡنَ ﴿۱۸﴾
مٹنے والا ہوتا ہے	اور تم لوگوں کے لیے	تباہی ہے	اس سے جو	تم لوگ بتاتے ہو

آیت نمبر (19 تا 24)

ترکیب

(آیت-20)-يُسَبِّحُوۡنَ کا مفعول لِلّٰهِ یہاں محذوف ہے۔ الَّيۡلَ اور النَّهَارَ کی نصب يُسَبِّحُوۡنَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ ظرف ہونے کی وجہ سے ہے۔ (آیت-22) فِيۡهِمَا میں هُمَا کی ضمیر اور لَفَسَدَتَا کی ضمیر فاعلی هُمَا یہ دونوں السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کے لیے ہیں۔ (آیت-24)-هٰذَا ذِكۡرُ مَنۡ میں هٰذَا قرآن کے لیے ہے۔

وَلَهٗ	مَنۡ	فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ	وَمَنۡ	عِنۡدَهٗ
اور اس کا ہی ہے	جو کوئی	زمین اور آسمانوں میں ہے	اور جو کوئی	اس کے پاس ہیں

لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ	عَنۡ عِبَادَتِهٖ	وَلَا يَسۡتَحۡسِرُوۡنَ ۚ﴿۱۹﴾	يُسَبِّحُوۡنَ
وہ تکبر نہیں کرتے	اس کی عبادت سے	اور نہ ہی وہ کاہلی کرتے ہیں	وہ لوگ تسبیح کرتے ہیں (اللہ کی)

الَّيۡلَ	وَالنَّهَارَ	لَا يَفۡتُرُوۡنَ ﴿۲۰﴾	اَمِ اتَّخَذُوۡۤا	اٰلِهَةً
رات بھر	اور دن بھر	(اور کبھی) وہ سست نہیں پڑتے	کیا ان لوگوں نے بنائے	کچھ الٰہ

مِّنَ الۡاَرۡضِ	هُمۡ	يُنۡشِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾	لَوۡ كَانَ	فِيۡهِمَاۤ	اٰلِهَةٌ
زمین سے	(کیا) وہ	دوبارہ زندہ کریں گے	اگر ہوتے	ان دونوں (زمین و آسمان) میں	کچھ الٰہ

اِلَّا	اللّٰهُ	لَفَسَدَتَا ۚ	فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ	رَبِّ الۡعَرۡشِ
سوائے	اللہ کے	تو ضرور دونوں کا توازن بگڑ جاتا	پس پاکیزگی اللہ کی ہے	جو عرش کا مالک ہے

عَمَّا	يَصِفُوۡنَ ﴿۲۲﴾	لَا يُسۡئَلُ	عَمَّا	يَفۡعَلُ
اس سے جو	یہ لوگ بتاتے ہیں	اس سے نہیں پوچھا جائے گا	اس کے بارے میں	وہ (یعنی اللہ) کرتا ہے

وَ	هُمۡ	يُسۡئَلُوۡنَ ﴿۲۳﴾	اَمِ اتَّخَذُوۡا	مِنۡ دُوۡنِهٖۤ	اٰلِهَةً ؕ
درآنحالیکہ	ان سب (زمینی الٰہوں) سے	پوچھا جائے گا	کیا ان لوگوں نے بنائے	اس کے علاوہ	کچھ الٰہ

قُلۡ	هَاتُوۡا	بُرۡهَانَكُمۡ ۚ	هٰذَا	ذِكۡرُ مَنۡ	مَّعِىَ	وَذِكۡرُ مَنۡ
آپؐ کہیے	تم لوگ لاؤ	اپنی روشن دلیل	یہ (قرآن میں)	ان کا ذکر ہے جو	میرے ساتھ	اور ان کا ذکر ہے جو

قَبْلِیْ ؕ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ	الْحَقَّ	فَهُمْ	مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ 269
مجھ سے پہلے تھے	بلکہ	ان کے اکثر	علم نہیں رکھتے	حق کا	پس وہ	اعراض کرنے والے ہیں

نوٹ:1 مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ زمین اور آسمان کے اِلٰہ الگ الگ ہیں۔ وہ ایک رب العرش کو مانتے تھے لیکن ان کا خیال یہ تھا کہ رب العرش اپنے عرش آسمان پر براجمان ہے اور زمین چونکہ اس کی مملکت کا ایک بہت بعید علاقہ ہے اس وجہ سے وہ اس کا انتظام دوسروں کے حوالہ کر کے اس سے الگ تھلک ہو گیا ہے۔ اور زمین میں دوسرے خداؤں کی خدائی چل رہی ہے۔ اسی وہم کے تحت وآسمان کے خدا سے بے نیاز ہو کر اپنے زمینی دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ:2 اس کائنات کا پورا نظام زمین کی تہوں سے لے کر بعید ترین سیاروں تک ایک ہمہ گیر قانون پر چل رہا ہے۔ اس کائنات کی بے شمار قوتوں اور بے حد و حساب چیزوں کے درمیان اگر تناسب توازن ہم آہنگی اور تعاون نہ ہو تو یہ نظام ایک لمحہ بھی نہیں چل سکتا۔ اور یہ سب کچھ اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ کوئی اٹل اور غالب ضابطہ ان تمام اشیاء اور قوتوں کو پوری مناسبت کے ساتھ باہم تعاون کرتے رہنے پر مجبور کر رہا ہو۔ اس کائنات کے نظام میں قانون اور ضابطہ کی ہمہ گیری خود اس بات پر شاہد ہے کہ اختیارات ایک ہی حاکمیت میں مرکوز ہیں اور وہ حاکمیت مختلف حاکموں میں بٹی ہوئی نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (25 تا 29)

ترجمہ

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا	مِنْ قَبْلِكَ	مِنْ رَّسُوْلٍ	اِلَّا	نُوْحِیْۤ	اِلَيْهِ
اور ہم نے نہیں بھیجا	آپ سے پہلے	کوئی بھی رسول	مگر یہ کہ	ہم وحی کرتے تھے	اس کی طرف (کہ)

اَنَّهٗ	لَاۤ اِلٰهَ	اِلَّاۤ	اَنَا	فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾
حقیقت بس اتنی ہے کہ	کوئی بھی الٰہ نہیں ہے	سوائے	میرے	پس تم لوگ بندگی کرو میری

وَقَالُوا	اتَّخَذَ	الرَّحْمٰنُ	وَلَدًا	سُبْحٰنَهٗ ؕ	بَلْ
اور ان لوگوں نے کہا	بنایا	رحمٰن نے	ایک بیٹا	اس کی پاکیزگی ہے (اس سے)	بلکہ (وہ تو)

عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ۙ	لَا يَسْبِقُوْنَهٗ	بِالْقَوْلِ	وَهُمْ	بِاَمْرِهٖ
عزت دیئے ہوئے بندے ہیں	وہ حکم عدولی نہیں کرتے اس کی	بات میں	اور وہ	اس کے حکم سے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾	يَعْلَمُ	مَا	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	وَمَا	خَلْفَهُمْ
عمل کرتے ہیں	وہ جانتا ہے	اس کو جو	ان کے آگے ہے	اور اس کو جو	ان کے پیچھے ہے

وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ	اِلَّا	لِمَنِ	ارْتَضٰى	وَهُمْ
اور وہ لوگ شفاعت نہیں کریں گے	مگر	اس کی جس کے لیے	وہ (یعنی اللہ) پسند کرے	اور وہ لوگ

مِّنْ خَشْيَتِهٖ	مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾	وَمَنْ	يَّقُلْ	مِنْهُمْ	اِنِّیْۤ	اِلٰهٌ
اس کے رعب و دبدبہ سے	ڈرنے والے ہیں	اور جو	کہے	ان میں سے	کہ میں	الٰہ ہوں

مِّنْ دُوْنِهٖ	فَذٰلِكَ	نَجْزِيْهِ	جَهَنَّمَ ؕ	كَذٰلِكَ	نَجْزِي	الظّٰلِمِيْنَ ۝٢٩ ع
اس کے علاوہ	تو وہ ہے	ہم بدلہ میں دیں گے جس کو	جہنم	اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	1269 ظلم کرنے والوں کو

نوٹ: 1 سابق انبیاء کے جو صحیفے موجود ہیں ان میں اگرچہ بے شمار تحریفیں ہو چکی ہیں لیکن توحید کی تعلیم آج بھی ان میں محفوظ ہے۔ ان کے حاملوں نے اگر شرک اختیار کیا ہے تو اپنے فاسد علم کلام کے سہارے پر اختیار کیا ہے نہ کہ ان صحیفوں کی تعلیم کی بنا پر۔ جس طرح قرآن کی نہایت واضح تعلیم توحید کے باوجود اس امت میں شرک کی بہت سی قسمیں گھس آئی ہیں اسی طرح ان امتوں نے اپنے صحیفوں کی تعلیم کے بالکل برخلاف شرک کی لعنت اختیار کی۔ انبیاء کی تعلیم و دعوت کا جو ریکارڈ موجود ہے وہ قرآن کے اس دعوے کی تصدیق کرتا ہے کہ اللہ کے ہر رسول نے توحید ہی کی تعلیم دی ہے، شرک کی تعلیم کسی نے بھی نہیں دی ہے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (30 تا 35)

ر ت ق

(ن) رَتْقًا: جوڑنا۔ ملانا۔ پھٹے ہوئے کپڑے کی سلائی کر کے ملانا۔

رَتْقٌ: جوڑی ہوئی چیز۔ زیر مطالعہ آیت۔ 30

ف ت ق

(ض) فَتْقًا: جوڑی ہوئی چیز کو پھاڑ کر الگ الگ کرنا۔ بخیہ ادھیڑنا۔ کھولنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 30۔

ف ج ج

(ن) فَجًّا: دو پیروں کے درمیان فاصلہ کرنا۔ پھیلانا۔ کشادہ کرنا۔

فَجٌّ: ج فِجَاجٌ۔ صفت ہے۔ کشادہ۔ پھر کشادہ راستے کے لیے بھی آتا ہے۔ ﴿مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝٢٧﴾ (22/الحج: 27) ''ہر ایک دور دراز کشادہ راستے سے۔'' اور زیر مطالعہ آیت۔ 31

ترجمہ

اَوَ	لَمْ يَرَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اَنَّ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ
اور کیا	غور نہیں کیا	ان لوگوں نے جنھوں نے	کفر کیا	کہ	سارے آسمان	اور یہ زمین

كَانَتَا	رَتْقًا	فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ	وَجَعَلْنَا	مِنَ الْمَآءِ
دونوں تھے	جوڑے ہوئے	پھر ہم نے بخیہ ادھیڑا دونوں کا	اور ہم نے بنایا	پانی سے

كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ	اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٣٠	وَجَعَلْنَا	فِي الْاَرْضِ	فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ
ہر ایک زندہ چیز	تو کیا وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے	اور ہم نے بنائے	زمین میں	کچھ پہاڑ

اَنْ	تَمِيْدَ	بِهِمْ ۠	وَجَعَلْنَا	فِيْهَا	فِجَاجًا
کہ (کہیں)	وہ لرزے	ان لوگوں کے ساتھ	اور ہم نے بنائیں	ان (پہاڑوں) میں	کچھ کشادہ جگہیں

سُبُلًا	لَّعَلَّهُمۡ	يَهۡتَدُوۡنَ ۝۳۱	وَجَعَلۡنَا	السَّمَآءَ	سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا 1269
راستے ہوتے ہوئے	شاید وہ لوگ	ہدایت پائیں	اور ہم نے بنایا	آسمان کو	ایک محفوظ چھت

وَّهُمۡ	عَنۡ اٰيٰتِهَا	مُعۡرِضُوۡنَ ۝۳۲	وَهُوَ	الَّذِىۡ	خَلَقَ
اور وہ لوگ	اس (آسمان کی نشانیوں) سے	اعراض کرنے والے ہیں	اور وہ	وہی ہے جس نے	پیدا کیا

الَّيۡلَ	وَالنَّهَارَ	وَالشَّمۡسَ	وَالۡقَمَرَ ؕ	كُلٌّ	فِىۡ فَلَكٍ
رات کو	اور دن کو	اور سورج کو	اور چاند کو	ہر ایک	کسی مدار میں

يَّسۡبَحُوۡنَ ۝۳۳	وَمَا جَعَلۡنَا	لِبَشَرٍ	مِّنۡ قَبۡلِكَ	الۡخُلۡدَ ؕ
تیرتے ہیں	اور ہم نے نہیں بنائی	کسی بشر کے لئے	آپؐ سے پہلے	ہمیشگی

اَفَا۟ٮِٕنۡ	مِّتَّ	فَهُمُ	الۡخٰلِدُوۡنَ ۝۳۴	كُلُّ نَفۡسٍ
پھر کیا اگر	آپؐ مر گئے	تو یہ لوگ	ہمیشہ رہنے والے ہیں	ہر ایک جان

ذَآٮِٕقَةُ الۡمَوۡتِ ؕ	وَنَبۡلُوۡكُمۡ	بِالشَّرِّ	وَالۡخَيۡرِ
موت کو چکھنے والی ہے	اور ہم آزماتے ہیں تم لوگوں کو	برائی سے	اور بھلائی سے

فِتۡنَةً ؕ	وَاِلَيۡنَا	تُرۡجَعُوۡنَ ۝۳۵
کسوٹی ہوتے ہوئے	اور ہماری طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

نوٹ:1 آیت 30۔ کی تفسیر میں حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ زمین و آسمان اور زمین سب ایک ساتھ تھے، نہ بارش برستی تھی نہ پیداوار اگتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس میں سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار اگائی۔ (ابن کثیرؒ)

نوٹ:2 آج کل Big Bang Theory کی تصدیق کے طور پر زیر مطالعہ آیت۔30۔ کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فتق کے لفظ میں پھاڑنے کا جو مفہوم ہے اس میں دھماکہ ہونا لازم نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے فتق میں دھماکہ ہوا ہو، ہوسکتا ہے نہ ہوا ہو۔ لیکن Big Bang کے نظریہ پر ہمارا اعتراض دھماکہ کے حوالہ سے نہیں ہے۔ اصل اعتراض یہ ہے کہ یہ کائنات خود بخود وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ ایک ہستی ہے جس کی قدرت اسے وجود میں لائی ہے۔ ایک مغربی فکر نے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ ایک پریس میں دھماکہ ہوا اور ڈکشنری خود بخود وجود میں آگئی۔ اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن اس بحث میں زیر مطالعہ آیت۔30۔ کا حوالہ آ ہی گیا ہے تو پھر وضاحت ضروری ہے۔

فتق اگر فعل لازم (Intransitive Verb) ہوتا تو پھر یہ کہنے کی گنجائش ہوتی کہ تخلیق کائنات کا عمل خود بخود ہوا تھا، خواہ دھماکے سے ہوا یا دھماکے کے بغیر ہوا۔ لیکن یہ فعل متعدی (Trnsitive Verb) ہے اس لیے ایک ایسی ہستی کو تسلیم کرنا لازم آتا ہے جو اس کائنات کو وجود میں لائی خواہ دھماکہ کر کے لائی یا دھماکے کے بغیر۔ اس طرح یہ آیت مذکورہ نظریہ کی تصدیق نہیں بلکہ تردید کر رہی ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ Big Bang کے نظریہ کو مغربی سائنس داں مفکرین Reject کر چکے ہیں لیکن ہم لوگ اسے قرآن مجید سے درست ثابت کرنے کے لیے الٹے لٹکے ہوئے ہیں۔

1285

1269

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الانبیاء (21)

آیت نمبر (36 تا 41)

ترکیب

(آیت ۔۴۰) بَلْ تَاْتِیْھِمْ میں تَاْتِیْ واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اس کی ضمیر فاعلی ھِیَ ہے جو اَلسَّاعَۃُ کے لیے ہے، اس سے پہلے کہیں اَلسَّاعَۃُ کا لفظ نہیں آیا ہے بلکہ اَلْوَعْدُ کا لفظ آیا ہے لیکن چونکہ اس سے مراد اَلسَّاعَۃُ یعنی قیامت ہے اس لیے یہاں واحد مؤنث کا صیغہ لایا گیا۔ (آیت ۔۴۱)۔ فَحَاقَ کا فاعل مَاکَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ہے۔

ترجمہ

وَاِذَا	رَاٰكَ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْٓا	اِنْ	یَّتَّخِذُوْنَكَ
اور جب کبھی	دیکھتے ہیں آپ کو	وہ لوگ جنہوں نے	کفر کیا	تو نہیں	بناتے آپ کو

اِلَّا	هُزُوًا ؕ	اَ	هٰذَا	الَّذِیْ	یَذْكُرُ	اٰلِهَتَكُمْ ۚ
مگر	مذاق کا ذریعہ	(پھر کہتے ہیں) کیا	یہ ہے	وہ جو	ذکر کرتا ہے (یعنی باتیں بناتا ہے)	تمہارے خداؤں کا

وَ	هُمْ	بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ	هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۶	خُلِقَ	الْاِنْسَانُ
حالانکہ	وہ خود	رحمٰن کے ذکر کا	ہی انکار کرنے والے ہیں	پیدا کیا گیا	انسان کو

مِنْ عَجَلٍ ؕ	سَاُورِیْكُمْ	اٰیٰتِیْ	فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝۳۷
جلد بازی (کی سرشت) سے	میں دکھاؤں گا تم لوگوں کو	اپنی نشانیاں	پس تم لوگ جلدی مت مانگو مجھ سے

وَیَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا الْوَعْدُ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِیْنَ ۝۳۸	لَوْ
اور وہ لوگ کہتے ہیں	کب ہے	یہ وعدہ	اگر	تم لوگ ہو	سچ کہنے والے	کاش

یَعْلَمُ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْا	حِیْنَ	لَا یَكُفُّوْنَ	عَنْ وُّجُوْهِهِمُ
جانتے ہوتے	وہ لوگ جنہوں نے	کفر کیا	(اس وقت کو) جس وقت	وہ نہ روک سکیں گے	اپنے چہروں سے

النَّارَ	وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ	وَلَا هُمْ	یُنْصَرُوْنَ ۝۳۹	بَلْ تَاْتِیْهِمْ
آگ کو	اور نہ ہی اپنی پیٹھوں سے	اور نہ ان کی	مدد کی جائے گی	بلکہ وہ (یعنی قیامت) پہنچے گی ان کے پاس

بَغْتَةً	فَتَبْهَتُهُمْ	فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ	رَدَّهَا
بے سان وگمان	تو وہ مبہوت کردے گی ان کو	پھر انہیں استطاعت نہیں ہوگی	اس کو لوٹانے کی

وَلَا هُمْ	یُنْظَرُوْنَ ۝۴۰	وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ	بِرُسُلٍ	مِّنْ قَبْلِكَ
اور نہ ان کو	مہلت دی جائے گی	اور بیشک مذاق کیا جاچکا ہے	رسولوں کے ساتھ	آپ سے پہلے

فَحَاقَ	بِالَّذِیْنَ	سَخِرُوْا	مِنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۴۱ ع
تو چھا گیا	ان پر جنہوں نے	تمسخر کیا	ان میں سے	(وہ) جو	وہ لوگ مذاق کیا کرتے تھے

آیت نمبر (42 تا 45)

ک	ل	ء

(ف) كَلَأَ بچانا۔ حفاظت کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 42

ترجمہ

قُلۡ	مَنۡ	يَّكۡلَؤُ	كُمۡ	بِالَّيۡلِ	وَالنَّهَارِ	مِنَ الرَّحۡمٰنِ ؕ	بَلۡ
آپؐ کہیے	کون	بچاتا ہے	تو لوگوں کو	رات میں	اور دن میں	رحمٰن (کے عذاب) سے	بلکہ

هُمۡ	عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّهِمۡ	مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۴۲﴾	اَمۡ	لَهُمۡ	اٰلِهَةٌ
وہ لوگ	اپنے رب کے ذکر سے	اعراض کرنے والے ہیں	یا	ان کے لیے	کچھ ایسے الٰہ ہیں جو

تَمۡنَعُهُمۡ	مِّنۡ دُوۡنِنَا ؕ	لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ	نَصۡرَ اَنۡفُسِهِمۡ
بچاتے ہیں ان کو	ہمارے علاوہ	وہ (یعنی دوسرے الٰہ) استطاعت نہیں رکھتے	اپنے آپ کی مدد کرنے کی

وَلَا هُمۡ	مِّنَّا	يُصۡحَبُوۡنَ ﴿۴۳﴾	بَلۡ	مَتَّعۡنَا
اور نہ ان کی	ہماری طرف سے	حمایت کی جائے گی	بلکہ	ہم نے فائدہ اٹھانے کو سامان دیا

هٰٓؤُلَآءِ	وَاٰبَآءَهُمۡ	حَتّٰى	طَالَ	عَلَيۡهِمُ	الۡعُمُرُ ؕ
ان لوگوں کو	اور ان کے آباء اجداد کو	یہاں تک کہ	طویل ہوئی	ان لوگوں پر	عمر

اَفَلَا يَرَوۡنَ	اَنَّا	نَاۡتِى	الۡاَرۡضَ	نَنۡقُصُهَا
تو کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے	کہ	ہم آتے ہیں	زمین کی طرف	گھٹاتے ہوئے اس کو

مِنۡ اَطۡرَافِهَا ؕ	اَفَهُمُ	الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۴۴﴾	قُلۡ	اِنَّمَآ
اس کے کناروں سے	تو کیا یہ لوگ	غالب آنے والے ہیں	آپؐ کہہ دیجیے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ

اُنۡذِرُكُمۡ	بِالۡوَحۡىِ ۖ	وَلَا يَسۡمَعُ	الصُّمُّ	الدُّعَآءَ	اِذَا مَا	يُنۡذَرُوۡنَ ﴿۴۵﴾
میں خبردار کرتا ہوں تم لوگوں کو	وحی کے ذریعہ سے	اور نہیں سنتے	بہرے لوگ	اس دعوت کو	جب کبھی بھی	انہیں خبردار کیا جاتا ہے

نوٹ: 1 آیت۔ 44 کا یہ جملہ کہ اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا عربی محاورہ ہے۔ جیسے اردو میں ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص پر زمین تنگ ہوگئی۔ فلاں کے گرد گھیرا تنگ ہوتا جارہا ہے۔ اس عربی محاورہ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ یہ قریش کے لیے وارننگ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گرد اپنا گھیرا تنگ کرتا جارہا ہے پھر بھی یہ ہوش میں نہیں آتے اور سمجھ رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں پر غالب آجائیں گے۔ (حافظ احمد یار صاحب)۔ آج کے دور میں یہ آج کی طاغوتی طاقتوں کے لیے وارننگ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دن بدن ان کے گرد اللہ کا گھیرا تنگ ہو رہا ہے پھر بھی آج کے ابولہب اور ابوجہل اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ اسلام کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

آیت نمبر (۴۶ تا ۵۰)

ذ	ف	ح

(ح) نَفۡحًا ہوا کا چلنا۔ خوشبو مہکنا۔

ترکیب

آیت۔۴۷) اَلْمَوَازِيْنَ جمع ہے اور اس کی صفت اَلْقِسْطَ واحد آئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اَلْقِسْطَ مصدر ہے اور مصدر کی جمع نہیں آتی۔ اِنْ كَانَ میں كَانَ کا اسم هُوَ کی ضمیر ہے جو عَمَلٌ کے لیے ہے اور یہاں ایک ایک عمل کی بات ہے جیسا کہ مِثْقَالَ حَبَّةٍ سے ظاہر ہے، اس لیے واحد مذکر میں صیغہ كَانَ آیا ہے۔ اَتَيْنَا بِهَا میں واحد مؤنث کی ضمیر عَمَلٌ کی جمع مکسر اَعْمَالٌ کے لیے آئی ہے۔ اس طرح تمام اعمال کی طرف اشارہ ہوگیا۔

وَلَىِٕنْ	مَّسَّتْهُمْ	نَفْحَةٌ	مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ	لَيَقُوْلُنَّ
اور بیشک اگر	چھو جائے ان کو	کوئی ہلکا سا جھونکا	آپؐ کے رب کے عذاب میں سے	تو وہ لازماً کہیں گے

يٰوَيْلَنَآ	اِنَّا كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ ۝۴۶	وَنَضَعُ	الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ	لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ
ہائے ہماری بدبختی	بیشک ہم تھے	ظلم کرنے والے	اور ہم رکھیں گے	انصاف والی ترازوئیں	قیامت کے دن

فَلَا تُظْلَمُ	نَفْسٌ	شَيْـًٔا ؕ	وَاِنْ	كَانَ	مِثْقَالَ حَبَّةٍ	مِّنْ خَرْدَلٍ
تو ظلم نہیں کیا جائے گا	کسی جان پر	کچھ بھی	اور اگر	وہ (عمل) ہوگا	ایک دانے کے ہم وزن	رائی میں سے

اَتَيْنَا بِهَا ؕ	وَكَفٰى	بِنَا	حٰسِبِيْنَ ۝۴۷	وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	مُوْسٰى
ہم لے آئیں گے ان سب (اعمال) کو	اور کافی ہیں	ہم	بطور حساب کرنے والے کے	اور بیشک ہم نے دی تھی	موسیٰؑ

وَهٰرُوْنَ	الْفُرْقَانَ	وَضِيَاۗءً	وَّذِكْرًا	لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۸ لا	الَّذِيْنَ
اور ہارونؑ کو	فرقان	اور روشنی	اور ایک نصیحت	تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے	وہ لوگ جو

يَخْشَوْنَ	رَبَّهُمْ	بِالْغَيْبِ	وَهُمْ	مِّنَ السَّاعَةِ
ڈرتے ہیں	اپنے رب سے	غیب میں (یعنی بن دیکھے)	اور وہ لوگ	اس گھڑی (یعنی قیامت) سے

مُشْفِقُوْنَ ۝۴۹	وَهٰذَا	ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ	اَنْزَلْنٰهُ ؕ	اَفَاَنْتُمْ
ڈرنے والے ہیں	اور یہ (قرآن)	ایک ایسی برکت دی ہوئی نصیحت ہے	ہم نے اتارا جس کو	تو کیا تم لوگ

لَهٗ	مُنْكِرُوْنَ ۝۵۰ ع
اس کو	(پہچاننے سے) انکار کرنے والے ہو

نوٹ:1 حضرت صدیقہ عائشہؓ نے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا قیامت کے روز بھی آپ اپنے اہل و اولاد کو یاد رکھیں گی۔ تو فرمایا کہ قیامت میں تین مقام ایسے ہوں گے کہ ان میں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ ایک وہ وقت جب میزانِ عدل کے دامنے وزن اعمال کے لیے لوگ حاضر ہوں گے جب تک معلوم نہ ہوجائے کہ اس کا نیکیوں کا پلہ بھاری ہوا یا ہلکا رہا۔ دوسرا مقام وہ ہے جب نامہائے اعمال اُڑائے جائیں گے، جب تک یہ متعین نہ ہوجائے کہ مامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں، یا بائیں ہاتھ میں یا پشت کی طرف سے آیا۔ تیسرا مقام پل صراط سے گزرنے کا وقت ہے جب تک پار نہ ہوجائیں۔ (معارف القرآن)

نوٹ:2 آیت۔48 میں اَلْفُرْقَانَ۔ ضِيَاۗءً۔ ذِكْرًا یہ تینوں الفاظ تورات کی صفت کے طور پر آئے ہیں۔ یعنی وہ حق و باطل کا فرق دکھانے والی

کسوٹی تھی، اس میں انسان کو سیدھا راستہ دکھانے والی روشنی تھی اور اولادِ آدم کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے والی نصیحت تھی۔ (تفہیم القرآن)

1300

آیت نمبر (51 تا 58)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ	اِبْرٰهِيْمَ	رُشْدَهٗ	مِنْ قَبْلُ	وَكُنَّا	بِهٖ	عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾
اور بیشک ہم نے دی تھی	ابراہیمؑ کو	ان کی معاملہ فہمی	اس سے پہلے	اور ہم تھے	اس کا	علم رکھنے والے

اِذْ	قَالَ	لِاَبِيْهِ	وَقَوْمِهٖ	مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ	الَّتِيْٓ	اَنْتُمْ	لَهَا
جب	انہوں نے کہا	اپنے والد سے	اور اپنی قوم سے	یہ مجسمے کیا ہیں	وہ	تم لوگ	جن کے لیے

عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾	قَالُوْا	وَجَدْنَآ	اٰبَآءَنَا	لَهَا	عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾
اعتکاف کرنے والے ہو	ان لوگوں نے کہا	ہم نے پایا	اپنے آباء اجداد کو	ان کے لیے	عبادت کرنے والے

قَالَ	لَقَدْ كُنْتُمْ	اَنْتُمْ	وَاٰبَآؤُكُمْ	فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾
(ابراہیمؑ نے) کہا	یقیناً تم لوگ	تم بھی	اور تمہارے آباؤاجداد بھی	ایک کھلی گمراہی میں ہیں

قَالُوْٓا	اَ	جِئْتَنَا	بِالْحَقِّ	اَمْ	اَنْتَ	مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾
ان لوگوں نے کہا	کیا	آپؐ آئے ہمارے پاس	حق کے ساتھ	یا	آپؐ	کھیل کرنے والوں میں سے ہیں

قَالَ	بَلْ	رَّبُّكُمْ	رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	الَّذِيْ	فَطَرَهُنَّ ۡ
(ابرہیمؑ نے) کہا	بلکہ	تم لوگوں کا رب	زمین اور آسمانوں کا رب ہے	وہ جس نے	وجود بخشا ان سب کو

وَاَنَا	عَلٰى ذٰلِكُمْ	مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾	وَتَاللّٰهِ	لَاَكِيْدَنَّ
اور میں	اس پر	گواہی دینے والوں میں سے ہوں	اور اللہ کی قسم	میں لازماً داؤ کروں گا

اَصْنَامَكُمْ	بَعْدَ اَنْ	تُوَلُّوْا	مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾	فَجَعَلَهُمْ
تمہارے بتوں سے	اس کے بعد کہ (جب)	تم لوگ منہ موڑو گے	پیٹھ پھیرنے والے ہوتے ہوئے	پھر انہوںؑ نے کر دیا ان کو

جُذٰذًا	اِلَّا	كَبِيْرًا	لَّهُمْ	لَعَلَّهُمْ	اِلَيْهِ	يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾
ٹکڑے ٹکڑے	سوائے	بڑے کے	ان لوگوں کے لیے	کہ شاید وہ لوگ	اس کی طرف	رجوع کریں (یعنی اس سے پوچھیں)

نوٹ:1 آیت۔51۔ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو جو معاملہ فہمی حاصل تھی وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ کہہ کر یہ بھی بتادیا کہ یہ عطا اللہ تعالیٰ کے علم کی بنیاد پر تھی۔ اس کی عطا اور بخشش ایسے نہیں ہے کہ جس کو جو چاہا دے دیا بلکہ وہ کسی کی استعداد اور ظرف کے متعلق اپنے علم کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر۔

آیت نمبر (61 تا 68)

ن ط ق

(ض) مَنْطِقًا واضح کر کے بیان کرنا۔ بولنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۶۳۔

1300

مَنْطِقٌ — اسم ذات بھی ہے۔ کلام۔ بولی۔ ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ ﴾ (27/النمل:16) ”اے لوگو ہمیں علم دیا گیا پرندوں کی بولی کا۔“

(افعال) اِنْطَاقًا — بولنے کی صلاحیت دینا۔ قوت گویائی دینا۔ ﴿ اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ (41/حٰم السجدہ:21) ”ہمیں گویائی دی اس اللہ نے جس نے گویائی دی ہر چیز کو۔“

ن ک س

(ن) نَكْسًا — الٹا پھیرنا۔ اوندھا کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔65۔

نَاكِسٌ — اسم الفاعل ہے۔ اوندھا کرنے والا۔ ﴿ اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ (32/السجدہ:12) ”جب مجرم لوگ اپنے سروں کو اوندھا کرنے والے ہیں اپنے رب کے پاس۔“

تفصیل تَنْكِيْسًا — بتدریج الٹا پھیرنا۔ ﴿ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ﴾ (36/یٰسین:68) ”اور وہ ہم عمر دیتے ہیں جس کو (پھر) ہم الٹا پھیرتے ہیں جس کو پیدائش میں۔“

ترجمہ

قَالُوْا	مَنْ	فَعَلَ	هٰذَا	بِاٰلِهَتِنَآ	اِنَّهٗ	لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿59﴾
ان لوگوں نے کہا	جس نے	کیا	یہ	ہمارے الٰہوں کے ساتھ	بیشک وہ	یقیناً ظالموں میں سے ہے

قَالُوْا	سَمِعْنَا	فَتًى	يَّذْكُرُ	هُمْ
کچھ لوگوں نے کہا	ہم نے سنا	ایک ایسے نوجوان کو جو	ذکر کرتا ہے۔ (یعنی باتیں بناتا ہے)	ان (خداؤں) کی

يُقَالُ	لَهٗٓ	اِبْرٰهِيْمُ ﴿60﴾	قَالُوْا	فَاْتُوْا بِهٖ	عَلٰٓي اَعْيُنِ النَّاسِ	لَعَلَّهُمْ
کہا جاتا ہے	اس کو	ابراہیمؑ	ان لوگوں نے کہا	پھر تم لاؤ اس کو	لوگوں کی آنکھوں پر (یعنی سامنے)	شاید وہ لوگ

يَشْهَدُوْنَ ﴿61﴾	قَالُوْٓا	ءَاَنْتَ	فَعَلْتَ	هٰذَا	بِاٰلِهَتِنَا	يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿62﴾
گواہی دیں	ان لوگوں نے کہا	کیا تو نے ہی	کیا	یہ	ہمارے الٰہوں کے ساتھ	اے ابراہیمؑ

قَالَ	بَلْ	فَعَلَهٗ	كَبِيْرُهُمْ هٰذَا	فَسْـَٔلُوْهُمْ	اِنْ	كَانُوْا	يَنْطِقُوْنَ ﴿63﴾
انہوں نے کہا	بلکہ	کیا یہ	ان کے اس بڑے نے	تو تم لوگ پوچھو ان (خداؤں) سے	اگر	یہ سب	بولتے ہیں

فَرَجَعُوْٓا	اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ	فَقَالُوْٓا	اِنَّكُمْ	اَنْتُمُ	الظّٰلِمُوْنَ ﴿64﴾
تو وہ لوگ لوٹے	اپنے نفسوں کی طرف (یعنی سوچ میں پڑ گئے)	پھر ان لوگوں نے کہا	کہ	تم لوگ ہی	ظلم کرنے والے ہو

ثُمَّ	نُكِسُوْا	عَلٰي رُءُوْسِهِمْ ۚ	لَقَدْ عَلِمْتَ	مَا هٰٓؤُلَاۗءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿65﴾
پھر	اوندھے ڈالے گئے	اپنے سروں پر (پھر کہنے لگے)	یقیناً آپؑ جان چکے ہیں	یہ لوگ نہیں بولتے

قَالَ	اَفَتَعْبُدُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	مَا	لَا يَنْفَعُكُمْ	شَيْـًٔا	وَّلَا يَضُرُّكُمْ 1300 ؕ ۶۶
انہوں نے کہا	تو کیا تم لوگ بندگی کرتے ہو	اللہ کے علاوہ	اس چیز کی جو	نفع نہیں دیتی تم کو	کچھ بھی	اور نہ نقصان دیتی ہے تم کو

اُفٍّ	لَّكُمْ	وَلِمَا	تَعْبُدُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۶۷
تُف ہے	تم لوگوں پر	اور ان چیزوں پر جن	تم بندگی کرتے ہو	اللہ کے علاوہ	تم کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لو گے

نوٹ: 1 آیت نمبر۔63۔ میں حضرت ابراہیمؑ نے پہلے یہ کہا کہ یہ کام ان بتوں کے اس بڑے نے کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یقین نہیں آتا تو ان سے پوچھ لو۔ یہ دوسرا فقرہ خود ظاہر کر رہا ہے کہ پہلے فقرہ میں حضرت ابراہیمؑ نے بت شکنی کے فعل کو بڑے بت کی طرف جو منسوب کیا ہے، اس سے ان کا مقصد جھوٹ بولنا نہ تھا، بلکہ وہ اپنے مخالفین پر حجت قائم کرنا چاہتے تھے۔ یہ بات انہوں نے اس لیے کہی تھی کہ وہ لوگ جواب میں خود اس کا اقرار کریں کہ ان کے یہ معبود بالکل بے بس ہیں اور ان سے کسی فعل کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ ایسے مواقع پر ایک شخص استدلال کی خاطر جو خلاف واقعہ بات کہتا ہے اس کو جھوٹ قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ نہ تو وہ خود جھوٹ کی نیت سے ایسی بات کہتا ہے اور نہ ہی اس کے مخاطب اسے جھوٹ سمجھتے ہیں۔ کہنے والا اسے حجت قائم کرنے کے لیے کہتا ہے اور سننے والا بھی اسے اسی معنی میں لیتا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔ آگے آیت ۶۴۔ ۶۵۔ بتا رہی ہیں کہ ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ سے یہ نہیں کہا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو بلکہ ان کی بات کو ان کی حجت ہی سمجھا اور سوچ میں پڑ گئے۔

نوٹ: 2 نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا جواب سنتے ہی پہلے تو انہوں نے اپنے دلوں میں سوچا کہ واقعی ظالم تو تم خود ہو کیسے بے بس معبودوں کو خدا بنائے بیٹھے ہو جو اپنی زبان سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ان پر کیا بیتی۔ آخر یہ ہماری کیا مدد کریں گے جو خود اپنے آپ کو بھی نہیں بچا سکتے۔ لیکن پھر ان پر ضد اور جہالت سوار ہوگئی جس نے انکی عقل کو اوندھا کر دیا۔ دماغ سیدھا سوچتے سوچتے پھر الٹا سوچنے لگا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (68 تا 75)

ب ر د

(ن) بَرْدًا ٹھنڈا کرنا۔

بَرْدٌ اسم ذات بھی ہے۔ ٹھنڈک۔ سردی زیر مطالعہ آیت۔ ۶۹۔

بَرَدٌ ٹھنڈی چیز۔ اولے۔ ﴿وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ﴾ (24/النور:43) ''اور وہ اتارتا ہے آسمان سے پہاڑوں میں سے جس میں کچھ اولے ہیں۔''

بَارِدٌ فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ٹھنڈا کرنے والا یعنی ٹھنڈا۔ ﴿هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۴۲﴾ (38/ص:42) ''یہ نہانے کی جگہ ہے ٹھنڈا کرنے والی اور پینے کو۔''

ترجمہ

قَالُوْا	حَرِّقُوْهُ	وَانْصُرُوْٓا	اٰلِهَتَكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ
ان لوگوں نے کہا	تم لوگ جلا کر بھسم کر دو اس کو	اور تم لوگ مدد کرو	اپنے الٰہوں کی	اگر	تم لوگ ہو

فٰعِلِيْنَ ۶۸	قُلْنَا	يٰنَارُ	كُوْنِيْ	بَرْدًا	وَّسَلٰمًا	عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۶۹ لا	وَاَرَادُوْا
(کچھ) کرنے والے	ہم نے کہا	اے آگ	تو ہو جا	ٹھنڈک	اور سلامتی	ابراہیمؑ پر	اور انہوں نے ارادہ کیا

بِهٖ	كَيْدًا	فَجَعَلْنٰهُمُ	الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾ ۚ	وَنَجَّيْنٰهُ
ان ؑ کے ساتھ	چالبازی کا	تو ہم نے بنا دیا ان لوگوں کو	انتہائی خسارہ پانے والے	1300 اور ہم نے نجات دی ان ؑ کو

وَلُوْطًا	اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ	بٰرَكْنَا	فِيْهَا	لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾	وَوَهَبْنَا
اور لوط ؑ کو	اس زمین کی طرف	ہم نے برکت دی	جس میں	جہانوں کے لیے	اور ہم نے عطا کیا

لَهٗٓ	اِسْحٰقَ ۭ	وَيَعْقُوْبَ	نَافِلَةً ۭ	وَكُلًّا	جَعَلْنَا	صٰلِحِيْنَ ﴿٧٢﴾
ان ؑ کو	اسحاق ؑ	اور یعقوب (بھی ؑ)	اضافی ہوتے ہوئے	اور سب کو	ہم نے بنایا	نیک

وَجَعَلْنٰهُمْ	اَىِٕمَّةً	يَّهْدُوْنَ	بِاَمْرِنَا	وَاَوْحَيْنَآ	اِلَيْهِمْ
اور ہم نے بنایا ان سب کو	ایسے امام جو	ہدایت دیتے تھے	ہمارے حکم سے	اور ہم نے وحی کی	ان کی طرف

فِعْلَ الْخَيْرٰتِ	وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ	وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ	وَكَانُوْا	لَنَا
بھلائیوں کے عمل کرنے کی	اور نماز کے قائم کرنے کی	اور زکوۃ کے پہنچانے کی	اور وہ سب تھے	ہماری ہی

عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ ۙ	وَلُوْطًا	اٰتَيْنٰهُ	حُكْمًا	وَّعِلْمًا	وَّنَجَّيْنٰهُ
بندگی کرنے والے	اور لوط ؑ	ہم نے دی ان کو	حکمت	اور علم	اور ہم نے نجات دی ان ؑ کو

مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ	كَانَتْ تَّعْمَلُ	الْخَـبٰۗىِٕثَ ۭ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمَ سَوْءٍ
اس بستی سے جو	عمل کرتی تھی	خباثتوں کے	بیشک وہ لوگ	تھے	برائی کی قوم

فٰسِقِيْنَ ﴿٧٤﴾ ۙ	وَاَدْخَلْنٰهُ	فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ	اِنَّهٗ	مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ ۧ
نافرمانی کرنے والے	اور ہم نے داخل کیا ان ؑ	اپنی رحمت میں	بیشک وہ	نیک لوگوں میں سے تھے

نوٹ: 1

عقل پرستوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آگ ٹھنڈک اور سلامتی کیسے ہوسکتی ہے۔ جبکہ خدا پرستوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب اللہ نے آگ کو حکم دیا تھا تو ٹھنڈک اور سلامتی کیسے نہ ہوتی۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہے اور اس کائنات میں اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے کسی بھی چیز کا وجود اس کا ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اور دائمی نہیں بلکہ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ہے یعنی فانی۔ اسی طرح سے ہر چیز کی خصوصیت اللہ کی عطا کردہ ہے اور اس کے حکم کے تابع ہے۔ وہ جب چاہے کسی چیز کی خاصیت معطل کرسکتا ہے یا سلب کرسکتا ہے۔ دو مریض ہیں۔ دونوں کی تشخیص یکساں ہے اور دونوں کو یکساں دوا دی جا رہی ہے ایک صحت یاب ہو جاتا ہے۔ دوسرے کا انتقال ہو جاتا ہے۔ کیوں؟ جواب میں عقل پرست ہوسکتا یہ ہوا ہو، ہوسکتا ہے وہ ہوا ہو کرتے ہیں لیکن ان کے پاس اس سوال کا کوئی معقول اور ٹھوس جواب نہیں ہے۔ سوئے رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ کے۔ جبکہ ہمارے پاس اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ مرنے والے مریض کے لیے دوا کی تاثیر کو اللہ نے سلب کرلیا تھا۔ یہ ایمان اور عقیدہ رکھنے والے کو قرآن میں مذکور معجزوں کو سمجھنے میں اور ماننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ عقل پرستوں کے ایمان کا یہ حصہ (part) `out of order ہوگیا ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ کسی ایکسپرٹ سے اس کی Repair کرالیں۔

آیت نمبر (76 تا 82)

ن ف ش

(ن) **نَفَشًا** — (1) روئی یا اون دھنا۔ کسی چیز کو روندنا۔ (2) مویشی کا رات کو چرواہے کے بغیر چرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔78

مَنۡفُوۡشٌ — اسم المفعول ہے۔ دھنا ہوا۔ رونا ہوا۔ ﴿وَ تَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ؕ﴾ (101/ القارعۃ:5) ''اور ہو جائیں گے پہاڑ دھنی ہوئی اون کی مانند۔''

ف ھ م

(س) **فَهۡمًا** — کسی کام یا بات کی حقیقت کو سمجھنا

(تفعیل) **تَفۡهِيۡمًا** — سمجھانا۔ زیر مطالعہ آیت۔79۔

غ و ص

غَوۡصًا — پانی میں غوطہ لگانا۔ زیر مطالعہ آیت۔82۔

غَوَّاصٌ — **فَعَّالٌ** کے وزن پر مبالغہ ہے۔ بار بار غوطہ لگانے والا۔ ﴿وَ الشَّيٰطِيۡنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ۙ﴾ (38/ ص:37) ''اور شیطان کو بھی سب کے سب عمارت تعمیر کرنے والے اور غوطہ لگانے والے۔''

ترجمہ

وَنُوۡحًا	اِذۡ	نَادٰی	مِنۡ قَبۡلُ	فَاسۡتَجَبۡنَا
(اور یاد کرو) نوحؑ کو	جب	نہوں نے پکارا (ہم کو)	اس سے پہلے	تو ہم نے جواب دیا (یعنی قبول کیا)

لَهٗ	فَنَجَّيۡنٰهُ	وَاَهۡلَهٗ	مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ ۚ
انؑ کو	پھر ہم نے نجات دی ان کو	اور ان کے گھر والوں کو	اُس عظیم دکھ سے

وَنَصَرۡنٰهُ	مِنَ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ	كَذَّبُوۡا	بِاٰيٰتِنَا ؕ	اِنَّهُمۡ
اور ہم نے نصرت دی انؑ کو	اس قوم پر جس نے	جھٹلایا	ہماری نشانیوں کو	بیشک وہ لوگ

كَانُوۡا	قَوۡمَ سَوۡءٍ	فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ	اَجۡمَعِيۡنَ	وَدَاوٗدَ
تھے	برائی کی قوم	تو ہم نے غرق کیا ان کو	سب کے سب کو	اور (یاد کرو) داؤدؑ کو

وَسُلَيۡمٰنَ	اِذۡ	يَحۡكُمٰنِ	فِى الۡحَرۡثِ	اِذۡ
اور سلیمانؑ کو	جب	وہ دونوں فیصلہ کرتے تھے	اُس کھیتی (کے بارے) میں	جب

نَفَشَتۡ	فِيۡهِ	غَنَمُ الۡقَوۡمِ ۚ	وَكُنَّا	لِحُكۡمِهِمۡ	شٰهِدِيۡنَ ۙ
رات کو چر گئیں	جس میں	قوم کی بکریاں	اور ہم تھے	ان کے فیصلے کے	موقعہ پر موجود رہنے والے

فَفَهَّمۡنٰهَا	سُلَيۡمٰنَ ۚ	وَكُلًّا	اٰتَيۡنَا	حُكۡمًا	وَّعِلۡمًا	وَّسَخَّرۡنَا	مَعَ دَاوٗدَ
پھر ہم نے سمجھا دیا وہ	سلیمانؑ کو	اور سب کو	ہم نے دی	حکمت	اور علم	اور ہم نے تابع کیا	داؤدؑ کے ساتھ

الْجِبَالَ	يُسَبِّحْنَ	وَالطَّيْرَ ؕ	وَكُنَّا	فٰعِلِيْنَ ۝٧٩	وَعَلَّمْنٰهُ
پہاڑوں کو	وہ تسبیح کرتے تھے	اور پرندوں کو (بھی)	اور ہم ہیں	کر گزرنے والے	1300 اور ہم نے سکھائی ان کو

صَنْعَةَ لَبُوْسٍ	لَّكُمْ	لِتُحْصِنَكُمْ	مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ	فَهَلْ	اَنْتُمْ
زرہ (بنانے) کی صنعت	تم لوگوں کے لیے	تاکہ وہ تمہیں بچائے	تمہاری جنگ میں	تو کیا	تم لوگ

شٰكِرُوْنَ ۝٨٠	وَلِسُلَيْمٰنَ	الرِّيْحَ	عَاصِفَةً
شکر کرنے والے ہو	اور (ہم نے تابع کیا) سلیمانؑ کے لیے	ہوا کو	تیز و تند ہوتے ہوئے

تَجْرِيْ	بِاَمْرِهٖٓ	اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ	بٰرَكْنَا	فِيْهَا ؕ	وَكُنَّا
وہ چلتی تھی	انؑ کے حکم سے	اس زمین کی طرف	ہم نے برکت دی	جس میں	اور ہم ہیں

بِكُلِّ شَيْءٍ	عٰلِمِيْنَ ۝٨١	وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ	مَنْ	يَّغُوْصُوْنَ
سب چیز کا	علم رکھنے والے	اور (ہم نے تابع کئے) شیطانوں میں سے	وہ جو	غوطے لگاتے تھے

لَهٗ	وَيَعْمَلُوْنَ	عَمَلًا	دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ	وَكُنَّا	لَهُمْ	حٰفِظِيْنَ ۝٨٢
انؑ کے لیے	اور وہ کرتے تھے	کچھ (دوسرے) کام	اس کے علاوہ	اور ہم تھے	ان کی	نگرانی کرنے والے

نوٹ: 1

آیات۔78 سے 82 تک ہر آیت میں بات مکمل ہونے کے بعد ایک ایک جملے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ دراصل انسان کی دائمی رہنمائی کے لیے ہے۔ قیامت تک جو بھی دل کی آنکھیں کھول کر قرآن کا مطالعہ کرے گا اس کے لیے ان اضافی جملوں میں ایک ہدایت ہے اور جو بھی اس ہدایت پر عمل کرے گا وہ اپنے آپ کو شرک کی ایک قسم سے بچالے گا۔ اب یہ بات سمجھ لیں کہ ہدایت کیا ہے اور اس پر عمل نہ کرنا شرک کیسے ہے۔

ہدایت یہ ہے کہ کسی نوع کا کوئی اختیار مل جائے، ذہن کسی بات کی تہہ تک پہنچ جائے، کسی مسئلہ کا حیرت انگیز حل سمجھ میں آجائے، ریسرچ کر کے کوئی ایجاد کرنے میں کامیاب ہو جائے، عوامل قدرت میں سے کسی پر کنٹرول حاصل ہو جائے جیسے بجلی پر قابو پانا، کوئی حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دے لے، غرضیکہ کوئی بھی کامیابی ہو یا کوئی بھی نعمت ملے، انسان کو چاہئے کہ اسے اپنی محنت، ذہانت اور صلاحیت کا نتیجہ نہ سمجھے، بلکہ ہمیشہ یہ یاد رکھے کہ یہ اللہ نے دی ہے تو اسے ملی ہے۔ ثانیاً یہ کہ اسے دے کر اللہ تعالیٰ اس سے بے تعلق نہیں ہو گیا بلکہ ہر چیز، ہر آن اور ہر لمحہ اس کی نظر میں ہے اور اس کے کنٹرول میں ہے۔ ثالثاً یہ کہ جب بھی اس کامیابی یا نعمت کا خیال آئے یا اس سے استفادہ کرے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔

اب ایمانداری سے سوچیں کہ ایسے موقعوں پر ہم کیا کرتے ہیں۔ زیادہ تر تو اسے ہم اپنا ہی کارنامہ قرار دیتے ہیں۔ میں نے اتنی محنت کی، یہ عقلمندی دکھائی، اتنی مشکلات پر قابو پایا تب کہیں یہ کام ہوا ہے، اگر کبھی ہم اپنی ذات کے خول سے باہر نکلتے بھی ہیں تو اس کا کریڈٹ اپنے کسی کرم فرما کو دیتے ہیں۔ میرے وکیل نے تو کمال ہی کر دیا۔ یہ میرے ڈاکٹر کی تشخیص کا کرشمہ ہے۔ بس میرا دوست کام آ گیا۔ ایسے موقعوں پر اللہ تعالیٰ کی ذات عموماً ہمارے ذہن سے اوجھل ہوتی ہے۔ جو کام بنانے والی یا نعمت دینے والی اصل ہستی ہے اس جگہ ہم انسانی قابلیت اور صلاحیت کو لا کر بٹھا دیتے ہیں اور اس کے گن گاتے رہتے ہیں۔ یہ شرک کی ایک قسم ہے۔ اسی سے بچنے کے لیے
مذکورہ آیات میں اصل حقیقت کی نشاندہی کرنے والے جملوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ان کی رہنمائی میں اگر ہم اس طرح سوچیں کہ مجھے یا فلاں کو اللہ نے توفیق دی اور مدد کی تو یہ کام ہو گیا، تو اس قسم کے شریک سے ہم خود کو بچالیں گے۔
سوچنے کے جس انداز کو اوپر شرک کی ایک قسم قرار دیا گیا ہے وہ کسی کی ذہنی اختراع نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں اس کا متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا

ہے۔ مثال کے طور ہم صرف تین آیات کا ترجمہ دے رہے ہیں جو ہم نے مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی کے ترجمہ سے نقل کیا ہے۔ (1) اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف پناہ لے جاتے ہو پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے تو تم میں ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے (النحل 53۔54) (2) پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں ایک اسی پر عقیدہ لا کر پھر جب وہ انہیں خشکی طرف بچا لیتا ہے۔ جبھی شرک کرنے لگتے ہیں (العنکبوت 65)۔ (3) اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتے ہے اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ دیتا ہے جبھی ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔ (الروم۔33)

سورۃ الکھف کی آیات۔ ۳۲ تا ۴۴ میں ہم مادہ پرستی کا شرک پڑھ چکے اور اس کی آیت۔ ۱۱۰ میں ریا کاری کا شرک بھی پڑھ لیا۔ ان کے ساتھ قابلیت وصلاحیت کے شریک اور اس کی دیگر اقسام کو ذہن میں رکھ کر سوچیں اور اندازہ کریں کہ شرک سے مکمل اجتناب کتنا مشکل کام ہے۔ ہم کسی ایک قسم کے شرک سے خود کو بچا لیتے ہیں تو کسی دوسری قسم کے شرک میں جا کر پھنس جاتے ہیں۔ ہم میں بہت کم ایسے نصیبے والے ہوں گے جو ہر نوع کے شرک سے پاک ہوں۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کی نشاندہی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور لوگوں کے اکثر اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں'' (یوسف 106)

حضرت ابراہیمؑ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں تقریباً پانچ چھ جگہ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اب اندازہ کریں کہ یہ کتنا بڑا سرٹیفکیٹ ہے، کتنا عظیم ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو دیا ہے۔ ہم لوگ تو ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے لیکن ان کی گرد کے جتنا قریب ہو سکیں ہمارے حق میں اتنا ہی بہتر ہے۔ اس کے لئے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہم خود کو شرک سے محفوظ نہ سمجھیں۔ پھر ہر نوع کے شرک سے بچنے کے لئے مسلسل شعوری کوشش کرتے رہیں اور ساتھ میں وہ دعا بھی مانگتے رہیں جو سورۃ الکھف کی آیت۔ 110۔ کے نوٹ۔ 2 میں دی ہوئی ہے۔

آیت نمبر (۸۳ تا ۸۸)

ترجمہ

وَ اَيُّوْبَ	اِذْ	نَادٰى	رَبَّهٗٓ	اَنِّيْ	مَسَّنِيَ	الضُّرُّ
اور (یاد کرو) ایوبؑ کو	جب	انہوں نے پکارا	اپنے رب کو	کہ	چھوا مجھ کو	تکلیف نے

وَاَنْتَ	اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾	فَاسْتَجَبْنَا	لَهٗ	فَكَشَفْنَا
اور تو ہی	رحم کرنے والوں کا سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے	تو ہم نے جواب دیا	ان کو	پھر ہم نے ہٹا دیا

مَا	بِهٖ	مِنْ ضُرٍّ	وَّاٰتَيْنٰهُ	اَهْلَهٗ	وَمِثْلَهُمْ
اس کو جو	انؑ پر تھی	کسی تکلیف میں سے	اور ہم نے دیئے ان کو	ان کے گھر والے	اور ان کے جیسے (اور بھی)

مَّعَهُمْ	رَحْمَةً	مِّنْ عِنْدِنَا	وَذِكْرٰى	لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾
ان کے ساتھ	بطور رحمت کے	اپنے پاس سے	اور بطور نصیحت کے	بندگی کرنے والوں کے لئے

وَاِسْمٰعِیْلَ	وَاِدْرِیْسَ	وَذَا الْكِفْلِ ؕ	كُلٌّ	مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝۸۵ ۚۖ 1300
اور (یاد کرو) اسماعیلؑ کو	اور ادریسؑ کو	اور ذوالکفل کو	(یہ لوگ) سب	صبر کرنے والوں میں سے تھے

وَاَدْخَلْنٰهُمْ	فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ	اِنَّهُمْ	مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۸۶	وَذَا النُّوْنِ
اور ہم نے داخل کیا ان کو	اپنی رحمت میں	بیشک وہ لوگ	صالح لوگوں میں سے ہے	اور مچھلی والے

اِذْ	ذَّهَبَ	مُغَاضِبًا	فَظَنَّ	اَنْ	لَّنْ نَّقْدِرَ
جب	وہ گئے	غصہ کرتے ہوئے (اپنی قوم سے)	پھر انہوں نے سمجھا	کہ	ہم ہرگز گرفت نہیں کریں گے

عَلَیْهِ	فَنَادٰی	فِی الظُّلُمٰتِ	اَنْ	لَّآ اِلٰهَ	اِلَّآ	اَنْتَ
ان پر	پھر انہوں نے پکارا	اندھیروں میں	کہ	کوئی بھی الٰہ نہیں	سوائے	تیرے

سُبْحٰنَكَ ۖ	اِنِّیْ	كُنْتُ	مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۸۷ ۚۖ	فَاسْتَجَبْنَا	لَهٗ ۙ
پاکیزگی تیری ہے	بیشک میں ہی	ہوں	ظلم کرنے والوں میں سے	پھر ہم نے جواب دیا	انؑ کو

وَنَجَّیْنٰهُ	مِنَ الْغَمِّ ؕ	وَكَذٰلِكَ	نُـْۨجِی	الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۸۸
اور ہم نے نجات دی ان کو	اس غم سے	اور اس طرح	ہم نجات دیتے ہیں	ایمان لانے والوں کو

نوٹ: 1

حضرت ادریسؑ اور حضرت ذوالکفلؑ کی سرگزشت حیات بالکل پردہ خفا میں ہیں۔ قدیم صحیفوں میں ان ناموں سے ان کا ذکر موجود نہیں ہے۔ اب یا تو یہ ہوا کہ عربی ولہجہ میں یہ نام بالکل بدل گئے ہیں یا قدیم صحیفوں سے ان کے نام غائب ہوگئے۔ جو بھی شکل ہوئی ہو بہرحال ان دونبیوں کے نام قرآن ہی کے ذریعہ سے متعارف ہوئے ہیں اور صبر ان کی نمایاں خصوصیت بتائی گئی ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ تورات یا قرآن، کسی میں بھی تمام انبیاء کرام کے نام اور حالات مذکورہ نہیں ہیں۔ تمام انبیاء کرام کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (89 تا 94)

ف ر ج

فَرَجًا: کسی چیز میں شگاف ڈالنا۔ دراڑ پیدا کرنا... (جب آسمان میں شگاف ڈالا جائے گا) ۷۷۔۹

فَرْجٌ: ج فُرُوْجٌ۔ اسم ذات بھی ہے۔ شگاف۔ دراڑ۔ پھر کنایہ کے طور پر انسان کی شرمگاہ کے لئے بھی آتا ہے۔ زیر مطالعہ آیت۔۹۱۔ ﴿وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝۶﴾ (50/ق:6) ''اور نہیں ہے اس میں یعنی آسمان میں کوئی بھی دراڑیں۔''

ترکیب

(آیت۔91)۔ فیھَا کی ضمیر اَلَّتِیْٓ کے لئے ہے۔ یہ فَرْجَهَا کے لئے نہیں ہوسکتی کیونکہ عربی میں فَرْجٌ مذکر لفظ ہے۔ (آیت۔92) اِنَّ کا اسم هٰذِهٖ ہے اور محلاً حالت نصب ہے۔ اُمَّتُكُمْ اس کی خبر ہے، جبکہ اُمَّةً وَّاحِدَةً حال ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔

(آیت۔93) تَقَطَّعُوْٓا باب تفعل ہے جس سے زیادہ تر افعال لازم آتے ہیں لیکن تَقَطَّعُوْٓا لازم اور متعدی، دونوں طرح آتا ہے اور قرآن مجید میں بھی یہ دونوں طرح آیا ہے۔ یہاں اَمْرَهُمْ کی نصب بتا رہی ہے کہ یہ متعدی ہے۔

ترجمہ

1300

وَ زَكَرِيَّآ	اِذْ	نَادٰى	رَبَّهٗ	رَبِّ	لَا تَذَرْنِىْ	فَرْدًا
اور (یاد کرو) زکریاؑ کو	جب	انہوں نے پکارا	اپنے رب کو	اے میرے رب	تو مت چھوڑ مجھ کو	تنہا

وَّ اَنْتَ	خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۚ ۸۹	فَاسْتَجَبْنَا	لَهٗ ز	وَوَهَبْنَا	لَهٗ	يَحْيٰى
اور تو ہی	وارثوں کا بہترین ہے	تو ہم نے جواب دیا	ان کو	اور ہم نے عطا کیا	ان کو	یحییٰ

وَاَصْلَحْنَا	لَهٗ	زَوْجَهٗ ؕ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ	فِى الْخَيْرٰتِ
اور ہم نے صحت ٹھیک کی	ان کے لئے	ان کی بیوی کی	بیشک وہ لوگ	سبقت کرتے تھے	بھلائیوں میں

وَيَدْعُوْنَنَا	رَغَبًا	وَّ رَهَبًا ؕ	وَكَانُوْا	لَنَا	خٰشِعِيْنَ ۹۰
اور وہ پکارتے تھے ہم کو	التجا کرتے ہوئے	اور ڈرتے ہوئے	اور وہ تھے	ہمارے لئے	فروتنی کرنے والے

وَالَّتِىْٓ	اَحْصَنَتْ	فَرْجَهَا	فَنَفَخْنَا	فِيْهَا
اور (یاد کرو) اس خاتون کو جس نے	حفاظت کی	اپنی عصمت کی	تو ہم نے پھونکا	ان (خاتون) میں

مِنْ رُّوْحِنَا	وَجَعَلْنٰهَا	وَابْنَهَآ	اٰيَةً	لِّلْعٰلَمِيْنَ ۹۱
اپنی روح میں سے	اور ہم نے بنایا ان کو	اور ان کے بیٹے کو	ایک نشانی	تمام جہانوں کے لئے

اِنَّ	هٰذِهٖٓ	اُمَّتُكُمْ	اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ	وَّ اَنَا	رَبُّكُمْ
بیشک	یہ	تم لوگوں کا دین ہے	ایک ہی دین ہوتے ہوئے	اور میں	تم لوگوں کا رب ہوں

فَاعْبُدُوْنِ ۹۲	وَتَقَطَّعُوْٓا	اَمْرَهُمْ	بَيْنَهُمْ ؕ	كُلٌّ	اِلَيْنَا
پس تم لوگ بندگی کرو میری	اور لوگوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا	اپنے کام کو	آپس میں	(وہ) سب ہیں	ہماری طرف ہی

رٰجِعُوْنَ ع ۹۳	فَمَنْ	يَّعْمَلْ	مِنَ الصّٰلِحٰتِ	وَ	هُوَ	مُؤْمِنٌ
لوٹنے والے	پھر جو	عمل کرے گا	نیکیوں میں سے	اس حال میں کہ	وہ	ایمان لانے والا ہو

فَلَا كُفْرَانَ	لِسَعْيِهٖ ۚ	وَاِنَّا	لَهٗ	كٰتِبُوْنَ ۹۴
تو کسی قسم کی کوئی ناقدری نہیں ہوگی	اس کی سعی کی	اور بیشک ہم	اس کو	لکھنے والے ہیں

نوٹ:1 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم انبیاء کی جماعت ایسے ہیں جیسے ایک باپ کے فرزند کہ دین سب کا ایک ہے یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت، گو احکامِ شرح گوناگوں ہیں۔ پھر لوگوں نے اختلاف کیا۔ بعض اپنے نبیوں پر ایمان لائے اور بعض نہ لائے۔ قیامت کے دن سب کا لوٹنا ہماری طرف ہے۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ (ابن کثیرؒ)

نوٹ:2 وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ میں اَمْرَهُمْ کا لفظ جامع ہے۔ اس میں یہ صورتحال بھی شامل ہے۔ کہ کچھ لوگ نبیؑ وقت پر ایمان نہیں لائے جس کی وجہ سے مذاہب الگ ہو گئے۔ اور اس میں ہماری موجودہ صورتحال بھی شامل ہے۔ ہم لوگ اللہ کی وحدانیت، آخرت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

رسالت اور آپؐ کے تاقیامت نَبِیِّ وقت ہونے پر ایمان رکھتے ہوئے فروعی معاملات میں اختلاف کر کے فرقوں میں بٹے ہیں۔اس لئے ہمارا ہر فرقہ آیت۔94۔میں مذکور وَهُوَ مُؤْمِنٌ کی شرط پوری کر رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کسی فرقے کے اہل علم دوسرے فرقے کو کافر قرار نہیں دیتے اہل علم کی بات کے مقابلہ میں نیم خواندہ واعظین کی بات میں کوئی وزن نہیں ہے۔اس لحاظ سے آیت۔94۔میں بشارت ہے کہ ہمارے کسی فرقے کا کوئی شخص جو بھی نیکیاں کرے گا تو ان شاء اللہ اس کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔

آیت کے اس مفہوم کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے۔حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔آپؐ فرماتے کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں پوچھا جو میرے بعد ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ اے میرے محمد (ﷺ) تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کے مرتبہ میں ہیں۔ان کے بعض زیادہ قوی ہیں بعض سے اور ہر ایک کے لئے نور ہے۔پس وہ شخص جس نے کوئی چیز لی اس میں سے جس پر وہ (یعنی صحابہؓ) ہیں، جو ان کے اختلاف میں سے ہے، تو وہ شخص میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا (کہ اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ان میں سے جس کی بھی تم لوگ پیروی کرو گے تو تم لوگ ہدایت پاؤ گے۔(مشکوٰۃ۔باب مناقب الصحابہؓ)

آیت نمبر (95 تا 100)

ح د ب

(س) حَدَبًا — آدمی کا کبڑا ہونا۔

حَدَبٌ — کبڑا پن۔پھر کسی زمین کی اونچی جگہ کو بھی مجازاً حَدَبٌ بھی کہتے ہیں۔آیت زیر مطالعہ ۹۴۔

ترجمہ

وَحَرٰمٌ	عَلٰی قَرْيَةٍ	اَهْلَكْنٰهَآ	اَنَّهُمْ	لَا يَرْجِعُوْنَ ۝۹۵
اور (لوٹنا) حرام ہے	کسی ایسی بستی پر	ہم نے ہلاک کیا جس کو	کہ وہ لوگ	نہیں لوٹیں گے

حَتّٰٓى	اِذَا	فُتِحَتْ	يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ	وَهُمْ	مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ
یہاں تک کہ	جب	کھولے جائیں گے	یاجوج اور ماجوج	اور وہ لوگ	ہر بلندی سے

يَّنْسِلُوْنَ ۝۹۶	وَاقْتَرَبَ	الْوَعْدُ الْحَقُّ	فَاِذَا	هِيَ	شَاخِصَةٌ
تیزی سے پھسلتے ہوں گے	اور (جب) قریب آ لگے	سچا وعدہ	تو جب ہی	وہ	کھلی کی کھلی رہ جانے والی ہیں

اَبْصَارُ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ۭ	يٰوَيْلَنَا	قَدْ كُنَّا	فِيْ غَفْلَةٍ
ان لوگوں کی آنکھیں جنہوں نے	کفر کیا	(اور کہیں گے) ہائے ہماری شامت	ہم رہے	غفلت میں

مِّنْ هٰذَا	بَلْ	كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ ۝۹۷	اِنَّكُمْ	وَمَا	تَعْبُدُوْنَ
اس سے	بلکہ	ہم ہی تھے	ظلم کرنے والے	بیشک تم لوگ	اور وہ جس کی	تم لوگ بندگی کرتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ	اَنْتُمْ	لَهَا	وٰرِدُوْنَ ۝۹۸	لَوْ	كَانَ
اللہ کے علاوہ	جہنم کا ایندھن ہیں	تم لوگ	اس کے لئے	پہنچنے والے ہو	اگر	ہوتے

هٰٓؤُلَاۗءِ	اٰلِهَةً	مَّا وَرَدُوْهَا ۭ	وَكُلٌّ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ۝۹۹
یہ سب	کوئی الٰہ	تو وہ نہ پہنچتے اس تک	اور سب	اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہیں

لَهُمْ	فِيْهَا	زَفِيْرٌ	وَّهُمْ	فِيْهَا	1300 لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰
انکے لئے ہوگی	اس میں	چیخ وپکار	اور وہ لوگ	اس میں	(کچھ) نہیں سنیں گے

نوٹ:1 آیات۔95۔96 کے سرسری مطالعہ سے یہ مفہوم ذہن میں آتا ہے کہ جس بستی کو اللہ نے ہلاک کیا اس کے لوگ نہیں لوٹیں گے یہاں تک یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں یعنی اس کے بعد وہ لوٹ سکیں گے۔لیکن ان آیات کا یہ مفہوم نہیں ہے۔اگر ایک حدیث ذہن میں ہوتو آدمی کا ذہن ان آیات کے صحیح مفہوم تک پہنچ جاتا ہے۔''ایک حدیث میں یاجوج وماجوج کی یورش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت قیامت اس قدر قریب ہوگی جیسے پورے پیٹوں کی حاملہ کہہ نہیں سکتے کب وہ بچہ جن دے،رات کو یا دن۔''(منقول از تفہیم القرآن) اب ان آیات کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے کہ ہلاک شدہ بستیوں کے لوگ واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں یعنی یہاں تک کہ قیامت آجائے۔اردو محاورہ ہم اسے اس طرح کہیں گے کہ وہ لوگ قیامت تک نہیں لوٹیں گے۔

نوٹ:2 آیت۔98۔میں مَا تَعْبُدُوْنَ آیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ یہاں اس سے مراد وہ بت اور پتھر ہیں جن کی مشرکین پرستش کرتے ہیں۔ان کو جہنم کا ایندھن بنانے سے مقصود ان پتھروں کو سزا دینا نہیں ہے بلکہ ان کے پجاریوں کو یہ دکھانا ہے کہ جن کو الٰہ سمجھ کے تم ان کی پرستش کرتے رہے ان کی یہاں کیا گت بن رہی ہے۔بعض مشرک قومیں جو انبیاء اور صالحین کی پرستش کرتی ہیں ان کا انجام یہاں زیر بحث نہیں ہے۔ان کے معاملات کی تفصیل قرآن کے دوسرے مقامات پر آئی ہے کہ قیامت کے دن وہ لوگ اپنے پجاریوں سے اعلان براءت کردیں گے۔

(تدبر قرآن)

آیت نمبر(101 تا 102)

ف ز ع

(س) ذَكَرًا دہشت زدہ ہونا۔گھبرانا۔﴿ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ﴾ (27/النمل:87)''اور جس دن پھونکا جائے گا صور میں تو دہشت زدہ ہو جائیں گے وہ جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں ہیں۔''

فَزَعٌ اسم ذات بھی ہے۔دحشت۔گھبراہٹ۔زیر مطالعہ آیت۔۱۰۳۔

(تفعیل) تَفْزِيْعًا کسی سے دہشت دور کرنا۔﴿ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ (34/سبا:23)''یہاں تک کہ جب دہشت دور کردی جائے گی ان کے دلوں سے۔''

ترجمہ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	سَبَقَتْ	لَهُمْ	مِّنَّا	الْحُسْنٰٓى ۙ	اُولٰٓئِكَ	عَنْهَا
بیشک	وہ لوگ	آگے بڑھی	جن کے لیے	ہمارے پاس	بھلائی	وہ لوگ	اس (جہنم) سے

مُبْعَدُوْنَ ۝۱۰۱ ۙ	لَا يَسْمَعُوْنَ	حَسِيْسَهَا ۚ	وَهُمْ	فِيْ مَا
دور رکھے جانے والے ہیں	وہ لوگ نہیں سنیں گے	اس کی سرسراہٹ	اور وہ	اس میں ہوں گے جو

اشْتَهَتْ	اَنْفُسُهُمْ	خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۲ ۚ	لَا يَحْزُنُهُمُ	الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ
چاہیں گے	ان کے جی	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	غمگین نہیں کرے گی ان کو	وہ بڑی دہشت

وَتَتَلَقّٰىهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ ط	هٰذَا	يَوْمُكُمُ الَّذِيْ
اور استقبال کریں گے ان کا	فرشتے	(اور کہیں گے) یہ	1300 تم لوگوں کا وہ دن ہے جس کا

كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝١٠٣	يَوْمَ	نَطْوِي	السَّمَآءَ	كَطَيِّ السِّجِلِّ
تم لوگوں کو وعدہ دیا گیا تھا	جس دن	ہم لپیٹیں گے	آسمان کو	جیسے عدالتی کاروائی کا لپیٹنا

لِلْكُتُبِ ط	كَمَا	بَدَاْنَآ	اَوَّلَ خَلْقٍ	نُّعِيْدُهٗ ط
لکھی ہوئی ہونے کے لیے	جیسے کہ	ہم نے ابتدا کی	پہلی تخلیق کی	(ویسے ہی) ہم واپس لائیں گے اس کو

وَعْدًا عَلَيْنَا ط	اِنَّا	كُنَّا	فٰعِلِيْنَ ۝١٠٤	وَلَقَدْ كَتَبْنَا
وعدہ ہوتے ہوئے ہم پر	بیشک	ہم ہیں	(وعدہ پورا) کرنے والے	اور بیشک ہم لکھ چکے ہیں

فِي الزَّبُوْرِ	مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ	اَنَّ	الْاَرْضَ	يَرِثُهَا	عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝١٠٥
زبور میں	نصیحت کے بعد	کہ	یہ زمین	وارث ہوں گے اس کے	میرے نیک بندے

اِنَّ	فِيْ هٰذَا	لَبَلٰغًا	لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۝١٠٦ ط
بیشک	اس میں	ایک پیغام ہے	بندگی کرنے والے لوگوں کے لیے

نوٹ:1

آیت۔105 میں جس زمین کا ذکر ہے اس سے مراد جنت کی زمین ہے کیونکہ آیت۔104۔ میں بتایا ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ اس آسمان یعنی موجودہ نظام شمسی کی بساط لپیٹ دے گا۔ یہی بات سورۂ ابراہیم کی آیت۔48۔ میں اس طرح آئی ہے کہ جس دن یہ زمین دوسری زمین سے اور آسمان دوسرے آسمان سے بدل دیئے جائیں گے۔ اس لیے آیت زیر مطالعہ میں دوبارہ تخلیق کی جانے والی زمین کا ذکر ہے اور اس کے وارث صالحین ہوں گے، یہ بات سورۂ زمر میں مزید واضح ہو جاتی ہے۔ جس میں آیت۔67 سے 73 تک قائم ہونے، حساب کتاب اور فیصلے ہونے پھر دوزخیوں کے دوزخ میں اور جنتیوں کے جنت میں داخلے کا ذکر کرنے کے بعد آیت۔74۔ میں جنت میں داخل ہوتے وقت ان کا قول نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہیں گے تمام شکر و سپاس اس اللہ کے لیے ہے جس نے سچ کیا ہم سے اپنا وعدہ اور ہم وارث بنیا اس زمین کا کہ ہم ٹھکانہ بنائیں اس جنت میں سے جہاں ہم چاہیں۔

آیت زیر مطالعہ میں زبور کا حوالہ ہے۔ ویسے تو زبور میں یہ بات جگہ جگہ بیان ہوئی ہے کہ زمین کے وارث نیک بندے ہی ہوں گے لیکن باب ۳۷ تو پورے کا پورا اسی حقیقت کی وضاحت کے لیے مخصوص ہے۔ اس کی نوعیت قطعہ بند نظم کی مانند ہے جس میں پہلے وعظ و نصیحت کی باتیں آتی ہیں پھر ٹیپ کے بند کی طرح یہ بات آتی ہے کہ زمین اور ملک کے وارث خدا کے نیک بندے ہوں گے۔ اور تکرار کے ساتھ ہی یہ بشارت بھی ہے کہ یہ وراثت دائمی اور ابدی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ ابدی وراثت کی بشارت موجودہ زمین سے متعلق نہیں ہے۔ اس کی نہ تو کوئی چیز ابدی ہے اور نہ اس کی وراثت صالحین کے لیے مخصوص ہے۔ بلکہ یہ زمین اور اس کی ہر چیز فانی ہے اور اس میں نیک و بد دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک مدت تک کے لیے مہلت بخشی ہے۔

موجودہ زمین میں عارضی وراثت جس قاعدے پر تقسیم ہوتی ہے اسے سورۂ اعراف کی آیت۔128۔ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ’’زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔‘‘ مشیت الٰہی کے تحت یہ وراثت مومن و کافر

سب کو ملتی ہے مگر جزائے اعمال کے طور پر نہیں بلکہ امتحان کے طور پر۔ جیسا کہ اس اگلی آیت۔ ۱۲۹۔ میں فرمایا ''اور وہ تم کو زمین میں خلیفہ بنائے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔'' اس وراثت میں ہیشگی نہیں ہے۔ یہ محض ایک امتحان کا موقعہ ہے جو خدا کے ایک ضابطے کے مطابق مختلف قوموں کو باری باری دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس آخرت میں زمین کا دوامی بندوبست ہوگا اور اللہ تعالیٰ صرف مومنین صالحین کو اس کا وارث بنائے گا۔ امتحان کے طور پر نہیں بلکہ جزائے اعمال کے طور پر۔ یہ وراثت دائمی اور ابدی ہوگی۔ (تدبر قرآن اور تفہیم القرآن سے ماخوذ)۔

آیت نمبر (107 تا 112)

ترجمہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ	اِلَّا	رَحْمَةً	لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾	قُلْ	اِنَّمَا
اور ہم نے نہیں بھیجا کو	مگر	رحمت ہوتے ہوئے	تمام جہانوں کے لئے	آپ ﷺ کہیے	کچھ نہیں سوائے اس کے

يُوْحٰٓى	اِلَيَّ	اَنَّمَآ	اِلٰـهُكُمْ	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ	فَهَلْ	اَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾
وحی کی جاتی ہے	میری طرف	کہ بس	تم لوگوں کا الٰہ	واحد الٰہ ہے	تو کیا	تم لوگ	فرمانبرداری کرنے والے ہو

فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَقُلْ	اٰذَنْتُكُمْ	عَلٰى سَوَآءٍ ۭ
پھر اگر	وہ لوگ منہ موڑیں	تو آپ ﷺ کہہ دیں	میں نے آگاہ کیا تمہیں	برابر پر (یعنی پوری طرح)

وَاِنْ اَدْرِيْٓ	اَ	قَرِيْبٌ	اَمْ	بَعِيْدٌ	مَّا	تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾
اور میں نہیں جانتا	آیا	قریب ہے	یا	دور ہے	وہ جس کا	تم لوگوں سے وعدہ کیا جاتا ہے

اِنَّهٗ	يَعْلَمُ	الْجَهْرَ	مِنَ الْقَوْلِ	وَيَعْلَمُ	مَا
بیشک وہ	جانتا ہے	نمایاں کیے جانے کو	بات میں سے	اور وہ جانتا ہے	اس کو جو

تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾	وَاِنْ اَدْرِيْ	لَعَلَّهٗ	فِتْنَةٌ	لَّكُمْ
تم لوگ چھپاتے ہو	اور میں نہیں جانتا	شاید وہ (وعدہ کی تاخیر)	آزمائش ہو	تمہارے لئے

وَّمَتَاعٌ	اِلٰى حِيْنٍ ﴿١١١﴾	قٰلَ	رَبِّ	احْكُمْ
اور برتنے کا سامان ہو	ایک وقت تک	(حضور ﷺ نے) کہا	اے میرے رب	تو فیصلہ کردے

بِالْحَقِّ ۭ	وَرَبُّنَا	الرَّحْمٰنُ	الْمُسْتَعَانُ	عَلٰى مَا	تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾ ع
حق کے ساتھ	اور ہمارا رب	وہ رحمٰن ہے	جس سے مدد مانگی جاتی ہے	اس پر جو	تم لوگ باتیں بناتے ہو

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورہ الحج (22)

آیت نمبر (1 تا 4)

ذ	ھ	ل

(ف) ذَهْلًا بھول جانا۔ غافل ہوجانا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 2

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ	اتَّقُوۡا	رَبَّكُمۡ ۚ	اِنَّ	زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ	شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ ①
اے لوگو	تم لوگ بچو	اپنے رب (کی نافرمانی) سے	یقیناً	اس گھڑی کا زلزلہ	ایک عظیم چیز ہے

يَوۡمَ	تَرَوۡنَهَا	تَذۡهَلُ	كُلُّ مُرۡضِعَةٍ	عَمَّاۤ	اَرۡضَعَتۡ
جس دن	تم لوگ دیکھو گے اس کو (کہ)	غافل ہوجائے گی	ہر دودھ پلانے والی	اس سے جس کو	اس نے دودھ پلایا

وَتَضَعُ	كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ	حَمۡلَهَا	وَتَرَى	النَّاسَ	سُكٰرٰى	وَ	مَا هُمۡ
اور ڈال دے گی	ہر حمل والی	اپنے حمل کو	اور تو دیکھے گا	لوگوں کو	بہت نشہ میں	حالانکہ	وہ نہیں ہوں گے

بِسُكٰرٰى	وَلٰكِنَّ	عَذَابَ اللّٰهِ	شَدِيۡدٌ ②	وَمِنَ النَّاسِ	مَنۡ	يُّجَادِلُ
نشہ میں	اور وہ لیکن (بلکہ)	اللہ کا عذاب	شدید ہے	اور وہ لوگوں میں سے	وہ (بھی ہے) جو	بحث کرتا ہے

فِى اللّٰهِ	بِغَيۡرِ عِلۡمٍ	وَّيَتَّبِعُ	كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ ③	كُتِبَ	عَلَيۡهِ
اللہ (کے بارے) میں	کسی علم کے بغیر	اور وہ پیروی کرتا ہے	ہر ایک سرکش شیطان کی	لکھا گیا	اس (شخص) پر

اَنَّهٗ	مَنۡ	تَوَلَّاهُ	فَاَنَّهٗ	يُضِلُّهٗ
(کہ) حقیقت یہ ہے کہ	جو	دوست بناتا ہے اس (شیطان) کو	تو پھر تو وہ	گمراہ کرے گا اس کو

وَيَهۡدِيۡهِ	اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ ④
اور وہ رہنمائی کرے گا اس کی	شعلوں والی آگ کے عذاب کی طرف

نوٹ: 1 زیر مطالعہ پہلی آیت میں جس زلزلہ کا ذکر ہے یہ قیامت کی ابتدائی کیفیات میں سے ہے۔ نبی ﷺ نے بتایا ہے کہ نفخ صور کے تین مواقع ہیں۔ پہلے نفخ فَزَع ہوگا جو عام سراسیمگی پیدا کرے گا۔ دوسرا نفخ صَعَق ہوگا جب سب مر کر گر جائیں گے اور تیسرے نفخ پر سب لوگ زندہ ہو کر خدا کے حضور پیش ہوجائیں گے۔ پہلے نفخ کی تفصیلی کیفیت بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ نے بتایا کہ اس وقت زمین کی حالت اس کشتی کی سی ہوگی جو موجوں کے تھپیڑے کھا کر ڈگمگا رہی ہو۔ یا اس معلق قندیل کی سی ہوگی جس کو ہوا کے جھونکے بری طرح جھنجھوڑ رہے ہوں۔

(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (5 تا 7)

م ض غ

(ف) **مَضْغًا** چپانا

مُضْغَةٌ گوشت کا چھوٹا ٹکڑا جو چپانے کے لیے منہ میں ڈالا جا سکے۔ گوشت کی بوٹی۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۵

ط ف ل

(خ) **طُفُوْلَةً** نرم و نازک ہونا۔

طِفْلٌ ج اَطْفَالٌ۔ بچہ۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۵

ھ م د

ھَمْدًا آگ کا بجھنا۔ ٹھنڈا ہونا۔ زمین کا روئیدگی کے بغیر ہونا۔

ھَامِدَةٌ فَاعِلَةٌ کے وان پر صفت ہے۔ بجھنے والی یعنی ٹھنڈی۔ بغیر روئیدگی کے ہونے والی یعنی بنجر۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۵

ب ھ ج

بَھَاجَةً خوشنما ہونا۔ سرسبز و شاداب ہونا۔

بَھْجَةٌ اسم ذات ہے۔ خوشنمائی۔ شادابی۔ ﴿فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَھْجَةٍ﴾ (27/النمل:60) ’’پھر ہم نے اگائے اس سے باغات شادابی والے۔

بَھِیْجٌ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ خوشنما۔ شاداب۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۵

ترجمہ

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ	اِنْ	كُنْتُمْ	فِیْ رَیْبٍ	مِّنَ الْبَعْثِ	فَاِنَّا
اے لوگو	اگر	تم لوگ ہو	کسی شک میں	(دوبارہ) اٹھائے جانے سے	تو بیشک ہم نے

خَلَقْنٰكُمْ	مِّنْ تُرَابٍ	ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ	ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ
پیدا کیا تم لوگوں کو	ایک مٹی سے	پھر ایک نطفہ سے	پھر ایک جمے ہوئے خون سے

ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ	وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ	لِّنُبَیِّنَ	لَكُمْ ؕ
پھر ایک چکنی کی ہوئی گوشت کی بوٹی سے	اور بغیر چکنی کی ہوئی (بوٹی) سے	تا کہ ہم واضح کریں	تمہارے لیے (حقائق کو)

وَنُقِرُّ	فِی الْاَرْحَامِ	مَا	نَشَآءُ	اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی	ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ
اور ہم ٹھہراتے ہیں	رحموں میں	اس چیز کو جس کو	ہم چاہتے ہیں	ایک معین مدت تک	پھر ہم نکالتے ہیں تم لوگوں کو

طِفْلًا	ثُمَّ	لِتَبْلُغُوْۤا	اَشُدَّكُمْ ۚ	وَمِنْكُمْ مَّنْ	یُّتَوَفّٰی
ایک بچہ ہوتے ہوئے	پھر (ہم بڑھاتے ہیں)	تا کہ تم لوگ پہنچو	اپنی پختگی کو	اور تم میں وہ بھی ہے جس کو	موت دی جاتی ہے

وَمِنْكُمْ مَّنْ	یُّرَدُّ	اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ	لِكَیْلَا یَعْلَمَ	مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ	شَیْـًٔا ؕ
اور تم میں وہ بھی ہے جو	لوٹا دیا جاتا ہے	عمر کے سب سے گھٹیا (حصہ) کی طرف	تا کہ وہ نہ جانے	جاننے کے بعد سے	کچھ بھی

وَتَرَى	الْاَرْضَ	هَامِدَةً	فَاِذَآ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْهَا	الْمَآءَ	اهْتَزَّتْ 1301
اورتو دیکھتا ہے	زمین کو	بنجر حالت میں	پھر جب	ہم اتارتے ہیں	اس پر	پانی	تو وہ لہلہاتی ہے

وَرَبَتْ	وَاَنْبَتَتْ	مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيْجٍ ۝	ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ
اورا بھرتی ہے	اور وہ اگاتی ہے	ہر ایک شاداب جوڑے میں سے	یہ	اس سبب سے ہے کہ	اللہ

هُوَ الْحَقُّ	وَاَنَّهٗ	يُحْيِ	الْمَوْتٰى	وَاَنَّهٗ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۝
ہی حق ہے	اور یہ کہ وہ ہی	زندگی دیتا ہے	مردوں کو	اور یہ کہ وہ	ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے

وَّاَنَّ	السَّاعَةَ	اٰتِيَةٌ	لَّا رَيْبَ	فِيْهَا	وَاَنَّ	اللّٰهَ
اور یہ کہ	وہ گھڑی (یعنی قیامت)	آنے والی ہے	کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے	اس میں	اور یہ کہ	اللہ

يَبْعَثُ	مَنْ	فِي الْقُبُوْرِ ۝
(دوبارہ) اٹھائے گا	ان کو جو	قبروں میں ہیں

نوٹ:1 خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ کا یا تو یہ ہے کہ ہر انسان ان مادوں سے پیدا کیا جاتا ہے جو سب کے سب زمین سے حاصل ہوتے ہیں اور اس تخلیق کی ابتدا نطفے سے ہوتی ہے۔ یا یہ کہ نوع انسانی کا آغاز حضرت آدمؑ سے کیا گیا جو براہ راست مٹی سے بنائے گئے تھے اور پھر آگے نسل انسانی کا سلسلہ نطفہ سے چلا۔ اس کے آگے اشارہ ہے ان مختلف اطوار کی طرف جن سے ماں کے پیٹ میں بچہ گزرتا ہے۔ ان کی وہ تفصیلات بیان نہیں کی گئیں جو آج کل صرف طاقتور دوربینوں سے ہی نظر آ سکتی ہیں، بلکہ ان بڑے بڑے نمایاں تغیرات کا ذکر کیا گیا ہے جن سے اس زمانے کے عام بدو بھی واقف تھے۔ اسقاط کی مختلف حالتوں میں چونکہ تخلیق انسانی کے یہ سب مراحل لوگوں کے مشاہدے میں آتے تھے اس لئے انہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے علم الجنین کی تفصیلی تحقیقات کی نہ اس وقت ضرورت تھی نہ آج ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ:2 اَرْذَلِ الْعُمُرِ کا مطلب ہے وہ عمر جس میں انسان کے عقل و شعور اور حواس میں خلل آنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسی عمر سے پناہ مانگی ہے اور آپ ﷺ یہ دعا بکثرت مانگتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ (یعنی بزدلی سے) وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (8 تا 13)

ع ط ف

(س) عَطْفًا مائل ہونا۔ لگام موڑنا

عِطْفٌ ہر چیز کا کنارہ۔ پہلو۔ زیر مطالعہ آیت۔9

ترجمہ

وَمِنَ النَّاسِ	مَنْ	يُّجَادِلُ	فِي اللّٰهِ	بِغَيْرِ عِلْمٍ	وَّلَا هُدًى
اور لوگوں میں سے	وہ (بھی ہے) جو	بحث کرتا ہے	اللہ (کے بارے) میں	کسی علم کے بغیر	اور نہ کسی ہدایت سے

وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۸﴾	ثَانِيَ عِطْفِهٖ	لِيُضِلَّ	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
اور نہ کسی روشن کتاب سے	اپنے پہلو کو موڑنے والا ہوتے ہوئے	تاکہ وہ گمراہ کرے (لوگوں کو)	اللہ کے راستہ سے

لَهٗ	فِي الدُّنْيَا	خِزْيٌ	وَّنُذِيْقُهٗ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾
اس کے لئے ہے	دنیا میں	ایک رسوائی	اور ہم چکھائیں گے اس کو	قیامت کے دن	شعلے کا عذاب

ذٰلِكَ	بِمَا	قَدَّمَتْ	يَدٰكَ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	لَيْسَ بِظَلَّامٍ
(اور ہم کہیں گے) یہ	اس سبب سے ہے جو	آگے بھیجا	تیرے دونوں ہاتھوں نے	اور یہ کہ	اللہ	ذرا ظلم کرنے والا نہیں ہے

لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾ ع	وَمِنَ النَّاسِ	مَنْ	يَّعْبُدُ	اللّٰهَ	عَلٰى حَرْفٍ ۚ	فَاِنْ	اَصَابَهٗ	خَيْرُ
بندوں پر	اور لوگوں میں سے	وہ (بھی ہے) جو	بندگی کرتا ہے	اللہ کی	ایک کنارے پر	پھر اگر	آ لگے اس کو	کوئی بھلائی

اطْمَاَنَّ ۚ	بِهٖ	وَاِنْ	اَصَابَتْهُ	فِتْنَةُ	انْقَلَبَ	عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ
تو وہ مطمئن ہوتا ہے	اس سے	اور اگر	آ لگے اس کو	کوئی آزمائش	تو وہ الٹا پھر جاتا ہے	اپنے منہ کے بل

خَسِرَ	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةَ ؕ	ذٰلِكَ	هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾	يَدْعُوْا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اس نے نقصان اٹھایا	دنیا میں	اور آخرت میں	یہ	ہی صریح خسارہ ہے	وہ پکارتا ہے	اللہ کے علاوہ

مَا	لَا يَضُرُّهٗ	وَمَا	لَا يَنْفَعُهٗ ؕ	ذٰلِكَ	هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ ۚ	يَدْعُوْا
اس چیز کو جو	نقصان نہیں پہنچاتی اس کو	اور اس کو جو	نفع نہیں دیتی اس کو	یہ	ہی دور والی گمراہی ہے	وہ پکارتا ہے

لَمَنْ	ضَرُّهٗٓ	اَقْرَبُ	مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ	لَبِئْسَ الْمَوْلٰى	وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾
ضرور ہی اس کو	جس کا نقصان	زیادہ قریب ہے	اس کے نفع سے	یقیناً بہت ہی برا کارساز ہے	اور یقیناً بہت ہی برا ساتھی ہے

نوٹ:1 کہتے ہیں مَرَّ ثَانِيَ عِطْفِهٖ وہ تکبر کے ساتھ چلا (المنجد)۔ اس طرح یہ دراصل تکبر کے اظہار کے لئے عربی محاورہ ہے۔ ''اس میں تین کیفیتیں شامل ہیں۔ جاہلانہ ضد اور ہٹ دھرمی۔ تکبر اور غرور نفس۔ اور کسی سمجھانے والے کی بات کی طرف التفات نہ کرنا'' (تفہیم القرآن)۔ آدمی کے پاس دلیل نہ ہو اور وہ اپنے غلط موقف سے دستبردار ہونے کے لئے بھی تیار نہ ہو تو اس کے پندار کو بڑی چوٹ لگتی ہی۔ اس کا انتقام وہ اپنے غرور کا مظاہرہ کر کے لینے کی کوشش کرتا ہے۔ (تدبر القرآن)

نوٹ:2 کنارے کنارے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے نزول قرآن کے وقت بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ آج کے دور میں ایسے مسلمانوں کے لئے اسلام ان کے گلے کا چھچھوندر ہے جو نہ اگلے بنے نہ نگلے بنے۔ مسلمان گھرانے میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اب اگر اسلام چھوڑتے ہیں تو خاندان برادری کے رشتے ناطے کٹ جاتے ہیں۔ باپ کی وراثت سے محروم ہوتے ہیں۔ یہ وہ نقصان ہے جو یہ لوگ Afford نہیں کر سکتے۔ اور اگر اسلام پر پوری طرح عمل کرتے ہیں تو اپنے مغربی آقاؤں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے۔ اس پریشانی میں کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچتے ہیں اور مولوی کو برا بھلا کہتے ہیں کہ یہ لوگ اسلام کی صحیح تعبیر نہیں کرتے۔ پھر قرآن وحدیث کی من مانی تاویلیں کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر بھی کسی کروٹ چین نصیب نہیں ہوتا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر وہ محاورہ ذہن میں آتا ہے کہ دھوبی کا کتا نہ گھر کا

نہ گھاٹ کا یعنی: خَسِرَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃَ۔

آیت نمبر (14 تا 18)

ترجمہ

اِنَّ اللّٰہَ	یُدۡخِلُ	الَّذِیۡنَ	اٰمَنُوۡا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	جَنّٰتٍ	تَجۡرِیۡ
بیشک اللہ	داخل کرے گا	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور عمل کئے	نیکیوں کے	ایسے باغات میں	بہتی ہیں

مِنۡ تَحۡتِهَا	الۡاَنۡهٰرُ ط	اِنَّ اللّٰہَ	یَفۡعَلُ	مَا	یُرِیۡدُ ۝۱۴	مَنۡ	كَانَ	یَظُنُّ	اَنۡ
جن کے نیچے سے	نہریں	بیشک اللہ	کر گزرتا ہے	وہ جو	وہ ارادہ کرتا ہے	جو	ہے (کہ)	گمان کرتا ہے	کہ

لَّنۡ یَّنۡصُرَهُ	اللّٰهُ	فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ	فَلۡیَمۡدُدۡ	بِسَبَبٍ
ہرگز مدد نہیں کرے گا ان (نبیؐ) کی	اللہ	دنیا اور آخرت میں	تو چاہیے کہ وہ تان لے	ایک رسی کو

اِلَی السَّمَآءِ	ثُمَّ لۡیَقۡطَعۡ	فَلۡیَنۡظُرۡ	هَلۡ یُذۡهِبَنَّ	كَيۡدُهٗ
آسمان تک	پھر ایک چاہیے کہ وہ کاٹ دے (اللہ کی مدد کو)	پھر وہ دیکھے	کیا لے جاتی ہے	اس کی تدبیر

مَا	یَغِیۡظُ ۝۱۵	وَكَذٰلِكَ	اَنۡزَلۡنٰهُ	اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ	وَّ اَنَّ اللّٰہَ
اس چیز کو جو	خون کھولاتی ہے (اس کا)	اور اس طرح	ہم نے اتارا اس (قرآن) کو	واضح نشانیاں ہوتے ہوئے	اور یہ کہ اللہ

یَهۡدِیۡ	مَنۡ	یُّرِیۡدُ ۝۱۶	اِنَّ الَّذِیۡنَ	اٰمَنُوۡا	وَالَّذِیۡنَ	هَادُوۡا
ہدایت دیتا ہے	اس کو جسے	وہ ارادہ کر	بیشک وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور وہ جو	یہودی ہوئے

وَالصّٰبِـِٕیۡنَ	وَالنَّصٰرٰی	وَالۡمَجُوۡسَ	وَالَّذِیۡنَ	اَشۡرَكُوۡۤا ۖ	اِنَّ اللّٰہَ	یَفۡصِلُ
اور صابئین	اور نصاریٰ	اور مجوسی	اور وہ جنہوں نے	شرک کیا	(تو) بیشک اللہ	فیصلہ کرے گا

بَیۡنَهُمۡ	یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ط	اِنَّ اللّٰہَ	عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ	شَهِیۡدٌ ۝۱۷	اَلَمۡ	تَرَ اَنَّ اللّٰہَ
ان کے مابین	قیامت کے دن	بیشک اللہ	ہر چیز پر	عینی شاہد ہے	کیا تو نے غور نہیں کیا	کہ اللہ

یَسۡجُدُ	لَهٗ	مَنۡ	فِی السَّمٰوٰتِ	وَمَنۡ	فِی الۡاَرۡضِ
سجدہ کرتے ہیں	اس کو	وہ جو	آسمانوں میں ہیں	اور وہ جو	زمین میں ہیں

وَالشَّمۡسُ	وَالۡقَمَرُ	وَالنُّجُوۡمُ	وَالۡجِبَالُ	وَالشَّجَرُ	وَالدَّوَآبُّ	وَكَثِیۡرٌ مِّنَ النَّاسِ ط
اور سورج	اور چاند	اور ستارے	اور پہاڑ	اور درخت	اور جانور	اور لوگوں میں سے اکثر

وَكَثِیۡرٌ	حَقَّ	عَلَیۡهِ	الۡعَذَابُ ط	وَمَنۡ	یُّهِنِ اللّٰہُ	فَمَا لَهٗ
اور اکثر (وہ ہیں)	ثابت ہوا	جن پر	عذاب	اور جس کو	ذلیل کرتا ہے اللہ	تو نہیں ہے اس کے لیے

مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	يَفْعَلُ	مَا	يَشَآءُ ؕ ﴿۱۸﴾ السجدة 1301
کوئی بھی عزت دینے والا	بیشک اللہ	کرگزرتا ہے	وہ جو	وہ چاہتا ہے

نوٹ:1 آیت۔۱۵ کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کا راستہ روکنے والے یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اس کے دین کی مدد نہ کرے تو یہ جبھی ہوسکتا ہے کہ جب معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منصب نبوت سلب ہوجائے اور آپؐ پر وحی آنا منقطع ہوجائے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی کو منقطع کرنے کا کام کرنا چاہتا ہے تو وہ کسی طرح آسمان پر پہنچے اور وہاں جا کر اس سلسلہ وحی کو ختم کردے۔ ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ تو پھر اسلام کے خلاف غیظ وغضب کا کیا نتیجہ۔ یہ تفسیر دُرِّ منثور میں ابن زید سے روایت کی ہے اور میرے نزدیک یہ سب سے بہتر اور صاف تفسیر ہے۔ قرطبی نے اسی تفسیر کو ابونحاس سے نقل کرکے فرمایا کہ یہ سب سے احسن تفسیر ہے اور حضرت عباسؓ سے بھی اس تفسیر کو نقل کیا گیا ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (42 تا 45)

س ب ب

(ن) صَبًّا اوپر سے پانی گرانا۔ برسانا۔ انڈیلنا۔ زیر مطالعہ آیت۔۱۹۔

ص ھ ر

(ف) صَھْرًا (۱) پگھلانا۔ گلانا (۲) قریب ونزدیک کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔۲۰۔

(مفاعلہ) مُصَاھَرَةً ایک دوسرے کے قریب ہونا۔ شادی سے رشتہ دار بننا۔

صِھْرٌ سسرالی رشتے دار۔ ﴿فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِھْرًا ؕ﴾ (25/الفرقان:54) ''پھر اس نے بنایا اس کو رشتہ دار باپ دادا سے اور ناطے دار سسرال سے''

ذ ک ر

(ف) قَمْعًا کسی چیز کو کوٹنا۔ ذلیل کرنا۔

مِقْمَعٌ ج مَقَامِعُ۔ کوٹنے کا آلہ۔ ہتھوڑا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 21

ل ء ل ء

(رباعی) لَأْلَأَةً ستارے یا بجلی کا چمکنا۔

لُؤْلُؤٌ موتی زیر مطاعہ آیت۔۲۳۔

ترکیب (آیت۔19) خَصْمٌ مصدر ہے اور مصدر کی تثنیہ اور جمع نہیں آتی۔ لیکن بعض مصادر اسم الفاعل کے معنی میں بھی آتے ہیں۔ ان معانی میں پھر ان کی تثنیہ اور جمع آتی ہے۔ جیسے رَبٌّ (پالنا) مصدر ہے لیکن اسم الفاعل (پالنے والا) کے معنی بھی آتا ہے اس معنی میں اس کی جمع ارباب آتی ہے۔ اسی خَصْمٌ (زبانی جھگڑا کرنا) مصدر ہے لیکن یہاں یہ اسم الفاعل (زبانی جھگڑا کرنے والا) کے معنی میں آیا ہے اس کے لیے اس کا

تثنیہ خَصۡمٰنِ استعمال ہوا ہے۔ (آیت۔ ۲۳) ۔یُحَلَّوۡنَ کا نائب فاعل اس میں شامل هُمۡ کی ضمیر ہے جبکہ اس کا مفعول ثانی مِنۡ اَسَاوِرَ بھی ہے اور لُؤۡلُؤًا بھی ہے۔ اس لیے یہ حالت نصب میں ہے مِنۡ اَسَاوِرَ کا مِنۡ بیانیہ ہے۔ اردو میں اس کا مفہوم ''جیسے'' یا ''مثلاً'' کے الفاظ سے ادا ہوتا ہے جبکہ مِنۡ ذَهَبٍ کا مِنۡ تبعیضیہ ہے۔ ترجمہ اسی لحاظ سے ہوگا۔ (آیت ۲۴) یہاں پر اَلۡحَمِیۡدِ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر نہیں آیا ہے بلکہ اس کے نام کے طور پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے جو دوسرا لفظ قرآن میں اس کے نام کے طور پر آیا ہے وہ اَلرَّحۡمٰنُ ہے۔ (حافظ احمد یار صاحب) ۔جیسے ﴿ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ۝۵ ﴾ (20/ طٰہٰ:5) ''الرحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہوا'' (آیت۔۲۵) سَوَآءَ کو اگر پچھلے جملے سے متعلق مانیں تو آگے اَلۡعَاکِفُ فِیۡهِ وَالۡبَادِ کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ پچھلا جملہ لِلنَّاسِ پر ختم ہو گیا اور سَوَآءَ سے نیا جملہ شروع ہو رہا ہے۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے اور یہ اَلۡعَاکِفُ اور اَلۡبَادِ کا حال ہے نوٹ کرلیں کہ بَادٍ یہاں حالت رفع میں ہے۔

ترجمہ

هٰذٰنِ	خَصۡمٰنِ	اخۡتَصَمُوۡا	فِیۡ رَبِّهِمۡ	فَالَّذِیۡنَ
یہ	دو حجت بحث کرنے والے (گروہ) ہیں	جنہوں نے حجت تکرار کی	اپنے رب (کے بارے) میں	پس وہ لوگ جنہوں نے

كَفَرُوۡا	قُطِّعَتۡ	لَهُمۡ	ثِیَابٌ	مِّنۡ نَّارٍ	یُصَبُّ	مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ
انکار کیا	کاٹے جائیں گے	ان کے لیے	کپڑے	کسی آگ میں سے	انڈیلا جائے گا	ان کے سروں کے اوپر سے

الۡحَمِیۡمُ ⑲	یُصۡهَرُ	بِهٖ	مَا	فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ	وَالۡجُلُوۡدُ ⑳
کھولتا پانی	گلایا جائے گا	اس سے	اس کو جو	ان کے پیٹوں میں ہے	اور کھالوں کو (بھی)

وَلَهُمۡ	مَّقَامِعُ	مِنۡ حَدِیۡدٍ ㉑	كُلَّمَاۤ	اَرَادُوۡۤا	اَنۡ	یَّخۡرُجُوۡا	مِنۡهَا
اور ان کے لیے	ہتھوڑے ہیں	لوہے میں سے	جب کبھی	اور ارادہ کرتے ہیں	کہ	وہ نکلیں	اس سے

مِنۡ غَمٍّ	اُعِیۡدُوۡا	فِیۡهَا	وَذُوۡقُوۡا	عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ ㉒	اِنَّ اللّٰهَ
(اس کی) بے چینی سے	تو وہ لوٹا دیئے جائیں گے	اس میں	اور (کہا جائے گا) چکھو	شعلے کا عذاب	بیشک اللہ

یُدۡخِلُ	الَّذِیۡنَ	اٰمَنُوۡا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	جَنّٰتٍ	تَجۡرِیۡ
داخل کرے گا	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور عمل کئے	نیکیوں کے	ایسے باغات میں	بہتی ہیں

مِنۡ تَحۡتِهَا	الۡاَنۡهٰرُ	یُحَلَّوۡنَ	فِیۡهَا	مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ	وَّلُؤۡلُؤًا
جن کے نیچے سے	نہریں	ان کو آراستہ کیا جائے گا	ان (باغات) میں	مثلاً سونے کے کنگنوں سے	اور موتی سے

وَلِبَاسُهُمۡ	فِیۡهَا	حَرِیۡرٌ ㉓	وَهُدُوۡۤا	اِلَی الطَّیِّبِ	مِنَ الۡقَوۡلِ
اور ان کا لباس	ان (باغات) میں	باریک ریشم ہے	اور ان کی رہنمائی کی جائے گی	پاکیزہ کی طرف	بات میں سے

وَهُدُوۡۤا	اِلٰی صِرَاطِ الۡحَمِیۡدِ ㉔	اِنَّ الَّذِیۡنَ	كَفَرُوۡا
اور ان کی رہنمائی کی جائے گی	الحمید (یعنی اللہ تعالیٰ) کے راستے کی طرف	بیشک وہ لوگ جنہوں نے	انکار کیا

وَيَصُدُّوْنَ	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	الَّذِيْ	جَعَلْنٰهُ
اور روکتے ہیں (لوگوں کو)	اللہ کے راستے سے	اور مسجد حرام سے	وہ (مسجد)	1301 ہم نے بنایا جس کو

لِلنَّاسِ	سَوَآءَ	اِلْعَاكِفُ	فِيْهِ	وَالْبَادِ	وَمَنْ
لوگوں کے لیے	برابر (کا حق) ہے	ٹھہرنے والے (یعنی مکہ کے شہری) کا	اس (مسجد) میں	اور صحرا نشین (یعنی آفاقی) کا	اور جو

يُّرِدْ	فِيْهِ	بِاِلْحَادٍ	بِظُلْمٍ	نُّذِقْهُ	مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۲۵
ارادہ کرے گا	اس (مسجد) میں	کسی کج روی کا	کسی ظلم کے ساتھ	تو ہم چکھائیں گے اس کو	ایک دردناک عذاب میں سے

نوٹ:1

آیت۔19۔ میں اللہ کے بارے میں جھگڑا کرنے والے تمام گروہوں کو ان کی کثرت کے باوجود دو فریقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک فریق وہ جو انبیاء کی بات مان کر اللہ کی صحیح بندگی اختیار کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو ان کی بات نہیں مانتا اور کفر کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خواہ اس کے اندر آپس میں کتنے ہی اختلافات ہوں اور ان کے کفر نے کتنی ہی مختلف صورتیں اختیار کر لی ہوں۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ:2

آیت۔23۔ سے یہ شبہہ ہوتا ہے کہ کنگن پہننا عورتوں کا زیور ہے اور مردوں کے لیے معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے پر سر تاج پہننا عام مردوں کا رواج نہیں ہے بلکہ شاہی اعزاز ہے اسی طرح کنگن پہننا بھی شاہی اعزاز ہے۔ اس لیے اہل جنگ کو کنگن پہنائے جائیں گے۔

رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ریشمی کپڑا دنیا میں پہنے گا وہ آخرت میں نہ پہنے گا اور جو دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت کی شراب سے محروم رہے گا اور جو دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں میں پیئے گا وہ آخرت میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہ پیئے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا یہ تینوں چیزیں اہل جنت کے لیے مخصوص ہیں۔ آپؐ کے ایک دوسرے ارشاد میں ہے کہ جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہ پہنے گا اگرچہ جنت میں داخل بھی ہو جائے۔ دوسرے اہل جنت ریشم پہنیں گے یہ نہیں پہن سکے گا۔ قرطبی نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ جنت میں اہل جنت کے درجات مختلف اور اعلیٰ و ادنیٰ ہوں گے۔ اس لیے یہ بھی اسی کی ایک صورت ہوگی۔ (معارف القرآن)

نوٹ:3

آیت۔25۔ میں ہے کہ مسجد حرام پر مکہ کے شہریوں اور باہر سے آنے والے یعنی آفاقی دونوں کا حق برابر ہے اس ضمن میں اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ مسجد حرام اور حرم شریف مکہ کے وہ تمام حصے جن سے افعال حج کا تعلق ہے جیسے صفا مروہ کے درمیان کا میدان اور منٰی عرفات اور مزدلفہ کا پورا میدان، یہ سب زمینیں دنیا کے مسلمانوں کے لیے وقف عام ہیں۔ نیز جس ظالمانہ الحاد کے نتیجے میں عذاب الیم کی وعید سنائی گئی ہے وہ بھی صرف مسجد حرام سے متعلق نہیں بلکہ مناسک حج سے متعلق سب ہی مقامات کے لیے ہے۔ (حافظ ابن قیمؒ) کسی شخص کی ذاتی ملکیت ان پر نہ کبھی ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے لیکن ان کے علاوہ مکہ مکرمہ کے مکانات اور باقی حرم کی زمینوں کے متعلق اختلافات رائے ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ وہ بھی وقف عام ہیں۔ ان کا فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا حرام ہے۔ دوسری رائے یہ ہے مکہ کے مکانات کسی کی ملکیت ہو سکتے ہیں۔ ان کی خرید و فروخت اور ان کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔ امام حنیفہؒ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک قول کے مطابق دوسری دوسرے قول کے مطابق اور فتوٰی دوسرے قول پر ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر(26تا29)

ض	م	ر

(ن) صُمُوْرً دبلا پتلا ہونا۔نحیف ولاغر ہونا۔

ضَامِرٌ فَاعِلٌ کے وزن پرصفت۔دبلا۔لاغر۔زیرمطالعہ آیت۔27۔

ع	م	ق

(س۔ک) عُمْقًا (1)دوردراز ہونا۔لمبایاطویل ہونا۔(2)گہراہونا۔

عَمِیْقٌ فَعِیْلٌ کےوزن پرصفت ہے۔لمبا۔گہرا۔زیرمطالعہ آیت 27

ت	ف	ث

(س) تَفَثًا کسی چیزپرمیل کچیل چڑھ جانا

تَفَثٌ اسم ذات بھی ہے۔میل کچیل۔زیرمطالعہ آیت29۔

ع	ت	ق

(ص۔ن) عَتْقًا (1)آزادہونا۔(2)پراناہونا۔

عَتِیْقٌ فَعِیْلٌ کےوزن پرصفت ہے۔آزاد۔پرانا۔زیرمطالعہ آیت۔29۔

ترجمہ

وَاِذْ بَوَّاْنَا	لِاِبْرٰهِيْمَ	مَكَانَ الْبَيْتِ	اَنْ لَّا تُشْرِكْ	بِیْ
اورجب ہم نےنشاندہی کی	ابراہیمؑ کے لیے	اس گھر(یعنی خانہ کعبہ)کی جگہ کی	(اورحکم دیا)کہ شریک مت کرنا	میرے ساتھ

شَيْئًا	وَّطَهِّرْ	بَيْتِیَ	لِلطَّآئِفِيْنَ	وَالْقَآئِمِيْنَ	وَالرُّكَّعِ
کسی کوبھی	اورپاک رکھنا	میرےگھرکو	طواف کرنے والوں کے لیے	اورقیام کرنے والوں کے لیے	اوررکوع کرنے والوں کے لیے

السُّجُوْدِ ۝۲۶	وَاَذِّنْ	فِی النَّاسِ	بِالْحَجِّ	يَاْتُوْكَ
سجدہ کرنے والوں کے لیے	اورآپؐ اعلان کریں	لوگوں میں	حج کے لیے	تووہ لوگ آئیں گےآپؐ کے پاس

رِجَالًا	وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ	يَّاْتِيْنَ	مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝۲۷
پیدل چلنے والے ہوتے ہوئے	اورہرایک دبلی پتلی(سواری)پر	وہ سب(سواریاں)آئیں گی	ہرایک کشادہ دوردرازراستوں سے

لِّيَشْهَدُوْا	مَنَافِعَ	لَهُمْ	وَيَذْكُرُوا	اسْمَ اللّٰهِ	فِیْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ
تاکہ وہ دیکھیں	فائدہ اٹھانے کی چیزوں کو	اپنے لیے	اوریادکریں	اللہ کانام	معلوم دنوں میں

عَلٰی مَا	رَزَقَهُمْ	مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ج	فَكُلُوْا	مِنْهَا	وَاَطْعِمُوا	الْبَآئِسَ	الْفَقِيْرَ ۝۲۸
اس پرجو	اس نےعطاکیاان کو	بےزبان مویشیوں میں سے	پھرتم لوگ کھاؤ	اس میں سے	اورکھلاؤ	بدحال کو	محتاج کو

ثُمَّ لْيَقْضُوْا	تَفَثَهُمْ	وَلْيُوْفُوْا	نُذُوْرَهُمْ	وَلْيَطَّوَّفُوْا 1301
پھر چاہیے کہ وہ فارغ ہوں	اپنے میل کچیل سے	اور چاہئے کہ وہ پوری کریں	اپنی منتیں	اور چاہیے کہ وہ طواف کریں

بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾
اس قدیم گھر کا

نوٹ: 1

حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب ابراہیمؑ کو حج کے اعلان کا حکم ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ (یہاں تو میدان ہے کوئی سننے والا نہیں) جہاں آبادی ہے وہاں میری آواز کیسے پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی ذمہ داری صرف اعلان کرنے کی ہے اس کو ساری دنیا میں پہنچانے کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے جبل ابی قبیس پر چڑھ کر یہ اعلان کیا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیمؑ کی یہ آواز اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں پہنچا دی۔ صرف اس وقت کے زندہ انسانوں تک ہی نہیں بلکہ جو انسان آئندہ تا قیامت پیدا ہونے والے تھے ان سب تک یہ آواز پہنچا دی گئی جس جس نے اس آواز کے جواب میں لبیک اللھم لبیک کہا اسے حج نصیب ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حج کے تلبیہ کی اصل بنیاد یہی نداء ابراہیمی کا جواب ہے (معارف القرآن)

آیت نمبر (30 تا 33)

و ث ن

(ض)

وُثُوْنًا — عہد پر جمے رہنا۔ ثابت رہنا

وَثَنٌ — ج اَوْثَانٌ ۔ بت۔ زیر مطالعہ آیت۔30۔

س ح ق

(س)

سُحْقًا — دور ہونا۔

سُحْقٌ — اسم ذات بھی ہے۔ دوری۔ ﴿فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾﴾ (67/الملک :11) ''پس دوری ہے دوزخ والوں کے لیے''

سَحِيْقٌ — فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ دور۔ زیر مطالعہ آیت۔31۔

ترجمہ

ذٰلِكَ ق	وَمَنْ	يُّعَظِّمْ	حُرُمٰتِ اللّٰهِ	فَهُوَ	خَيْرٌ	لَّهٗ	عِنْدَ رَبِّهٖ ط
یہ ہے	اور جو	تعظیم کرتا ہے	اللہ کی حرمتوں کی	تو وہ	بہتر ہے	اس کے لیے	اس کے رب کے پاس

وَاُحِلَّتْ	لَكُمُ	الْاَنْعَامُ	اِلَّا مَا	يُتْلٰى عَلَيْكُمْ	فَاجْتَنِبُوا	الرِّجْسَ
اور حلال کئے گئے	تم لوگوں کے لیے	چوپائے	سوائے اس کے جو	پڑھ کر سنایا جاتا ہے تم کو	پس تم لوگ بچو	گندگی سے

مِنَ الْاَوْثَانِ	وَاجْتَنِبُوْا	قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ لا	حُنَفَآءَ	لِلّٰهِ	غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ط
مثلاً بتوں سے	اور تم لوگ بچو	جھوٹ کی بات سے	یکسو ہوتے ہوئے	اللہ کے لیے	اس کے ساتھ (کسی کو) شریک کرنے والے نہ ہوتے ہوئے

وَمَنْ	يُّشْرِكْ	بِاللّٰهِ	فَكَاَنَّمَا	خَرَّ	مِنَ السَّمَآءِ
اور جو	شرک کرتا ہے	اللہ کے ساتھ	تو وہ اس کی مانند ہے کہ جو	گرا	آسمان سے

فَتَخْطَفُهُ	الطَّيْرُ	اَوْ تَهْوِيْ بِهِ	الرِّيْحُ	فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿٣١﴾
پھر اچک لیتے ہیں اس کو	پرندے	یا گراتی ہے اس کو	ہوا	کسی دور والی جگہ میں

ذٰلِكَ	وَمَنْ	يُّعَظِّمْ	شَعَآئِرَ اللّٰهِ	فَاِنَّهَا
یہ ہے	اور جو	تعظیم کرتا ہے	اللہ کا شعور حاصل کرنے کی علامتوں کی	تو یقیناً یہ

مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾	لَكُمْ	فِيْهَا	مَنَافِعُ
دلوں کے تقویٰ میں سے ہے	تم لوگوں کے لیے	ان (چوپایوں) میں	کچھ فائدہ اٹھانے کی چیزیں ہیں

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى	ثُمَّ مَحِلُّهَآ	اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾
ایک مقررہ مدت تک	پھر ان (چوپایوں) کی منزل	اس قدیم گھر کی طرف سے

نوٹ: 1 اہل عرب ہدی کے جانوروں کو بیت اللہ کی طرف جب لے جاتے تھے تو ان سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا، جیسے سواری کرنا، سامان لادنا، دودھ پینا وغیرہ، ان کے نزدیک گناہ تھا۔ اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے آیت۔33 میں فرمایا کہ ایک مقررہ مدت تک تم ان جانوروں سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ ایسا کرنا تعظیم شعائر اللہ کے خلاف نہیں ہے۔ مقررہ مدت کی تفسیر میں اختلاف رائے ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ مقررہ مدت سے مراد یہ ہے کہ جب تک جانور کو قربانی کے لیے نامزد کر کے اسے ہدی سے موسوم نہ کر دیا جائے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ مقررہ مدت سے مراد قربانی کا وقت ہے۔ پہلی رائے اس لحاظ سے کمزور ہے کہ ہدی کے سوا دوسرے جانوروں سے استفادہ کرنے کے بارے میں کوئی شک نہیں تھا نہ ہے۔ اس لیے مذکورہ آیت میں استفادہ کی اجازت ہدی کے جانوروں سے متعلق ہے۔ شوافع نے دوسری رائے کو اختیار کیا ہے جبکہ حنفی پہلی رائے کے قائل ہیں لیکن اتنی گنجائش دیتے ہیں کہ بشرط ضرورت استفادہ جائز ہے۔ (تفہیم القران)

آیت نمبر (34 تا 35)

ترکیب آیت 35 میں اَلْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ آیا ہے۔ اس میں اَلْمُقِيْمِيْنَ کا نون اعرابی گرا ہوا ہے اور اَلصَّلٰوةِ حالت جر میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مرکب اضافی ہے لیکن یہاں مضاف پر لام تعریف لگا ہوا ہے۔ حافظ احمد یار صاحب کا کہنا ہے کہ قرآن مجید میں یہ واحد مقام ہے جہاں ایسا ہے۔ اس کی مختلف تاویلیں کی گئی ہیں لیکن ان کے خیال میں اس کی کوئی معقول تاویل نہیں ہے۔ اس لیے اس کو ایک استثنائی صورت قرار دینا بہتر ہے۔

ترجمہ

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ	جَعَلْنَا	مَنْسَكًا	لِّيَذْكُرُوا	اسْمَ اللّٰهِ	عَلٰى مَا
اور ہر امت کے لیے	ہم نے مقرر کیا	قربانی کا ایک طریقہ	تاکہ وہ یاد کریں	اللہ کے نام کو	اس پر جو

رَزَقَهُمْ	مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۭ	فَاِلٰهُكُمْ	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ	فَلَهٗٓ	اَسْلِمُوْا ۭ
اس نے عطا کیا ان کو	بے زبان مویشیوں میں سے	پس تم لوگوں کا الٰہ	واحد الٰہ ہے	تو اس کی ہی	تم لوگ فرمانبرداری کرو

وَبَشِّرِ	الْمُخْبِتِيْنَ ﴿٣٤﴾	الَّذِيْنَ	اِذَا	ذُكِرَ	اللّٰهُ	وَجِلَتْ
اور آپ بشارت دیں	عاجزی کرنے والوں کو	وہ لوگ (کہ)	جب بھی	ذکر کیا جاتا ہے	اللہ کا	تو کانپ اٹھتے ہیں

قُلُوْبُهُمْ	وَالصّٰبِرِيْنَ	عَلٰى مَآ	اَصَابَهُمْ	وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ
ان کے دل	اور صبر کرنے والوں کو	اس پر جو	آ پڑے ان پر	اور نماز کے قائم رکھنے والوں کو

وَمِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٥﴾
اور اس میں سے جو	ہم نے عطا کیا ان کو	وہ لوگ خرچ کرتے ہیں

نوٹ: 1 آیت۔34 میں بتایا گیا ہے کہ شرائع الٰہی میں قربانی ایک قدیم ترین عبادت ہے۔اس حقیقت کی شہادت کے لیے یہ کافی ہے کہ تورات اور قرآن دونوں میں حضرت آدمؑ کے بیٹے ہابیل کی قربانی کا ذکر موجود ہے (تدبر قرآن)۔اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ قربانی کا حکم جو اس امت کے لوگوں کو دیا گیا ہے کوئی نیا حکم نہیں ہے۔پچھلی سب امتوں کے بھی ذمہ قربانی کی عبادت لگائی گئی تھی۔

آیت نمبر (36 تا 38)

و ج ب

(ض) وَجُوْبًا ثابت ولازم ہونا۔واجب ہونا۔اس معنی میں قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔

وَجْبًا کسی چیز کا زمین پر گرنا۔سورج کا ڈوبنا۔زیر مطالعہ آیت۔36۔

ع ر ز

(ن۔ض) عَرًّا (1) خارش زدہ ہونا۔(2) سائل بن کر آنا۔

مَعَرَّةٌ اسم ذات ہے۔تکلیف۔برائی۔﴿فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ج﴾ (48/الفتح:25) ”نتیجتاً آ لگے تم لوگوں کو ان سے کوئی برائی کسی علم کے بغیر۔“

(افتعال) اِعْتِرَارًا بغیر سوال کے بخشش کے لیے آنا۔المنجد) مانگنے کے لیے سامنے آنا لیکن منہ سے کچھ نہ کہنا۔صورت سوال بننا (حافظ احمد یار صاحب)۔

مُعْتَرٌّ اسم الفاعل ہے۔صورت سوال بننے والا۔زیر مطالعہ آیت۔36۔

ترجمہ

وَالْبُدْنَ	جَعَلْنٰهَا	لَكُمْ	مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ	لَكُمْ
اور مکہ میں قربانی کے جانوروں کو!	ہم نے بنایا ان کو	تمہارے لیے	اللہ کا شعور حاصل کرنے کی علامتوں میں سے	تم لوگوں کے لیے

فِيْهَا	خَيْرٌ	فَاذْكُرُوا	اسْمَ اللّٰهِ	عَلَيْهَا	صَوَآفَّ	فَاِذَا
ان میں	بھلائی ہے	پس تم لوگ یاد کرو	اللہ کا نام	ان پر	(ان کی) قطار بنانے والے ہوتے ہوئے	پھر جب

وَجَبَتْ	جُنُوْبُهَا	فَكُلُوْا	مِنْهَا	وَاَطْعِمُوا	الْقَانِعَ	وَالْمُعْتَرَّ	كَذٰلِكَ
گر جائیں	ان کے پہلو	تو تم لوگ کھاؤ	ان میں سے	اور کھلاؤ	قناعت کرنے والے کو	اور صورت سوال بننے والے کو	اس طرح

سَخَّرْنٰهَا	لَكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾	لَنْ يَّنَالَ	اللّٰهَ	لُحُوْمُهَا	وَلَا دِمَآؤُهَا
ہم نے مسخر کیا ان کو	تمہارے لیے	شاید کہ تم لوگ	شکر کرو	ہرگز نہیں پہنچے گا	اللہ کو	ان کا گوشت	1301 اور نہ ہی ان کا خون

وَلٰكِنْ	يَّنَالُهُ	التَّقْوٰى	مِنْكُمْ ؕ	كَذٰلِكَ	سَخَّرَهَا	لَكُمْ	لِتُكَبِّرُوا
اور لیکن	پہنچتا ہے اس کو	تقویٰ	تم لوگوں سے	اس طرح	اس نے مسخر کیا ان کو	تم لوگوں کے لیے	تاکہ تم بڑائی بیان کرو

اللّٰهَ	عَلٰى مَا	هَدٰىكُمْ ؕ	وَبَشِّرِ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٧﴾
اللہ کی	اس پر جس کی	اس نے ہدایت کی تم کو	اور آپؐ بشارت دیجئے	بلا کم و کاست کام کرنے والوں کو

اِنَّ اللّٰهَ	يُدٰفِعُ	عَنِ الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
بیشک اللہ	ہٹاتا ہے (برائی کو)	ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ	كُلَّ خَوَّانٍ	كَفُوْرٍ ﴿٣٨﴾ ع
پسند نہیں کرتا	کسی بھی بار بار وعدہ خلافی کرنے والے کو	انتہائی ناشکری کرنے والے کو

نوٹ:1

یہاں قربانی کا جو حکم دیا گیا ہے۔ وہ صرف حاجیوں کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ ہر ذی استطاعت مسلمانوں کے لیے عام ہے، جہاں بھی وہ ہوں۔ یہ بات متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے اور بکثرت روایات سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ خود مدینہ کے زمانۂ قیام میں ہر سال بقرعید کے موقع پر قربانی کرتے رہے ہیں اور مسلمانوں میں آپؐ کی سنت سے یہ طریقہ جاری ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہو پھر قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے ذبح کر لیا اسے دوبارہ قربانی کرنی چاہئے اور جس نے نماز کے بعد قربانی کی اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پالیا۔ پس یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ بقرعید کے روز جو قربانی عام مسلمان دنیا بھر میں کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی جاری کی ہوئی سنت ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت۔ ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام محمد اور امام ابو یوسف اس کو واجب مانتے ہیں۔ جبکہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ سنت ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ:2

پاکستان میں کچھ NGOs اور فلاحی ادارے ایسے بھی ہیں جو زکوٰۃ اور قربانی کی کھالیں جمع کرتے ہیں اور لوگوں کو پٹی بھی پڑھاتے ہیں کہ قربانی کرنے کے بجائے وہی پیسے اگر ان کو دے دیئے جائیں جو وہ غرباء پر خرچ کریں تو ثواب زیادہ ملے گا۔ پھر جب ان کا رمضان اور بقرعید کا سیزن گزر جاتا ہے تو وہ لوگ ناچ گانے کی محفلیں سجا کر پیسے اکٹھا کرتے ہیں۔ پیٹ ان کا پھر بھی نہیں بھرتا اور وہاں سے ھل من مزید کی ہی صدا آتی رہتی ہے۔ قربانی نہ کرنے کے لیے ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو قربانی کا حکم ہے وہ حاجیوں کے لیے ہے۔ ان کے علاوہ دنیا بھر کے مسلمان بقرعید پر جو قربانی کرتے ہیں اس کا قرآن مجید میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ یہ مولویوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں، ان کی دلیل میں خامی یہ ہے کہ یہ لوگ آیت نمبر۔36 کو اس کے سیاق یعنی آیت نمبر 34 سے الگ کر کے بیان کرتے ہیں۔ اگر دونوں آیتوں کو ملا کر غور کیا جائے تب پوری بات سمجھ میں آتی ہے۔

آیت نمبر 34۔ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کی عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا تھا۔۔ پھر یہ کہ تم لوگوں کا اِلٰہ بھی وہی اِلٰہ ہے جو ان امتوں کا ہے۔ اس کے آگے کا منطقی نتیجہ محذوف (Understood) چھوڑ دیا ہے یعنی اس لیے لوگوں کا بھی

قربانی کا ایک طریقۂ عبادت ہے۔ پھر فرمایا فَلَهٗٓ اَسۡلِمُوۡا (پس اس کی ہی تم لوگ فرمانبرداری کرو)۔ یعنی اس الٰہ کی فرمانبرداری کرو جس نے ہرامت کے لیے قربانی کی عبادت مقرر کی ہے اور اپنی قربانی کی عبادت میں عقلی گھوڑے مت دوڑاؤ۔ اس کے بعد آیت۔36 میں اَلۡبُدۡنُ یعنی مکہ میں قربان کئے جانے والے جانوروں کے لیے بتایا کہ یہ شعائر اللہ ہیں۔ پھر آیت۔37۔ میں بتایا کہ قربانی کہیں بھی ہو۔ ان سب کی روح ایک ہی ہے اور وہ ہے تقویٰ، یعنی اس وقت سے ڈرنا جب اللہ کے سامنے جوابدہی کے لیے کھڑا ہونا ہے اور اللہ کی نافرمانی سے بچنا۔

آیت۔34 میں ہم نے جو بات محذوف مانی ہے اس کی سند رسول اللہ ﷺ کا وہ عمل ہے جو تواتر سے ثابت ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ آپؐ نے حج تو ایک کیا ہے۔ اگر قربانی کا حکم صرف حاجیوں کے لیے ہوتا تو آپؐ حج میں قربانی کرتے اور باقی سالوں میں نہ کرتے یا کبھی کر لیتے، کبھی نہ کرتے۔ لیکن آپؐ نے مدینہ میں بلاناغہ ہر سال نہ صرف خود قربانی کی بلکہ لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا اور اس کے لیے اتنی تاکید کی کہ کسی صاحب استطاعت نے اگر قربانی نہیں کرنی ہے تو وہ عید گاہ میں نہ آئے۔ آپؐ نے یہ وضاحت بھی کر دی کہ بقرعید کی نماز کے بعد سے تین دن تک جو قربانی ہوگی وہ اللہ کی مقرر کردہ عبادتِ قربانی میں شمار ہوگی بشرطِ نیت۔ اس کے بعد سے اگلے سال بقرعید کی نماز سے پہلے تک جتنی قربانیاں ہوں گی وہ بقرعید کی عبادت میں شمار نہیں ہوں گی۔ یہ مذکورہ آیت کی عملی تفسیر ہے۔

ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ بقرعید کی قربانی واجب ہے یا سنت۔ اگر سنت بھی مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ یہ سنتِ غیر مؤکدہ یعنی مستحب نہیں ہے کہ کر لے تو ثواب ہے اور نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے ہی درجہ میں ہوتی ہے۔ اس کے نہ کرنے میں سب سے بڑا حرج یہ ہے کہ یہ عبادت نہ کرنے والے کا عید گاہ میں آنا اللہ کے حبیب ﷺ کو پسند نہیں ہے۔

آیت نمبر (39 تا 41)

ه د م

(ض) هَدۡمًا — کسی چیز کو زمین پر گرا دینا۔ عمارت ڈھانا۔ زیر مطالعہ آیت۔40۔

ص م ع

(س) صَمَعًا — کانوں کا چھوٹا ہونے کے سبب سر سے چمٹا ہوا ہونا۔

صَوۡمَعَةٌ — ج صَوَامِعُ۔ ایسی عمارت جس کا سر لمبا اور نوکدار ہو جیسے گرجا گھر، راہب کی کوٹھری، خانقاہ۔ زیر مطالعہ آیت۔40

ترجمہ

اُذِنَ	لِلَّذِيۡنَ	يُقٰتَلُوۡنَ	بِاَنَّهُمۡ	ظُلِمُوۡا	وَاِنَّ اللّٰهَ
اجازت دی گئی	ان کے لیے جن سے	جنگ کی جاتی ہے	اس وجہ سے کہ ان پر	ظلم کیا گیا	اور بیشک اللہ

عَلٰى نَصۡرِهِمۡ	لَقَدِيۡرُ ﴿۳۹﴾	اِۨلَّذِيۡنَ	اُخۡرِجُوۡا	مِنۡ دِيَارِهِمۡ	بِغَيۡرِ حَقٍّ
ان کی مدد کرنے پر	یقیناً قدرت رکھنے والا ہے	وہ لوگ جن کو	نکالا گیا	ان کے گھر سے	کسی حق کے بغیر

اِلَّآ اَنْ	یَّقُوْلُوْا	رَبُّنَا	اللّٰهُ ؕ	وَلَوْلَا	دَفْعُ اللّٰهِ	1301 النَّاسَ
مگر (اس لیے) کہ	وہ لوگ کہتے ہیں (کہ)	ہمارا رب	اللہ ہے	اور اگر نہ ہوتا	اللہ کا دفع کرنا	لوگوں کو

بَعْضَهُمْ	بِبَعْضٍ	لَّهُدِّمَتْ	صَوَامِعُ	وَبِيَعٌ	وَّصَلَوٰتٌ
ان کے بعض کو	بعض سے	تو ضرور ڈھائی جاتیں	خانقاہیں	اور (نصاریٰ کی) عبادت گاہیں	اور (یہودیوں کے) عبادت خانے

وَّمَسٰجِدُ	يُذْكَرُ	فِيْهَا	اسْمُ اللّٰهِ	كَثِيْرًا ؕ	وَلَيَنْصُرَنَّ	اللّٰهُ	مَنْ
اور مسجدیں	یاد کیا جاتا ہے	جن میں	اللہ کا نام	کثرت سے	اور لازماً مدد کرے گا	اللہ	اس کی جو

يَّنْصُرُهٗ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	لَقَوِيٌّ	عَزِيْزٌ ۝۴۰	اَلَّذِيْنَ	اِنْ	مَّكَّنّٰهُمْ
مدد کرتا ہے اس کی	بیشک اللہ	یقیناً قوی ہے	بالادست ہے	وہ لوگ (کہ)	اگر	ہم اختیار دیں ان کو

فِي الْاَرْضِ	اَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتَوُا	الزَّكٰوةَ	وَاَمَرُوْا
زمین میں	تو وہ قائم کریں گے	نماز کو	اور پہنچائیں گے	زکوٰۃ کو	اور حکم دیں گے

بِالْمَعْرُوْفِ	وَنَهَوْا	عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ	وَلِلّٰهِ	عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۴۱
بھلائی کا	اور منع کریں گے	برائی سے	اور اللہ کے لیے ہی ہے	تمام معاملات کا انجام

نوٹ:1

آیت۔39 پہلی آیت ہے جو قتال فی سبیل اللہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس میں صرف اجازت دی گئی ہے۔ بعد میں سورۂ بقرہ کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔ اجازت اور حکم میں صرف چند مہینوں کا فصل ہے۔ اجازت کی یہ آیت ذی الحجہ ۱ھ میں نازل ہوئی اور حکم جنگ بدر سے کچھ پہلے رجب یا شعبان ۲ھ میں نازل ہوا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ:2

آیت۔40 میں سب سے پہلے نصاریٰ کی خانقاہوں اور ان کے گرجوں کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے جذبۂ جہاد پر سب سے زیادہ معترض نصاریٰ ہی تھے۔ اگرچہ ان کی مخالفت کے محرکات بعض اور بھی تھے لیکن اس میں ان کے رہبانی تصور کو بڑا دخل تھا۔ قرآن نے ان کے اسی تصور پر یہاں ضرب لگائی ہے کہ جو لوگ جہاد کو دینداری کے خلاف قرار دے رہے ہیں اور وہ اس حقیقت کو فراموش نہ کریں کہ اگر دینداری کا یہی تصور پہلے بھی ہوتا تو آج زمین پر خدا کی عبادت کا کوئی ایک گوشہ بھی محفوظ نہ ہوتا۔ یہاں نصاریٰ اور یہودی کی جن عبادت گاہوں کا حوالہ ہے، اصلاً ان کی حیثیت وہی تھی جو ہمارے ہاں مساجد کی ہے۔ ان میں خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب اہل کتاب شرک اور بدعت میں مبتلا ہوئے۔ تدبر قرآن)۔

نوٹ:3

معروف کتاب ''اظہار الحق'' کے مصنف مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کا کہنا ہے کہ جہاد کا حکم شریعت محمدیؐ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ گزشتہ پیغمبروں کو بھی اس کا حکم تھا اور انہوں نے جہاد کیا ہے۔ بائبل میں اس کی مثالیں اور شواہد بکثرت ہیں۔ مولانا ان میں سے صرف اکیس مثالیں نقل کی ہیں۔ ان کی کتاب کے اردو ترجمہ ''بائبل سے قرآن تک'' کی جلد۔۳۔ کے صفحات 455 سے 469 پر دیکھا جاسکتا ہے۔

اس میں کتاب استثناء کے باب۔20 کی آیات۔10 تا17۔کا حوالہ دے کر مولاناؒ فرماتے ہیں کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے چھ قبائل کے حق میں یہ حکم دیا تھا کہ ان میں سے ہر جاندار کو تلوار کی دھار سے قتل کیا جائے، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں 1301 یا بچے، ان کے علاوہ دوسری قوموں کے لیے یہ حکم دیا گیا کہ پہلے ان کو صلح کی دعوت دی جائے، پھر اگر وہ قبول کرلیں اور اطاعت قبول کریں اور جزیہ ادا کرنا منظور کریں تو بہتر ہے اور اگر وہ تیار نہ ہوں اور لڑائی کریں تو ان پر فتح حاصل کرنے کے بعد ان کے مردوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا جائے اور ان کے جانوروں اور اموال کو لوٹ لیا جائے اور مجاہدین میں تقسیم کردیا جائے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الحج (22)

آیت نمبر (42 تا 48)

ب ء ر

(ف) بَأَرَ‌ا گڑھا کھودنا۔

بِئۡرٌ کنواں۔(مؤنث سماعی ہے) زیر مطالعہ آیت۔45۔

ع ط ل

(ن) عَطَالَةً مزدور کا بیکار ہونا۔

(تفعیل) تَعۡطِيۡلًا کسی چیز کا بیکار چھوڑ دینا۔مویشیوں کو چرواہے کے بغیر چھوڑ دینا۔﴿وَ اِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۝۴﴾ (81/التکویر:4)''اور جب اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی۔''

مُعَطَّلَةٌ اسم المفعول ہے۔بیکار چھوڑی ہوئی۔زیر مطالعہ آیت۔45۔

ترکیب آیت۔44) نَكِيۡرِ کی جر بتا رہی ہے کہ یہاں یائے متکلم محذوف ہے یعنی یہ نَكِيۡرِىۡ ہے۔(آیت۔45) بِئۡرٍ اور قَصۡرٍ کی جر بتا رہی ہے کہ یہ دونوں كَاَيِّنۡ مِّنۡ پر عطف ہیں۔(آیت۔46)۔فَاِنَّهَا میں اِنَّهَا ضمیر الشان ہے۔

ترجمہ

وَاِنۡ	يُّكَذِّبُوۡكَ	فَقَدۡ كَذَّبَتۡ	قَبۡلَهُمۡ	قَوۡمُ نُوۡحٍ	وَّعَادٌ	وَّثَمُوۡدُ ۝٤٢
اور اگر	یہ لوگ جھٹلاتے ہیں آپ کو	تو جھٹلا چکی ہے	ان سے پہلے	نوحؑ کی قوم	اور عاد	اور ثمود

وَقَوۡمُ اِبۡرٰهِيۡمَ	وَقَوۡمُ لُوۡطٍ ۝٤٣	وَّاَصۡحٰبُ مَدۡيَنَ	وَكُذِّبَ	مُوۡسٰى	فَاَمۡلَيۡتُ
اور ابراہیمؑ کی قوم	اور لوطؑ کی قوم	اور مدین والے	اور جھٹلایا گیا	موسیٰ علیہ السلام کو	تو میں نے ڈھیل دی

لِلۡكٰفِرِيۡنَ	ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ	فَكَيۡفَ	كَانَ	نَكِيۡرِ ۝٤٤
انکار کرنے والوں کو	پھر میں نے پکڑا ان کو	تو کیسا	تھا	میرا عدم عرفان

فَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ	اَهۡلَكۡنٰهَا	وَ	هِىَ	ظَالِمَةٌ	فَهِىَ
تو بستیوں میں سے کتنی ہی ہیں	ہم نے ہلاک کیا جن کو	اس حال میں کہ	وہ	ظلم کرنے والی تھیں	نتیجتاً وہ

خَاوِيَةٌ	عَلٰى عُرُوۡشِهَا	وَبِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ	وَّقَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ ۝٤٥
اوندھی پڑی ہیں	اپنی چھتوں پر	اور کتنے ہی بیکار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں	اور کتنے ہی مزین کئے ہوئے محل (خالی پڑے) ہیں

اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا	فِى الۡاَرۡضِ	فَتَكُوۡنَ	لَهُمۡ	قُلُوۡبٌ	يَّعۡقِلُوۡنَ
تو کیا انہوں نے سیر نہیں کی	زمین میں	تا کہ ہوتے	ان کے لیے	کچھ ایسے دل	وہ لوگ عقل کرتے

بِهَآ	اَوْ اٰذَانٌ	يَّسْمَعُوْنَ	بِهَا ۚ	فَاِنَّهَا	لَا تَعْمَى	1332 الْاَبْصَارُ
جن سے	یا کچھ ایسے کان	وہ لوگ سنتے	جن سے	توحقیقت یہ ہے	اندھی نہیں ہوتیں	آنکھیں

وَلٰكِنْ	تَعْمَى	الْقُلُوْبُ	الَّتِيْ	فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾	وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ
اورلیکن	اندھے ہوتے ہیں	دل	وہ جو	سینوں میں ہیں	اور یہ لوگ جلدی طلب کرتے ہیں آپؐ سے

بِالْعَذَابِ	وَلَنْ يُّخْلِفَ	اللّٰهُ	وَعْدَهٗ ط	وَاِنَّ	يَوْمًا	عِنْدَ رَبِّكَ
عذاب کو	اور ہرگز خلاف نہیں کرے گا	اللہ	اپنے وعدے کے	اور بیشک	ایک دن	آپؐ کے رب کے پاس

كَاَلْفِ سَنَةٍ	مِّمَّا	تَعُدُّوْنَ ﴿٤٧﴾	وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ	اَمْلَيْتُ	لَهَا
ہزار سال کی مانند ہے	اس میں سے جو	تم لوگ گنتے ہو	اور بستیوں میں سے کتنی ہی ہیں	میں نے ڈھیل دی	جن کو

وَ	هِيَ	ظَالِمَةٌ	ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ	وَاِلَيَّ	الْمَصِيْرُ ﴿٤٨﴾ ع
اس حال میں کہ	وہ	ظلم کرنے والی تھیں	پھر میں نے پکڑا ان کو	اور میری طرف ہی	لوٹنا ہے

نوٹ: 1

آیت 46۔ کا مطلب یہ ہے کہ تباہ شدہ تہذیبوں اور قوموں کے آثار اور کھنڈرات اللہ نے زمین پر چھوڑے ہی اس لیے ہیں کہ ان کو دیکھ کر اور ان کی داستانیں سن کر لوگ عبرت حاصل کریں اور اپنا طرز عمل درست کریں لیکن لوگ ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ عرب کے شعراء ان آثار پر تو خون کے آنسو روتے تھے اور لوگوں کو رلاتے تھے لیکن اس سے آگے بڑھ کر انہوں نے تاریخ کے ان آثار اور کھنڈرات سے کوئی سبق حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہی حال آج کے ماہرین آثار قدیمہ کا ہے۔ انہوں نے کھدائیاں کر کے بے شمار آثار سے عجائب خانے تو بھر دیئے لیکن ان کی ساری تحقیق صرف اس پر مرتکز ہے کہ یہ آثار پانچ ہزار سال پرانی تہذیب کے ہیں یا سات ہزار برس پہلے کی تہذیب کے ہیں لیکن وہ اصل حقیقت جس کی طرف یہ آثار اشارہ کر رہے ہیں کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔

نوٹ: 2

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں نے ترجمہ سے قرآن نہیں پڑھا تھا اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ قرآن کیا ہے۔ میں ایک بینک منیجر کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک گلوب رکھا تھا جس کا آدھا حصہ اندھیرے میں تھا۔ پہلی نظر میں ایسا لگا کہ گلوب ساکت ہے لیکن غور سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ آہستہ آہستہ گردش کر رہا ہے اور اس کے علاقے باری باری اندھیرے سے نکل کر روشنی میں اور روشنی سے نکل کر اندھیرے میں جا رہے ہیں۔ پھر میں نے گھڑی سے چیک کیا تو معلوم ہوا کہ اس گلوب کی ایک گردش ڈھائی منٹ میں پوری ہوتی ہے۔ اس وقت مجھے خیال آیا تھا کہ اس قلوب پر اگر کوئی مخلوق آباد ہوتی تو ان کا ایک دن ہمارے ڈھائی منٹ کے برابر ہوتا۔ پھر جب قرآن میں زیر مطالعہ آیت ۴۷۔ پڑھی تو مجھے وہ گلوب یاد آیا اور بات سمجھ میں آگئی کہ اس کائنات میں کہیں کوئی ایسا سیارہ موجود ہے جس کے گلوب کی ایک گردش ہمارے ایک سال میں پوری ہوتی ہے۔ پھر جب سورۂ معارج کی آیت۔ ۴ پڑھی تو معلوم ہوا کہ کوئی ایسا سیارہ بھی ہے جس کے گلوب کی ایک گردش ہمارے پچاس ہزار سال میں پوری ہوتی ہے۔ میں نے سائنس نہیں پڑھی ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ آئن سٹائن کی TIME AND SPACE تھیوری کیا ہے۔ لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی مسلمان

سائنسدان اس تھیوری کا جائزہ لے اور بتائے کہ یہ تھیوری قرآن کے حقائق کے مطابق ہے یا اس میں کسی ترمیم کی ضرورت ہے۔

1332

آیت نمبر (49 تا 54)

ترجمہ

قُلْ	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	اِنَّمَآ	اَنَا	لَكُمْ	نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٩﴾
آپؐ کہیے	اے لوگو	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	میں	تم لوگوں کے لئے	ایک واضح خبردار کرنے والا ہوں

فَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٥٠﴾
پس وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور عمل کئے	نیکیوں کے	ان کے لئے	مغفرت ہے	اور باعزت روزی ہے

وَالَّذِيْنَ	سَعَوْا	فِيْٓ اٰيٰتِنَا	مُعٰجِزِيْنَ	اُولٰٓئِكَ
اور جن لوگوں نے	بھاگ دوڑ کی	ہماری نشانیوں میں	(ان کو) عاجز کرنے والے ہوتے ہوئے	وہ لوگ

اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٥١﴾	وَمَآ اَرْسَلْنَا	مِنْ قَبْلِكَ	مِنْ رَّسُوْلٍ	وَّلَا نَبِيٍّ
دوزخ والے ہیں	اور ہم نے نہیں بھیجا	آپؐ سے پہلے	کوئی بھی رسول	اور نہ ہی کوئی نبی

اِلَّآ	اِذَا	تَمَنّٰٓى	اَلْقَى	الشَّيْطٰنُ	فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ج	فَيَنْسَخُ	اللّٰهُ
مگر یہ کہ	جب	وہ تمنا کرتے	تو ڈالتا	شیطان	ان کی خواہش میں	پھر منسوخ کرتا ہے	اللہ

مَا	يُلْقِى	الشَّيْطٰنُ	ثُمَّ يُحْكِمُ	اللّٰهُ	اٰيٰتِهٖ ط	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ
اس کو جو	ڈالتا ہے	شیطان	پھر محکم کرتا ہے	اللہ	اپنی نشانیوں کو	اور اللہ	جاننے والا ہے

حَكِيْمٌ ﴿٥٢﴾ لا	لِّيَجْعَلَ	مَا	يُلْقِى	الشَّيْطٰنُ	فِتْنَةً	لِّلَّذِيْنَ
حکمت والا ہے	تاکہ وہ بنائے	اس کو جو	ڈالتا ہے	شیطان	ایک آزمائش	ان کے لیے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	وَّالْقَاسِيَةِ	قُلُوْبُهُمْ ط	وَاِنَّ	الظّٰلِمِيْنَ
جن کے دلوں میں	کوئی بیماری ہے	اور سخت ہونے والے ہیں	جن کے دل	اور بیشک	ظلم کرنے والے

لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ لا	وَّلِيَعْلَمَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ ،	اَنَّهُ
یقیناً ایک دور والی مخالفت میں ہیں	اور تاکہ جان لیں	وہ لوگ جن کو	دیا گیا	علم	کہ یہ ہی

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ	فَيُؤْمِنُوْا	بِهٖ	فَتُخْبِتَ	لَهٗ
حق ہے آپؐ کے رب (کی طرف) سے	نتیجتاً وہ لوگ ایمان لائیں	اس پر	نتیجتہً عاجزی اختیار کریں	اس کے لیے

قُلُوْبُهُمْ ط	وَاِنَّ اللّٰهَ	لَهَادِ الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٤﴾
ان کے دل	اور بیشک اللہ	یقیناً ان کو ہدایت دینے والا ہے جو	ایمان لائے	سیدھے راستے کی طرف

نوٹ: 1 آیت نمبر۔ 52 کے دو معانی کئے گئے ہیں۔ ایک وہ جس کو ہم نے ترجیح دی ہے۔ اس میں یہ محذوف ہے کہ نبی کس بات کی تمنا کرتا ہے اور

شیطان ان کی تمنا میں کیا ڈالتا ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی کی تمنا تو شب و روز یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کی ہدایت اترے۔ اس کے لیے وہ طرح طرح کے جتن کرتے رہتے ہیں۔ لیکن شیاطین ہر وقت ان کی گھات میں رہتے ہیں اور جہاں ان کو نبی کی کوئی بات 1332 بھی نظر آتی ہے فوراً اس کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں اَلشَّیْطٰنُ پر لام جنس ہے اور اس سے مراد شیطان جن و انس دونوں ہیں۔ یعنی دونوں گٹھ جوڑ کر کے نبی کو شکست دینے کے لیے ایک متحدہ محاذ بنا لیتے ہیں۔ (تدبر قرآن سے ماخوذ)

اس آیت کے دوسرے معنی کی بنیاد یہ ہے کہ عربی میں تَمَنّٰی کا لفظ تلاوت کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور اُمْنِیَّۃٌ تلاوت کی ہوئی بات کو بھی کہتے ہیں اس لحاظ سے اس آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ جب کوئی نبی کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے تو شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیت کے بارے میں سننے والوں کے ذہن میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً نبی ﷺ نے آیت حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ (۱۷۳/۲) پڑھ کر سنائی تو شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ کا مارا ہوا حرام کہتے ہیں۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ سے ماخوذ)

آیت نمبر (55 تا 59)

ذ ک ر

(س)

عَقِمًا: کسی چیز کا ایسا خشک ہونا کہ اس میں کوئی چیز جذب نہ ہو سکے۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ متعدد معانی میں آتا ہے۔ بے برکت ہونا۔ بانجھ ہونا۔ سخت ہونا۔ خشک ہونا۔

عَقِیْمٌ: فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ بے برکت۔ بانجھ۔ سخت۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۵۵۔

ترجمہ

وَلَا یَزَالُ	الَّذِیْنَ	کَفَرُوْا	فِیْ مِرْیَۃٍ	مِّنْهُ	حَتّٰی
اور ہمیشہ رہیں گے	وہ لوگ جنہوں نے	انکار کیا	کسی (نہ کسی) شک میں	اس سے	یہاں تک کہ

تَاْتِیَهُمُ	السَّاعَۃُ	بَغْتَۃً	اَوْ یَاْتِیَهُمْ	عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ ۝۵۵
پہنچے ان کے پاس	وہ گھڑی (یعنی قیامت)	اچانک	یا پہنچے ان کے پاس	ایک بے برکت دن کا عذاب

اَلْمُلْكُ	یَوْمَىِٕذٍ	لِّلّٰهِ ؕ	یَحْكُمُ	بَیْنَهُمْ ؕ	فَالَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا
کل بادشاہت	اس دن	اللہ کے لیے ہوگی	وہ فیصلہ کرے گا	ان کے درمیان	پھر وہ لوگ جو	ایمان لائے

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝۵۶	وَالَّذِیْنَ	كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا
اور عمل کئے	نیکیوں کے	سدا بہار باغات میں ہوں گے	اور وہ لوگ جنہوں نے	انکار کیا	اور جھٹلایا

بِاٰیٰتِنَا	فَاُولٰٓىِٕكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝۵۷ ع	وَالَّذِیْنَ	هَاجَرُوْا
ہماری نشانیوں کو	تو وہ لوگ ہیں	جن کے لیے	ایک ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا	اور جنہوں نے	ہجرت کی

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ	ثُمَّ	قُتِلُوْٓا	اَوْ	مَاتُوْا	لَیَرْزُقَنَّهُمُ	اللّٰهُ
اللہ کی راہ میں	پھر	وہ قتل کئے گئے	یا	مر گئے	تو لازماً روزی دے گا ان کو	اللہ

رِزْقًا حَسَنًا ؕ	وَاِنَّ اللّٰهَ	لَهُوَ	خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸	لَيُدْخِلَنَّهُمْ 1332
جیسا خوبصورت روزی کا حق ہے	اور بے شک اللہ	یقیناً وہی	روزی دینے والوں کا بہترین ہے	وہ لازماً داخل کرے گا ان کو

مُّدْخَلًا	يَّرْضَوْنَهٗ ؕ	وَاِنَّ اللّٰهَ	لَعَلِيْمٌ	حَلِيْمٌ ۝۵۹
داخل کرنے کی ایسی جگہ میں	وہ لوگ پسند کریں گے جس کو	اور بیشک اللہ	یقیناً جاننے والا ہے	بردبار ہے

آیت نمبر (60 تا 65)

ذٰلِكَ ۚ	وَمَنْ	عَاقَبَ	بِمِثْلِ مَا	عُوْقِبَ	بِهٖ	ثُمَّ	بُغِيَ	عَلَيْهِ
یہ ہے	اور جو	بدلہ لے	اس کے جیسا	اس پر زیادتی کی گئی	جیسی	پھر	چڑھائی کی گئی	اس پر

لَيَنْصُرَنَّهُ	اللّٰهُ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	لَعَفُوٌّ	غَفُوْرٌ ۝۶۰	ذٰلِكَ
تو لازماً مدد کرے گا اس کی	اللہ	بیشک اللہ	یقیناً بے انتہا درگزر کرنے والا ہے	بخشنے والا ہے	یہ

بِاَنَّ	اللّٰهَ	يُوْلِجُ	الَّيْلَ	فِي النَّهَارِ	وَيُوْلِجُ	النَّهَارَ	فِي الَّيْلِ
اس سبب سے کہ	اللہ	داخل کرتا ہے	رات کو	دن میں	اور داخل کرتا ہے	دن کو	رات میں

وَاَنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌۢ	بَصِيْرٌ ۝۶۱	ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	هُوَ الْحَقُّ
اور یہ کہ	اللہ	سننے والا ہے	دیکھنے والا ہے	یہ	اس سبب سے کہ	اللہ	ہی حق ہے

وَاَنَّ	مَا	يَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	هُوَ الْبَاطِلُ	وَاَنَّ	اللّٰهَ
اور یہ کہ	وہ جس کو	یہ لوگ پکارتے ہیں	اس کے علاوہ	وہ ہی باطل ہے	اور یہ کہ	اللہ

هُوَ الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ ۝۶۲	اَلَمْ تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	اَنْزَلَ	مِنَ السَّمَآءِ
ہی بالاتر ہے	بڑا ہے	کیا تو نے دیکھا ہی نہیں	کہ	اللہ نے	اتارا	آسمان سے

مَآءً ۡ	فَتُصْبِحُ	الْاَرْضُ	مُخْضَرَّةً ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	لَطِيْفٌ	خَبِيْرٌ ۝۶۳ ۚ
کچھ پانی	تو ہو جاتی ہے	زمین	سرسبز ہو جانے والی	بیشک اللہ	باریک بین ہے	باخبر

لَهٗ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ ؕ	وَاِنَّ اللّٰهَ	لَهُوَ	الْغَنِيُّ
اس کا ہی ہے	وہ جو	آسمان میں ہے	اور وہ جو	زمین میں ہے	اور بیشک اللہ	یقیناً وہ ہی ہے	بے نیاز

الْحَمِيْدُ ۝۶۴ ع	اَلَمْ تَرَ	اَنَّ اللّٰهَ	سَخَّرَ	لَكُمْ	مَّا	فِي الْاَرْضِ	وَالْفُلْكَ
حمد کیا ہوا	کیا تو نے دیکھا ہی نہیں	کہ اللہ نے	مسخر کیا	تم لوگوں کے لیے	اس کو جو	زمین میں ہے	اور کشتی کو

تَجْرِيْ	فِي الْبَحْرِ	بِاَمْرِهٖ ؕ	وَيُمْسِكُ	السَّمَآءَ	اَنْ	تَقَعَ
وہ چلتی ہے	سمندر میں	اس کے حکم سے	اور وہ تھامتا ہے	آسمان کو	کہ (کہیں)	وہ گر پڑے

عَلَى الْاَرْضِ	اِلَّا	بِاِذْنِهٖ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	بِالنَّاسِ	لَرَءُوْفٌ	1332 رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾
زمین پر	مگر	اس کی اجازت سے	بیشک اللہ	لوگوں پر	یقیناً بے انتہا نرمی کرنے والا ہے	ہر حال میں رحم کرنے والا ہے

نوٹ: 1 ایک شخص نے اپنے دشمن سے برابر برابر بدلہ لے لیا جس کا تقاضہ یہ تھا کہ اب دونوں برابر ہو گئے آگے یہ سلسلہ ختم ہو۔ مگر دشمن نے مشتعل ہو کر مزید ظلم کیا تو یہ شخص پھر مظلوم ہی رہ گیا۔ اس آیت میں ایسے مظلوم کی امداد کا وعدہ ہے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ آدمی پہلے ہی ظلم پر صبر کرے، معاف کر دے اور بدلہ نہ لے۔ قرآن کریم کی متعدد ہدایات کے مطابق اس طرز عمل کا افضل ہونا ثابت ہے۔ شخص مذکور نے برابر کا بدلہ لیا تو اس نے افضل قرآنی ہدایات پر عمل ترک کر دیا۔ اس سے شبہ ہو سکتا تھا کہ اب یہ شاید اللہ کی نصرت سے محروم ہو جائے۔ اس لیے آخری آیت میں ارشاد فرما دیا اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص سے افضل پر عمل نہ کرنے کی کوتاہی پر کوئی ماخذہ نہیں فرمائے گا بلکہ اب بھی اگر مخالف نے اس پر دوبارہ ظلم کیا تو اس کی امداد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (66 تا 69)

ترجمہ

وَهُوَ	الَّذِيْٓ	اَحْيَاكُمْ	ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ
اور وہ	وہ ہے جس نے	زندگی دی تم لوگوں کو	پھر وہ موت دے گا تم کو	پھر وہ زندگی دے گا تم کو

اِنَّ الْاِنْسَانَ	لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾	لِكُلِّ اُمَّةٍ	جَعَلْنَا	مَنْسَكًا
بیشک انسان	یقیناً انتہائی ناشکرا ہے	ہر ایک امت کے لیے	ہم نے مقرر کیا	بندگی کا ایک طریقہ

هُمْ	نَاسِكُوْهُ	فَلَا يُنَازِعُنَّكَ	فِي الْاَمْرِ
وہ لوگ	بندگی کرنے والے ہیں اس (طریقے) سے	پس وہ لوگ ہرگز جھگڑا نہ کریں آپؐ سے	اس معاملہ میں

وَادْعُ	اِلٰى رَبِّكَ ؕ	اِنَّكَ	لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾	وَاِنْ
اور آپؐ دعوت دیں	اپنے رب کی طرف	بیشک آپؐ	یقیناً سیدھی رہنمائی پر ہیں	اور اگر

جٰدَلُوْكَ	فَقُلِ	اللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾	اَللّٰهُ	يَحْكُمُ
وہ لوگ بحث کریں آپؐ سے	تو آپ کہیئے	اللہ	خوب جانتا ہے	اس کو جو	تم لوگ کرتے ہو	اللہ	فیصلہ کرے گا

بَيْنَكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	فِيْمَا	كُنْتُمْ	فِيْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾
تم لوگوں کے درمیان	قیامت کے دن	اس چیز (کے بارے) میں	تم لوگ	جس میں	اختلاف کرتے ہو

نوٹ: 1 آیت۔67۔ کا مفہوم یہ ہے کہ مخالفین اسلام جو شریعت محمدیہ کے احکام میں بحث کرتے ہیں اور بنیاد یہ ہوتی ہے کہ ان کے مذہب میں وہ احکام نہ تھے تو وہ سن لیں کہ پچھلی کسی شریعت و کتاب سے نئی شریعت کا معارضہ کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کو اس کے وقت میں خاص

شریعت وکتاب دی۔جس کا اتباع اس امت پر اس وقت تک درست تھا جب تک کوئی دوسری امت اور دوسری شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ آگئی اور جب دوسری شریعت آگئی تو اتباع اس جدید شریعت کا کرنا ہے۔ اگر اس کا کوئی حکم پہلی شریعت کے مخالف ہے تو پہلے حکم کو منسوخ سمجھا جائے گا۔ (معارف القرآن)

1332

آیت نمبر (70 تا 72)

س ط و

(ن) سَطْوًا کسی پر حملہ کرکے مغلوب کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۷۲۔

ترجمہ

اَلَمْ تَعْلَمْ	اَنَّ اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	فِي السَّمَآءِ	وَالْاَرْضِ ؕ
کیا تو نے جانا ہی نہیں	کہ اللہ	جانتا ہے	اس کو جو	آسمان میں	اور زمین میں ہے

اِنَّ ذٰلِكَ	فِيْ كِتٰبٍ ؕ	اِنَّ ذٰلِكَ	عَلَى اللّٰهِ	يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾	وَيَعْبُدُوْنَ
بیشک یہ	ایک کتاب میں ہے	بیشک یہ	اللہ پر	آسان ہے	اور وہ لوگ بندگی کرتے ہیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	مَا	لَمْ يُنَزِّلْ	بِهٖ	سُلْطٰنًا	وَّمَا	لَيْسَ لَهُمْ
اللہ کے علاوہ	اس کی	اس نے اتاری ہی نہیں	جس کی	کوئی سند	اور اس کی	نہیں ہے ان کے لیے

بِهٖ	عِلْمٌ ؕ	وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾	وَاِذَا	تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
جس کا	کوئی علم	اور نہیں ہے ظالموں کے لیے	کوئی بھی مددگار	اور جب بھی	پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو

اٰيٰتُنَا	بَيِّنٰتٍ	تَعْرِفُ	فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ	كَفَرُوا	الْمُنْكَرَ ؕ
ہماری آیتیں	واضح ہوتے ہوئے	تو آپ پہچانیں گے	ان کے چہروں میں جنہوں نے	انکار کیا	ناگواری کو

يَكَادُوْنَ	يَسْطُوْنَ	بِالَّذِيْنَ	يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِنَا ؕ	قُلْ
وہ ایسے لگتے ہیں کہ	حملہ کرکے مغلوب کریں	ان کو جو	پڑھ کر سناتے ہیں ان کو	ہماری آیتیں	آپ کہیے

اَفَاُنَبِّئُكُمْ	بِشَرٍّ	مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ	اَلنَّارُ ؕ
تو کیا میں خبر دوں تم لوگوں کو	ایک ایسی برائی کی جو	اس سے (زیادہ بُری) ہے	(وہ) آگ ہے

وَعَدَهَا	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ؕ	وَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ ﴿٧٢﴾ ع
وعدہ کیا جس کا	اللہ نے	ان سے جنہوں نے	انکار کیا	اور کتنی بُری ہے وہ	لوٹنے کی جگہ

آیت نمبر (73 تا 76)

ذ ب ب

(ن) ذَبًّا کسی سے کوئی چیز دفع کرنا۔ مکھی اڑانا

ذُبَابٌ مکھی۔ زیر مطالعہ آیت۔73۔

س ل ب

(ن) سَلْبًا کوئی چیز زبردستی لے لینا۔ چھیننا۔ زیر مطالعہ آیت۔73۔

ترجمہ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	ضُرِبَ	مَثَلٌ	فَاسْتَمِعُوْا	لَهٗ	اِنَّ الَّذِيْنَ
اے لوگو	بیان کی گئی	ایک مثال	تو تم لوگ غور سے سنو	اس کو	بیشک وہ جن کو

تَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	لَنْ يَّخْلُقُوْا	ذُبَابًا	وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا
تم لوگ پکارتے ہو	اللہ کے علاوہ	ہرگز پیدا نہیں کریں گے	ایک مکھی	اور اگرچہ وہ سب اکٹھا ہوں

لَهٗ	وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ	الذُّبَابُ	شَيْئًا	لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ
اس کے لیے	اور اگر چھین لے ان سے	مکھی	کوئی چیز	تو وہ چھڑا نہ سکیں گے اس (چیز) کو

مِنْهُ	ضَعُفَ	الطَّالِبُ	وَالْمَطْلُوْبُ ؀	مَا قَدَرُوا	اللّٰهَ
اس (مکھی) سے	لاچار رہا	طلب کرنے والا	اور جس سے طلب کیا گیا	ان لوگوں نے قدر نہیں کی	اللہ کی

حَقَّ قَدْرِهٖ	اِنَّ اللّٰهَ	لَقَوِيٌّ	عَزِيْزٌ ؀	اَللّٰهُ	يَصْطَفِيْ
جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے	بیشک اللہ	یقیناً قوت والا ہے	بالا دست ہے	اللہ	چن لیتا ہے

مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ	رُسُلًا	وَّمِنَ النَّاسِ	اِنَّ اللّٰهَ	سَمِيْعٌۢ
فرشتوں میں سے	کچھ پیغام پہنچانے والوں کو	اور انسانوں میں سے (بھی)	بیشک اللہ	سننے والا ہے

بَصِيْرٌ ؀	يَعْلَمُ	مَا	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	وَمَا	خَلْفَهُمْ
دیکھنے والا ہے	وہ جانتا ہے	اس کو جو	ان کے آگے ہے	اور اس کو جو	ان کے پیچھے ہے

وَاِلَى اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ ؀
اور اللہ کی طرف ہی	لوٹائے جائیں گے	تمام معاملات

نوٹ:1 کسی کلام کی بلاغت کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ کوئی نئی بات ایجاد کرے یعنی ایسی بات کہے جو پہلے نہیں کہی گئی۔ بلاغت کی اس صفت کے لیے اختراع کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے اور زیر مطالعہ آیت۔۷۳۔ اس کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ جن لوگوں کی عربی ادب اور شاعری پر نظر ہے وہ اعتراف کرتے ہیں کہ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ کی حقیقت کی وضاحت اور اس کے لیے ایسی مثال پہلے کبھی نہیں دی گئی (حافظ احمد یار صاحب مرحوم)

نوٹ:1 ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ میں نہایت بلیغ اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ انسان کسی کو معبود مانتا ہے تو اس وجہ سے مانتا ہے کہ اس سے اس کا ضعف و ناتوانی کا مداوا ہوتا ہے لیکن ان نادانوں نے اپنا معبود ان کو بنایا ہے جو ان سے بھی بڑھ کر عاجز و بے بس ہیں۔ یہ لوگ اس پر

تو قادر ہیں کہ اپنے چہرے سے مکھی ہانک سکتے ہیں۔لیکن ان کے معبود بے چارے اپنے چہرے سے مکھی بھی ہانک سکنے پر قادر نہیں ہیں۔ پھر آگے بتایا کہ ان نادانوں نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر جوان کی پوجا شروع کر رکھی ہے، یہ محض ان کی حماقت اور خدا کی شان سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔فرشتے خدا کی بیٹیاں اور اس کے شریک نہیں ہیں بلکہ اس کے بندے ہیں۔اگر ان کو کوئی مرتبہ حاصل ہے تو یہ ہے کہ جس طرح وہ انسانوں میں سے خاص خاص بندوں کو وہ اپنا پیغمبر بناتا ہے اس طرح فرشتوں میں سے اپنے خاص خاص بندوں یعنی فرشتوں کو اپنے پیغمبروں کے پاس اپنا قاصد بنا کر بھیجتا ہے۔(تدبر قرآن)

آیت نمبر (77 تا 78)

ترجمہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ	اٰمَنُوا	ارْكَعُوْا	وَاسْجُدُوْا	وَاعْبُدُوْا	رَبَّكُمْ
اے وہ لوگو جو	ایمان لائے	تم لوگ رکوع کرو	اور سجدہ کرو	اور بندگی کرو	اپنے رب کی

وَافْعَلُوا	الْخَیْرَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ ۚ	وَجَاهِدُوْا
اور عمل کرو	بھلائی کے	شاید تم لوگ	فلاح پاؤ	اور تم لوگ جدوجہد کرو

فِی اللّٰهِ	حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ	هُوَ	اجْتَبٰىكُمْ	وَمَا جَعَلَ	عَلَیْكُمْ
اللہ (کی راہ) میں	جیسا اس کی جدوجہد کا حق ہے	اس نے	پسند کیا تم کو	اور اس نے نہیں بنائی	تم لوگوں پر

فِی الدِّیْنِ	مِنْ حَرَجٍ ؕ	مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ	هُوَ	سَمّٰىكُمُ
دین میں	کوئی بھی تنگی	(پیروی کرو) اپنے باپ ابراہیمؑ کے دین کی	اس نے	نام رکھا تم لوگوں کا

الْمُسْلِمِیْنَ ۙ	مِنْ قَبْلُ	وَفِیْ هٰذَا	لِیَكُوْنَ	الرَّسُوْلُ	شَهِیْدًا
مسلمین (یعنی فرمانبرداری کرنے والے)	اس سے پہلے	اور اس (قرآن) میں	تاکہ ہو جائیں	یہ رسولؐ	گواہ

عَلَیْكُمْ	وَتَكُوْنُوْا	شُهَدَآءَ	عَلَى النَّاسِ ۖۚ	فَاَقِیْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا
تم لوگوں پر	اور تم لوگ ہو جاؤ	گواہ	لوگوں پر	پس تم لوگ قائم کرو	نماز	اور پہنچاؤ

الزَّكٰوةَ	وَاعْتَصِمُوْا	بِاللّٰهِ ؕ	هُوَ	مَوْلٰىكُمْ ۚ	فَنِعْمَ
زکوٰۃ	اور تم لوگ مضبوطی سے تھام لو	اللہ کو	وہ	تمہارا کارساز ہے	تو کتنا ہی اچھا ہے

الْمَوْلٰى	وَنِعْمَ	النَّصِیْرُ ۧ
کارساز	اور کتنا ہی اچھا	مددگار

نوٹ: 1

سورہ بقرہ کی آیت 143۔میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگ گواہ ہو جاؤ لوگوں پر اور یہ رسولؐ گواہ ہو جائیں تم لوگوں پر۔یہی بات یہاں تک ایک مختلف پیرائے میں کہی گئی ہے اور ساتھ ہی اس ذمہ داری سے عہدہ براء ہونے کے لیے ہدایات بھی دی گئیں ہیں۔سب سے پہلے رکوع وسجود کا حکم ہوا۔یہ نماز کی تعبیر ہے۔ان الفاظ سے جب نماز کی تعبیر کی جاتی ہے تو اس میں وقت پر نماز کی

ادائیگی کے ساتھ نمازوں میں شغف اور انہماک کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے جس کا اہتمام ذمہ داریوں کا اہل بننے کے لیے ضروری ہے۔ پھر

فرمایا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ یعنی زندگی کے سارے گوشوں میں خدا کی ہی بندگی اور اسی کی اطاعت کرو۔ اس کے آگے ہے وَافْعَلُوا الْخَيْرَ یعنی مزید نیکیاں اور بھلائیاں بھی کرو۔ یہ ان نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف اشارہ ہے جو اگرچہ فرض نہیں ہیں لیکن وہ فضائل میں داخل ہیں اور زندگی کو سنوارنے میں ان کو بڑا دخل ہے۔ پھر فرمایا وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ اوپر کی اخلاقی و روحانی تیاری کے ساتھ ساتھ یہ عملی جدوجہد کی ہدایت ہے۔ یہاں جہاد سے مراد قتال نہیں ہے۔ یہاں جہاد سے مراد ہر وہ جدوجہد ہے جو اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے بندے کے بس میں ہو۔ اس کے آگے حَقَّ جِهَادِهٖ کا اضافہ کیا۔ یعنی یہ جدوجہد نیم دلی اور کمزوری کے ساتھ مطلوب نہیں ہے بلکہ اس کے لیے جی جان کی بازی لگادی جائے (تدبر قرآن سے ماخوذ)

میرے خیال میں جی جان کی بازی لگا دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زندگی کی دیگر ذمہ داریوں کو چھوڑ چھاڑ کے انسان صرف دعوت وتبلیغ کی جدوجہد میں لگ جائے۔ میری رائے یہ ہے کہ اپنے ظروف واحوال میں رہتے ہوئے اس کام کے لیے کچھ نہ کچھ وقت وہ ضرور نکالے۔ اگر روزانہ ممکن نہیں ہے تو کم از کم WEEK ENDS پر وقت ضرور نکالے۔ پھر اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق وہ جو بھی کام کرسکتا ہے اس پر مداومت اختیار کرے اور ثابت قدم رہے تو ان شاء اللہ حَقَّ جِهَادِهٖ کا تقاضہ پورا ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہتر عمل وہ ہے جو مستقل ہو خواہ تھوڑا ہو۔ نیز اس سے پہلی آیت میں جن نیک اعمال کا ذکر ہوا ہے وہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتے ہیں انہیں اپنے وقت پر سرانجام دینا اور ادائیگی میں کوتاہی نہ کرنا بھی جان کی بازی لگانے کے مترادف ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو ان کاموں سے بھی جان بچاتے پھرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ المؤمنون (23)

آیت نمبر (1 تا 11)

ترجمہ

قَدْ اَفْلَحَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	الَّذِيْنَ	هُمْ	فِيْ صَلَاتِهِمْ	خٰشِعُوْنَ ۝٢	وَالَّذِيْنَ
مراد پاگئے ہیں	ایمان لانے والے	وہ لوگ	جو	اپنی نماز میں	عاجزی کرنے والے ہیں	اور وہ لوگ

هُمْ	عَنِ اللَّغْوِ	مُعْرِضُوْنَ ۝٣	وَالَّذِيْنَ	هُمْ	لِلزَّكٰوةِ	فٰعِلُوْنَ ۝٤
جو	بے سود چیز سے	اعراض کرنے والے ہیں	اور وہ لوگ	جو	زکوۃ کے لیے	عمل کرنے والے ہیں

وَالَّذِيْنَ	هُمْ	لِفُرُوْجِهِمْ	حٰفِظُوْنَ ۝٥	اِلَّا	عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ
اور وہ لوگ	جو	اپنی شرمگاہوں کی	حفاظت کرنے والے ہیں	سوائے	اپنی بیویوں پر

اَوْ	مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُهُمْ	فَاِنَّهُمْ	غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝٦
یا	ان پر جن کے	مالک ہوئے	ان کے داہنے ہاتھ	تو بیشک وہ لوگ	بغیر ملامت کئے ہوئے ہیں

فَمَنِ	ابْتَغٰى	وَرَآءَ ذٰلِكَ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ	وَالَّذِيْنَ 1332
پھر جس نے	تلاش کیا	اس کے سوا	تو وہ لوگ	ہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں	اور وہ لوگ

هُمْ	لِاَمٰنٰتِهِمْ	وَعَهْدِهِمْ	رٰعُوْنَ ۙ ⑧	وَالَّذِيْنَ	هُمْ	عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ
جو	اپنی امانتوں کی	اور اپنے وعدے کی	نگرانی کرنے والے ہیں	اور وہ لوگ	جو	اپنی نمازوں کو

يُحَافِظُوْنَ ⑨	اُولٰٓئِكَ	هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ ⑩	الَّذِيْنَ	يَرِثُوْنَ
رائیگاں جانے سے بچاتے رہتے ہیں	وہ لوگ	ہی وارث بننے والے ہیں	وہ لوگ جو	وارث ہوں گے

الْفِرْدَوْسَ ۭ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ⑪
فردوس کے	وہ لوگ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہیں

نوٹ: 1

قرآن کریم میں عام طور پر لفظ زکوٰۃ اصطلاحی معنی میں آتا ہے یعنی مال کا ایک خاص حصہ کچھ شرائط کے ساتھ صدقہ کرنے کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۴۔ میں اس لفظ کے اصطلاحی معنی لینے سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے جبکہ زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی۔ اس کا جواب ابن کثیر اور دیگر مفسرین کی طرف سے یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت مکہ ہی میں ہو چکی تھی۔ سورۂ مزمل بالاتفاق مکی ہے۔ اس میں بھی اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ کا ذکر موجود ہے مگر سرکاری طور پر اس کے وصول کرنے کا انتظام اور نصابات وغیرہ کی تفصیلات مدینہ جانے کے بعد جاری ہوئیں۔ عام طور پر قرآن کریم میں جہاں زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے تو اس کو فعل اٰتٰی ، یُؤْتِیْ کے کسی صیغہ کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے لیکن یہاں عنوان بدل کر لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ فرمانا اس کا قرینہ ہے کہ یہاں زکوٰۃ اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں ہے۔ اس بنیاد پر بعض مفسرین نے اس جگہ زکوٰۃ کا مضمون عام لغوی معنی میں اپنے نفس کو پاک کرنا قرار دیا ہے۔ (معارف قرآن)

اس جگہ پر زکوۃ کے ساتھ فاعلون کے لفظ سے میرا ذہن اس کے ایک پہلو کی طرف منتقل ہوتا ہے جو آج کل ہم لوگوں کے ذہن سے بڑی حد تک اوجھل ہو چکا ہے۔ اس کے نتیجے میں کچھ ایسی NGOs اور فلاحی ادارے وجود میں آ گئے ہیں جو ناچ گانے کی محفلیں اور کلچر شو منعقد کر کے فنڈ اکٹھا کرتے ہیں پھر رمضان میں زکوٰۃ لینے اور بقرعید میں قربانی کی کھالیں جمع کرنے بھی آ جاتے ہیں۔ ایسی لوگوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ لوگ زکوٰۃ کے پیسے خرچ کرتے وقت اس کے ان مصارف کا خیال رکھیں گے جن کا فیصلہ اللہ نے کسی نبی یا رسول پر بھی نہیں چھوڑا بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کا تعین فرمایا۔ (دیکھیں سورۂ توبہ۔ آیت۔ ۶۰ کا نوٹ۔ ۱) اس لیے ضروری ہے کہ اس جگہ پر زکوٰۃ کے ساتھ فاعلون لانے کی اہمیت کی مذکورہ پہلو کو سمجھ کر ہم لوگ ذہن نشین کر لیں۔

اٰتٰی ۔ یُؤْتِیْ ۔ اِیْتَآءً کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو کسی تک پہنچانا۔ پھر دینا یا ادا کرنا اس کے مجازی معنی ہیں۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے ساتھ بالعموم اسی لفظ کا کوئی صیغہ یا فعل امر استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے ہم سے کہا کہ ہم خود زکوۃ کو مستحقین تک پہنچائیں۔ اب ظاہر ہے یہ ایک کام ہے اور اس عمل کا تقاضہ کرتا ہے کہ مستحقین کو تلاش کیا جائے۔ پھر ان سے رابطہ کیا جائے اور زکوٰۃ ان کو پہنچائی جائے۔

اس فرض کی ادائیگی کے اس پہلو کا اجاگر کرنے کے لیے غالباً اس جگہ پر زکوٰۃ کے ساتھ فاعلون کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم) پہلے اسلامی حکومتیں اس عمل کا تقاضہ پورا کرتی تھی اس لیے ان کے کارندوں کو لوگ زکوۃ ادا کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتے تھے۔ لیکن آجکل اسلامی جمہوریہ پر اس ضمن میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ہمارے لیے محفوظ ترین راستہ یہ ہے کہ خود زکوٰۃ ایسے مستحقین کو دیں جن کو ہم ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ اگر کسی ادارے کو دینا ہو تو کم از کم اتنا ضرور دیکھ لیں کہ وہ لوگ زکوٰۃ خرچ کرنے کے مسائل سے واقف ہوں ان کا پورا لحاظ رکھتے ہوں اور اس ضمن میں روشن خیال نہ ہوں۔ اتنا سا تردو کئے بغیر ہی اگر ہم کسی ادارے کو زکوٰۃ دیتے ہیں تو یہ زکوٰۃ پھینکنے والی بات ہے زکوٰۃ پہنچانے والی بات نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دنیا میں ہم سمجھتے رہیں کہ ہم نے زکوٰۃ ادا کر دی ہے اور میدان حشر میں پتہ چلے کہ ادا تو کی تھی لیکن پہنچائی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ پچھتاوے سے ہم سب کو اپنی امان میں رکھے۔

آیت نمبر (12 تا 16)

س ل ل

(ن) سَلًّا (1) کسی چیز میں سے کوئی چیز آہستہ آہستہ نکالنا۔ (2) کہیں سے کوئی چیز چپکے سے لے جانا۔

سُلَالَۃٌ کسی چیز سے نکالی ہوئی چیز۔ خلاصہ۔ جوہر۔ ست۔ زیر مطالعہ آیت۔ 12۔

(تفعل) تَسَلُّلٌ بھیڑ میں سے چپکے سے کھسک جانا۔ سٹک جانا۔ ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ﴾ (24/النور:63) ''جان لیا ہے اللہ نے ان کو جو چپکے سے سٹک جاتے ہیں تم میں سے''

ترکیب

(آیت۔13) فعل جَعَلَ کے دو مفعول آتے ہیں۔ کس کو بنایا اور کیا بنایا۔ اس طرح جَعَلْنَا کے ساتھ ضمیر مفعولی اس کا مفعول اول ہے اور نُطْفَۃً اس کا مفعول ثانی ہے۔ (آیت۔14) فعل خَلَقَ کا ایک ہی مفعول آتا ہے۔ کسی کو پیدا کیا۔ اس لیے عَلَقَۃً۔ مُضْغَۃً اور عِظٰمًا مفعول ثانی نہیں ہو سکتے بلکہ یہ حال ہیں۔ کَسَوْنَا کا مفعول اول اَلْعِظٰمَ ہے اور لَحْمًا کا مفعول ثانی ہے۔ فعل اَنْشَاَ کا بھی ایک مفعول آتا ہے اس لیے خَلْقًا اٰخَرَ حال ہے۔

ترجمہ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا	الْاِنْسَانَ	مِنْ سُلٰلَةٍ	مِّنْ طِيْنٍ ⑫	ثُمَّ جَعَلْنٰهُ
اور بیشک ہم نے پیدا کیا	انسان کو	ایک جوہر سے	مٹی میں سے	پھر ہم نے بنایا اس کو

نُطْفَةً	فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ⑬	ثُمَّ خَلَقْنَا	النُّطْفَةَ	عَلَقَةً	فَخَلَقْنَا
ایک نطفہ	ایک مضبوط ٹھکانے میں	پھر ہم نے پیدا کیا	نطفہ کو	ایک جما ہوا خون ہوتے ہوئے	پھر ہم نے پیدا کیا

الْعَلَقَةَ	مُضْغَةً	فَخَلَقْنَا	الْمُضْغَةَ	عِظٰمًا	فَكَسَوْنَا
جمے ہوئے خون کو	ایک گوشت کی بوٹی ہوتے ہوئے	پھر ہم نے پیدا کیا	گوشت کی بوٹی کو	ہڈیاں ہوتے ہوئے	پھر ہم نے پہنایا

الْعِظٰمَ	لَحْمًا	ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ	خَلْقًا اٰخَرَ	فَتَبٰرَكَ	اللّٰهُ	اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ⑭
ہڈیوں کو	کچھ گوشت	پھر ہم نے اٹھایا اس کو	ایک دوسری مخلوق ہوتے ہوئے	تو برکت کا سرچشمہ ہوا	اللہ	جو پیدا کرنے والوں کا سب سے احسن ہے

ثُمَّ اِنَّكُمْ	بَعْدَ ذٰلِكَ	لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾	ثُمَّ اِنَّكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	1332 تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾
پھر بیشک تم لوگوں کو	اس کے بعد	یقیناً مردہ ہونا ہے	پھر بیشک تم لوگ	قیامت کے دن	(دوبارہ) اٹھائے جاؤ گے

نوٹ: 1 حضرت ابن عباسؓ اور دیگر ائمہ کرام نے خَلْقًا اٰخَرَ کی تفسیر نفخ روح سے فرمائی۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ غالباً اس روح سے مراد روح حیوانی ہے کہ وہ بھی مادی اور ایک جسم لطیف ہے جو جسم حیوانی کے ہر ہر جز میں سمایا ہوا ہوتا ہے جس کو طبیب لوگ اور فلسفی لوگ روح کہتے ہیں۔ اس کی تخلیق تمام اعضائے انسانی کی تخلیق کے بعد ہوتی ہے۔ اور روح حقیقی جس کا تعلق عالم ارواح سے ہے، وہیں سے لا کر اس کا کوئی رابطہ روح حیوانی سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے فرما دیتا ہے جس کی حقیقت کو پہچاننا انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس روح حقیقی کی تخلیق تو تمام انسانوں کی تخلیق سے بہت پہلے ہو چکی ہے۔ ان ہی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے ازل میں جمع کر کے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرمایا۔ اس کا تعلق جسم انسانی کے ساتھ تخلیق اعضاء انسانی کے بعد ہوتا ہے۔ اس جگہ نفخ روح سے اگر یہ مراد لی جائے کہ روح حیوانی کے ساتھ روح حقیقی کا تعلق اس وقت فرمایا گیا تو یہ بھی ممکن ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (17 تا 22)

د ھ ن

(ن)
- دَهْنًا: (1) سر میں تیل لگانا۔ (2) کسی چیز کو تر کرنا۔ نرم کرنا۔
- دُهْنٌ: کسی چیز کا تیل یا چربی۔ زیر مطالعہ آیت ۲۰۔
- دِهَانٌ: تیل کی تلچھٹ۔ ﴿فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾﴾ (55/الرحمٰن:37) "تو ہو جائے گا۔ گلابی جیسے تیل کی تلچھٹ"

(افعال)
- اِدْهَانٌ: نرم ہونا۔ ڈھیلا پڑنا۔ ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾﴾ (68/القلم: 9) "وہ لوگ چاہتے ہیں اگر آپؐ ڈھیلے پڑیں تو وہ لوگ ڈھیلے پڑیں گے"
- مُدْهِنٌ: اسم الفاعل ہے۔ نرم ہونے والا۔ ڈھیلا پڑنے والا۔ ﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾﴾ (56/الواقعہ:81) "تو کیا اس بات سے تم لوگ ڈھیلے پڑنے والے ہو"

ترجمہ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا	فَوْقَكُمْ	سَبْعَ طَرَآئِقَ	وَمَا كُنَّا	عَنِ الْخَلْقِ
اور بیشک ہم نے پیدا کئے ہیں	تم لوگوں کے اوپر	سات راستے	اور ہم نہیں ہیں	مخلوق سے

غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾	وَاَنْزَلْنَا	مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً	بِقَدَرٍ	فَاَسْكَنّٰهُ
غفلت برتنے والے	اور ہم نے اتارا	آسمان سے	کچھ پانی	ایک اندازے سے	پھر ہم نے ٹھہرایا اس کو

فِى الْاَرْضِ	وَ	اِنَّا	عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ	لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾	فَاَنْشَاْنَا
زمین میں	حالانکہ	بیشک ہم	اس کو لے جانے پر	یقیناً قدرت رکھنے والے ہیں	پھر ہم نے اگایا

لَكُمْ	بِهٖ	جَنّٰتٍ	مِّنْ نَّخِيْلٍ	وَّاَعْنَابٍ	لَكُمْ	فِيْهَا
تمہارے لیے	اس سے	کچھ باغات	جیسے کھجوروں کے	اور انگوروں کے	تمہارے لیے	ان میں

فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ	وَّ مِنْهَا	تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾	وَشَجَرَةً	1332 تَخْرُجُ
کثرت سے میوے ہیں	اوران میں سے	تم لوگ کھاتے ہو	اور(ہم نے اگایا)ایک ایسادرخت جو	نکلتا ہے

مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ	تَنْۢبُتُ	بِالدُّهْنِ	وَصِبْغٍ	لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿٢٠﴾
سینا کے کوہ طور سے	وہ اگتا ہے	تیل کے ساتھ	اور سالن کے ساتھ	کھانے والوں کے لیے

وَاِنَّ لَكُمْ	فِي الْاَنْعَامِ	لَعِبْرَةً	نُسْقِيْكُمْ	مِّمَّا
اور بیشک تمہارے لیے	مویشیوں میں	یقیناً ایک عبرت ہے	ہم پینے کے لیے دیتے ہیں تم کو	اس میں سے جو

فِيْ بُطُوْنِهَا	وَلَكُمْ	فِيْهَا	مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ	وَّمِنْهَا
ان کے پیٹوں میں ہے	اورتمہارے لیے	ان میں	بہت سے(دوسرے)فائدے ہیں	اوران میں سے

تَاْكُلُوْنَ ﴿٢١﴾	وَعَلَيْهَا	وَعَلَى الْفُلْكِ	تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾
تم لوگ کھاتے (بھی) ہو	اوران پر	اورکشتیوں پر	تم لوگ سوار کئے جاتے ہو

نوٹ: 1

سات راستوں سے غالباً مراد سات سیاروں کی گردش کے راستے ہیں اور چونکہ اس زمانے میں انسان سبع سیارہ سے ہی واقف تھا اس لیے سات ہی رستوں کا ذکر کیا گیا۔ اس کے معنی بہر حال یہ نہیں ہیں کہ اس کے علاوہ اور دوسرے راستے نہیں ہیں۔ اور مخلوق سے غافل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی مخلوق کی کسی حاجت سے اور کسی کی حالت سے ہم کبھی بے خبر نہیں رہے۔ کسی چیز کو ہم نے اپنے منصوبے کے خلاف بننے اور چلنے نہیں دیا۔ کسی چیز کی فطری ضروریات فراہم کرنے میں ہم نے کوتاہی نہیں کی۔ اور ایک ایک ذرے اور ایک ایک پتے کی حالت سے ہم باخبر رہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ: 2

آسمان سے پانی اتارنے سے مراد اگرچہ موسمی بارش بھی ہوسکتی ہے لیکن آیت کے الفاظ پر غور کرنے سے ایک دوسرا مطلب بھی سمجھ میں آتا ہے۔ اور وہ یہ کہ آغاز آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے بیک وقت اتنی مقدار میں پانی زمین پر نازل فرما دیا تھا جو قیامت تک اس کرۂ ارض کی ضروریات کے لیے اس کے علم میں کافی تھا۔ وہ پانی زمین کے نشیبی حصوں میں ٹھہر گیا جس سے سمندر وجود میں آئے اور زیر زمین پانی پیدا ہوا۔ اب یہ اسی پانی کا الٹ پھیر ہے جو گرمی سردی اور ہواؤں کے ذریعے سے ہوتا رہتا ہے۔ اسی پانی کو بارشیں، برف پوش پہاڑ، دریا، چشمے اور کنویں زمین کے مختلف حصوں میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ شروع سے آج تک پانی کے اس ذخیرے میں ایک قطرے کی بھی کمی یا اضافہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ پانی کی حقیقت آج ہر مدرسہ کے طالبعلم کو معلوم ہے کہ وہ ہائیڈروجن اور آکسیجن، دو گیسوں کے امتزاج سے بنا ہے۔ ایک دفعہ اتنا بن گیا کہ اس سے سمندر بھر گئے اور اب اس کے ذخیرے میں ایک قطرے کا بھی اضافہ نہیں ہوتا۔ وہ کون ہے جس نے ایک وقت میں اتنی ہائیڈروجن اور آکسیجن ملا کر اتنا پانی بنا دیا وہ کون ہے جو اب انہی دو گیسوں کو اس خاص تناسب سے نہیں ملنے دیتا جس سے پانی بنتا ہے حالانکہ دونوں گیسیں اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔ اور جب پانی بھاپ بن کر ہوا میں اڑ جاتا ہے تو اس وقت کون ہے جو ہائیڈروجن اور آکسیجن کو الگ الگ ہونے سے روکے رکھتا ہے کیا دہریوں کے پاس اس کا کوئی جواب ہے۔ (تفہیم القرآن)

اس وضاحت اِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ کا مطلب بھی پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پانی سے گیسوں کو الگ الگ کر دے تو گیسیں باقی رہ جائیں گی اور پانی ختم ہو جائے گا۔

آیت نمبر (23 تا 26)

ترجمہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	اِلٰى قَوْمِهٖ	فَقَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا
اور بیشک ہم بھیج چکے ہیں	نوح ؑ کو	ان کی قوم کی طرف	تو انہوں نے کہا	اے میری قوم	تم لوگ بندگی کرو

اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِّنْ اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ ؕ	اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾	فَقَالَ
اللہ کی	نہیں ہے تمہارے لیے	کوئی بھی الٰہ	اس کے علاوہ	تو کیا تم لوگ (اس کی ناراضگی سے) نہیں بچو گے	تو کہا

الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ قَوْمِهٖ	مَا هٰذَآ	اِلَّا	بَشَرٌ	مِّثْلُكُمْ ۙ
ان کے سرداروں نے جنہوں نے	انکار کیا	ان کی قوم میں سے	نہیں ہیں یہ	مگر	ایک بشر	تم لوگ جیسے

يُرِيْدُ	اَنْ	يَّتَفَضَّلَ	عَلَيْكُمْ ؕ	وَلَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَاَنْزَلَ
وہ ارادہ رکھتے ہیں	کہ	وہ فضیلت حاصل کریں	تو لوگوں پر	اور اگر	چاہتا	اللہ	تو اس نے اتارے ہوتے

مَلٰٓئِكَةً ۚۖ	مَّا سَمِعْنَا	بِهٰذَا	فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۚ﴿۲۴﴾	اِنْ	هُوَ
کچھ فرشتے	ہم نے نہیں سنا	اس کے بارے میں	اپنے پہلے آباؤ اجداد (کے قصوں) میں	نہیں ہے	وہ

اِلَّا	رَجُلٌ	بِهٖ	جِنَّةٌ	فَتَرَبَّصُوْا	بِهٖ	حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾
مگر	ایک آدمی	اس کے ساتھ	کوئی دیوانگی ہے	تو تم لوگ انتظار کرو	اس کے بارے میں	کچھ مدت تک

قَالَ	رَبِّ	انْصُرْنِيْ	بِمَا	كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾
(نوح ؑ نے) کہا	اے میرے رب	تو نصرت کر میری	بسبب اس کے جو	ان لوگوں نے جھٹلایا مجھ کو

نوٹ: 1

تورات اور قرآن دنوں میں رسولوں کی تاریخ کا آغاز حضرت نوح ؑ ہی سے ہوتا ہے۔ یہاں جس مقصد سے یہ سرگزشت بیان ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا اس دنیا کو پیدا کر کے اس سے بے تعلق ہو بیٹھا ہے وہ خدا کو بالکل غلط سمجھے ہیں۔ خدا نے ہمیشہ اس کی مادی پرورش کا بھی انتظام فرمایا ہے اور اس کی روحانی و اخلاقی اصلاح کے لیے اپنے رسول بھی بھیجے ہیں۔ جن لوگوں نے ان رسولوں کی تکذیب کی خدا نے اتمام حجت کے بعد ان کو ہلاک کر دیا اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کو نجات و فلاح بخشی۔ اس دنیا کے ساتھ خدا کا یہ معاملہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ایک ایسا دن بھی لائے گا جب وہ نیکو کاروں اور بدکاروں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (23 تا 30)

ترجمہ

فَاَوْحَيْنَآ	اِلَيْهِ	اَنِ	اصْنَعِ	الْفُلْكَ	بِاَعْيُنِنَا
تو ہم نے وحی کی	انؑ کی طرف	کہ	آپ تیار کریں	کشتی	ہماری آنکھوں (کے سامنے) سے

وَوَحْيِنَا	فَاِذَا	جَآءَ	اَمْرُنَا	وَفَارَ	التَّنُّوْرُ ۙ	فَاسْلُكْ	فِيْهَا
اور ہماری وحی سے	پھر جب	آجائے	ہمارا حکم	اور ابل پڑے	تنور	تو آپؑ ڈال دیں	اس میں

مِنْ كُلٍّ	زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ	وَاَهْلَكَ	اِلَّا مَنْ	سَبَقَ	عَلَيْهِ	الْقَوْلُ
ان میں سے	دو جوڑوں کو	اور اپنے گھر والوں کو	سوائے اس کے	پہلے ہو چکا	جس کے خلاف	فیصلہ

مِنْهُمْ ۚ	وَلَا تُخَاطِبْنِيْ	فِي الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا ۚ	اِنَّهُمْ
ان میں سے	اور آپؑ خطاب نہ کریں مجھ سے	ان کے بارے میں جنہوں نے	ظلم کیا	بیشک وہ لوگ

مُّغْرَقُوْنَ ۝٢٧	فَاِذَا	اسْتَوَيْتَ	اَنْتَ	وَمَنْ	مَّعَكَ
غرق کئے جانے والے ہیں	پھر جب	آپؑ متمکن ہو جائیں	آپؑ	اور وہ جو	آپؑ کے ساتھ ہیں

عَلَى الْفُلْكِ	فَقُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ الَّذِيْ	نَجّٰىنَا
کشتی پر	تو آپؑ کہیں	تمام شکر و سپاس	اس اللہ کے لیے ہے جس نے	نجات دی ہم کو

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝٢٨	وَقُلْ	رَّبِّ	اَنْزِلْنِيْ	مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا	وَّاَنْتَ
ظالم قوم سے	اور آپؑ کہیں	اے میرے رب	تو اتار مجھ کو	ایک برکت دی ہوئی اتارنے کی جگہ میں	اور تو

خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝٢٩	اِنَّ	فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	وَّاِنْ	كُنَّا	لَمُبْتَلِيْنَ ۝٣٠
اتارنے والوں کا بہترین ہے	بیشک	اس میں	یقیناً کچھ نشانیاں ہیں	اور بیشک	ہم ہیں	یقیناً آزمانے والے ہیں

نوٹ: 1

لفظ تنور کے متعدد معانی مراد لیے گئے ہیں۔ لیکن کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کہ قرآن کے الفاظ کو بغیر کسی قرینے کے مجازی معنوں میں لیا جائے جبکہ ظاہری مفہوم لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ الفاظ پڑھ کر ابتداء جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہی ہے کہ کوئی خاص تنور پہلے سے نامزد کر دیا گیا تھا کہ طوفان کا آغاز اس کے نیچے سے پانی ابلنے پر ہوگا۔ دوسرے معنی سوچنے کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جبکہ آدمی یہ ماننے کے لیے تیار نہ ہو کہ اتنا بڑا طوفان ایک تنور کے نیچے سے پانی ابل پڑنے پر شروع ہوا ہوگا۔ مگر خدا کے معاملات عجیب ہیں۔ وہ جب کسی قوم کی شامت لاتا ہے تو ایسے رخ سے لاتا ہے جدھر اس کا وہم و گمان بھی نہیں جا سکتا۔ (تفہیم القرآن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ المؤمنون (23)

آیت نمبر (31 تا 38)

ترجمہ

ثُمَّ اَنْشَاْنَا	مِنْۢ بَعْدِهِمْ	قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾	فَاَرْسَلْنَا	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا	مِّنْهُمْ
پھر ہم نے اٹھایا	ان کے بعد	ایک دوسری امت کو	پھر ہم نے بھیجا	ان میں	ایک رسول	ان میں سے

اَنِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِّنْ اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ	اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾
کہ	تم لوگ بندگی کرو	اللہ کی	نہیں ہے تمہارے لیے	کوئی بھی الہٰ	اس کے علاوہ	تو کیا تم لوگ تقویٰ نہیں کرو گے

وَقَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ قَوْمِهِ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا	بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ
اور کہا	سرداروں نے	ان کی قوم میں سے	وہ لوگ جنہوں نے	انکار کیا	اور جھٹلایا	آخرت والی ملاقات کو

وَ	اَتْرَفْنٰهُمْ	فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	مَا هٰذَآ	اِلَّا	بَشَرٌ
حالانکہ	ہم نے خوشحالی دی تھی ان کو	دنیوی زندگی میں	(کہ) نہیں ہے یہ	مگر	ایک بشر

مِّثْلُكُمْ	يَاْكُلُ	مِمَّا	تَاْكُلُوْنَ	مِنْهُ	وَيَشْرَبُ	مِمَّا	تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾
تم لوگ جیسا	وہ کھاتا ہے	اس میں سے	تم لوگ کھاتے ہو	جس سے	اور وہ پیتا ہے	اس سے جس سے	تم لوگ پیتے ہو

وَلَئِنْ	اَطَعْتُمْ	بَشَرًا	مِّثْلَكُمْ	اِنَّكُمْ	اِذًا
اور بیشک اگر	تم لوگوں نے اطاعت کی	ایک ایسے بشر کی جو	تمہارے جیسا ہے	تو بیشک تم لوگ	تب تو

لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾	اَيَعِدُكُمْ	اَنَّكُمْ	اِذَا	مِتُّمْ
یقیناً خسارہ پانے والے ہو	کیا وہ وعدہ کرتا ہے تم سے	کہ تم لوگ	جب	بے جان ہو جاؤ گے

وَكُنْتُمْ	تُرَابًا	وَّعِظَامًا	اَنَّكُمْ	مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾	هَيْهَاتَ
اور تم لوگ ہو جاؤ گے	ایک مٹی	اور کچھ ہڈیاں	تو یہ کہ تم لوگ	نکالے جانے والے ہو	بہت دور (کی کوڑی) ہے

هَيْهَاتَ	لِمَا	تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾	اِنْ	هِيَ	اِلَّا	حَيَاتُنَا الدُّنْيَا
بہت دور (کی کوڑی) ہے	وہ جس کے لئے	تم سے وعدہ کیا جاتا ہے	نہیں ہے	یہ	مگر	ہماری دنیوی زندگی

نَمُوْتُ	وَنَحْيَا	وَمَا نَحْنُ	بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾	اِنْ	هُوَ	اِلَّا
ہم مرتے ہیں	اور ہم جیتے ہیں	اور ہم نہیں ہیں	(دوبارہ) اٹھائے جانے والے	نہیں ہے	وہ	مگر

رَجُلُ	افْتَرٰى	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	وَّمَا نَحْنُ	لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾
ایک ایسا آدمی جس نے	گھڑا	اللہ پر	ایک جھوٹ	اور ہم نہیں ہیں	اس کی بات ماننے والے

نوٹ:1

آیت۔37۔میں نَمُوْتُ وَ نَحْيَا کے الفاظ پر غور کرنے سے اس قوم کا طرز فکر سامنے آتا ہے۔اس کا کہنا ہے کہ ہم خود مرتے ہیں اور ہم خود ہی زندہ رہتے ہیں۔نہ ہم کو کوئی مارنے والا ہے اور نہ کوئی زندگی دینے والا ہے۔زندگی اور موت کا سلسلہ ایک خودکار سسٹم ہے جس میں کسی کا کوئی بھی دخل نہیں ہے۔اس لئے دوبارہ زندہ ہونے کا کوئی سوال نہیں ہے۔اور اس دنیا کو بنانے والا اللہ تو ہے لیکن اس کو بنانے کے بعد اس کا آٹومیٹک سوئچ آن کر کے اب وہ اس سے بے تعلق ہو گیا ہے اور اب یہاں جو کچھ ہو رہا ہے خود بخود ہو رہا ہے۔اس لئے اللہ کو کوئی پیغمبر بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔اگر کوئی ایسا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔

ہمارے زمانے کے دہریوں نے برسوں کی تحقیق اور ریسرچ کے بعد انکشاف کیا ہے کہ یہ کائنات بھی خود بخود وجود میں آئی ہے اور اس کا بنانے والا کوئی نہیں ہے۔اس طرح لوگوں نے حضرت نوحؑ کے بعد قوم کے قدیم نظریہ کی اصولی طور پر تصدیق کی ہے کہ دنیا میں سب اس لئے خود بخود ہو رہا ہے کہ یہ کائنات ہی خود بخود وجود میں آئی ہے۔البتہ ان لوگوں نے قدیم نظریہ کو اس کے منطقی انجام تک پہنچایا ہے اور اسے اپنے الفاظ کا جامعہ پہنایا ہے۔آج کی دہریت کا نظریہ کوئی نیا نظریہ نہیں ہے۔یہ بڑی قدیم شراب ہے،صرف اس کی بوتل نئی ہے۔اور شراب جتنی قدیم ہوا اتنی زیادہ نشہ آور ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس شراب سے ہم سب کو اپنی امان میں رکھے۔

آیت نمبر (36 تا 43)

غ ث و

(ن)	غَثْوًا	نالے میں کوڑا کرکٹ زیادہ ہونا۔
	غُثَاءٌ	سیلاب کے جھاگ میں ملے ہوئے گلے سڑے پتے، تنکے وغیرہ۔زیر مطالعہ آیت۔۴۱۔

و ت ر

(ض)	وَتْرًا	کسی کے مال یا حق میں کمی کرنا۔﴿وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴾ (47/محمد:35)''اور وہ ہرگز کمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں۔''
	وَتْرٌ	طاق عدد۔﴿وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴾ (89/الفجر:3)''جفت اور طاق کی قسم۔''
(تفاعل)	تَوَاتُرًا	وقفہ سے ایک دوسرے کے پیچھے آنا۔
	تَتْرٰى	(اس کو وَتْرٰی کے بجائے تَتْرٰی بولتے اور لکھتے ہیں) ایک ایک کر کے آنا۔لگاتار آنا۔زیر مطالعہ آیت۔۴۴۔

ترکیب

آیت۔40۔عَمَّاقَلِيْلٍ دراصل عَنْ قَلِيْلٍ ہے اور اس میں مَا زائدہ ہے۔عربی محاورہ میں یہ عَنْ قَلِيْلٍ اور عَمَّاقَلِيْلٍ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی تھوڑی دیر سے۔اردو محاورہ میں یہ مفہوم عنقریب کے لفظ سے ادا ہوتا ہے۔

آیت۔44۔لفظ تَتْرٰی کی یا کو گرا کر یہاں تَتْرَا لکھا گیا ہے یہ قرآن مجید کا مخصوص املا ہے ورنہ عام عربی میں اسے الف مقصورہ کے ساتھ تَتْرٰی ہی لکھا جاتا ہے۔

ترجمہ

قَالَ	كَذَّبُوْنِ ۝	بِمَا	انْصُرْنِيْ	رَبِّ	قَالَ
(اللہ نے) کہا	انہوں نے جھٹلایا مجھ کو	بسبب اس کے جو	تو نصرت کر میری	اے میرے رب	(رسول) نے کہا

عَمَّا قَلِيْلٍ	لَّيُصْبِحُنَّ	نٰدِمِيْنَ ۚ﴿40﴾	فَاَخَذَتْهُمُ	الصَّيْحَةُ 1348
عنقریب	یہ لوگ لازماً ہو جائیں گے	پشیمان ہونے والے	پھر پکڑا انکو	ایک چنگھاڑ نے

بِالْحَقِّ	فَجَعَلْنٰهُمْ	غُثَآءً ۚ	فَبُعْدًا	لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿41﴾
حق کے ساتھ	تو ہم نے کر دیا ان کو	گلی سڑی گھاس پھوس	پس دوری ہو	ظلم کرنے والی قوم کے لیے

ثُمَّ اَنْشَاْنَا	مِنْۢ بَعْدِهِمْ	قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿42﴾	مَا تَسْبِقُ	مِنْ اُمَّةٍ
پھر ہم نے اٹھایا	ان کے بعد	کچھ دوسری امتوں کو	آگے نہیں نکلتی	کوئی بھی امت

اَجَلَهَا	وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿43﴾	ثُمَّ اَرْسَلْنَا	رُسُلَنَا	تَتْرَا
اپنے (خاتمے کے) وقت سے	اور نہ وہ لوگ پیچھے رہتے ہیں	پھر ہم نے بھیجا	اپنے رسولوں کو	لگاتار

كُلَّمَا	جَآءَ	اُمَّةً	رَّسُوْلُهَا	كَذَّبُوْهُ	فَاَتْبَعْنَا	بَعْضَهُمْ
جب کبھی بھی	آیا	کسی امت کے پاس	اس کا رسول	توانہوں نے جھٹلایا اس کو	تو ہم نے پیچھے لگایا	ان کے بعض کو

بَعْضًا	وَّجَعَلْنٰهُمْ	اَحَادِيْثَ ۚ	فَبُعْدًا	لِّقَوْمٍ	لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿44﴾
بعض کے (یعنی یکے بعد دیگرے ہلاک کیا)	اور ہم نے بنا دیا ان کو	داستانیں	پس دوری ہو	ایسی قوم کے لئے جو	ایمان نہیں لاتے

نوٹ:1 اوپر آیت۔31 میں لفظ قرن آیا ہے اور یہاں آیت 42۔ میں قرون جمع ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے بعد تدریجاً حضرت نوحؑ کی نسل سے متعدد قومیں اُنہیں اور ان میں سے ہر ایک کی ہدایت و اصلاح کے لئے خدا نے اپنے رسول بھیجے۔ قوموں کی تعداد میں جتنا اضافہ ہوتا گیا اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے انتظام میں اسی رفتار سے اضافہ فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک ہی دور میں الگ الگ قوموں میں الگ الگ رسول بھی آئے۔ اگرچہ تاریخوں میں تفصیل نہیں ملتی لیکن حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کا ایک زمانے میں ہونا قرآن سے معلوم ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ اور حضرت شعیبؑ ایک ہی دور کے رسول ہیں۔ لیکن جس قوم کے پاس بھی اس کا رسول آیا اس نے اس کی تکذیب کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یکے بعد دیگرے ہر قوم کو خدا نے ہلاکت کے اسی گڑھے میں ڈال دیا جس میں اس کی پیش رو قوم کو ڈالا تھا۔ جن کو اپنی قوت و شوکت اور عروج پر بڑا ناز تھا وہ ماضی کی ایک داستان بن کر رہ گے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (45 تا 50)

م ع ن

(ف)

مَعْنًا: پانی کا نرم رفتار سے بہنا۔

مَعِيْنٌ: فعیل کے وزن پر صفت ہے۔ بہنے والا پانی۔ جاری پانی۔ زیر مطالعہ آیت۔50۔

اَلْمَاعُوْنُ: گھر میں برتنے کا سامان۔ ﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۧ﴾ (107/:7) ''اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیزوں سے۔''

ترجمہ

ثُمَّ اَرْسَلْنَا	مُوْسٰى	وَاَخَاهُ	هٰرُوْنَ ۙ	بِاٰيٰتِنَا
پھر ہم نے بھیجا	موسیٰؑ کو	اور ان کے بھائی	ہارونؑ کو	اپنی نشانیوں کے ساتھ

وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿٤٥﴾	اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ	فَاسْتَكْبَرُوْا	وَكَانُوْا 1348
اور ایک واضح دلیل کے ساتھ	فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف	تو انہوں نے بڑائی کی	اور وہ لوگ تھے

قَوْمًا عَالِيْنَ ۚ﴿٤٦﴾	فَقَالُوْٓا	اَنُؤْمِنُ	لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا	وَ	قَوْمُهُمَا
ایک سرکشی کرنے والی قوم	پھر انہوں نے کہا	کیا ہم بات مان لیں	اپنے جیسے دو آدمیوں کی	اس حال میں کہ	ان دونوں کی قوم

لَنَا عٰبِدُوْنَ ۚ﴿٤٧﴾	فَكَذَّبُوْهُمَا	فَكَانُوْا	مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿٤٨﴾
ہماری غلامی کرنے والی ہے	پھر انہوں نے جھٹلایا ان دونوں کو	نتیجتاً وہ لوگ ہوئے	ہلاک کئے جانے والوں میں سے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	لَعَلَّهُمْ	يَهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾	وَجَعَلْنَا	ابْنَ مَرْيَمَ
اور بیشک ہم نے دی تھی	موسیٰؑ کو	کتاب	شاید وہ لوگ	ہدایت پائیں	اور ہم نے بنایا	مریم کے بیٹے کو

وَاُمَّهٗٓ	اٰيَةً	وَّاٰوَيْنٰهُمَآ	اِلٰى رَبْوَةٍ	ذَاتِ قَرَارٍ	وَّمَعِيْنٍ ﴿٥٠﴾ ع
اور ان کی والدہ کو	ایک نشانی	اور ہم نے ٹھکانہ دیا دونوں کو	ایک ایسے ٹیلے کی طرف جو	قرار والا تھا	اور رواں پانی والا تھا

نوٹ: 1 آیت ۔50۔ میں یہ نہیں فرمایا کہ ایک نشانی ابن مریم (یعنی عیسیٰؑ) تھے اور ایک نشانی خود بی بی مریم تھیں اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ ابن مریم اور اس کی ماں کو دو نشانیاں بنایا۔ بلکہ فرمایا یہ ہے کہ وہ دونوں مل کر ایک نشانی بنائے گئے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ باپ کے بغیر ابن مریم کا پیدا ہونا اور مرد کی صحبت کے بغیر بی بی مریم کا حاملہ ہونا ہی وہ چیز ہے جو ان دونوں کو ایک نشانی بناتی ہے جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بے پدر کے منکر ہیں وہ ماں اور بیٹے کے ایک آیت ہونے کی کیا توجیہ کریں گے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (51 تا 61)

ترکیب (آیت ۔ ۵۳)۔ باب تفعّل میں زیادہ تر افعال لازم آتے ہیں۔ لیکن تَقَطَّعَ فعل لازم اور فعل متعدی، دونوں معانی میں آتا ہے۔ اس لیے اس آیت میں فَتَقَطَّعُوْٓا کو فعل متعدی اور اَمْرَهُمْ کو اس کا مفعول مان کر جو ترجمے کئے گئے ہیں وہ درست ہیں۔ ان کو غلط نہیں کہہ سکتے۔ ہمارے استاد محترم پروفیسر حافظ احمد یار صاحب مرحوم نے فَتَقَطَّعُوْٓا کو فعل لازم اور اَمْرَهُمْ کو تمیز مانا ہے۔ اپنے ترجمہ میں ہم حافظ صاحب مرحوم کی رائے کو ترجیح دینے کے بجائے عام ترجمہ کریں گے کیونکہ یہ زیادہ عام فہم ہے۔ (آیت ۔ ۵۵) اَنَّمَا کلمہ حصر نہیں ہے۔ بلکہ اَنَّ کے ساتھ ماصولہ ہے جس کو یہاں ملا کر لکھ گیا ہے۔

ترجمہ

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ	كُلُوْا	مِنَ الطَّيِّبٰتِ	وَاعْمَلُوْا	صَالِحًا ۭ
اے رسولو	آپ لوگ کھائیں	پاکیزہ (چیزوں) میں سے	اور آپ لوگ عمل کریں	نیک

اِنِّىْ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	عَلِيْمٌ ۭ﴿٥١﴾	وَاِنَّ	هٰذِهٖٓ	اُمَّتُكُمْ
بیشک میں	اس کو جو	آپ لوگ عمل کرتے ہیں	جاننے والا ہوں	اور بیشک	یہ	تم سب کا دین ہے

اُمَّةً وَّاحِدَةً	وَّاَنَا	رَبُّكُمْ	فَاتَّقُوْنِ ﴿٥٢﴾	فَتَقَطَّعُوْٓا	اَمْرَهُمْ
ایک ہی دین ہوتے ہوئے	اور میں ہی	تم سب کا رب ہوں	پس میرا تقویٰ کرو	پھر لوگوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا	اپنے کام کو

بَيْنَهُمْ	زُبُرًا ؕ	كُلُّ حِزْبٍۭ	بِمَا	لَدَيْهِمْ	فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾
آپس میں	ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہوئے	ہر ایک گروہ	اس کے ساتھ جو	ان کے پاس ہے	اترانے والے ہیں

فَذَرْهُمْ	فِيْ غَمْرَتِهِمْ	حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾	اَيَحْسَبُوْنَ	اَنَّمَا
پس آپ چھوڑ دیں ان کو	ان کی مدہوشی میں	ایک مدت تک	کیا انہوں نے گمان کیا	کہ وہ

نُمِدُّهُمْ	بِهٖ	مِنْ مَّالٍ	وَّ بَنِيْنَ ۙ﴿۵۵﴾	نُسَارِعُ	لَهُمْ
ہم مدد کرتے ہیں ان کی	جس سے	جیسے مال سے	اور اولاد سے	تو ہم جلدی کرتے ہیں	ان کے لیے

فِي الْخَيْرٰتِ ؕ	بَلْ	لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	هُمْ	مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ
بھلائیوں میں	بلکہ	یہ لوگ شعور نہیں رکھتے	بیشک	جو لوگ ہیں کہ	وہ	اپنے رب کے رعب و دبدبہ سے

مُّشْفِقُوْنَ ۙ﴿۵۷﴾	وَالَّذِيْنَ	هُمْ	بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ	يُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۵۸﴾
ڈرنے والے ہیں	اور جو لوگ ہیں کہ	وہ	اپنے رب کی نشانیوں پر	ایمان لاتے ہیں

وَالَّذِيْنَ	هُمْ	بِرَبِّهِمْ	لَا يُشْرِكُوْنَ ۙ﴿۵۹﴾	وَالَّذِيْنَ	يُؤْتُوْنَ
اور جو لوگ ہیں کہ	وہ	اپنے رب کے ساتھ	شریک نہیں کرتے	اور جو لوگ ہیں کہ	وہ دیتے ہیں

مَآ	اٰتَوْا	وَّ قُلُوْبُهُمْ	وَجِلَةٌ	اَنَّهُمْ	اِلٰى رَبِّهِمْ	رٰجِعُوْنَ ۙ﴿۶۰﴾
وہ جو	انہوں نے دیا	اور ان کے دل	ڈرنے والے ہیں	کہ وہ لوگ	اپنے رب کی طرف	لوٹنے والے ہیں

اُولٰٓئِكَ	يُسٰرِعُوْنَ	فِي الْخَيْرٰتِ	وَهُمْ	لَهَا	سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾
تو یہ لوگ ہی	جلدی کرتے ہیں	بھلائیوں میں	اور وہ ہی	ان کے لیے	سبقت کرنے والے ہیں

نوٹ: 1

یہاں نبیوں کی امتوں کے باب میں قرآن کے مؤقف کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ اس کو نہ سمجھنے کے باعث لوگ شدید غلط فہمیوں میں مبتلا ہوئے ہیں۔ قرآن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ دنیا میں خدا کے جو نبی اور رسول آئے وہ الگ الگ دینوں کی دعوت لے کر آئے اور انہوں نے الگ الگ امتوں کی بنیاد ڈالی۔ بلکہ قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ ہر نبی نے ایک ہی امت کے قائم کرنے کی جدوجہد کی۔ جب قوموں نے اس دین میں بگاڑ پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس بگاڑ کی اصلاح کے لیے دوسرے نبی اور رسول بھیجے۔ انہوں نے اصل دین سے الگ کوئی چیز نہیں پیش کی بلکہ اصل دین کو قائم کرنے پر اپنا سارا زور صرف کیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضہ ہوا تو انہوں نے اسی دین کے مزید تقاضوں کو نمایاں کیا۔ قرآن اسی مبارک سلسلہ کی آخری کڑی ہے۔ اس نے اصل دین کو، جس کی دعوت آدمؑ و نوحؑ سے لے کر حضرت مسیحؑ تک ہر نبی نے دی، بالکل نکھار کر پیش کر دیا۔ اور اس کے جو پہلو ابھی تشنۂ تکمیل تھے اور جن کی تکمیل کا کام سابق انبیاء کی پیشنگوئیوں کے مطابق آخری بعثت پر اٹھا رکھا گیا تھا، ان کی قرآن نے تکمیل کر دی۔ اس حقیقت کے اعتبار سے تمام قوموں کا اصل دین یہی ہے۔ لیکن قوموں نے تعصب کے سبب سے اس کی مخالفت کی اور اب جس کے پاس جو کچھ ہے، خواہ وہ کتنا ہی تحریف شدہ اور نا تمام ہو، وہ اسی پر اڑا ہوا ہے اور اسی میں مگن ہے۔

(تدبر قرآن)

آیت نمبر (62 تا 70)

س	م	ر

(ن) سَمَرًا — رات کو باتوں میں گزارنا اور نہ سونا۔

سَامِرٌ — رات میں داستان گوئی کی مجلس۔ جماعت۔ زیر مطالعہ آیت۔ 67۔

ترجمہ

وَلَا نُكَلِّفُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا	وَلَدَيْنَا
اور ہم پابند نہیں کرتے	کسی جان کو	مگر	اس کی وسعت کے مطابق	اور ہمارے پاس

كِتٰبٌ	يَّنْطِقُ	بِالْحَقِّ	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾
ایک ایسا لکھا ہوا ریکارڈ ہے	جو بولے گا	حق کے ساتھ	اور ان پر	ظلم نہیں کیا جائے گا

بَلْ قُلُوْبُهُمْ	فِيْ غَمْرَةٍ	مِّنْ هٰذَا	وَلَهُمْ	اَعْمَالٌ	مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ
بلکہ ان کے دل	غفلت میں ہیں	اس سے	اور ان کے	کچھ (اور) اعمال ہیں	اس کے علاوہ

هُمْ	لَهَا	عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾	حَتّٰٓى	اِذَآ	اَخَذْنَا	مُتْرَفِيْهِمْ
یہ لوگ	جن کے	کرنے والے ہیں	یہاں تک کہ	جب	ہم پکڑیں گے	ان کے خوشحال لوگوں کو

بِالْعَذَابِ	اِذَا	هُمْ	يَجْـَٔرُوْنَ ﴿٦٤﴾	لَا تَجْـَٔرُوا	الْيَوْمَ
عذاب کے ساتھ	تب ہی	وہ سب	گڑگڑائیں گے	تم لوگ مت گڑگڑاؤ	آج کے دن

اِنَّكُمْ	مِّنَّا	لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾	قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ	فَكُنْتُمْ
یقیناً تمہاری	ہماری طرف سے	مدد نہیں کی جائے گی	ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں	پھر تم لوگ

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ	تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾	مُسْتَكْبِرِيْنَ	بِهٖ	سٰمِرًا
اپنی ایڑیوں پر	پلٹ جاتے تھے	بڑے بنتے ہوئے	ان (آیات) سے	داستان گوئی کی جماعت ہوتے ہوئے

تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾	اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا	الْقَوْلَ	اَمْ	جَآءَهُمْ	مَّا	لَمْ يَاْتِ
تم لوگ ترک کرتے تھے (آیات کو)	تو کیا انہوں نے غور وفکر نہیں کیا	اس کلام پر	یا	آیا ان کے پاس	وہ جو	نہیں پہنچا

اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾	اَمْ	لَمْ يَعْرِفُوْا	رَسُوْلَهُمْ	فَهُمْ	لَهٗ
ان کے پہلے آباء واجداد کو	یا	انہوں نے نہیں پہچانا	اپنے رسول کو	تو وہ	اس کا

مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾	اَمْ يَقُوْلُوْنَ	بِهٖ	جِنَّةٌ	بَلْ	جَآءَهُمْ	بِالْحَقِّ
انکار کرنے والے ہیں	یا وہ لوگ کہتے ہیں	اس کو	کوئی دیوانگی ہے	بلکہ	وہ آیا ان کے پاس	حق کے ساتھ

وَاَكْثَرُهُمْ	لِلْحَقِّ	كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾
اور ان کے اکثر	حق سے	کراہیت کرنے والے

نوٹ: 1

پچھلی آیتوں میں بتایا گیا کہ بھلائیاں لوٹنے والے اور سبقت کر کے انہیں پا لینے والے کون لوگ ہیں اور ان کی صفات کیا ہیں؟ اس مضمون کے بعد یہ فرمایا کہ ہم کسی کو اس کی مقدرت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتے، یہ معنی رکھتا ہے کہ یہ سیرت، یہ اخلاق اور یہ کردار کوئی فوق البشری چیز نہیں ہے۔ تم ہی جیسے گوشت پوست کے انسان اس روش پر چل کر دکھا رہے ہیں۔ لہٰذا تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ کیا جا رہا ہے جو انسانی مقدرت سے باہر ہے۔ انسان کو تو مقدرت اس رویے کی بھی حاصل ہے جس پر تم چل رہے ہو اور اس کی بھی حاصل ہے جس پر تمہاری اپنی قوم کے چند اہل ایمان چل رہے ہیں۔ اب فیصلہ جس چیز پر ہے وہ صرف یہ ہے کہ ان دونوں امکانی رویوں میں سے کون کس کا انتخاب کرتا ہے۔ اس انتخاب میں غلطی کر کے اگر آج تم اپنی محنتیں برائیاں سمیٹنے میں صرف کر دیتے ہو تو کل اس کا خمیازہ بھگتنے سے تم کو یہ جھوٹی معذرت نہیں بچا سکے گی کہ بھلائیوں تک پہنچنے کا راستہ ہماری مقدرت سے باہر تھا۔ (تفہیم القرآن)

f348

آیت نمبر (71 تا 78)

ن ک ب

(ن)

نَكْبًا: کسی جگہ سے ہٹ جانا۔

نِكَابَةً: مددگار رہنا۔ قابل بھروسہ ہونا۔

نَاكِبٌ: اسم الفاعل ہے۔ ہٹ جانے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 74۔

مَنْكِبٌ: ج مَنَاكِبُ۔ اسم الظرف ہے۔ بھروسے کی جگہ یعنی کندھا۔ شانہ۔ ﴿فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا﴾ (67/الملک:15) ''تو تم لوگ چلو اس کے یعنی زمین کے کندھوں میں۔''

ل ج ج

(ض۔س)

لَجَاجًا: کسی کام میں برابر لگے رہنا۔ اصرار کرنا۔ اڑے رہنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 75

لُجَّةٌ: پانی کا ذخیرہ۔ پانی کی گہرائی۔ ﴿فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً﴾ (27/النمل:44) ''پھر اس نے دیکھا اس کو تو وہ سمجھی اس کو پانی کا ایک ذخیرہ۔''

لُجِّيٌّ: اسم نسبت ہے۔ پانی کے ذخیرے والا۔ بے پایاں سمندر۔ ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ (24/النور:40) ''یا کچھ اندھیروں کی مانند کسی بے پایاں سمندر میں۔''

ترجمہ

وَلَوِ	اتَّبَعَ	الْحَقُّ	اَهْوَآءَهُمْ	لَفَسَدَتِ	السَّمٰوٰتُ
اور اگر	پیروی کرتا	حق	ان کی خواہشات کی	تو یقیناً بگاڑ کا شکار ہو جاتے	آسمان

وَالْاَرْضُ	وَمَنْ	فِيْهِنَّ ؕ	بَلْ	اَتَيْنٰهُمْ	بِذِكْرِهِمْ	فَهُمْ
اور زمین	اور وہ جو	ان میں ہیں	بلکہ	ہم لائے ان کے پاس	ان کا ذکر	تو وہ لوگ

عَنْ ذِكْرِهِمْ	مُّعْرِضُوْنَ ؕ۝	اَمْ	تَسْـَٔلُهُمْ	خَرْجًا	فَخَرَاجُ رَبِّكَ
اپنے ذکر سے	اعراض کرنے والے ہیں	یا	آپؐ مانگتے ہیں ان سے	کوئی اجرت	تو آپؐ کے رب کی (دی ہوئی) اجرت

خَيْرٌ	وَّهُوَ	خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾	وَاِنَّكَ	لَتَدْعُوْهُمْ 1348
بہتر ہے	اور وہ	رزق دینے والوں کا سب سے بہتر ہے	اور بیشک آپ	یقیناً بلاتے ہیں ان کو

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾	وَاِنَّ الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ
ایک سیدھے راستے کی طرف	اور بیشک وہ لوگ جو	ایمان نہیں لاتے	آخرت پر

عَنِ الصِّرَاطِ	لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾	وَلَوْ	رَحِمْنٰهُمْ	وَكَشَفْنَا
اس راستے سے	یقیناً ہٹ جانے والے ہیں	اور اگر	ہم رحم کرتے ان پر	اور ہم کھول دیتے

مَا	بِهِمْ	مِّنْ ضُرٍّ	لَّلَجُّوْا	فِيْ طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾
اس کو جو	ان کو تھی	کسی قسم کی تکلیف	تو وہ ضرور اڑے رہتے	اپنی سرکشی میں	بھٹکتے ہوئے

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ	بِالْعَذَابِ	فَمَا اسْتَكَانُوْا	لِرَبِّهِمْ
اور بیشک ہم نے پکڑا تھا ان کو	عذاب کے ساتھ	تو وہ لوگ نہیں جھکے	اپنے رب کے لیے

وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾	حَتّٰٓى اِذَا	فَتَحْنَا	عَلَيْهِمْ	بَابًا	ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ
اور نہ وہ گڑگڑائے	یہاں تک کہ جب	ہم نے کھولا	ان پر	ایک دروازہ	ایک سخت عذاب والا

اِذَا	هُمْ فِيْهِ	مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ ع
تب ہی	وہ اس میں	شدید ناامید ہونے والے ہیں

نوٹ:1 آیت ۔ا۷۔ میں لفظ ذکر کے تین معانی ممکن ہیں اور تینوں ہی صحیح بیٹھتے ہیں۔(1) ذکر بمعنی بیان فطرت۔اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم کسی دوسرے عالم کی بات نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کی اپنی ہی فطرت اور اس کے تقاضے ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں تا کہ وہ بھولے ہوئے سبق کو یاد کریں مگر وہ اسے قبول کرنے سے کترا رہے ہیں۔(2) ذکر بمعنی نصیحت۔یعنی یہ ان ہی کے بھلے کے لیے ایک نصیحت ہے اور ان کا یہ فرار اپنی ہی بھلائی کی بات سے ہے۔(3) ذکر بمعنی شرف واعزاز۔یعنی ہم وہ چیز ان کے پاس لائے ہیں جسے یہ قبول کریں تو ان کو سرفرازی نصیب ہوگی۔اس سے ان کی روگردانی اپنی ہی ترقی اور اٹھان کے ایک زریں موقع سے روگردانی ہے۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (78 تا 83)

ترکیب (آیت۔78(۔تَشْكُرُوْنَ کا مفعول قَلِيْلًا ہے اس کے ساتھ ما اسے غیر معین کرنے کے لیے ہے۔ دیکھیں آیت۔2/26، نوٹ۔1۔(آیت 78)۔اصول یہ ہے کہ ضمیر مستتر پر اگر کچھ عطف کرنا ہو تو پھر اسے ظاہر کر کے عطف کرتے ہیں۔جیسے یہاں وُعِدْنَا میں وُعِدَ کا نائب فاعل اس میں شامل نَحْنُ کی ضمیر ہے۔اس پر وَاٰبَاؤُنَا کو عطف کرنا تھا۔اس لیے اس کو ظاہر کر کے نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا آیا ہے۔وُعِدَ کا مفعول ثانی هٰذَا ہے اور محلاً ہے حالت نصب میں ہے۔

ترجمہ

وَهُوَ	الَّذِيْٓ	اَنْشَاَ	لَكُمُ	السَّمْعَ	وَالْاَبْصَارَ	وَالْاَفْـِٕدَةَ ط
اور وہ	وہ ہے جس نے	بنایا	تمہارے لیے	سماعت	اور بصارتیں	اور دل

قَلِیۡلًا مَّا	تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۷۸﴾	وَهُوَ	الَّذِیۡ	ذَرَاَ	كُمۡ	1348 فِی الۡاَرۡضِ
بہت ہی تھوڑا	تم لوگ شکر کرتے ہو	اور وہ	وہ ہے جس نے	بکھیرا	تم لوگوں کو	زمین میں

وَاِلَیۡهِ	تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۷۹﴾	وَهُوَ	الَّذِیۡ	یُحۡیٖ	وَیُمِیۡتُ
اور اس کی طرف ہی	تم لوگ اکٹھا کئے جاؤ گے	اور وہ	وہ ہے جو	زندگی دیتا ہے	اور موت دیتا ہے

وَلَهُ	اخۡتِلَافُ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ ؕ	اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۸۰﴾	بَلۡ	قَالُوۡا	مِثۡلَ مَا
اور اس ہی کا (کام) ہے	دن اور رات کو آگے پیچھے لانا	تو کیا تم لوگ عقل نہیں کرو گے	بلکہ	انہوں نے کہا	اس کے جیسا جو

قَالَ	الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۸۱﴾	قَالُوۡۤا	ءَاِذَا	مِتۡنَا	وَكُنَّا	تُرَابًا	وَّعِظَامًا
کہا	اگلے لوگوں نے	انہوں نے کہا	کیا جب	ہم مر جائیں گے	اور ہو جائیں گے	کچھ مٹی	اور کچھ ہڈیاں

ءَاِنَّا	لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۸۲﴾	لَقَدۡ وُعِدۡنَا	نَحۡنُ	وَاٰبَآؤُنَا
تو کیا ہم	ضرور (دوبارہ) اٹھائے جانے والے ہیں	بیشک وعدہ کیا گیا ہے	ہم سے	اور ہمارے آباؤ اجداد سے

هٰذَا	مِنۡ قَبۡلُ	اِنۡ هٰذَاۤ	اِلَّاۤ	اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۸۳﴾
یہ (یعنی اس کا)	اس سے پہلے	نہیں ہے یہ	مگر	پہلے لوگوں کی کہانیاں

نوٹ: 1 انسان کو یہ صلاحیت حاصل ہے کہ وہ آثار کو دیکھ کر ان دیکھے حقائق تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ مثلاً کسی جگہ سے اگر دھواں اٹھ رہا ہو تو وہ سمجھ جاتا ہے کہ وہاں آگ لگی ہوئی ہے حالانکہ آگ اسے نظر نہیں آتی۔ اس کی صلاحیت ان نعمتوں کی مرہون منت ہے جو اللہ نے اسے حواس خمسہ اور دل و دماغ کی شکل میں دی ہوئی ہیں۔ ان نعمتوں کا اصل مصرف یہی ہے کہ اس کائنات میں ہر طرف پھیلی ہوئی نشانیوں کو دیکھ کر انسان ان حقائق کو سمجھے جو اس کے حواس خمسہ کی پہنچ سے بلند تر ہیں۔ اب اگر انسان ان نعمتوں کو دنیا جہان کے کاموں کے لیے تو استعمال کرے لیکن ان کے اصل مصرف کے لیے استعمال نہ کرے تو یہ کفرانِ نعمت ہے جس کو یہاں قَلِیۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ کہا گیا ہے۔

آیت نمبر (84 تا 92)

ترجمہ

قُلۡ	لِّمَنِ	الۡاَرۡضُ	وَمَنۡ	فِیۡهَاۤ	اِنۡ كُنۡتُمۡ	تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۴﴾
آپؐ کہیے	کس کی (ملکیت) ہے	زمین	اور وہ (سب) جو	اس میں ہیں	اگر تو لوگ	جانتے ہو

سَیَقُوۡلُوۡنَ	لِلّٰهِ ؕ	قُلۡ	اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۸۵﴾	قُلۡ	مَنۡ	رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ
وہ لوگ کہیں گے	اللہ کی ہے	آپؐ کہیے	تو کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑو گے	آپؐ کہیے	کون	سات آسمانوں کا مالک

وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۸۶﴾	سَیَقُوۡلُوۡنَ	لِلّٰهِ ؕ	قُلۡ	اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۸۷﴾
اور عرشِ عظیم کا مالک ہے	وہ لوگ کہیں گے	(وہ سب) اللہ کے ہیں	آپؐ کہیے	تو کیا تم لوگ تقویٰ اختیار نہیں کرو گے

قُلۡ	مَنۡۢ	بِیَدِهٖ	مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَیۡءٍ	وَّهُوَ	یُجِیۡرُ
آپؐ کہیے	کون ہے	جس کے ہاتھ میں	ہر چیز کی بادشاہت ہے	اور وہ	پناہ دیتا ہے

وَلَا يُجَارُ	عَلَيْهِ	اِنْ كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾	سَيَقُوْلُوْنَ 1348
اور پناہ نہیں دی جاتی (کسی کو)	اس کے مقابلہ میں	اگر تم لوگ	جانتے ہو	وہ لوگ کہیں گے

لِلّٰهِ ؕ	قُلْ	فَاَنّٰى	تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾	بَلْ	اَتَيْنٰهُمْ
(یہ بادشاہت) اللہ کی ہے	آپؐ کہیے	تو کہاں سے	تم لوگوں پر جادو کیا جاتا ہے	بلکہ	ہم لائے ان کے پاس

بِالْحَقِّ	وَاِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾	مَا اتَّخَذَ	اللّٰهُ	مِنْ وَّلَدٍ
حق کو	اور بیشک یہ لوگ	یقیناً جھوٹے ہیں	نہیں بنائی	اللہ نے	کسی قسم کی کوئی بھی اولاد

وَّمَا كَانَ	مَعَهٗ	مِنْ اِلٰهٍ	اِذًا	لَّذَهَبَ	كُلُّ اِلٰهٍ	بِمَا
اور نہیں ہے	اس کے ساتھ	کسی قسم کا کوئی بھی الٰہ	تب تو	ضرور لے جاتا	ہر الٰہ	اس کو جو

خَلَقَ	وَلَعَلَا	بَعْضُهُمْ	عَلٰى بَعْضٍ ؕ	سُبْحٰنَ اللّٰهِ	عَمَّا
اس نے پیدا کیا	اور ضرور چڑھائی کرتا	ان کا بعض	بعض پر	اللہ کی پاکیزگی ہے	اس سے جو

يَصِفُوْنَ ﴿٩١﴾ لا	عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ	فَتَعٰلٰى	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ﴿٩٢﴾ ع
یہ لوگ بتاتے ہیں	جو موجود اور غائب کا جاننے والا ہے	تو وہ بلند ہوا	اس سے جو	یہ لوگ شریک کرتے ہیں

نوٹ:1 آیت۔88۔ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پناہ دیتا ہے اور اس سے کسی کو پناہ نہیں دی جاتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے عذاب اور مصیبت یا رنج و تکلیف سے پناہ دے دے اور کسی کی مجال نہیں کہ اس کے مقابلہ پر کسی کو پناہ دے کر اس کے عذاب یا تکلیف سے بچالے۔ یہ بات دنیا کے اعتبار سے بھی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو کوئی نفع پہنچانا چاہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو کوئی تکلیف دینا چاہے اس سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اور آخرت کے اعتبار سے بھی صحیح ہے کہ جس کو وہ عذاب میں مبتلا کرے گا اس کو کوئی بچا نہ سکے گا اور جس کو وہ جنت اور راحت دے گا اس کو کوئی روک نہ سکے گا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (93 تا 101)

ھ م ز

(ن۔ض)

هَمْزًا: چٹکی لینا یا چبھونا۔ غیب کرنا۔ طعنہ دینا۔

هَمْزَةٌ: ج هَمَزَاتٌ۔ اسم ذات ہے۔ چٹکی۔ چھیڑ۔ وسوسہ۔ زیر مطالعہ آیت۔97۔

هُمَزَةٌ: صفت ہے۔ طعنہ زن۔ ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ﴿١﴾﴾ (104/الھمزۃ:1) ''تباہی ہے ہر ایک طعنہ زن عیب جو کے لیے''

هَمَّازٌ: مبالغہ ہے۔ کثرت سے طعنہ دینے والا۔ ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿١٠﴾ هَمَّازٍ﴾ (68/القلم:10، 11) ''اور کہنا مت مانو ہر ایک کثرت سے بیکار قسمیں کھانے والے کی کثرت سے طعنہ دینے والے کی۔''

ن س ب

(ن۔ص)

نَسَبًا: رشتہ داری بیان کرنا۔

نَسَبٌ: ج اَنْسَابٌ۔ رشتہ داری۔ زیر مطالعہ آیت۔١٠١۔

ترجمہ

قُلْ	رَّبِّ	اِمَّا تُرِيَنِّيْ	مَا	يُوْعَدُوْنَ ۙ﴿۹۳﴾
آپؐ کہیے	اے میرے رب	اگر تو ضرور ہی دکھائے مجھ کو	وہ جو	ان لوگوں سے وعدہ کیا جاتا ہے

رَبِّ	فَلَا تَجْعَلْنِيْ	فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾	وَاِنَّا	عَلٰٓي اَنْ
اے میرے رب	تب تو نہ بنانا مجھ کو	ظلم کرنے والی قوم میں	اور بیشک ہم	اس پر کہ

نُّرِيَكَ	مَا	نَعِدُ	هُمْ	لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾	اِدْفَعْ	بِالَّتِيْ
ہم دکھائیں آپؐ کو	وہ جو	ہم وعدہ کرتے ہیں	ان سے	یقیناً قدرت رکھنے والے ہیں	آپؐ دفع کریں	اس سے جو (کہ)

هِيَ	اَحْسَنُ	السَّيِّئَةَ ۭ	نَحْنُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾
وہی	سب سے بہتر ہے	برائی کو	ہم ہی	سب سے زیادہ جاننے والے ہیں	اس کو جو	یہ بتاتے ہیں

وَقُلْ	رَّبِّ	اَعُوْذُ بِكَ	مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ﴿۹۷﴾	وَاَعُوْذُ بِكَ
اور آپؐ کہیے	اے میرے رب	میں تیری پناہ میں آتا ہوں	شیطانوں کے وسوسوں سے	اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں

رَبِّ	اَنْ	يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾	حَتّٰٓي	اِذَا	جَاۗءَ	اَحَدَهُمُ
اے میرے رب	کہ	وہ (شیاطین) حاضر ہوں میرے پاس	یہاں تک کہ	جب	آئے	ان کے کسی ایک کے پاس

الْمَوْتُ	قَالَ	رَبِّ	ارْجِعُوْنِ ۙ﴿۹۹﴾	لَعَلِّيْٓ	اَعْمَلُ	صَالِحًا
موت	تو وہ کہے	اے میرے رب	تو لوٹا دے مجھ کو	شاید کہ میں	عمل کروں	نیک

فِيْمَا	تَرَكْتُ	كَلَّا ۭ	اِنَّهَا	كَلِمَةٌ	هُوَ	قَاۗىِٕلُهَا ۭ
اس میں جو	میں نے چھوڑا	ہرگز نہیں	بیشک یہ	ایک بات ہے	وہ	کہنے والا ہے جس کو

وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ	بَرْزَخٌ	اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾	فَاِذَا	نُفِخَ
اور ان کے پیچھے	ایک پردہ ہے	اس دن تک کہ وہ لوگ اٹھائے جائیں گے	پھر جب	پھونکا جائے گا

فِي الصُّوْرِ	فَلَآ اَنْسَابَ	بَيْنَهُمْ	يَوْمَىِٕذٍ	وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾
صور میں	تو کسی قسم کی رشتہ داریاں نہ ہوں گی	ان کے درمیان	اس دن	اور نہ وہ باہم پوچھیں گے (ایک دوسرے کو)

نوٹ: 1 کسی رسول کی تکذیب کی صورت میں قوم پر جو عذاب آیا کرتا ہے قریش کو جب اس سے ڈرایا جاتا تو وہ رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کرتے کہ اگر آپؐ سچے ہیں تو وہ عذاب لے آئیں۔ قرآن نے جگہ جگہ اس کا جواب دیا ہے۔ مثلاً سورۂ یونس کی آیت 46 اور سورہ رعد کی آیت۔40۔ میں ہے کہ یا تو اس عذاب کا کچھ حصہ آپؐ کو ہم دکھادیں گے یا ہم آپؐ کو وفات دیں گے ان آیات میں اس بات کو مبہم چھوڑ دیا گیا کہ وہ عذاب آپؐ کی زندگی میں آئے گا یا آپؐ کی وفات کے بعد آئے گا۔ زیر مطالعہ آیات۔93۔94۔ اس بات کی طرف اشارہ کررہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کے غلبہ اور آپؐ کے دشمنوں کی ہلاکت کا وقت اب قریب ہے اور یہ بات آپؐ کی حیات مبارکہ میں ہی واقع ہو

گی۔ یہ اشارہ یوں نکلتا ہے کہ آپؐ کو تلقین کی گئی کہ آپؐ دعا کریں کہ اے رب اگر تو وہ عذاب میری زندگی میں لانے والا ہے تو مجھے اپنے دامن
1348
میں رکھنا۔ اس دعا میں جو بشارت ہے اور مکذبین کے لیے آخری وارننگ ہے وہ بالکل واضح ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (102 تا 106)

ل ف ح

(ف) لَفَحَ جھلس دینا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۱۰۴۔

ک ل ح

(ف) كُلُوْحًا منہ بگاڑنا۔ منہ بسورنا

كَالِحٌ اسم الفاعل ہے۔ منہ بگاڑنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۱۰۴۔

ترجمہ

فَمَنْ	ثَقُلَتْ	مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾	وَمَنْ
پس وہ	بھاری ہوئے	جس کے پلڑے	تو وہ لوگ	ہی فلاح پانے والے ہیں	اور وہ

خَفَّتْ	مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	فِيْ جَهَنَّمَ
ہلکے ہوئے	جس کے پلڑے	تو وہ لوگ	وہ ہیں جنہوں نے	گھاٹے میں ڈالا	اپنے آپ کو	جہنم میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾	تَلْفَحُ	وُجُوْهَهُمُ	النَّارُ	وَهُمْ	فِيْهَا	كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾
ہمیشہ رہنے والے ہیں	جھلس دے گی	ان کے چہروں کو	آگ	اور وہ	اس میں	منہ بسورنے والے ہوں گے

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	فَكُنْتُمْ	بِهَا	تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾
کیا میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی جایا کرتی تھیں	تم لوگوں کو	پھر تم لوگ	ان کو	جھٹلایا کرتے تھے

قَالُوْا	رَبَّنَا	غَلَبَتْ	عَلَيْنَا	شِقْوَتُنَا	وَكُنَّا	قَوْمًا	ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾
وہ لوگ کہیں گے	اے ہمارے رب	غالب ہوئی	ہم پر	ہماری بدبختی	اور ہم تھے	ایک ایسی قوم جو	گمراہ تھی

رَبَّنَآ	اَخْرِجْنَا	مِنْهَا	فَاِنْ	عُدْنَا	فَاِنَّا	ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾
اے ہمارے رب	تو نکال ہم کو	اس سے	پھر اگر	ہم دوبارہ کریں	تو بیشک ہم	ظلم کرنے والے ہوں گے

قَالَ	اخْسَـُٔوْا	فِيْهَا	وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾	اِنَّهٗ
(اللہ تعالیٰ) کہے گا	تم لوگ دفع ہو جاؤ	اس میں	اور تم لوگ کلام مت کرو مجھ سے	حقیقت یہ ہے کہ

كَانَ فَرِيْقٌ	مِّنْ عِبَادِيْ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَآ	اٰمَنَّا	فَاغْفِرْ لَنَا
ایک فرقہ تھا	میرے بندوں میں سے	وہ لوگ کہتے تھے	اے ہمارے رب	ہم ایمان لائے	پس تو بخش دے ہم کو

وَارْحَمْنَا	وَاَنْتَ	خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾	فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ	سِخْرِيًّا
اور تو رحم کر ہم پر	اور تو ہی	رحم کرنے والوں کا بہتر ہی ہے	پھر تم لوگوں نے بنایا ان کو	مذاق کا نشانہ

حَتّٰی	اَنۡسَوۡكُمۡ	ذِكۡرِیۡ	وَ كُنۡتُمۡ	مِّنۡهُمۡ	تَضۡحَكُوۡنَ ۝۱۱۰ 1348
یہاں تک کہ	انہوں نے غافل کر دیا تم لوگوں کو	میری یاد سے	اور تم لوگ	ان سے	ہنسی کیا کرتے تھے

اِنِّیۡ	جَزَيۡتُهُمُ	الۡيَوۡمَ	بِمَا	صَبَرُوۡۤا ۙ	اَنَّهُمۡ	هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ۝۱۱۱
بیشک میں نے	بدلہ دیا ان کو	آج کے دن	بسبب اس کے جو	وہ ثابت قدم رہے	یہ کہ وہ لوگ	ہی کامیاب ہونے والے ہیں

آیت نمبر (112 تا 118)

ع ب ث

(س) عَبَثًا کھیل کود کرنا۔ مذاق کرنا۔ ﴿ اَتَبۡنُوۡنَ بِكُلِّ رِيۡعٍ اٰيَةً تَعۡبَثُوۡنَ ۝۱۲۸ ﴾ (26/الشعرآء:128) ''کیا تم لوگ بناتے ہو ہر اونچی زمین پر ایک نشان (پھر راہگیروں سے) مذاق کرتے ہو''

عَبَثٌ لغو۔ بے مقصد۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۱۱۵۔

ترجمہ

قٰلَ	كَمۡ لَبِثۡتُمۡ	فِی الۡاَرۡضِ	عَدَدَ سِنِيۡنَ ۝۱۱۲	قَالُوۡا
(اللہ تعالیٰ نے) کہا	تم لوگ کتنا ٹھہرے	زمین میں	برسوں کی گنتی (کے حساب) سے	انہوں نے کہا

لَبِثۡنَا	يَوۡمًا	اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ	فَسۡـَٔلِ	الۡعَآدِّيۡنَ ۝۱۱۳
ہم ٹھہرے	ایک دن	یا ایک دن کا کچھ (حصہ)	پس تو پوچھ لے	شمار کرنے والوں سے

قٰلَ	اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ	اِلَّا	قَلِيۡلًا	لَّوۡ	اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝۱۱۴
(اللہ تعالیٰ نے) کہا	تم لوگ نہیں ٹھہرے	مگر	تھوڑا (عرصہ)	اگر	یہ کہ تم لوگ جانتے ہوتے

اَفَحَسِبۡتُمۡ	اَنَّمَا	خَلَقۡنٰكُمۡ	عَبَثًا	وَّ اَنَّكُمۡ
تو کیا تم لوگوں نے گمان کیا	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	ہم نے پیدا کیا تم کو	فضول	اور یہ کہ

اِلَيۡنَا	لَا تُرۡجَعُوۡنَ ۝۱۱۵	فَتَعٰلَى	اللّٰهُ	الۡمَلِكُ الۡحَـقُّ ۚ	لَاۤ اِلٰهَ
ہماری طرف	تم لوگ نہیں لوٹائے جاؤ گے	تو بلند ہوا	اللہ	جو حقیقی بادشاہ ہے	کوئی بھی الٰہ نہیں ہے

اِلَّا هُوَ ۚ	رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ ۝۱۱۶	وَمَنۡ	يَّدۡعُ	مَعَ اللّٰهِ	اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ	لَا بُرۡهَانَ
مگر وہ	جو عزت والے عرش کا مالک ہے	اور جو	پکارتا ہے	اللہ کے ساتھ	کسی دوسرے الٰہ کو	کوئی بھی دلیل نہیں ہے

لَهٗ	بِهٖ ۙ	فَاِنَّمَا	حِسَابُهٗ	عِنۡدَ رَبِّهٖ ؕ	اِنَّهٗ	لَا يُفۡلِحُ
جس کے لیے	اس کے پاس	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	اس کا حساب	اس کے رب کے پاس ہے	حقیقت یہ ہے کہ	فلاح نہیں پاتے

الۡكٰفِرُوۡنَ ۝۱۱۷	وَقُلۡ	رَّبِّ	اغۡفِرۡ	وَارۡحَمۡ	وَاَنۡتَ	خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ۝۱۱۸ ع
کفر کرنے والے	اور آپؐ کہیے	اے میرے رب	تو بخش دے	اور تو رحم کر	اور تو ہی	رحم کرنے والوں کا بہترین ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ النور (24)

آیت نمبر (1 تا 5)

ترجمہ

سُوْرَةٌ	اَنْزَلْنٰهَا	وَفَرَضْنٰهَا	وَاَنْزَلْنَا	فِيْهَآ
(یہ) ایک ایسی سورت ہے	ہم نے اتارا جس کو	اور ہم نے فرض کیا جس کو	اور ہم نے اتارا	جس میں

اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ	لَّعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ ①	اَلزَّانِيَةُ	وَالزَّانِيْ	فَاجْلِدُوْا
واضح آیات	شاید کہ تم لوگ	نصیحت حاصل کرو	زنا کرنے والی	اور زنا کرنے والا	پس تم لوگ کھال پر مارو

كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا	مِائَةَ جَلْدَةٍ	وَّلَا تَاْخُذْكُمْ	بِهِمَا
ان دونوں کے ہر ایک کو	ایک سو کوڑے	اور نہ پکڑے تم لوگوں کو	ان دونوں کے بارے میں

رَاْفَةٌ	فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ	اِنْ كُنْتُمْ	تُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
کوئی نرم دلی	اللہ کے ضابطہ حیات میں	اگر تم لوگ	ایمان رکھتے ہو	اللہ پر	اور آخری دن پر

وَلْيَشْهَدْ	عَذَابَهُمَا	طَآئِفَةٌ	مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②	اَلزَّانِيْ
اور چاہیے کہ معائنہ کرے	ان دونوں کے عذاب کا	ایک گروہ	مومنوں میں سے	زنا کرنے والی

لَا يَنْكِحُ	اِلَّا	زَانِيَةً	اَوْ مُشْرِكَةً	وَّالزَّانِيَةُ
جماع نہیں کرتا	مگر	کسی زنا کرنے والی سے	یا کسی شرک کرنے والی سے	اور زنا کرنے والی

لَا يَنْكِحُهَآ	اِلَّا	زَانٍ	اَوْ مُشْرِكٌ	وَحُرِّمَ	ذٰلِكَ
جماع نہیں کرتا اس سے	مگر	کوئی زنا کرنے والا	یا کوئی شرک کرنے والا	اور حرام کیا گیا	یہ

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③	وَالَّذِيْنَ	يَرْمُوْنَ	الْمُحْصَنٰتِ	ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا
مومنوں پر	اور وہ لوگ جو	تہمت لگاتے ہیں	پاکدامن عورتوں پر	پھر وہ لوگ نہیں لاتے

بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ	فَاجْلِدُوْهُمْ	ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً	وَّلَا تَقْبَلُوْا	لَهُمْ
چار گواہ	تو تم لوگ کھال پر ماروان کو	اسی کوڑے	اور تم لوگ قبول مت کرو	ان سے

شَهَادَةً	اَبَدًا	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ④	اِلَّا الَّذِيْنَ	تَابُوْا
کوئی گواہی	کبھی بھی	اور یہ لوگ	ہی نافرمانی کرنے والے	سوائے ان کے جنہوں نے	توبہ کی

مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ	وَاَصْلَحُوْا	فَاِنَّ اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ⑤
اس کی بعد	اور اصلاح کی (اپنی)	تو بیشک اللہ	بے انتہا بخشنے والا ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

1348

نوٹ:1

زیرمطالعہ آیت ۔2۔کا حوالہ اس سے پہلے سورۃ النساء کی آیت 15۔ کے نوٹ ۔ ۲ میں آچکا ہے اور وہیں پر رجم کی سزا کی بات ہو چکی ہے۔ اب اس ضمن میں دوضروری باتیں ذہن نشین کرلیں۔ اولاً یہ کہ ’’اسلامی قانون حکومت کے سوا کسی کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ زانی اور زانیہ کے خلاف کارروائی کرے۔اور عدالت کے سوا کسی کو یہ حق نہیں دیتا کہ اس پر سزا دے۔اس امر پر تمام امت کے فقہاء کا اتفاق ہے۔‘‘ (تفہیم القرآن)۔ثانیاً یہ کہ جو لوگ ہاتھ کاٹنے اور کوڑے مارنے کی سزا کو وحشیانہ سمجھتے ہیں وہ لوگ کم ازکم دنیا کے تجربات ہی سے کچھ سبق حاصل کریں۔ اس روئے زمین پر نجد وحجاز اور یمن کی حکومتیں بھی ہیں۔ان میں اسلامی حدود وتعزیرات نافذ ہیں۔اس زمانے میں آسانی سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہاں چوری ، رہزنی ، ڈکیتی اور زنا کے کتنے واقعات ہوئے اور کتنے چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے اور کتنے زانیوں کو کوڑے لگائے گئے ۔ وہاں جرائم کا وجود ہے نہ مجرموں کا۔ وہاں نہ تو یہ جرائم ہوتے ہیں اور نہ ہاتھ کاٹنے اور کوڑے مارنے کی نوبت آتی ہے۔اگر کبھی کبھار اکادکا کوئی واقعہ پیش آجاتا ہے تو مجرم کو اس کی جو سزا ملتی ہے وہ عوام کی سبق آموزی کے لیے کافی ہوتی ہے۔(تدبر قرآن سے ماخوذ) اور جن ممالک میں ایسے مجرموں کو ’’مہذب‘‘ سزائیں دی جاتی ہیں وہاں پر ایسے جرائم کا ریکارڈ دیکھ لیں۔

نوٹ:2

میرے محدود مطالعہ کی حد تک زیرمطالعہ آیت ۔ ۳ کے تین طرح سے ترجمے کئے گئے ہیں اور تینوں ترجمے درست ہیں۔ایک یہ ہے کہ لَا یَنۡکِحُ سادہ مضارع ہے اور اس کا ترجمہ ہے ’’نکاح نہیں کرتا‘‘۔دوسرا یہ ہے کہ عربی میں فعل مضارع کبھی فعل نہی کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔اس سے ملتا جلتا اسلوب اردو میں بھی ہے۔کبھی ہم بچے سے کہتے ہیں ’’اب کرو گے‘‘۔بظاہر یہ جملہ استفہامیہ ہے لیکن اس میں اصل مفہوم فعل نہی کا ہے کہ اب مت کرنا۔اس لحاظ سے لَا یَنۡکِحُ کا دوسرا ترجمہ ہے ’’نکاح نہ کرے‘‘۔ان دونوں ترجموں کی صورت میں وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ میں ذٰلِکَ کا اشارہ نکاح کرنے کی طرف ہے یعنی کسی زانی یا مشرک مرد یا عورت کا نکاح کسی مسلمان مرد یا عورت سے حرام کیا گیا۔اس ضمن میں ’’امام احمدؒ کا فرمان ہے کہ نیک اور پاک دامن مسلمان کا نکاح بدکار عورت سے صحیح نہیں ہوتا جب تک وہ توبہ نہ کرلے۔ہاں بعد از توبہ عقدِ نکاح درست ہے۔اسی طرح سے بھولی بھالی پاک دامن عفیفہ عورتوں کا نکاح زانی اور بدکار لوگوں سے منعقد ہی نہیں ہوتا جب تک کہ وہ سچے دل سے اپنے اس ناپاک فعل سے توبہ نہ کرلیں۔‘‘ (منقول از ابن کثیرؒ)

مادہ ’’ن ک ح‘‘ کی وضاحت میں امام راغب اصفہانیؒ نے مفردات القرآن میں لکھا ہے ’’اصل میں نکاح بمعنی عقد آتا ہے اور بطور استعارہ جماع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔‘‘ اس لحاظ سے لَا یَنۡکِحُ کا تیسرا ترجمہ ہے ’’جماع نہیں کرتا‘‘۔اس ترجمہ کی صورت میں وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ میں ذٰلِکَ کا اشارہ عقد کے بغیر جماع کرنے یعنی زنا کرنے کی طرف ہے ’’حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مراد اس آیت سے یہ ہے کہ زنا مسلمانوں پر حرام ہے۔‘‘ (ابن کثیرؒ)

نوٹ:3

زیرمطالعہ آیت۔4۔5۔ میں تہمت لگانے کی سزا کا ذکر ہے۔اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ معاشرے میں لوگوں کے ناجائز تعلقات کے چرچے بند کردیئے جائیں کیونکہ اس سے معاشرے میں بے شمار برائیاں پھیلتی ہیں۔شریعت ایک طرف حکم دیتی ہے کہ اگر کوئی زنا کرے اور شہادتوں سے اس کا جرم ثابت ہوجائے تو اس کو وہ انتہائی سزا دو جو کسی اور جرم پر نہیں دی جاتی۔

اور دوسری طرف وہ فیصلہ کرتی ہے کہ وہ شخص کسی پر زنا کا الزام لگائے وہ یا تو شہادتوں سے الزام ثابت کرے ورنہ اس پر اسی کوڑے برسا دو تا کہ آئندہ کبھی وہ اپنی زبان سے ایسی بات بلا ثبوت نکالنے کی جرأت نہ کرے۔ بالفرض اگر الزام لگانے والے نے کسی کو اپنی آنکھوں سے بدکاری کرتے دیکھ لیا ہو تب بھی اسے خاموش رہنا چاہیے اور دوسروں تک اسے نہ پہنچانا چاہیے۔ البتہ اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تو معاشرے میں بیہودہ چرچے کرنے کے بجائے معاملہ حکام کے پاس لے جائے اور عدالت میں جرم ثابت کر کے اسے سزا دلوائے۔ (تفہیم القرآن)

1349

1348

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ النور (24)

آیت نمبر (6 تا 10)

خ م س

(ن۔ض) **خَمۡسًا** کسی چیز کا پانچواں حصہ لینا۔

خَمۡسَۃٌ اسم عدد ہے مذکر کے لیے۔مؤنث کے لیے خَمۡسٌ۔ پانچ۔﴿ وَ یَقُوۡلُوۡنَ خَمۡسَۃٌ سَادِسُھُمۡ کَلۡبُھُمۡ ﴾(18/الکھف:22)''اور کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے۔''

خَمۡسُوۡنَ پچاس۔﴿ فَلَبِثَ فِیۡھِمۡ اَلۡفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا ؕ﴾(29/العنکبوت:14)''تو وہ رہے ان میں ہزار برس مگر پچاس سال۔''

خُمُسٌ کسی چیز کا پانچواں حصہ۔﴿ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ ﴾(8/الانفال:41)''اور جان لو کہ جو تم لوگوں نے مال غنیمت حاصل کیا کسی چیز سے تو اللہ کے لیے ہے اس کا پانچواں حصہ۔''

خَامِسٌ ترتیب میں پانچواں۔زیر مطالعہ آیت۔

ترکیب

(آیت۔6) فَشَھَادَۃُ اَحَدِھِمۡ یہ پورا فقرہ مبتدا ہے اور اَرۡبَعُ شَھٰدٰتٍ اس کی خبر ہے اس لئے اَرۡبَعُ حالت رفع میں آیا ہے۔جبکہ اس کی تمیز ہونے کی وجہ سے شَھٰدٰتٍ حالت نصب میں ہے۔(آیت۔7) گزشتہ آیت میں اَرۡبَعُ پر عطف ہونے کی وجہ سے وَالۡخَامِسَۃُ حالت رفع میں ہے۔(آیت۔8) یَدۡرَؤُا کا مفعول اَلۡعَذَابُ ہے۔جبکہ اَنۡ تَشۡھَدَ اَرۡبَعَ شَھٰدٰتٍ یہ پورا جملہ اس کا فاعل ہے۔تَشۡھَدَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے اَرۡبَعَ حالت نصب میں ہے اور اگلی آیت میں اس پر عطف ہونے کی وجہ سے وَالۡخَامِسَۃَ حالت نصب میں ہے۔

ترجمہ

لَّھُمۡ	لَمۡ یَکُنۡ	وَلَمۡ یَکُنۡ	اَزۡوَاجَھُمۡ	یَرۡمُوۡنَ	وَالَّذِیۡنَ
ان کے لئے	نہیں ہوتے	اس حال میں کہ	اپنی بیویوں کو	الزام دیتے ہیں	اور وہ لوگ جو

اَرۡبَعُ شَھٰدٰتٍۭ	فَشَھَادَۃُ اَحَدِھِمۡ	اَنۡفُسُھُمۡ	اِلَّاۤ	شُھَدَآءُ
چار گواہیاں ہیں	تو ان کے ایک کی گواہی	ان کی جانوں کے	سوائے	کچھ گواہ

اَنَّ	وَالۡخَامِسَۃُ	لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ۝۶	اِنَّہٗ	بِاللّٰہِ ۙ
یہ کہ	اور پانچویں بار	یقیناً سچ کہنے والوں میں سے ہے	(کہ) بیشک وہ	اللہ کی قسم سے

وَیَدۡرَؤُا	مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ۝۷	کَانَ	اِنۡ	عَلَیۡہِ	لَعۡنَتَ اللّٰہِ
اور ہٹا دے گا	جھوٹ کہنے والوں میں سے	وہ ہو	اگر	اس پر	اللہ کی لعنت

عَنْهَا	الْعَذَابَ	اَنْ	تَشْهَدَ	اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ	بِاللّٰهِ	اِنَّهٗ 1364
اس عورت سے	سزا کو	(یہ) کہ	وہ عورت گواہی دے	چار گواہیاں	اللہ کی قسم سے	(کہ) بیشک وہ

لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ⑧	وَالْخَامِسَةَ	اَنَّ	غَضَبَ اللّٰهِ	عَلَيْهَآ	اِنْ
یقیناً جھوٹ کہنے والوں میں سے ہے	اور پانچویں بار	یہ کہ	اللہ کا غضب ہو	اس پر	اگر

كَانَ	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑨	وَلَوْلَا	فَضْلُ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ
وہ ہو	سچ کہنے والوں میں سے	اور اگر نہ ہوتا	اللہ کا فضل	تم لوگوں پر

وَرَحْمَتُهٗ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	تَوَّابٌ	حَكِيْمٌ ⑩
اور اس کی رحمت (تو یہ رہنمائی نہ ملتی)	اور یہ کہ	اللہ	بار بار توبہ قبول کرنے والا ہے	حکمت والا ہے

نوٹ: 1

گزشتہ آیت۔4۔ میں زنا کا الزام لگانے کا قانون بیان ہوا تھا جس کی رو سے یہ ضروری ہے کہ الزام لگانے والا چار عینی گواہ پیش کرے اور جو یہ نہ کر سکے تو اس پر تہمت کی حد جاری کی جائے گی۔ عام آدمی کے لیے تو یہ ممکن ہے کہ جب چار گواہ میسر نہ ہوں تو وہ خاموش رہے لیکن شوہر کے لیے یہ معاملہ سنگین ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور گواہ موجود نہیں ہیں۔ اب اگر وہ بولے تو تہمت زنا کی سزا پائے اور نہ بولے تو اس کی زندگی وبال ہو جائے۔ اس لیے شوہر کے معاملہ کو عام قانون سے الگ کر کے اس کا مستقل قانون بنا دیا گیا جو زیر مطالعہ آیت میں بیان ہوا ہے۔ اس کو لعان (ایک دوسرے پر لعنت کرنا) کہتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لعان صرف میاں بیوی کے معاملہ میں ہو سکتا ہے۔ دوسروں کا حکم وہی ہے۔ جو آیت۔ ۴۔ میں گزر چکا ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (11 تا 14)

ترجمہ

اِنَّ الَّذِيْنَ	جَآءُوْ	بِالْاِفْكِ	عُصْبَةٌ	مِّنْكُمْ ؕ	لَا تَحْسَبُوْهُ
بیشک جو لوگ	آئے	اس بہتان کے ساتھ	وہ ایک گروہ ہے	تم لوگوں میں سے	تم لوگ مت سمجھو اس (بہتان) کو

شَرًّا	لَّكُمْ ؕ	بَلْ هُوَ	خَيْرٌ	لَّكُمْ ؕ	لِكُلِّ امْرِئٍ
کوئی شر	اپنے لیے	بلکہ وہ	خیر ہے	تم لوگوں کے لیے	ہر ایک شخص کے لیے ہے

مِّنْهُمْ	مَّا	اكْتَسَبَ	مِنَ الْاِثْمِ ۚ	وَالَّذِيْ	تَوَلّٰى	كِبْرَهٗ
ان میں سے	وہ جو	اس نے کمایا	اس گناہ میں سے	اور وہ جس نے	اپنایا	اس کے بڑے (حصہ) کو

مِنْهُمْ	لَهٗ	عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑪	لَوْلَآ	اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ
ان میں سے	اس کے لیے	ایک عظیم عذاب ہے	کیوں نہیں	جب تم لوگوں نے سنا اس (بہتان) کو

ظَنَّ	الْمُؤْمِنُوْنَ	وَالْمُؤْمِنٰتُ	بِاَنْفُسِهِمْ	خَيْرًا ۙ	وَّقَالُوْا
تو خیال کیا	مومنوں نے	اور مومنات نے	اپنی جانوں (یعنی اپنے لوگوں) پر	بھلائی کا	اور (کیوں نہیں) کہا

هٰذَآ	اِفۡكٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۲﴾	لَوۡلَا	جَآءُوۡ	عَلَیۡهِ	بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ 1364
یہ	ایک کھلا بہتان ہے	کیوں نہیں	وہ لوگ آئے	اس پر	چار گواہوں کے ساتھ

فَاِذۡ	لَمۡ یَاۡتُوۡا	بِالشُّهَدَآءِ	فَاُولٰٓئِكَ	عِنۡدَ اللّٰهِ	هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۳﴾
پھر جب	وہ لوگ نہیں آئے	گواہوں کے ساتھ	تو وہ لوگ ہیں کہ	اللہ کے نزدیک	وہی جھوٹے ہیں

وَلَوۡلَا	فَضۡلُ اللّٰهِ	عَلَیۡكُمۡ	وَرَحۡمَتُهٗ	فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ
اگر اگر نہ ہوتا	اللہ کا فضل	تم لوگوں پر	اور اس کی رحمت	دنیا اور آخرت میں

لَمَسَّكُمۡ	فِیۡ مَآ	اَفَضۡتُمۡ	فِیۡهِ	عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۴﴾
تو ضرور چھوتا تم لوگوں کو	اس میں	تم لوگوں نے چرچا کیا	جس میں	ایک عظیم عذاب

نوٹ: 1 واقعہ افک کی نوعیت یہ ہے کہ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی میں فوج نے شب میں کہیں پڑاؤ ڈالا۔ فوج کے کوچ سے پہلے بی بی عائشہؓ ضرورت سے باہر نکلیں۔ اتنے میں فوج میں کوچ کا حکم ہو گیا اور قافلہ روانہ ہو گیا۔ بی بی عائشہ کا ساربان بھی یہ سمجھ کر روانہ ہو گیا کہ وہ اپنے ہودج میں سوار ہیں۔ آپؓ جب واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو گیا تھا۔ ان کو اس کے سوا کوئی اور تدبیر نظر نہیں آئی کہ وہیں ٹھہر جائیں تا آنکہ اللہ تعالیٰ کوئی راہ پیدا کرے۔ حضرت صفوانؓ اس خدمت پر مامور تھے کہ وہ قافلہ کے پیچھے چلیں تا کہ بھولی بسری چیزوں کا جائزہ لے سکیں۔ صبح کو جب وہ پڑاؤ کی جگہ پر پہنچے اور دیکھا کہ بی بی عائشہؓ پیچھے رہ گئی ہیں تو انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا۔ بی بی عائشہ اس پر سوار ہو گئیں اور انہوں نے مہار پکڑ کر اونٹ کو قافلہ سے جا ملایا۔ فوج کے کوچ و مقام کے دوران اس قسم کے واقعہ کا پیش آ جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے لیکن منافقین نے اس ذرا سی بات کو ایک افسانہ بنا ڈالا۔

اس واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے حق میں برُا نہیں ہوا بلکہ اس میں تمہارے لیے خیر کے پہلو ہیں۔ اس واقعہ نے معاشرہ کی اصلاح و تنظیم سے متعلق بہت سے احکام وہدایات کے نزول کے لیے سازگار فضا پیدا کر دی کہ اگر اس فضا کے پیدا ہوئے بغیر یہ احکام اترتے تو بہت سے لوگوں پر ان کی حقیقی قدر و قیمت واضح نہ ہو پاتی۔ (تدبر قرآن)

نوٹ: 1 آیت۔ 12 میں اسلامی معاشرہ کا ایک اخلاقی اصول دیا گیا کہ ہر مسلمان مرد و عورت کا یہ حق ہے کہ دوسرے افرادِ معاشرہ ان کے بارے میں حسنِ ظن رکھیں۔ اور اس وقت تک ان کے اس حق کا احترام کریں جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ حسنِ ظن کے حق دار باقی نہیں رہے۔ اس حق کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے بارے میں کان میں کوئی ایسی بات پڑے جو اس حسن ظن کو مجروح کرنے والی ہو تو وہ اس کو فوراً قبول نہ کرے اور نہ آگے بیان کرے بلکہ اس کو رد کر دے اور اس وقت تک اس پر یقین نہ کرے جب تک اس کے سامنے اس کا کوئی معقول ثبوت نہ آ جائے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (15 تا 20)

ترجمہ

اِذۡ	تَلَقَّوۡنَهٗ	بِاَلۡسِنَتِكُمۡ	وَتَقُوۡلُوۡنَ	بِاَفۡوَاهِكُمۡ	مَّا	لَیۡسَ
جب	تم لوگ لیتے تھے اس کو	اپنی زبانوں پر	اور کہتے تھے	اپنے مونہوں سے	وہ	نہیں تھا

لَكُمْ	بِهٖ	عِلْمٌ	وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ	هَيِّنًا ۖ	وَّهُوَ	1364 عِنْدَ اللّٰهِ
تمہارے لیے	جس کے بارے میں	کوئی علم	اور تم لوگ سمجھتے تھے	ہلکا	حالانکہ وہ	اللہ کی نزدیک

عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾	وَلَوْلَآ	اِذْ	سَمِعْتُمُوْهُ	قُلْتُمْ	مَّا يَكُوْنُ	لَنَآ
ایک بڑی (بات) تھی	اور کیوں نہیں	جب	تم لوگوں نے سنا اس کو	تو کہا	نہیں ہوگا	ہمارے لیے (مناسب)

اَنْ	نَّتَكَلَّمَ	بِهٰذَا ۖ	سُبْحٰنَكَ	هٰذَا	بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾
کہ	ہم کلام کریں	اس کے بارے میں	پاکیزگی تیری ہے	یہ (تو)	ایک عظیم بہتان ہے

يَعِظُكُمُ	اللّٰهُ	اَنْ	تَعُوْدُوْا	لِمِثْلِهٖٓ	اَبَدًا	اِنْ كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ ج
نصیحت کرتا ہے تم لوگوں کو	اللہ	کہ (کہیں)	تم لوگ پھر کرو	اس کے جیسا (کام)	کبھی بھی	اگر تم لوگ ہو	مومن

وَيُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ ط	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾
اور واضح کرتا ہے	اللہ	تم لوگوں کے لیے	ان آیات کو	اور اللہ	جاننے والا ہے	حکمت والا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ	يُحِبُّوْنَ	اَنْ	تَشِيْعَ	الْفَاحِشَةُ	فِى الَّذِيْنَ
بیشک جو لوگ	پسند کرتے ہیں	کہ	پھیلے	فحاشی	ان لوگوں میں جو

اٰمَنُوْا	لَهُمْ	عَذَابٌ اَلِيْمٌ لا	فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط	وَاللّٰهُ
ایمان لائے	ان کے لیے ہے	ایک دردناک عذاب	دنیا اور آخرت میں	اور اللہ

يَعْلَمُ	وَاَنْتُمْ	لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾	وَلَوْلَا	فَضْلُ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ
جانتا ہے	اور تم لوگ	نہیں جانتے	اور اگر نہ ہوتا	اللہ کا فضل	تم لوگوں پر

وَرَحْمَتُهٗ	وَاَنَّ اللّٰهَ	رَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ ع
اور اس کی رحمت	اور یہ کہ اللہ	بے انتہا نرمی کرنے والا ہے	ہر حال میں رحم کرنے والا ہے

نوٹ:1 اعلیٰ اخلاقی اقدار کے رواج پانے کی وجہ سے مدینہ میں اخوت ومحبت پر مبنی جو مسلم معاشرہ پروان چڑھ رہا تھا وہ مخالفین اسلام خصوصاً منافقین کو سخت ناگوار تھا۔ ان کی یہ خواہش تھی مسلمان بھی انہی اخلاقی پستیوں کے مکین رہیں جن میں وہ خود مبتلا تھے تاکہ ان کی اخلاقی گراوٹ نمایاں نہ ہو۔ واقعہ افک ان کی اسی دبی ہوئی خواہش کا ایک حقیر سا یعنی Tip of the iceberg تھا۔ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو جانتا تھا جبکہ عام مسلمان اس سے بے خبر تھے۔ آیت۔۱۹۔ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا تاکہ اس سورہ میں دیئے جانے والے احکام کی گہرائی اور گیرائی مسلمانوں کے ذہنوں میں پوری طرح واضح ہوجائے۔

آج کے دور میں ایک عالمی تہذیب (Globalization) رائج کرنے کا جو طوفان برپا ہے وہ مخالفین اسلام کی اسی خواہش کا مظہر ہے کہ وہ

مسلم معاشروں میں اسی فحاشی اور اخلاقی بستیوں کو رواج دینا چاہتے ہیں جنھیں وہ اپنی ''اعلیٰ تہذیب'' کا طرّۂ امتیاز سمجھتے ہیں۔ فحاشی اور بے حیائی کے اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کی کوششیں فی الحال ہر جگہ ناکام ہوتی نظر آرہی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کی یہ جدوجہد بے سود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ (آل عمران۔ ۱۹۴) ہمیں یقین ہے کہ ہماری اس بظاہر ناکام جدوجہد کا نتیجہ ایک دن ضرور نکلے گا۔ اگر ہماری زندگی میں نہیں تو ہمارے بعد نکلے گا مگر ان شاء اللہ نکلے گا ضرور۔

ہمیں خبر ہے ہم ہیں چراغِ آخرِ شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

(ظہیر کاشمیری)

آیت نمبر (21 تا 22)

ترجمہ

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ	وَمَنْ
اے لوگو جو	ایمان لائے	تم لوگ پیروی مت کرو	شیطان کے نقوشِ قدم کی	اور جو

یَّتَّبِعْ	خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ	فَاِنَّهٗ	یَاْمُرُ	بِالْفَحْشَآءِ	وَالْمُنْكَرِ ؕ
پیروی کرے گا	شیطان کے نقوشِ قدم کی	تو بیشک وہ (تو)	ترغیب دیتا ہے	فحاشی کی	اور برائی کی

وَلَوْلَا	فَضْلُ اللّٰهِ	عَلَیْكُمْ	وَرَحْمَتُهٗ	مَا زَكٰی	مِنْكُمْ
اور اگر نہ ہوتا	اللہ کا فضل	تم لوگوں پر	اور اس کی رحمت	تو پاک نہ ہوتا	تم میں سے

مِّنْ اَحَدٍ	اَبَدًا ۙ	وَّلٰكِنَّ	اللّٰهَ	یُزَكِّیْ	مَنْ	یَّشَآءُ ؕ	وَاللّٰهُ
کوئی ایک بھی	کبھی بھی	اور لیکن	اللہ	پاک کرتا ہے	اس کو جس کو	وہ چاہتا ہے	اور اللہ

سَمِیْعٌ	عَلِیْمٌ ﴿۲۱﴾	وَلَا یَاْتَلِ	اُولُوا الْفَضْلِ	مِنْكُمْ	وَالسَّعَةِ
سننے والا ہے	جاننے والا ہے	اور قسم نہ کھائیں	فضل والے	تم میں سے	اور وسعت والے

اَنْ	یُّؤْتُوْٓا	اُولِی الْقُرْبٰی	وَالْمَسٰكِیْنَ	وَالْمُهٰجِرِیْنَ	فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ
کہ	وہ (نہ) دیں	قرابت والوں کو	اور مسکینوں کو	اور مہاجروں کو	اللہ کی راہ میں

وَلْیَعْفُوْا	وَلْیَصْفَحُوْا ؕ	اَلَا تُحِبُّوْنَ	اَنْ	یَّغْفِرَ
اور چاہیے کہ وہ معاف کردیں	اور چاہیے کہ وہ درگزر کریں	کیا تم لوگ پسند نہیں کرتے	کہ	بخش دے

اللّٰهُ	لَكُمْ ؕ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾
اللہ	تم لوگوں کو	اور اللہ	بے انتہا بخشنے والا ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

نوٹ:1

جولوگ دوسروں کے عزت وناموس کے معاملہ میں ہر قسم کی باتیں بے پروائی سے قبول کر لیتے ہیں اور ان سے بدگمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا یہ رویہ غمازی کرتا ہے کہ وہ اپنے باب میں ضرورت سے زیادہ حسنِ ظن رکھتے ہیں اور ایک قسم کے ادعائے تزکیہ میں مبتلا ہیں خواہ ان کو اپنے اس باطن کا شعور ہو یا نہ ہو۔ اسی مخفی چور سے آیت۔20۔ میں ان لوگوں کو آگاہ کیا کہ ہر شخص یاد رکھے کہ جس کو بھی کوئی پاکی و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے تو وہ محض اللہ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر اس کی توفیق شامل حال نہ ہو تو کوئی پاک نہیں ہوسکتا۔ تو کسی کو اپنے تقویٰ وتزکیہ کا اتنا غرہ نہ ہونا چاہیے کہ وہ دوسروں کے معاملہ میں ہر قسم کی باتیں بے تحقیق قبول کر لے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ:2

بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میری برائت نازل فرما دی تو حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھالی کہ وہ آئندہ مسطحؓ کی مدد نہیں کریں گے کیونکہ انہوں نے نہ رشتہ دار کا لحاظ کیا اور نہ ان احسانات کی ہی کچھ شرم کی جو وہ ساری عمر ان پر اور ان کے خاندان پر کرتے رہے۔ جب آیت۔۲۱۔ نازل ہوئی تو ابوبکرؓ نے فوراً کہا کہ واللہ ہم ضرور چاہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو ہماری خطائیں معاف فرمائے۔ چنانچہ انہوں نے پھر مسطحؓ کی مدد شروع کر دی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ قسم کچھ اور صحابہ کرامؓ نے کھالی تھی کہ جن لوگوں نے اس بہتان میں حصہ لیا ہے ان کی وہ مدد نہ کریں گے۔ اس آیت کے نزول کے بعد سب نے اس عہد سے رجوع کر لیا۔ اس طرح تلخی آناً فاناً دور ہوگئی جو اس فتنہ نے معاشرے میں پھیلا دی تھی۔ (تفہیم القرآن)

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو رشتہ داروں کے صرف احسان کا بدلہ کر دے بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ رشتہ داروں کے قطع تعلق کرنے کے باوجود یہ تعلق قائم رکھے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (23 تا 26)

ترجمہ

لُعِنُوْا	الْمُؤْمِنٰتِ	الْغٰفِلٰتِ	الْمُحْصَنٰتِ	يَرْمُوْنَ	اِنَّ الَّذِيْنَ
ان پر لعنت کی گئی	مومن خواتین کو	بے خبر (بھولی بھالی)	پاکدامن	الزام دیتے ہیں	بیشک وہ لوگ

تَشْهَدُ	يَّوْمَ	عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾	وَلَهُمْ	فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
گواہی دیں گی	جس دن	ایک عظیم عذاب	اور ان کے لیے ہے	دنیا اور آخرت میں

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾	بِمَا	وَاَرْجُلُهُمْ	وَاَيْدِيْهِمْ	اَلْسِنَتُهُمْ	عَلَيْهِمْ
وہ لوگ کرتے تھے	اس کی جو	اور ان کے پیر	اور ان کے ہاتھ	ان کی زبانیں	ان کے خلاف

وَيَعْلَمُوْنَ	دِيْنَهُمُ الْحَقَّ	اللّٰهُ	يُّوَفِّيْهِمُ	يَوْمَئِذٍ
اور وہ لوگ جان لیں گے	ان کا برحق بدلہ	اللہ	پورا پورا دے گا ان کو	اس دن

وَالْخَبِيْثُوْنَ	لِلْخَبِيْثِيْنَ	اَلْخَبِيْثٰتُ	هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾	اَنَّ اللّٰهَ
اور گندے مرد	گندے مردوں کے لیے ہیں	گندی عورتیں	ہی واضح حق ہے	کہ اللہ

لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ	وَالطَّيِّبٰتُ	لِلطَّيِّبِيْنَ	وَالطَّيِّبُوْنَ	لِلطَّيِّبٰتِ ۚ
گندی عورتوں کے لیے ہیں	اور پاک عورتیں	پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں	اور پاکیزہ مرد	1364 پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں

اُولٰٓئِكَ	مُبَرَّءُوْنَ	مِمَّا	يَقُوْلُوْنَ ۭ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۲۶ ۧ
وہ لوگ	بری کئے ہوئے ہیں	اس سے جو	یہ لوگ کہتے ہیں	ان کے لیے ہے	مغفرت	اور باعزت روزی

نوٹ: 1 بہتان طرازی اور الزام تراشی کرنے والے مجرم قیامت کے دن نہ تو خود کوئی عذر پیش کر سکیں گے اور نہ ان کے جرم کو ثابت کرنے کے لیے کسی خارجی شہادت کی ضرورت ہوگی۔ اس دن ان کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں خود ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے کیا کیا تہمتیں تراشیں اور کیسے کیسے فساد برپا کیے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کا واجبی بدلہ پورا پورا چکا دے گا اور ان کے ساتھ نہ کوئی رعایت ہوگی نہ کوئی زیادتی۔ اس دنیا میں تو حالات پر بہت کچھ پردہ پڑا ہوا ہے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام حقائق کو آشکار کرنے والا ہے۔ اسی طرح اس دنیا میں اچھے برے لوگ باہم رلے ملے ہیں لیکن قیامت کے دن نفوس کی درجہ بندی اعمال واخلاق اور ایمان وعقائد کے اعتبار سے ہوگی اس دن خبیث مرد اور عورتیں باہم جوڑ دیئے جائیں گے اور پاکیزہ مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی رفاقت نصیب ہوگی اور اس دن یہ لوگ ان تمام خرافات اور بکواسوں سے بری کر دیئے جائیں گے جو اس دنیا میں ان کے خلاف کی جاتی ہیں۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (28 تا 29)

ترجمہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَدْخُلُوْا	بُيُوْتًا	غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ
اے لوگو جو	ایمان لائے	تو لوگ داخل مت ہو	ایسے گھروں میں جو	تمہارے گھروں کے علاوہ ہیں

حَتّٰى	تَسْتَاْنِسُوْا	وَتُسَلِّمُوْا	عَلٰٓي اَهْلِهَا ۭ	ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ
یہاں تک کہ	تم لوگ اجازت مانگ لو	اور تم لوگ سلامتی کی دعا دے لو	اس (گھر) کے لوگوں پر	یہ	بہتر ہے

لَّكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۷	فَاِنْ	لَّمْ تَجِدُوْا	فِيْهَآ	اَحَدًا
تمہارے لیے	شاید تم لوگ	نصیحت حاصل کرو	پھر اگر	تم لوگ نہ پاؤ	اس (گھر) میں	کسی ایک کو

فَلَا تَدْخُلُوْهَا	حَتّٰى	يُؤْذَنَ	لَكُمْ ۚ	وَاِنْ	قِيْلَ	لَكُمُ
تو مت داخل ہو اس میں	یہاں تک کہ	اجازت دی جائے	تمہیں	اور اگر	کہا جائے	تم لوگوں سے

ارْجِعُوْا	فَارْجِعُوْا	هُوَ	اَزْكٰى	لَكُمْ ۭ	وَاللّٰهُ	بِمَا
کہ واپس جاؤ	تو واپس ہو جاؤ	یہ	زیادہ پاکیزہ ہے	تمہارے لیے	اور اللہ	اس کو جو

تَعْمَلُوْنَ	عَلِيْمٌ ۝۲۸	لَيْسَ	عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَنْ	تَدْخُلُوْا
تم لوگ کرتے ہو	ہمیشہ جاننے والا ہے	نہیں ہے	تم لوگوں پر	کوئی گناہ	کہ	تم لوگ داخل ہو

بُيُوْتًا	غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ	فِيْهَا	مَتَاعٌ	لَّكُمْ ۭ 1364
ایسے گھروں میں جو	بغیر سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں	ان میں	کچھ سامان ہے	تمہارے لیے

وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا	تُبْدُوْنَ	وَمَا	تَكْتُمُوْنَ ۝۲۹
اور اللہ	جانتا ہے	اس کو جو	تم لوگ ظاہر کرتے ہو	اور اس کو	جو تم چھپاتے ہو

نوٹ:1 اس سورہ کے آغاز سے آیت۔26۔تک جو احکام دیئے گئے ہیں وہ اس لیے ہیں کہ معاشرے میں برائی رونما ہو جائے تو اس کا تدارک کیسے کیا جائے۔اب وہ احکام دیئے جا رہے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ تمدن کے طور طریقوں کی اصلاح کر کے ان اسباب کا سدباب کر دیا جائے جن سے اس طرح کی خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔اسلامی شریعت جرم کے ساتھ اسباب جرم، محرکات جرم اور رسائل و ذرائع جرم پر بھی پابندیاں لگاتی ہے تاکہ آدمی کو اصل جرم کی عین سرحد پر پہنچنے سے پہلے کافی فاصلے پر ہی روک دیا جائے۔وہ اسے پسند نہیں کرتی کہ لوگ روز پکڑے جائیں اور سزائیں پایا کریں۔(تفہیم القرآن)۔آج کے دور میں سعودی عرب میں ایسے جرائم کے ریکارڈ کا موازنہ مہذب دنیا میں ایسے جرائم کے ریکارڈ سے لیا جائے تو ان احکام کی حکمت اور افادیت پوری طرح واضح ہو جائے گی۔

نوٹ:2 زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ''صبح بخیر یا شام بخیر'' کہتے ہوئے بے تکلف ایک دوسرے کے گھروں میں داخل ہو جاتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کے لئے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے رہنے کی جگہ میں تخلیے کا حق حاصل ہو اور کسی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے تخلیے میں اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر خلل انداز ہو۔رسول اللہ ﷺ تخلیے کے اس حق کو صرف گھروں میں داخل ہونے کے سوال تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک عام حق قرار دیا جس کی رو سے دوسرے کے گھر میں جھانکنا باہر سے نگاہ ڈالنا حتیٰ کہ دوسرے کا خط اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا بھی ممنوع ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کے خط میں نظر دوڑائی وہ گویا آگ میں جھانکتا ہے۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (30 تا 31)

غ ض ض

(ن) غَضًا: پست کرنا۔نیچا رکھنا۔زیر مطالعہ آیت۔30۔

اُغْضُضْ: فعل امر ہے۔تو پست کر۔تو نیچا رکھ۔﴿وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ﴾ (19/31) (اور تو نیچا رکھ اپنی آواز سے)''

ج ی ب

(ض) جَيْبًا: قمیص میں گریبان بنانا۔

جَيْبٌ: ج جُيُوْبٌ۔ اسم ذات ہے۔گریبان۔﴿وَ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ﴾ (:/:) (اور آپؐ داخل کریں اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں)''۔اور زیر مطالعہ آیت۔31

ج و ر

(ن)	عَوْرًا	کسی چیز کو لے جانا اور تلف کر دینا۔ پانی کے چشمہ یا کنویں کو بند کر دینا یا بند ہو جانا۔
(افعال)	اِعْوَارًا	سوار میں نیزہ لگنے کی جگہ کا واضح ہونا۔ کسی چھپائی ہوئی چیز کا ظاہر ہو جانا۔
	عَوْرَۃٌ	ج عَوْرَاتٌ۔ ہر وہ چیز جس کا نمایاں ہونا ناگوار ناپسندیدہ ہو۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ متعدد معانی میں آتا ہے۔ (ا) غیر محفوظ (Vulnerable) جگہ۔ (۲) بھید۔ راز۔ ﴿ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ ﴾ (13:/33) ''بیشک ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں'' اور زیر مطالعہ آیت۔ 31۔

ترکیب

(آیت۔30) یَغُضُّوْا اور یَحْفَظُوْا فعل امر غائب نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو لِیَغُضُّوْا اور لِیَحْفَظُوْا آتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دراصل فعل امر قُلْ کا جواب امر ہونے کی وجہ سے مضارع مجزوم ہیں۔ ترجمہ میں اس فرق کو ظاہر کیا جائے گا۔ (آیت۔31)۔ یَغْضُضْنَ اور یَحْفَظْنَ بھی فعل امر قُلْ کا جواب امر ہونے کی وجہ سے مضارع مجزوم ہیں جبکہ لَا یُبْدِیْنَ فعل نہی ہے۔ اس آیت میں اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ کے بجائے اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لکھنا قرآن کا مخصوص کا مخصوص املا ہے۔

ترجمہ

قُلْ	لِّلْمُؤْمِنِیْنَ	یَغُضُّوْا	مِنْ اَبْصَارِھِمْ
آپ کہہ دیجئے	مومنوں سے	تو وہ نیچی رکھیں گے	اپنی بصارتوں کو

وَیَحْفَظُوْا	فُرُوْجَھُمْ ؕ	ذٰلِكَ	اَزْکٰی	لَھُمْ ؕ	اِنَّ اللّٰہَ
اور حفاظت کریں گے	اپنی شرمگاہوں کی	یہ	پاکیزہ تر ہے	ان کے لیے	یقیناً اللہ

خَبِیْرٌۢ	بِمَا	یَصْنَعُوْنَ ۝	وَقُلْ	لِّلْمُؤْمِنٰتِ
باخبر ہے	اس سے جو	یہ لوگ کاریگری کرتے ہیں	آپ کہہ دیجئے	مومنات سے

یَغْضُضْنَ	مِنْ اَبْصَارِھِنَّ	وَیَحْفَظْنَ	فُرُوْجَھُنَّ
تو وہ نیچی رکھیں گی	اپنی بصارتوں کو	اور حفاظت کریں گی	اپنی شرمگاہوں کی

وَلَا یُبْدِیْنَ	زِیْنَتَھُنَّ	اِلَّا مَا	ظَھَرَ	مِنْھَا
اور (یہ کہ) وہ ظاہر مت کریں	اپنے بناؤ سنگھار کو	سوائے اس کے جو	(خود ہی) ظاہر ہوا	اس میں سے

وَلْیَضْرِبْنَ	بِخُمُرِھِنَّ	عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ ۠	وَلَا یُبْدِیْنَ
اور چاہیے کہ وہ لپیٹ لیں	اپنی اوڑھنیوں کو	اپنے گریبانوں پر	اور ظاہر مت کریں

زِیْنَتَھُنَّ	اِلَّا	لِبُعُوْلَتِھِنَّ	اَوْ اٰبَآئِھِنَّ
اپنے بناؤ سنگھار کو	مگر	اپنے شوہروں کے سامنے	یا اپنے باپوں کے سامنے

اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ	اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ	اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ
یا اپنے شوہروں کے باپوں کے سامنے	یا اپنے بیٹوں کے سامنے	یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے سامنے

اَوْ اِخْوَانِهِنَّ	اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ	اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ
یا اپنے بھائیوں کے سامنے	یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے سامنے	یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے سامنے

اَوْ نِسَآئِهِنَّ	اَوْ مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُهُنَّ	اَوِ التّٰبِعِيْنَ
یا اپنی عورتوں کے سامنے	یا اس کے سامنے جس کے	مالک ہوئے	ان کے داہنے ہاتھ	یا تابع لوگ (یعنی نوکر) کے سامنے

غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ	مِنَ الرِّجَالِ	اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ
جو بغیر (جنسی) حاجت والے ہوں	مردوں میں سے	یا ایسے بچوں کے سامنے جنہوں نے

لَمْ يَظْهَرُوْا	عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ	وَلَا يَضْرِبْنَ	بِاَرْجُلِهِنَّ
(ابھی) نہیں جانا	خواتین کے بھیدوں کو	اور وہ مت ماریں (زمین پر)	اپنے پیروں کو

لِيُعْلَمَ	مَا	يُخْفِيْنَ	مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ	وَتُوْبُوْٓا
کہ جانا جائے	وہ جس کو	وہ چھپاتی ہیں	اپنے سنگھار (یعنی زیورات) میں سے	اور تم لوگ توبہ کرو

اِلَى اللّٰهِ	جَمِيْعًا	اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ ۞
اللہ سے	سب کے سب	اے ایمان لانے والو	شاید تم لوگ	فلاح پاؤ

نوٹ: 1

غَضِّ بصر کے حکم کا مطلب ہر وقت نیچے ہی دیکھتے رہنا نہیں ہے۔ بلکہ پوری طرح نگاہ بھر کر نہ دیکھنا ہے۔ مِنْ اَبْصَارِهِمْ میں مِنْ تَبعیض کا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا منشا یہ نہیں ہے کہ کسی چیز کو بھی نگاہ بھر کر نہ دیکھا جائے، بلکہ وہ صرف ایک مخصوص دائرے میں نگاہ پر یہ پابندی عائد کرتا ہے۔ اب یہ بات سیاق و سباق سے معلوم ہوتی ہے کہ یہ پابندی جس چیز پر عائد کی گئی ہے وہ ہے مردوں کا عورتوں کو دیکھنا، دوسروں کے ستر پر نگاہ ڈالنا جمانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔ ایک اور حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے حسن پر پڑے اور وہ نگاہ ہٹا لے تو اللہ اس کی عبادت میں لطف اور لذت پیدا کر دیتا ہے۔

(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (32 تا 34)

ء	ی	م

(ض) اَيِمًا — مرد کا رانڈ یا عورت کا بیوہ ہو جانا۔

اَيِّمٌ — ج اَيَامٰی۔ صفت ہے۔ رانڈ۔ بیوہ۔ زیرِ مطالعہ آیت۔ 32

ترجمہ

وَانْكِحُوا	الْاَيَامٰى	مِنْكُمْ	وَالصّٰلِحِيْنَ	مِنْ عِبَادِكُمْ
اور تم لوگ نکاح کر دو	بے نکاحوں کو	تم میں سے	اور نیکوں کا	تمہارے غلاموں میں سے

وَاِمَآئِكُمْ ؕ	اِنْ يَّكُوْنُوْا	فُقَرَآءَ	يُغْنِهِمُ	اللّٰهُ	مِنْ فَضْلِهٖ ؕ
اور اپنی کنیزوں میں سے	اگر وہ لوگ ہوں	مفلس	تو غنی کر دے گا ان کو	اللہ	اپنے فضل سے

وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ ﴿٣٢﴾	وَلْيَسْتَعْفِفِ	الَّذِيْنَ	لَا يَجِدُوْنَ
اور اللہ	وسعت والا ہے	جاننے والا ہے	اور چاہیے کہ (برائیوں سے) بچے رہیں	وہ لوگ جو	نہیں پاتے

نِكَاحًا	حَتّٰى	يُغْنِيَهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ فَضْلِهٖ ؕ	وَالَّذِيْنَ	يَبْتَغُوْنَ
نکاح (کے سامان) کو	یہاں تک کہ	غنی کر دے ان کو	اللہ	اپنے فضل سے	اور وہ لوگ جو	چاہتے ہیں

الْكِتٰبَ	مِمَّا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُكُمْ	فَكَاتِبُوْهُمْ
(آزادی کی) لکھت پڑھت	ان میں سے جن کے	مالک ہوئے	تمہارے داہنے والے	تو لکھ کر دو ان کو

اِنْ عَلِمْتُمْ	فِيْهِمْ	خَيْرًا ۖ	وَّاٰتُوْهُمْ	مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ	اٰتٰىكُمْ ؕ
اگر تم جانتے ہو	ان میں	کوئی بھلائی	اور تم لوگ دو ان کو	اللہ کے اس مال میں سے جو	اس نے دیا تم کو

وَلَا تُكْرِهُوْا	فَتَيٰتِكُمْ	عَلَى الْبِغَآءِ	اِنْ اَرَدْنَ
اور تم لوگ مجبور مت کرو	اپنی کنیزوں کو	زیادتی (یعنی بدکاری) پر	اگر وہ ارادہ کریں

تَحَصُّنًا	لِّتَبْتَغُوْا	عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ	وَمَنْ
برائی سے بچنے کا	تاکہ تم لوگ تلاش کرو (یعنی کماؤ)	دنیوی زندگی کا سامان	اور جو کوئی

يُّكْرِهْهُّنَّ	فَاِنَّ اللّٰهَ	مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿٣٣﴾
مجبور کرے گا ان کو	تو بیشک اللہ	ان کو مجبور کیے جانے کے بعد	بے انتہا بخشنے والا ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكُمْ	اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ	وَّمَثَلًا	مِّنَ الَّذِيْنَ
اور بیشک ہم نے اتارا ہے	تم لوگوں کی طرف	خوب واضح کرنے والی نشانیاں	اور کچھ مثال (یعنی حال)	ان لوگوں (کے حالات) میں سے

خَلَوْا	مِنْ قَبْلِكُمْ	وَمَوْعِظَةً	لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٤﴾ ع
گزرے	تم سے پہلے	اور نصیحت (بھی اتاری)	تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے

نوٹ: 1 آیت۔32۔ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس کا بھی نکاح ہو جائے گا اللہ اس کو مال دار بنا دے گا۔ بلکہ مدعا یہ ہے کہ لوگ اس معاملہ میں بہت زیادہ حسابی بن کر نہ رہ جائیں۔ اس میں لڑکے والوں کو تلقین ہے کہ کسی نوجوان کو محض اس لئے نہ بٹھا رکھیں کہ ابھی وہ زیادہ

نہیں کمار ہا ہے تھوڑی آمدنی بھی ہو تو اللہ کے بھروسے پر شادی کرڈالنی چاہیے۔ بسااوقات خود شادی ہی آدمی کے حالات درست ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ بیوی کی مدد سے اخراجات قابو میں آجاتے ہیں۔ ذمہ داریاں سر پر آجانے کے بعد پہلے سے زیادہ محنت اور کوشش کرنے لگتا ہے۔ بیوی معاش کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹا سکتی ہے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ مستقبل میں کس کے لئے کیا لکھا ہے، اسے کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ اچھے حالات برے حالات میں بدل سکتے ہیں اور برے حالات اچھے حالات میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے آدمی کو ضرورت سے زیادہ حساب لگانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (تفہیم القرآن) البتہ اگر تھوڑی بہت آمدنی بھی نہ ہو تو ایسے لوگوں کے لئے اگلی آیت میں ہدایت ہے کہ وہ اللہ کے فضل کا انتظار کریں اور برائیوں سے بچتے رہیں۔

نوٹ:2 مکاتبت کے لفظی معنی تو ہیں ''لکھا پڑھی'' مگر اصطلاح میں یہ لفظ اس معنی میں بولا جاتا ہے کہ کوئی غلام یا لونڈی اپنی آزادی کے لئے اپنے آقا کو ایک معاوضہ ادا کرنے کی پیشکش کرے اور جب آقا اسے قبول کرلے تو دونوں کے درمیان شرائط کی لکھا پڑھی ہو جائے۔ اسلام میں غلاموں کی آزادی کے لئے جو صورتیں رکھی گئی ہیں، یہ ان میں سے ایک ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ:3 غلامی اسلام کے اپنے نظام کا کوئی جز نہیں تھی بلکہ اس کو اسلام نے اس وقت کے بین الاقوامی اور ملکی حالت کے تحت محض اس لئے گوارہ کرلیا تھا کہ اگر بیک جنبش قلم اس کے خاتمہ کا اعلان کر دیا جاتا تو اس سے معاشرے کے اندر سخت قسم کی معاشرتی اور معاشی الجھنیں پیدا ہو جائیں اس دور میں اوّل تو جنگی قیدیوں کے مسئلہ کا معروف حل یہی تھا کہ جنگی قیدیوں کو فاتحین غلام بنالیں۔ ثانیاً ہر منڈی میں غلاموں اور لونڈیوں کی خرید و فروخت کا کاروبار ہوتا تھا اور ہر ذی استطاعت کے گھر میں ہر سن وسال لونڈیاں اور غلام موجود تھے۔ ایسے حالات میں اگر بیک وقت اعلان کر دیا جاتا کہ تمام لونڈیاں اور غلام آزاد ہیں تو ان سب کے معاشرے میں کہاں کھپایا جاتا۔ ان میں ایک بڑی تعداد ایسے افراد کی تھی جو یہ صلاحیت نہیں رکھتے تھے کہ خود اپنی کفالت کا بار اٹھا سکیں۔ غلامی کی صورت میں تو ان کی کفالت کی ذمہ داری قانوناً ان کے مالکوں کے اوپر تھی لیکن آزاد ہو جانے کی صورت میں ان کے لئے سوا کوئی سبیل باقی نہ رہتی کہ بھیک مانگیں اور معاشرے پر ایک بوجھ بنیں۔ بالخصوص لونڈیوں کا مسئلہ اور بھی پیچیدہ تھا۔ ان مصالح کی وجہ سے اسلام میں ان کی آزادی کی ایسی راہ اختیار کی جس سے یہ خطرات بھی پیدا نہیں ہوتے اور بتدریج تمام ذی صلاحیت غلام اور لونڈیاں آزاد ہو کر اسلامی معاشرے کے جزو بھی بن گئے۔

اسلام نے غلاموں کو آزادوں کی صف میں لانے کے لئے بتدریج ہدایات جاری کی تھیں۔ (1) مکی زندگی ابتدائی دور ہی سے غلام آزاد کرنے کو ایک بہت بڑی نیکی قرار دی۔ (2) رسول اللہ ﷺ نے واضح الفاظ میں غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ نہ صرف حسن سلوک کی ہدایت کی بلکہ مالکوں پر ان کے انسانی حقوق کو شرعی درجہ دے دیا جس سے ان کے معاملہ میں مالکوں کی وہ خود مختاری ختم ہوگئی جو زمانہ جاہلیت میں ان کو حاصل تھی۔ (3) بعض گناہوں اور کوتاہیوں کی صورت میں غلام آزاد کرنے کو کفارہ قرار دیا۔ (4) ذی صلاحیت لونڈیوں اور غلاموں کے نکاح کر دینے کی ہدایت کی تاکہ معاشرے میں ان کا معاشرتی معیار اونچا ہو۔ (5) بیت المال اور اموال زکوۃ کے مصارف میں ایک مستقل مد ''فی الرقاب'' بھی رکھی گئی تاکہ غلاموں اور لونڈیوں کی آزادی کی مہم تیز ہو۔ (6) اسیرانِ جنگ سے متعلق بالعموم یہ پالیسی اختیار کی گئی کہ خاص خاص سرغنوں کو تو بیشک قتل کیا گیا لیکن عام قیدیوں کو فدیہ

لے کر یا احساناً چھوڑ دیا گیا۔ (7) آخر میں مکاتیب کو ایک قانونی حیثیت دے دی گئی جس کے بعد ہر ذی صلاحیت غلام اور لونڈی کے لئے آزادی کی ہدایت کشادہ راہ کھل گئی۔ اس قانون نے عملاً غلامی کا خاتمہ کر دیا اور صرف وہ غلام بچ رہے جو ہاتھ پیر مارنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ (تدبر قرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (35 تا 38)

ز ج ج

(ض)

زَجَجًا — ابرو کا دراز اور باریک ہونا۔

زُجَاجٌ — اسم جنس ہے۔ واحد جاجۃ۔ شیشے کا ٹکڑا۔ شیشے کا برتن زیر مطالعہ آیت۔ 35۔

ترجمہ

اَللّٰهُ	نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ	مَثَلُ نُوْرِهٖ	كَمِشْكٰوةٍ
اللہ	آسمانوں اور زمین کا نور ہے	اس کے نور کی مثال	ایک ایسے طاق کی سی ہے

فِيْهَا	مِصْبَاحٌ ؕ	اَلْمِصْبَاحُ	فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ	اَلزُّجَاجَةُ
جس میں	ایک چراغ ہے	وہ چراغ	ایک شیشے کے برتن (قندیل) میں ہے	وہ قندیل

كَاَنَّهَا	كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ	يُّوْقَدُ	مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
(ایسے ہے) جیسے کہ وہ	ایک چمکدار ستارہ ہے	اس کو چمکایا جاتا ہے	ایک ایسے برکت دیئے ہوئے درخت سے جو

زَيْتُوْنَةٍ	لَّا شَرْقِيَّةٍ	وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ	يَّكَادُ	زَيْتُهَا
ایک ایسا زیتون کا درخت ہے جو	نہ مشرقی ہے	اور نہ مغربی ہے	قریب ہے کہ	اس کا تیل

يُضِيْٓءُ	وَلَوْ	لَمْ تَمْسَسْهُ	نَارٌ ؕ	نُوْرٌ	عَلٰى نُوْرٍ ؕ
روشن ہو جائے	اور اگرچہ	چھوا ہی نہیں اس کو	کسی آگ نے	(یہ) ایک نور ہے	نور پر

يَهْدِي	اللّٰهُ	لِنُوْرِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ ؕ	وَيَضْرِبُ	اللّٰهُ
ہدایت دیتا ہے	اللہ	اپنے نور کی	اس کو جس کو	وہ چاہتا ہے	اور بیان کرتا ہے	اللہ

الْاَمْثَالَ	لِلنَّاسِ ؕ	وَاللّٰهُ	بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ۙ ۳۵	فِيْ بُيُوْتٍ
مثالیں	لوگوں کے لیے	اور اللہ	ہر چیز کو	جاننے والا ہے	کچھ ایسے گھروں میں سے

اَذِنَ	اللّٰهُ	اَنْ	تُرْفَعَ	وَيُذْكَرَ	فِيْهَا	اسْمُهٗ ۙ
اجازت دی	اللہ نے	کہ	جن کو بلند کیا جائے	اور یاد کیا جائے	جن میں	اس کا نام

يُسَبِّحُ	لَهٗ	فِيْهَا	بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ ۳۶	رِجَالٌ ۙ	لَّا تُلْهِيْهِمْ
تسبیح کرتے ہیں	اس کی	ان میں	صبح کو اور شام کو	کچھ ایسے مرد	غافل نہیں کرتی جن کو

تِجَارَةٌ	وَّلَا بَيۡعٌ	عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ	وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ	وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ
کوئی تجارت	اور نہ کوئی خرید وفروخت	اللہ کی یاد سے	اور نماز قائم کرنے سے	اور زکوۃ پہنچانے سے

يَخَافُوۡنَ	يَوۡمًا	تَتَقَلَّبُ	فِيۡهِ	الۡقُلُوۡبُ	وَالۡاَبۡصَارُ ۙ ﴿۳۷﴾
وہ لوگ ڈرتے ہیں	ایک ایسے دن سے	الٹ پلٹ ہوجائیں گے	جس میں	دل	اور آنکھیں

لِيَجۡزِيَهُمُ	اللّٰهُ	اَحۡسَنَ مَا	عَمِلُوۡا	وَيَزِيۡدَهُمۡ
تاکہ بدلہ دے ان کو	اللہ	اسکے بہترین سے جو	انہوں نے عمل کئے	اور تاکہ وہ زیادہ دے ان کو

مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ	وَاللّٰهُ	يَرۡزُقُ	مَنۡ	يَّشَآءُ	بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾
اپنے فضل سے	اور اللہ	عطا کرتا ہے	اسکو جس کو	وہ چاہتا ہے	بے حساب

نوٹ:1

آسمانوں اور زمین کا لفظ قرآن مجید میں بالعموم ''کائنات'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا دوسرے الفاظ میں اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ ساری کائنات کا نور ہے۔ نور سے مراد وہ چیز ہے جس کی بدولت اشیاء کا ظہور ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔ اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرفان وہ نور ہے جس کی بدولت اس کائنات کے اسرار ورموز انسان کی سمجھ میں آنا شروع ہوجاتے ہیں اور اسے بنیادی سوال کا جواب مل جاتا ہے کہ ہم کون ہیں، کہاں سے آتے ہیں، کیوں آتے ہیں، پھر کہاں چلے جاتے ہیں اور کیوں جاتے ہیں، پھر اسے کائنات کی ہر چیز بالحق یعنی بامقصد اور اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى نظر آنے لگتی ہے۔ اس کے برعکس معرفت الٰہی سے محروم ہوتے ہیں وہ علمی دنگل میں عقلی قلابازیاں کھاتے رہتے ہیں، ایک کے بعد ایک فلسفہ بگھارتے رہتے ہیں لیکن انکے پلے کچھ نہیں پڑتا اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ ''سنی جو حکایت ہستی تو درمیان سے سنی + نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم۔''

نوٹ:2

بعض مفسرین نے فِیۡ بُیُوۡتٍ سے مراد مساجد لی ہیں، اور ان کو بلند کرنے سے مراد ان کو تعمیر کرنا اور ان کی تعظیم تکریم کرنا لیا ہے۔ اور بعض دوسرے مفسرین نے ان سے مراد اہل ایمان کے گھر لئے ہیں اور ان کو بلند کرنے کا مطلب ان کے نزدیک انہیں اخلاقی حیثیت سے بلند کرتا ہے۔ ان میں اپنے نام کی یاد کا اللہ نے اذن دیا ہے۔'' یہ الفاظ بظاہر مسجد والی تفسیر کی زیادہ تائید کرتے نظر آتے ہیں مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری تفسیر کی بھی اپنی ہی تائید کرتے ہیں جتنی پہلی تفسیر کی۔ اس لئے کہ اللہ کی شریعت کہانت زدہ مذاہب کی طرح عبادت کو صرف عبادتگاہوں تک ہی محدود نہیں رکھتی جہاں کاہن یا پجاری طبقے کے کسی فرد کی پیشوائی کے بغیر مراسم بندگی ادا نہیں کیے جاسکتے، بلکہ یہاں مسجد کی طرح گھر بھی عبادت گاہ ہے۔ اور ہر شخص اپنا پروہت آپ ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں تمام تر خانگی زندگی کو اعلیٰ وارفع بنانے کے لئے ہدایات دی گئی ہیں۔ اس لئے دوسری تفسیر ہم کو موقع ومحل کے لحاظ سے زیادہ موزوں لگتی ہے۔ اگرچہ پہلی تفسیر کو بھی رد کرنے کئے لئے کوئی معقول دلیل نہیں ہے۔ کیا مضائقہ ہے اگر اس سے مراد مومنوں کے گھر اور ان کی مسجدیں، دونوں ہی ہوں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (39 تا 40)

ترجمہ

وَالَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اَعْمَالُهُمْ	كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ
اور وہ لوگ جنہوں نے	انکار کیا (معرفتِ رب کا)	ان کے اعمال	ریتیلے میدانوں میں ایک سراب کی مانند ہیں

يَّحْسَبُهُ	الظَّمْاٰنُ	مَآءً	حَتّٰٓى	اِذَا جَآءَهٗ
سمجھتا ہے اس کو	پیاسا	پانی	یہاں تک کہ	جب وہ آتا (یعنی پہنچتا) ہے اس کے پاس

لَمْ يَجِدْهُ	شَيْـًٔا	وَّوَجَدَ	اللّٰهَ	عِنْدَهٗ
تو وہ نہیں پاتا اس کو	کوئی چیز	اور وہ پاتا ہے	اللہ کو	اس کے پاس (یعنی وہاں)

فَوَفّٰىهُ	حِسَابَهٗ	وَاللّٰهُ	سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝٣٩
تو وہ پورا پورا چکا دیتا ہے جس کو	اس کا حساب	اور اللہ	حساب لینے کا تیز ہے

اَوْ كَظُلُمٰتٍ	فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ	يَّغْشٰىهُ	مَوْجٌ
یا (ان کے اعمال) اندھیروں کی مانند ہیں	ایک ایسے بے پایاں سمندر میں	چھاتی ہے جس پر	ایک موج

مِّنْ فَوْقِهٖ	مَوْجٌ	مِّنْ فَوْقِهٖ	سَحَابٌ	ظُلُمٰتٌۢ	بَعْضُهَا
اس کے اوپر سے	ایک (اور) موج	اس کے اوپر سے	بادل	اندھیرے ہوتے ہیں	ان کی بعض

فَوْقَ بَعْضٍ	اِذَآ	اَخْرَجَ	يَدَهٗ	لَمْ يَكَدْ	يَرٰىهَا	وَمَنْ
بعض کے اوپر	جب	وہ نکالتا ہے	اپنا ہاتھ	تو لگتا نہیں کہ	وہ دیکھے اس کو	اور وہ

لَّمْ يَجْعَلِ	اللّٰهُ	لَهٗ	نُوْرًا	فَمَا لَهٗ	مِنْ نُّوْرٍ ۝٤٠
بنایا ہی نہیں	اللہ نے	جس کے لئے	کوئی نور	تو نہیں ہے اس کے لیے	کسی قسم کا کوئی بھی نور

نوٹ: 1 کچھ لوگ انکارِ حق اور غلط عقائد کے باوجود یہ کہتے ہیں اگر آخرت ہوئی بھی تو ہماری یہ نیکیاں وہاں ہمارے کام آئیں گی آیت۔39۔ کی مثال ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔ ایمان صادق وکامل کے بغیر دنیا میں کی گئی نیکیاں دنیا میں تو کچھ فائدہ دے سکتی ہیں لیکن آخرت میں ان کی حقیقت ایک سراب سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ ان کے کفر ونفاق کا ان کو پورا پورا بدلہ دے گا اور ان کے نیک اعمال آخرت میں ان کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے۔

آیت نمبر (41 تا 44)

و د ق

(ض) وَدْقًا — پانی ٹپکنا۔ بارش کا گرنا

وَدْقٌ — اسم ذات بھی ہے۔ بارش۔ زیر مطالعہ آیت۔43

ترجمہ

اَلَمْ تَرَ	اَنَّ اللّٰهَ	يُسَبِّحُ لَهٗ	مَنْ	فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
کیا تو نے غور ہی نہیں کیا	کہ اللہ (وہ) ہے	تسبیح کرتے ہیں جس کی	وہ سب جو	آسمانوں اور زمینوں میں ہے

وَالطَّيْرُ	صٰٓفّٰتٍ ؕ	كُلٌّ	قَدْ عَلِمَ	صَلَاتَهٗ	وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ
اور پرندے (بھی)	قطار بنانے والے ہوتے ہوئے	ہر ایک نے	جان لیا ہے	اپنی نماز کو	اور اپنی تسبیح کو

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ	بِمَا	يَفْعَلُوْنَ ﴿41﴾	وَلِلّٰهِ	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
اور اللہ جاننے والا ہے	اس کو جو	وہ سب کرتے ہیں	اور اللہ ہی کی ہے	آسمانوں اور زمین کی حکومت

وَاِلَى اللّٰهِ	الْمَصِيْرُ ﴿42﴾	اَلَمْ تَرَ	اَنَّ اللّٰهَ	يُزْجِيْ	سَحَابًا
اور اللہ ہی کی طرف	لوٹنا ہے	کیا تو نے دیکھا ہی نہیں	کہ اللہ	ہانکتا ہے	بادل کو

ثُمَّ يُؤَلِّفُ	بَيْنَهٗ	ثُمَّ يَجْعَلُهٗ	رُكَامًا	فَتَرَى	الْوَدْقَ
پھر وہ جمع کرتا ہے	آپس میں اس کو	پھر وہ کرتا ہے اس کو	تہہ در تہہ	پھر تو دیکھتا ہے	بارش (کے قطرے) کو

يَخْرُجُ	مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ	وَيُنَزِّلُ	مِنَ السَّمَآءِ	مِنْ جِبَالٍ	فِيْهَا
وہ نکلتا ہے	اس کی دراڑوں سے	اور وہ اتارتا ہے	آسمان سے	کچھ ایسے پہاڑوں میں سے	جن میں ہیں

مِنْ بَرَدٍ	فَيُصِيْبُ بِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَيَصْرِفُهٗ	عَنْ مَّنْ
کچھ اولے	پھر وہ لگاتا ہے انہیں	اس کو جسے	وہ چاہتا ہے	اور وہ پھیر دیتا ہے انہیں	اس سے جس سے

يَّشَآءُ ؕ	يَكَادُ	سَنَا بَرْقِهٖ	يَذْهَبُ	بِالْاَبْصَارِ ﴿43﴾ ؕ	يُقَلِّبُ	اللّٰهُ
وہ چاہتا ہے	قریب ہوتا ہے کہ	اس کی بجلی کی چمک	لے جائے	آنکھوں کو	بار بار پلٹتا ہے	اللہ

الَّيْلَ ؕ	وَالنَّهَارَ	اِنَّ	فِيْ ذٰلِكَ	لَعِبْرَةً	لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿44﴾
رات کو	اور دن کو	بیشک	اس میں	یقیناً ایک عبرت ہے	بصیرت والوں کے لئے

نوٹ:1 وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ سے مراد سردی سے جمے ہوئے بادل بھی ہو سکتے ہیں جنہیں مجازاً آسمان کے پہاڑ کہا گیا ہو۔ اور زمین کے پہاڑ بھی ہو سکتے ہیں جو آسمان میں بلند ہیں۔ جن کی چوٹیوں پر جمی ہوئی برف کے اثر سے بسا اوقات ہوا اتنی سرد ہو جاتی ہے کہ بادلوں میں انجماد پیدا ہونے لگتا ہے اور اولوں کی شکل میں بارش ہونے لگتی ہے۔ (تفہیم القرآن)

1365

1364

1366

1364

1367

1364

1368

1364

1369

1364

1370

1364

آیت نمبر (45 تا 50)

ذ ع ن

(س) ذَعْنًا مطیع وفرمانبردار ہونا۔حق ماننا۔

(افعال) اِذْعَانًا ثلاثی مجرد کا ہم معنی ہے۔

مُذْعِنٌ اسم الفاعل ہے۔مطیع ہونے والا۔ماننے والا۔زیر مطالعہ آیت۔49

ح ی ف

(ض) حَیْفًا کسی پر زیادتی کرنا۔ناانصافی کرنا۔زیر مطالعہ آیت۔50۔

ترجمہ

وَاللّٰهُ	خَلَقَ	كُلَّ دَآبَّةٍ	مِّنْ مَّآءٍ	فَمِنْهُمْ
اور اللہ نے	پیدا کیا	ہر ایک چلنے والے جاندار کو	ایک پانی سے	تو ان میں وہ بھی ہیں

مَّنْ يَّمْشِيْ	عَلٰى بَطْنِهٖ	وَمِنْهُمْ مَّنْ	يَّمْشِيْ	عَلٰى رِجْلَيْنِ
چلتے ہیں	اپنے پیٹ پر	اور ان میں وہ بھی ہیں جو	چلتے ہیں	دو ٹانگوں پر

وَمِنْهُمْ مَّنْ	يَّمْشِيْ	عَلٰٓى اَرْبَعٍ	يَخْلُقُ	اللّٰهُ	مَا	يَشَآءُ
اور ان میں وہ بھی ہیں جو	چلتے ہیں	چار پر	پیدا کرتا ہے	اللہ	وہ جو	وہ چاہتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ﴿٤٥﴾	لَقَدْ اَنْزَلْنَآ	اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ
بیشک اللہ	ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے	بیشک ہم نے اتاری ہے	خوب واضح کرنے والی نشانیاں

وَاللّٰهُ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ	اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٦﴾	وَيَقُوْلُوْنَ
بیشک اللہ	ھدایت دیتا ہے	اس کو جسے	وہ چاہتا ہے	ایک سیدھے راستے کی طرف	اور لوگ کہتے ہیں

اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَبِالرَّسُوْلِ	وَاَطَعْنَا	ثُمَّ
ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور ان رسولؐ پر	اور ہم نے اطاعت کی	پھر

يَتَوَلّٰى	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ	وَمَآ اُولٰٓئِكَ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾
روگردانی کرتا ہے	ایک فریق	ان میں سے	اس (اقرار) کے بعد	اور وہ لوگ نہیں ہیں	ایمان لانے والے

وَاِذَا	دُعُوْٓا	اِلَى اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	لِيَحْكُمَ	بَيْنَهُمْ
اور جب	ان کو بلایا جاتا ہے	اللہ کی طرف	اور اس کے رسول کی طرف	تاکہ وہ فیصلہ کریں	ان کے درمیان

اِذَا	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾	وَاِنْ	يَّكُنْ	لَّهُمُ	الْحَقُّ 1380
تب ہی	ایک فریق	ان میں سے	اعراض کرنے والا ہوتا ہے	اور اگر	ہوتا ہے	ان کے لئے	حق

يَاْتُوْٓا	اِلَيْهِ	مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾	اَ	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ
تو وہ آتے ہیں	اس (فیصلہ) کی طرف	ماننے والے ہوتے ہوئے	کیا	ان کے دلوں میں	کوئی مرض ہے

اَمِ	ارْتَابُوْٓا	اَمْ	يَخَافُوْنَ	اَنْ	يَّحِيْفَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ
یا	وہ شبہ میں پڑ گئے	یا	وہ ڈرتے ہیں	کہ	ناانصافی کرے گا	اللہ	ان کے خلاف

وَرَسُوْلُهٗ ؕ	بَلْ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع
اور اس کا رسولؐ	بلکہ	وہ لوگ	ہی ظلم کرنے والے ہیں

نوٹ: 1

آیت۔47۔ سے معلوم ہو گیا ہے کہ کلمہ پڑھ لینے اور قرآن کا دعوی کرنے سے ایمان کا حق پورا نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کے لئے شرط لازم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بے چون وچرا اطاعت کی جائے۔ اگر کوئی شخص یہ شرط پوری نہیں کرتا تو وہ اللہ کے نزدیک مومن نہیں ہے۔ پھر آیت۔48۔49۔ میں اس قائدہ کلمہ کی وضاحت منافقوں کے ایک مخصوص طرز عمل کے حوالہ سے کی گئی ہے۔ ابتداءً جب تک اطراف مدینہ میں یہود اپنے اپنے حلقوں میں اثر ورسوخ رکھتے تھے، منافقین کی یہ روش رہی کہ وہ اپنے مقدمے ان ہی کی عدالتوں میں لے جاتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہود نے شریعت الٰہی میں تحریف کر کے اس کو خواہشات نفس کے سانچے میں ڈھال لیا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کے حکام کو رشوت دے کر خریدا جا سکتا ہے۔ اس صورت حال سے منافقین یہ فائدہ اٹھاتے ہیں کہ اگر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت سے حسب منشاء فیصلہ حاصل کرنے کی توقع ہوتی تب تو اپنے ایمان واسلام کی نمائش کرتے ہوئے آپؐ کی عدالت میں مقدمہ لاتے اور اگر یہ توقع نہ ہوتی تو یہود کی عدالتوں سے رجوع کرتے۔ (تدبر قرآن سے ماخوذ)

یہ سوچنا درست نہیں ہیں کہ مدینے کے منافقوں کے خاتمے کے ساتھ یہ روش بھی ختم ہو گئی۔ یہ ذہنیت ہر دور میں سرگرم عمل رہی ہے اور آج بھی ہے۔ ہمارے درمیان ایسے مسلمان بھی ہیں جو اسلامی قوانین کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تو وحشیانہ قانون ہے، یہ تو عورتوں پر ظلم ہے، یہ تو مزدوروں کے ساتھ بڑی زیادتی ہے وغیرہ۔ اور اسلامی قوانین میں جب کوئی ان کے مطلب کی بات سامنے آتی ہے تو پھر یہی لوگ اسلام کا ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں کہ دیکھو اسلام یہ کہتا ہے۔ شریعت کا یہ تقاضہ ہے کہ اس پر عمل ہونا چاہیے۔ (حافظ احمد یار صاحب کے کیسٹ سے ماخوذ)

آیت نمبر (51 تا 54)

ترکیب

(آیت۔51) قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ کے مضاف قَوْلَ کی نصب بتا رہی ہے کہ یہ كَانَ کی خبر ہے جبکہ آگے پورہ فقرہ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اس کا اسم ہے۔ یہاں كَانَ آفاقی صداقت کا بیان ہے اس لئے اس کا ترجمہ حال میں ہوگا۔ دیکھیں آیت۔2/البقرۃ:49۔ نوٹ۔2 (آیت۔52)۔ مَنْ شرطیہ ہے۔ اس لئے يُطِعْ۔ يَخْشَ اور يَتَّقِ، یہ سب مضارع مجزوم ہیں۔ نوٹ کریں کہ مجزوم ہونے کی وجہ سے مضارع يَتَّقِيْ کی جب یا گرتی ہے تو يَتَّقِ باقی بچتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ دراصل يَتَّقِهٖ ہے لیکن یہاں قاف کو ساکن کر کے يَتَّقْهِ پڑھنا قرآن مجید کی مخصوص قرأت ہے۔ (آیت۔53) طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ خبر ہے۔ اس کا مبتدا محذوف ہے جو کہ اَلْمَطْلُوْبُ ہو سکتا ہے۔

ترجمہ

اِنَّمَا	كَانَ	قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ	اِذَا	دُعُوْٓا	اِلَى اللّٰهِ
کچھ نہیں سوائے اس کے	(یہی) ہوتی ہے	مومنوں کی بات	جب بھی	ان کو بلایا جائے	اللہ کی طرف

وَرَسُوْلِهٖ	لِيَحْكُمَ	بَيْنَهُمْ	اَنْ يَّقُوْلُوْا	سَمِعْنَا
اور اس کے رسول کی	تا کہ وہ فیصلہ کریں	ان کے درمیان	کہ وہ لوگ کہیں	ہم نے سنا

وَاَطَعْنَا ؕ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾	وَمَنْ	يُّطِعِ	اللّٰهَ
اور ہم نے اطاعت کی	اور وہ لوگ	ہی فلاح پانے والے ہیں	اور جو	اطاعت کرتا ہے	اللہ کی

وَرَسُوْلَهٗ	وَيَخْشَ	اللّٰهَ	وَيَتَّقْهِ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾
اور اس کے رسول کی	اور ڈرتا ہے	اللہ سے	اور تقوی کرے اس کا	تو وہ لوگ	ہی کامیاب ہونے والے ہیں

وَاَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ	جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ	لَئِنْ	اَمَرْتَهُمْ
اور انہوں نے قسم کھائی	اللہ کی	اپنی قسموں کا زور لگاتے ہوئے	بیشک اگر	آپ حکم دیں گے ان کو

لَيَخْرُجُنَّ ؕ	قُلْ	لَّا تُقْسِمُوْا ۚ	طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ
تو وہ لوگ لازماً نکلیں گے	آپؐ کہیے	تم لوگ قسم مت کھاؤ	(اصل مطلوب) جانی پہچانی اطاعت ہے

اِنَّ اللّٰهَ	خَبِيْرٌۢ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾	قُلْ	اَطِيْعُوا	اللّٰهَ
بیشک اللہ	باخبر ہے	اس سے جو	تم لوگ کرتے ہو	آپؐ کہیے	تم لوگ اطاعت کرو	اللہ کی

وَاَطِيْعُوا	الرَّسُوْلَ ۚ	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا
اور اطاعت کرو	ان رسولؐ کی	پھر اگر	تم لوگ روگردانی کرتے ہو	تو کچھ نہیں سوائے اسکے

عَلَيْهِ	مَا	حُمِّلَ	وَعَلَيْكُمْ	مَّا
انؐ پر (ذمہ داری) ہے	اس کی جو	انؐ پر لازم کیا گیا	اور تم لوگوں پر (ذمہ داری) ہے	اس کی جو

حُمِّلْتُمْ ؕ	وَاِنْ	تُطِيْعُوْهُ	تَهْتَدُوْا ؕ	وَمَا
تم پر لازم کیا گیا	اور اگر	تم لوگ اطاعت کرو انؐ کی	تو ہدایت پاؤ گے	اور نہیں ہے

عَلَى الرَّسُوْلِ	اِلَّا	الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾
ان رسولؐ پر (کوئی ذمہ داری)	مگر	واضح طور پر پہنچانا

نوٹ: 1

حضرت عمرؓ ایک روز مسجد نبوی میں کھڑے تھے۔ اچانک ایک رومی دہقانی آدمی آپ کے برابر آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے کلمہ پڑھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا بات ہے تو اس نے کہا میں اللہ کے لئے مسلمان ہو گیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا اس کا کوئی سبب ہے تو اس نے کہا ہاں۔ بات یہ ہے کہ میں نے تورات، انجیل، زبور، اور انبیاء سابقین کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ مگر حال میں ایک

مسلمان قیدی قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا، وہ سنی تو معلوم ہوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام کتب قدیمہ کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔ تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے تو اس رومی نے زیر مطالعہ آیت۔ 52۔ تلاوت کی اور اس کے ساتھ اس کی تفسیر اس طرح بیان کی کہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ فرائض الٰہیہ کے متعلق ہے۔ وَرَسُوْلَهٗ سنت نبوی کی متعلق ہے۔ وَيَخْشَ اللّٰهَ گذشتہ عمر کے متعلق ہے۔ وَيَتَّقْهِ آئندہ باقی عمر کے متعلق ہے۔ جب انسان ان چار چیزوں کا عامل ہوجائے تو اس کو اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ کی بشارت ہے۔ (معارف القرآن)

380

آیت نمبر (55 تا 57)

ترجمہ

وَعَدَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مِنْكُمْ	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ
وعدہ کیا	اللہ نے	ان سے جو	ایمان لائے	تم میں سے	اور انہوں نے عمل کیے	نیکیوں کے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ	فِي الْاَرْضِ	كَمَا	اسْتَخْلَفَ	الَّذِيْنَ
کہ وہ لازماً جانشین بنائے گا ان کو	زمین میں	جیسے کہ	اس نے جانشین بنایا	ان کو جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ۠	وَلَيُمَكِّنَنَّ	لَهُمْ	دِيْنَهُمُ الَّذِي	ارْتَضٰى	لَهُمْ
اس سے پہلے تھے	اور وہ لازماً جمادے گے گا	ان کے لئے	ان کے اس دین کو جس سے	وہ راضی ہوا	ان کے لئے

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ	مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ	اَمْنًا ۭ	يَعْبُدُوْنَنِيْ	لَا يُشْرِكُوْنَ
اور وہ لازماً بدلہ دے گا ان کو	ان کے خوف کے بعد	امن	وہ لوگ بندگی کریں گے میری	شریک نہیں کریں گے

بِيْ	شَيْــــًٔا ۭ	وَمَنْ	كَفَرَ	بَعْدَ ذٰلِكَ	فَاُولٰۗىِٕكَ	هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۵۵
میرے ساتھ	کچھ بھی	اور جو	ناشکری کرے گا	اس کے بعد	تو وہ لوگ	ہی نافرمانی کرنے والے ہیں

وَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ	وَاَطِيْعُوا	الرَّسُوْلَ
اور تم لوگ قائم کرو	نماز کو	اور پہنچاؤ	زکوۃ کو	اور اطاعت کرو	ان رسولؐ کی

لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ ۵۶	لَا تَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مُعْجِزِيْنَ
شاید تم لوگوں پر	رحم کیا جائے	ہرگز گمان مت کرو	ان کو جنہوں نے	کفر کیا	عاجز کرنے والے

فِي الْاَرْضِ ۚ	وَمَاْوٰىهُمُ	النَّارُ ۭ	وَلَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ ۵۷ ۧ
زمین میں	اور ان کا ٹھکانہ	آگ ہے	اور یقیناً بُری ہے (وہ)	لوٹنے کی جگہ

نوٹ: 1

یہ خطاب فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے لوگوں کو یعنی جوان میں اعلیٰ درجہ کے نیک اور رسولؐ کے کامل متبع ہیں رسولؐ کے بعد ان کو زمین کی حکومت دے گا اور جو دین اسلام خدا کو پسند ہے، ان کے ہاتھوں سے دنیا میں اس کو قائم کرے گا۔ گویا جیسا کہ لفظ استخلاف میں اشارہ ہے وہ لوگ محض دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ ہوں گے بلکہ پیغمبر کے جانشین ہوکر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے

اور دین حق کی بنیادیں جمادیں گے۔ الحمدللہ یہ وعدہ الٰہی چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر پورا ہوا دنیا نے اس پیشین گوئی کے ایک ایک

حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خلفائے اربعہ کے بعد بھی کچھ بادشاہانِ اسلام وقتاً فوقتاً اس نمونے کے آتے رہے اور جب اللہ چاہے گا آئندہ بھی آئیں گے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی ہوں گے۔ (ترجمہ شیخ الہند سے ماخوذ)[1380]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہے پھر ملک ہوگا (یعنی بادشاہت ہوگی)۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت دو برس تین ماہ، حضرت عمرؓ کی خلافت دس سال چھ ماہ، حضرت عثمانؓ کی خلافت بارہ سال، حضرت علیؓ کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت حسنؓ کی خلافت چھ ماہ ہوئی۔ (تفسیر نعیمی)

آیت نمبر (58 تا 60)

ترجمہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لِيَسْتَاْذِنْكُمُ	الَّذِيْنَ	مَلَكَتْ
اے لوگو جو	ایمان لائے	چاہیے کہ اجازت مانگیں تم سے	وہ لوگ جس کے	مالک ہوئے

اَيْمَانُكُمْ	وَالَّذِيْنَ	لَمْ يَبْلُغُوا	الْحُلُمَ	مِنْكُمْ	ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ
تمہارے داہنے ہاتھ	اور وہ لوگ جو	(ابھی) نہیں پہنچے	بلوغت کو	تم میں سے	تین مرتبہ

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ	وَحِيْنَ	تَضَعُوْنَ	ثِيَابَكُمْ	مِّنَ الظَّهِيْرَةِ
فجر کی نماز سے پہلے	اور جس وقت	تم لوگ رکھتے ہو (اتار کے)	اپنے کپڑے	دوپہر میں

وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۛ	ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ	لَّكُمْ ؕ
اور عشاء کی نماز کے بعد سے	(یہ) بے پردگی والے تین (اوقات) ہیں	تمہارے لیے

لَيْسَ عَلَيْكُمْ	وَلَا عَلَيْهِمْ	جُنَاحٌۢ	بَعْدَهُنَّ ؕ	طَوّٰفُوْنَ
نہیں ہے تم لوگوں پر	اور نہ ہی ان لوگوں پر	کوئی گناہ	ان (اوقات) کے بعد	بار بار چکر لگانے والے ہیں

عَلَيْكُمْ	بَعْضُكُمْ	عَلٰى بَعْضٍ ؕ	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ ؕ
تم لوگوں پر	تمہارے بعض	بعض پر	اس طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	آیات کو

وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ۝۵۸	وَاِذَا بَلَغَ	الْاَطْفَالُ	مِنْكُمُ	الْحُلُمَ
اور اللہ	جاننے والا ہے	حکمت والا ہے	اور جب پہنچیں	بچے	تم میں سے	بلوغت کو

فَلْيَسْتَاْذِنُوْا	كَمَا	اسْتَاْذَنَ	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
تو چاہیے کہ وہ (بھی) اجازت مانگیں	جیسے کہ	اجازت مانگی	انہوں نے جو	ان سے پہلے تھے

كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ	اٰيٰتِهٖ ؕ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ۝۵۹
اس طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	اپنی آیات کو	اور اللہ	جاننے والا ہے	حکمت والا ہے

وَالْقَوَاعِدُ	مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ	لَا يَرْجُوْنَ	نِكَاحًا	فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ 1380
اور عمر رسیدہ خواتین	ان عورتوں میں سے	امید نہیں رکھتیں	نکاح کی	تو نہیں ہے ان پر

جُنَاحٌ	اَنْ يَّضَعْنَ	ثِيَابَهُنَّ	غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ
کوئی گناہ	کہ وہ رکھ دیں	اپنے کپڑے (یعنی اوڑھنیاں)	بغیر نمایاں کرنے والیاں ہوتے ہوئے

بِزِيْنَةٍ ؕ	وَاَنْ	يَّسْتَعْفِفْنَ	خَيْرٌ	لَّهُنَّ ؕ	وَاللّٰهُ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ۝٦٠
زینت کو	اور یہ کہ	وہ بچیں (اس سے)	تو بہتر ہے	ان کے لئے	اور اللہ	سننے والا ہے	جاننے والا ہے

نوٹ: 1 اس سے پہلے آیات۔ 27۔ 28۔ میں اجازت لینے کا حکم بیان ہوا ہے کہ کسی سے ملاقات کو جاؤ تو اجازت لئے بغیر اس کے گھر میں داخل نہ ہو یہ حکم ان کے لئے تھا جو باہر سے ملاقات کے لئے آئے ہوں۔ اب زیر مطالعہ آیت 58۔ 59۔ میں اجازت لینے کا دوسرا حکم بیان ہوا ہے اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو ایک گھر میں رہتے ہیں اور ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور جن سے عورتوں کا پردہ بھی نہیں ہے۔ ان کے لئے حکم ہوا ہے کہ خلوت کے تین اوقات میں اجازت لے کر اندر داخل ہوں۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (24 تا 61)

ترجمہ

لَيْسَ	عَلَى الْاَعْمٰى	حَرَجٌ	وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ	حَرَجٌ	وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ
نہیں ہے	اندھے پر	کوئی حرج	اور نہ لنگڑے پر	کوئی حرج ہے	اور نہ مریض پر

حَرَجٌ	وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ	اَنْ	تَاْكُلُوْا	مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ	اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ
کوئی حرج ہے	اور نہ تمہارے اپنے آپ پر	کہ	تم لوگ کھاؤ	اپنے گھروں سے	یا اپنے آباء کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ	اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ	اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ	اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ
یا اپنی ماؤں کے گھروں سے	یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے	یا اپنی بہنوں کے گھروں سے	یا اپنے چاچوں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ	اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ	اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ	اَوْ مَا
یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے	یا اپنے ماموں کے گھروں سے	یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے	یا اس (گھر) سے

مَلَكْتُمْ	مَّفَاتِحَهٗٓ	اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ	لَيْسَ عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	اَنْ تَاْكُلُوْا
تم مالک ہوئے	جس کی کنجیوں کے	یا اپنے دوست (کے گھر) سے	نہیں ہے تم لوگوں پر	کوئی گناہ	کہ تم لوگ کھاؤ

جَمِيْعًا	اَوْ اَشْتَاتًا ؕ	فَاِذَا	دَخَلْتُمْ	بُيُوْتًا	فَسَلِّمُوْا
سب کے سب (اکٹھا)	یا الگ الگ	پھر جب بھی	تم لوگ داخل ہو	گھروں میں	تو سلامتی بھیجو (یعنی سلام کرو)

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ	تَحِيَّةً	مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	مُبٰرَكَةً	طَيِّبَةً ؕ
اپنے لوگوں پر	ایک ایسی دعا ہوتے ہوئے جو	اللہ کے پاس سے	برکت دی ہوئی ہو	پاکیزہ ہو

كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ ۝٦١
اس طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	آیات کو	شاید تم لوگ	عقل سے کام لو

نوٹ:1 پہلے یہ سمجھ لیں کہ اس آیت کے دو حصے ہیں۔ پہلا معذور لوگوں کے بارے میں ہے اور دوسرا عام لوگوں کے بارے میں۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا کہ ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے مت کھاؤ۔ (البقرہ۔188) تو لوگ ایک دوسرے کے ہاں کھانا کھانے میں بھی احتیاط کرنے لگے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جب تک صاحب خانہ کی دعوت و اجازت نہ ہو، کسی عزیز یا دوست کے ہاں کھانا جائز نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ جہاں تک معذور لوگوں کا تعلق ہے وہ ہر گھر اور ہر جگہ سے کھا سکتا ہے۔ جہاں تک عام لوگوں کا تعلق ہے تو ان کے لئے ان کے اپنے گھر اور عزیزوں کے گھر یکساں ہیں۔ ان میں سے کسی کے ہاں کھانے کے لئے شرطوں کی ضرورت نہیں ہے۔ آدمی ان میں سے کسی کے گھر جائے اور گھر کا مالک موجود نہ ہو اور اس کے گھر والے کھانے کو کچھ پیش کریں تو بے تکلف کھایا جا سکتا ہے۔

(تفہیم القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (62 تا 64)

ل و ذ

(ن) لَوْذًا کسی چیز میں چھپنا۔ پناہ لینا

(مفاعلہ) لِوَاذًا ایک دوسرے سے پناہ لینا۔ بچ کر نکل جانا۔ آیت زیر مطالعہ۔63

ترجمہ

اِنَّمَا	الْمُؤْمِنُوْنَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ
کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	مومن	وہ لوگ ہیں جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور اس کے رسول پر

وَاِذَا	كَانُوْا	مَعَهٗ	عَلٰٓي اَمْرٍ جَامِعٍ
اور جب کبھی	وہ ہوتے ہیں	انؐ کے ساتھ	کسی جمع کرنے والے (یعنی اہم) معاملہ پر

لَّمْ يَذْهَبُوْا	حَتّٰى	يَسْتَاْذِنُوْهُ ۭ	اِنَّ الَّذِيْنَ	يَسْتَاْذِنُوْنَكَ
تو وہ جاتے ہی نہیں	یہاں تک کہ	وہ اجازت لے لیں انؐ سے	بیشک جو لوگ	اجازت مانگتے ہیں آپؐ سے

اُولٰۗىِٕكَ	الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ ۚ	فَاِذَا	اسْتَاْذَنُوْكَ
وہ لوگ	وہ ہیں جو	ایمان لاتے ہیں	اللہ پر	اور اس کے رسول پر	پھر جب بھی	وہ اجازت مانگیں آپؐ سے

لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ	فَاْذَنْ	لِّمَنْ	شِئْتَ	مِنْهُمْ
اپنی کسی مصروفیت کے لئے	تو آپؐ اجازت دیں	اس کے لئے جس کو	آپؐ چاہیں	ان میں سے

وَاسْتَغْفِرْ	لَهُمُ	اللّٰهَ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۝٦٢
اور آپؐ مغفرت مانگیں	ان کے لئے	اللہ سے	بیشک اللہ	بے انتہا بخشنے والا ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

لَا تَجْعَلُوْا	دُعَآءَ الرَّسُوْلِ	بَيْنَكُمْ	كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط 1380
اور تم لوگ مت بناؤ	ان رسول کے بلانے کو	تمہارے درمیان سے (کسی کو)	تمہارے کسی کے کسی کو بلانے کی مانند

قَدْ يَعْلَمُ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	يَتَسَلَّلُوْنَ	مِنْكُمْ	لِوَاذًا ج
جان چکا ہے	اللہ	ان لوگوں کو جو	چپکے سے سٹک جاتے ہیں	تم میں سے	(کسی کی) آڑ لیتے ہوئے

فَلْيَحْذَرِ	الَّذِيْنَ	يُخَالِفُوْنَ	عَنْ اَمْرِهٖٓ	اَنْ	تُصِيْبَهُمْ	فِتْنَةٌ
پس چاہیے کہ بچیں	وہ لوگ جو	خلاف کرتے ہیں	انؐ کے حکم کے	کہ	آ لگے ان کو	فتنہ

اَوْ يُصِيْبَهُمْ	عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾	اَلَآ	اِنَّ لِلّٰهِ	مَا
یا آ لگے ان کو	کوئی دردناک عذاب	(کان کھول کر) سن لو	بیشک اللہ ہی کا ہے	وہ جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط	قَدْ يَعْلَمُ	مَآ	اَنْتُمْ	عَلَيْهِ ط	وَيَوْمَ	يُرْجَعُوْنَ
آسمانوں اور زمین میں ہے	اس نے جان لیا ہے	اس کو	تم لوگ	جس پر ہو	اور جس دن	وہ لوگ لوٹائیں جائیں گے

اِلَيْهِ	فَيُنَبِّئُهُمْ	بِمَا	عَمِلُوْا ط	وَاللّٰهُ	بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ع
اس کی طرف	تو وہ بتادے گا ان کو	وہ جو	انہوں نے کیا	اور اللہ	ہر چیز کا	جاننے والا ہے

نوٹ: 1 زیر مطالعہ آیت 62۔ میں حکم ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی دینی جہاد وغیرہ کے لئے لوگوں کو جمع کریں تو ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ سب جمع ہو جائیں اور پھر آپؐ کی اجازت کے بغیر نہ جائیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کو یہ ہدایت ہے کہ کوئی خاص حرج نہ ہو تو اجازت دے دیا کریں۔ اسی ضمن میں ان منافقین کی مذمت ہے جو حاضر تو ہو جاتے ہیں مگر پھر کسی کی آڑ لے کر چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ عام مجلسوں کا حکم نہیں ہے بلکہ اس وقت کا ہے جب آپؐ نے ان کو کسی ضرورت سے جمع کیا ہو جیسا کہ واقعہ خندق میں ہوا۔ اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ چونکہ یہ حکم دینی اور اسلامی ضرورت کے لئے جاری کیا گیا ہے اور ایسی ضرورت ہر زمانے میں ہو سکتی ہے اس لئے یہ حکم آپؐ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مسلمانوں کے ہر امام و امیر جس کے قبضہ میں زمام حکومت ہو، اس کا اور اس کی مجلس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب وہ جمع ہونے کا حکم دے تو اس کی تعمیل واجب ہو جاتی ہے اور بغیر اجازت واپس جانا ناجائز ہے۔ اور اسلامی آداب معاشرت کے لحاظ سے یہ حکم باہمی اجتماعات اور عام مجلسوں کے لئے مستحب ہے۔ (معارف القرآن سے ماخوذ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الفرقان (25)

آیت نمبر (1 تا 9)

ترجمہ

تَبٰرَكَ	الَّذِيْ	نَزَّلَ	الْفُرْقَانَ	عَلٰى عَبْدِهٖ	لِيَكُوْنَ
بابرکت ہوا	وہ جس نے	اتارا	فرق واضح کرنے والے (قرآن) کو	اپنے بندے پر	تا کہ وہ ہو جائے

لِلْعٰلَمِيْنَ	نَذِيْرًا ۙ①	الَّذِيْ	لَهٗ	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ 1380
تمام جہانوں کے لئے	ایک خبردار کرنے والا	وہ	جس کے لئے ہے	آسمانوں اور زمین کی بادشاہت

وَلَمْ يَتَّخِذْ	وَلَدًا	وَّلَمْ يَكُنْ	لَّهٗ	شَرِيْكٌ	فِي الْمُلْكِ	وَخَلَقَ
اور اس نے بنایا ہی نہیں	کوئی بیٹا	اور ہوا ہی نہیں	اس کا	کوئی شریک	بادشاہت میں	اور اس نے پیدا کیا

كُلَّ شَيْءٍ	فَقَدَّرَهٗ	تَقْدِيْرًا ②	وَاتَّخَذُوْا
ہر چیز کو	پھر اس نے اندازہ مقرر کیا اس کا	جیسا اندازہ مقرر کرنے کا حق ہے	اور ان لوگوں نے بنائے

مِنْ دُوْنِهٖٓ	اٰلِهَةً	لَّا يَخْلُقُوْنَ	شَيْـًٔا	وَّهُمْ	يُخْلَقُوْنَ
اس کے علاوہ	کچھ ایسے الٰہ جو	پیدا نہیں کرتے	کوئی چیز	اور وہ لوگ (خود)	پیدا کئے جاتے ہیں

وَلَا يَمْلِكُوْنَ	لِاَنْفُسِهِمْ	ضَرًّا	وَّلَا نَفْعًا	وَّلَا يَمْلِكُوْنَ
اور وہ اختیار نہیں رکھتے	اپنی جانوں کے لئے	کسی نقصان کا	اور نہ کسی نفع کا	اور وہ اختیار نہیں رکھتے

مَوْتًا	وَّلَا حَيٰوةً	وَّلَا نُشُوْرًا ③	وَقَالَ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِنْ هٰذَآ
مرنے کا	اور نہ زندہ رہنے کا	اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کا	اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے	انکار کیا	نہیں ہے یہ

اِلَّآ اِفْكُ	اِفْتَرٰىهُ	وَاَعَانَهٗ	عَلَيْهِ	قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛ
مگر ایک جھوٹ	اس نے گھڑا اس کو	اور اعانت کی اس کی	اس پر	ایک دوسری قوم نے

فَقَدْ جَآءُوْ	ظُلْمًا	وَّزُوْرًا ④ۚ	وَقَالُوْٓا	اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ
پس وہ لوگ آئے ہیں	ظلم کے ساتھ	اور جھوٹ کے ساتھ	اور انہوں نے کہا	پہلے لوگوں کے قصے ہیں

اكْتَتَبَهَا	فَهِيَ	تُمْلٰى عَلَيْهِ	بُكْرَةً	وَّاَصِيْلًا ⑤	قُلْ
اس نے تصنیف کیا ان کو	پس وہ	پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اس پر	صبح	اور شام	آپ کہیے

اَنْزَلَهُ	الَّذِيْ	يَعْلَمُ	السِّرَّ	فِي السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ۭ	اِنَّهٗ
اس کو اتارا	اس نے جو	جانتا ہے	سارے بھیدوں کو	آسمانوں میں	اور زمین میں	یقیناً وہ

كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ⑥	وَقَالُوْا	مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ
ہے	بے انتہا بخشنے والا	ہمیشہ رحم کرنے والا	اور انہوں نے کہا	اس رسول کو کیا ہے (یعنی کیسا ہے)

يَاْكُلُ	الطَّعَامَ	وَيَمْشِيْ	فِي الْاَسْوَاقِ ۭ	لَوْلَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْهِ	مَلَكٌ
جو کھاتا ہے	کھانا	اور چلتا ہے	بازاروں میں	کیوں نہیں	اتارا گیا	اس کی طرف	کوئی فرشتہ

فَيَكُوْنَ	مَعَهٗ	نَذِيْرًا ⑦ۙ	اَوْ يُلْقٰٓى	اِلَيْهِ	كَنْزٌ	اَوْ تَكُوْنُ
تو وہ ہو جاتا	اس کے ساتھ	ایک خبردار کرنے والا	یا ڈالا جاتا	اس کی طرف	کوئی خزانہ	یا ہوتا

لَهٗ	جَنَّةٌ	يَّاْكُلُ	مِنْهَا	وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ	اِنْ تَتَّبِعُوْنَ 1380	اِلَّا
اس کے لئے	کوئی باغ	وہ کھاتا	اس میں	اور ظالموں نے	تم لوگ پیروی نہیں کرتے	مگر

رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ⑧	اُنْظُرْ	كَيْفَ	ضَرَبُوْا	لَكَ	الْاَمْثَالَ
ایک جادو کئے ہوئے شخص کی	آپؐ دیکھیں	کیسے	انہوں نے بیان کیں	آپؐ کیلئے	مثالیں

فَضَلُّوْا	فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	سَبِيْلًا ⑨ع
تو وہ گمراہ ہوئے	پھر وہ استطاعت نہیں رکھتے	کسی راستے کی

نوٹ:1 آیت۔2۔ میں ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہی نہیں کہ کائنات کی ہر چیز کو وجود بخشا ہے، بلکہ وہی ہے جس نے ایک ایک چیز کے لئے صورت، جسامت، قوت واستعداد، اوصاف وخصائص، کام اور کام کا طریق، بقاء کی مدت، عروج وارتقاء کی حد اور دوسری وہ تمام تفصیلات مقرر کی ہیں جو اس چیز کی ذات سے متعلق ہیں۔اور پھر اسی نے عالم وجود میں وہ اسباب ووسائل اور مواقع پیدا کئے ہیں جن کی بدولت ہر چیز یہاں اپنے اپنے دائرے میں اپنے حصے کا کام کر رہی ہے (تفہیم القرآن)۔اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔

نوٹ:2 آیت۔4۔5۔ میں جو اعتراض نقل کیا گیا ہے یہ وہی اعتراض ہے جو آج کل کے مغربی علماء قرآن مجید کے خلاف پیش کرتے ہیں۔لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مشرکین مکہ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ نبی ﷺ بچپن میں جب عیسائی راہب سے ملے تھے اس وقت یہ مضامین سیکھ لئے تھے۔ اور نہ یہ کہا کہ جوانی میں تجارتی سفروں کے دوران راہبوں اور یہودی علماء سے یہ معلومات حاصل کی تھیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ سفر اکیلے نہیں بلکہ قافلوں کے ساتھ ہوئے تھے۔اور وہ جانتے تھے کہ اگر ہم یہ الزام لگائیں گے تو مکہ میں سینکڑوں زبانیں ہم کو جھٹلا دیں گی۔ اس کے علاوہ مکے کا عام آدمی پوچھے گا کہ اگر یہ معلومات آپؐ کو تیرہ برس کی عمر میں عیسائی راہب سے حاصل ہوگئی تھیں یا 25 برس کی عمر میں تجارتی سفروں کے دوران حاصل ہوئی تھیں ،، تو کیا وجہ ہے کہ چالیس برس کی عمر تک ان کا یہ سارا علم چھپا رہا اور کبھی ایک لفظ بھی ان کی زبان سے ایسا نہ نکلا جو اس علم کی غمازی کرتا۔یہی وجہ ہے کہ کفار مکہ نے ایسے سفید جھوٹ کی جرأت نہ کی اور اسے بعد کے زیادہ بے حیا لوگوں کے لئے چھوڑ دیا۔وہ یہ کہتے تھے کہ اگلے لوگوں کی کتابوں کے اقتباسات راتوں کو ترجمہ اور نقل کرائے جاتے ہیں۔پھر یہ کسی سے پڑھوا کر سنتے ہیں اور یاد کر کے ہم کو سناتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ چند آدمیوں کے نام لیتے تھے جو آزاد کردہ غلام تھے، مکہ میں رہتے تھے اور اہل کتاب تھے۔

بظاہر یہ اعتراض وزنی معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے جواب میں قرآن نے کوئی دلیل نہیں پیش کی اور صرف یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ تم ظلم کر رہے ہو اور جھوٹ کہتے ہو، یہ تو اللہ کا کلام ہے۔سوال یہ ہے کہ کیا یہ ایسا ہی بے وزن اعتراض تھا کہ اس کے جواب میں بس ظلم اور جھوٹ کہہ دینا ہی کافی تھا۔کیا وجہ ہے کہ اس مختصر جواب کے بعد نہ عوام نے کسی واضح جواب کا مطالبہ کیا، نہ ایمان لانے والوں کے دلوں میں کوئی شک پیدا ہوا اور نہ مخالفین یہ کہہ سکے کہ ہمارے اس اعتراض کا جواب نہیں بن پڑ رہا ہے اور محض ظلم اور جھوٹ کہہ کر بات ٹالی جا رہی ہے۔اس گتھی کا حل ہمیں اسی ماحول سے مل جاتا ہے جس میں یہ اعتراض کیا گیا تھا۔

پہلی بات یہ تھی کہ مکہ کے سرداروں کے لئے یہ کچھ بھی مشکل نہ تھی کہ وہ مذکورہ افراد کے گھروں پر چھاپے مار کر پرانی کتابیں اور

ان کے ترجمے برآمد کر کے عوام کے سامنے پیش کر دیتے۔ لیکن وہ بس زبانی دعوے کرتے رہے اور کبھی بھی یہ فیصلہ کن قدم نہیں اٹھایا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سلسلہ میں جن لوگوں کا نام لیتے تھے وہ مکہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی قابلیت کسی سے چھپی ہوئی نہ تھی۔ ہر شخص دیکھ سکتا تھا کہ نبیؐ جو کلام پیش کر رہے ہیں وہ کس پائے اور مرتبے کا ادب ہے اور مذکورہ لوگ کس درجے کے ہیں۔ اس وجہ سے کسی نے بھی اس اعتراض کو کوئی وزن نہ دیا۔ ہر شخص سمجھتا تھا کہ ان باتوں سے بس جلے دل کے پھپھولے پھوڑے جا رہے ہیں ورنہ اس اعتراض میں کوئی جان نہیں ہے۔ اور اگر یہ لوگ ایسی ہی قابلیت رکھتے تھے تو انہوں نے اس سے خود اپنا چراغ کیوں نہ جلایا۔ اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے کلام کے طور پر پیش کیا۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (10 تا 16)

ترجمہ

تَبٰرَكَ	الَّذِيْٓ	اِنْ شَآءَ	جَعَلَ	لَكَ	خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ
بابرکت ہوا	وہ جو	اگر چاہے	تو بنادے	آپؐ کے لئے	اس سے بہتر	باغات	بہتی ہوں

مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ ۙ	وَيَجْعَلْ	لَّكَ	قُصُوْرًا	بَلْ	كَذَّبُوْا
جن کے نیچے سے	نہریں	اور وہ بنادے	آپؐ کے لئے	کچھ محلات	بلکہ	انہوں نے جھٹلایا

بِالسَّاعَةِ ۣ	وَاَعْتَدْنَا	لِمَنْ	كَذَّبَ	بِالسَّاعَةِ	سَعِيْرًا ۚ (11)
اس گھڑی (یعنی قیامت) کو	اور ہم نے تیار کیا	اس کے لئے جس نے	جھٹلایا	اس گھڑی کو	ایک شعلوں والی آگ

اِذَا	رَاَتْهُمْ	مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ	سَمِعُوْا	لَهَا	تَغَيُّظًا
جب	وہ (آگ) دیکھے گی ان کو	دور والی جگہ سے	تو وہ سنیں گے	اس کو	غصہ سے کھولتے ہوئے

وَّزَفِيْرًا (12)	وَاِذَآ	اُلْقُوْا	مِنْهَا	مَكَانًا ضَيِّقًا	مُّقَرَّنِيْنَ
اور چنگھاڑتے ہوئے	اور جب	وہ لوگ ڈالے جائیں گے	اس میں سے	ایک تنگ جگہ میں	جکڑے ہوئے

دَعَوْا	هُنَالِكَ	ثُبُوْرًا ؕ (13)	لَا تَدْعُوا	الْيَوْمَ	ثُبُوْرًا وَّاحِدًا
تو وہ دعا کریں گے	وہیں	ہلاک ہونے کی	تم لوگ دعامت کرو	آج کے دن	ایک مرتبہ ہلاک ہونے کی

وَّادْعُوْا	ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (14)	قُلْ	اَذٰلِكَ	خَيْرٌ	اَمْ	جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ
اور دعا کرو	کثرت سے (یعنی بار بار) ہلاک ہونے کی	آپؐ کہیے	کیا یہ	بہتر ہے	یا	ہمیشگی کا وہ باغ جس کا

وُعِدَ	الْمُتَّقُوْنَ ؕ	كَانَتْ لَهُمْ	جَزَآءً	وَّمَصِيْرًا (15)	لَهُمْ
وعدہ کیا گیا	تقوٰی کرنے والوں سے	وہ (باغ) ہوگا ان کے لئے	ایک بدلہ	اور ایک لوٹنے کی جگہ	ان کے لئے

فِيْهَا	مَا	يَشَآءُوْنَ	خٰلِدِيْنَ ؕ	كَانَ عَلٰى رَبِّكَ	وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا (16)
اس میں ہے	وہ جو	وہ چاہیں گے	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	یہ ہے آپؐ کے رب پر	ایک مانگا ہوا وعدہ

نوٹ:1 بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں یہ کر رہے ہیں ان کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کو واقعی قرآن کے جعلی کلام ہونے کا شبہ ہے یا ایمان نہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ کھانا کھاتے ہیں، بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں، نہ آپؐ کے ساتھ کوئی فرشتہ ہے، نہ کوئی خزانہ ہے۔ اصل وجہ ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ آخرت کو نہیں مانتے۔ جس نے ان کو حق اور باطل کے معاملہ میں بالکل غیر سنجیدہ بنا دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ دوسرے سے کسی غور فکر اور تحقیق و جستجو کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ اس لئے آپؐ کی دعوت کو رد کرنے کے لئے ایسی مضحکہ خیز حجتیں پیش کرتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (36 تا 43)

ترجمہ

وَيَوْمَ	يَحْشُرُهُمْ	وَمَا	يَعْبُدُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور جس دن	وہ اکٹھا کرے گا ان لوگوں کو	اور ان کو جن کی	یہ لوگ بندگی کرتے ہیں	اللہ کے علاوہ

فَيَقُوْلُ	ءَاَنْتُمْ	اَضْلَلْتُمْ	عِبَادِيْ هٰٓؤُلَاۗءِ	اَمْ هُمْ	ضَلُّوا	السَّبِيْلَ ؀ؐ
پھر وہ کہے گا	کیا تم لوگوں نے ہی	گمراہ کیا	میرے ان بندوں کو	یا وہ لوگ (خود) ہی	بھٹک گئے	راستے سے

قَالُوْا	سُبْحٰنَكَ	مَا كَانَ	يَنْۢبَغِيْ	لَنَآ	اَنْ نَّتَّخِذَ	مِنْ دُوْنِكَ
وہ کہیں گے	پاکیزگی تیری ہے	نہیں تھا	سزاوار	ہمارے لیے	کہ ہم بناتے	تیرے علاوہ

مِنْ اَوْلِيَاۗءَ	وَلٰكِنْ	مَّتَّعْتَهُمْ	وَاٰبَاۗءَهُمْ	حَتّٰى	نَسُوا
کوئی بھی کارساز	اور لیکن	تو عرصہ تک فائدہ اٹھانے دیا ان کو	اور ان کے باپ دادا کو	یہاں تک کہ	یہ لوگ بھول گئے

الذِّكْرَ ۚ	وَكَانُوْا	قَوْمًۢا بُوْرًا ؀	فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ	بِمَا
ساری نصیحتوں کو	اور وہ تھے	ایک ہلاک ہونے والی قوم	تو انہوں نے جھٹلا دیا ہے تم لوگوں کو	اس میں جو

تَقُوْلُوْنَ ۙ	فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ	صَرْفًا	وَّلَا نَصْرًا ۚ	وَمَنْ	يَّظْلِمْ
تم لوگ کہتے ہو	پس تم لوگ استطاعت نہیں رکھتے	ہٹانے کی (عذاب کو)	اور نہ مدد کرنے کی	اور جس نے	ظلم کیا

مِّنْكُمْ	نُذِقْهُ	عَذَابًا كَبِيْرًا ؀	وَمَآ اَرْسَلْنَا	قَبْلَكَ
تم میں سے	اس کو ہم چکھائیں گے	ایک بڑا عذاب	اور ہم نے نہیں بھیجا	آپؐ سے پہلے

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	اِلَّآ	اِنَّهُمْ	لَيَاْكُلُوْنَ	الطَّعَامَ	وَيَمْشُوْنَ
رسولوں میں سے (کسی کو)	سوائے اس کے کہ	بیشک وہ سب	یقیناً کھاتے تھے	کھانا	اور چلتے تھے

فِي الْاَسْوَاقِ ۭ	وَجَعَلْنَا	بَعْضَكُمْ	لِبَعْضٍ	فِتْنَةً ۭ
بازاروں میں	اور ہم نے بنایا	تمہارے کسی کو	کسی کے لئے	ایک آزمائش

اَتَصْبِرُوْنَ ۚ	وَكَانَ	رَبُّكَ	بَصِيْرًا ؀ ۧ
کیا تم لوگ ثابت قدم رہتے ہو	اور ہے	آپ کا رب	دیکھنے والا

نوٹ:1

عربی میں عام طور پر غیر عاقل چیزوں کے لئے مَا اور عاقل لوگوں کے لئے مَنْ آتا ہے۔اس لئے آیت۔17۔میں مَا يَعْبُدُوْنَ سے مراد وہ بت اور مورتیاں معلوم ہوتی ہیں جن کو پوجا جاتا ہے۔لیکن آگے کی عبارت بتارہی ہے اس سے مراد عاقل لوگ ہیں۔تفسیر نعیمی میں ہے کہ یہاں عاقل اور غیر عاقل دونوں مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ بتوں کو قوت گویائی عطا کرے گا۔تفہیم القرآن اور تدبر قرآن میں ہے کہ اس سے مراد انبیاء اور صلحاء ہیں اور میدان حشر میں وہ اپنے پرستاروں سے اعلان برأت کریں گے۔

آیت نمبر (21 تا 29)

ھ ب و

(ن) هُبُوًّا: آہستہ چلنا۔غبار کا بلند ہونا

هَبَاءٌ: مٹی کے باریک ذرات جو فضا میں پھیلے ہوتے ہیں۔غبار۔زیر مطالعہ آیت۔23۔

ن ث ر

(ن۔ض) نَثْرًا: کسی چیز کو بکھیرنا۔

مَنْثُوْرًا: بکھیرا ہوا۔زیر مطالعہ آیت۔23۔

اِنْتِثَارًا: کسی چیز کا بکھر جانا۔﴿ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴾ (82/الانفطار:2)''اور جب تارے بکھر جائیں گے۔''

ترجمہ

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	لَا يَرْجُوْنَ	لِقَآءَنَا	لَوْلَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْنَا
اور کہا	ان لوگوں نے جو	امید نہیں رکھتے	ہم سے ملاقات کرنے کی	کیوں نہیں	اتارے گئے	ہم پر

الْمَلٰٓئِكَةُ	اَوْ نَرٰى	رَبَّنَا	لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا	فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
فرشتے	یا (کیوں نہیں) ہم دیکھتے	اپنے رب کو	یقیناً وہ بڑے بنے ہیں	اپنے جی (یعنی زعم) میں

وَعَتَوْ	عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝21	يَوْمَ	يَرَوْنَ	الْمَلٰٓئِكَةَ	لَا بُشْرٰى
اور انہوں نے سرکشی کی	ایک بڑی سرکشی	جس دن	وہ دیکھیں گے	فرشتوں کو	کوئی خوشخبری نہیں ہوگی

يَوْمَئِذٍ	لِّلْمُجْرِمِيْنَ	وَيَقُوْلُوْنَ	حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝22	وَقَدِمْنَآ
اس دن	مجرموں کے لئے	اور وہ کہیں گے	کوئی مضبوط رکاوٹ (یعنی پناہ) ہو	اور ہم نے ارادہ کیا

اِلٰى مَا	عَمِلُوْا	مِنْ عَمَلٍ	فَجَعَلْنٰهُ	هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝23
اس کی طرف جو	انہوں نے عمل کیا	کوئی بھی عمل	تو ہم نے کردیا اس کو	ایک بکھیرا ہوا غبار

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	يَوْمَئِذٍ	خَيْرٌ	مُّسْتَقَرًّا	وَّاَحْسَنُ	مَقِيْلًا ۝24
جنت والے	اس دن	بہتر ہوں گے	بلحاظ ٹھکانے کے	زیادہ اچھے ہوں گے	بلحاظ آرام گاہ کے

وَيَوْمَ	تَشَقَّقُ	السَّمَآءُ	بِالْغَمَامِ	وَنُزِّلَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	تَنْزِيْلًا ۝25
اور جس دن	پھٹ جائے گا	آسمان	بادلوں کے ساتھ	اور اتارے جائیں گے	فرشتے	جیسے بتدریج اتارے جاتے ہیں

اَلْمُلْكُ	يَوْمَئِذِ	الْحَقُّ	لِلرَّحْمٰنِ ؕ	وَكَانَ	يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝٢٦ 1380
ساری بادشاہت	اس دن	برحق ہوگی	رحمان کے لئے	اور وہ (دن) ہوگا	کافروں پر ایک سخت دن

وَيَوْمَ	يَعَضُّ	الظَّالِمُ	عَلٰى يَدَيْهِ	يَقُوْلُ	يٰلَيْتَنِي
اور جس دن	چبائیں گے	سارے ظالم لوگ	اپنے دونوں ہاتھوں کو	کہتے ہوئے	اے کاش میں نے

اتَّخَذْتُ	مَعَ الرَّسُوْلِ	سَبِيْلًا ۝٢٧	يٰوَيْلَتٰى	لَيْتَنِيْ	لَمْ اَتَّخِذْ
پکڑا ہوتا	ان رسولؐ کے ساتھ	کوئی راستہ	ہائے بربادی	کاش میں نے	نہ بنایا ہوتا

فُلَانًا خَلِيْلًا ۝٢٨	لَقَدْ اَضَلَّنِيْ	عَنِ الذِّكْرِ	بَعْدَ اِذْ
فلاں کو دوست	بیشک اسی نے گمراہ کیا ہے مجھ کو	اس نصیحت سے	اس کے بعد کہ جب

جَآءَنِيْ ؕ	وَكَانَ	الشَّيْطٰنُ	لِلْاِنْسَانِ	خَذُوْلًا ۝٢٩
وہ آئی میرے پاس	اور ہے	شیطان	انسان کے لئے	انتہائی دغاباز

نوٹ:1 آیت۔24۔ میں بھی يَوْمَئِذٍ سے مراد حشر کا دن ہے اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان حشر میں جنت کے مستحق لوگوں کے ساتھ مجرمین سے مختلف معاملہ ہوگا۔ وہ عزت کے ساتھ بٹھائے جائیں گے اور روزِ حشر کی سخت دوپہر گزارنے کے لئے ان کو آرام کی جگہ دی جائے گی۔ اس دن کی ساری سختیاں مجرموں کے لیے ہوں گی نہ کہ نیکوکاروں کے لئے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قیامت کا عظیم الشان اور خوفناک دن ایک مومن کے لئے بہت ہلکا کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اتنا ہلکا جتنا دنیا میں ایک فرض نماز پڑھنے کا وقت ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔ آیت میں لفظ مَقِيْلًا استعمال ہوا ہے جو معنی خیز ہے۔ مادہ ''ق ی ل'' سے ماضی، مضارع اور مصدر قَالَ يَقِيْلُ قَيْلُوْلَةً بنتا ہے اس کے معنی ہیں ''دوپہر کو آرام کرنا خواہ نیند نہ آئے''۔ اس سے اسم الظرف مَقِيْلٌ بنتا ہے جس کے معنی ہیں دوپہر کو آرام کرنے یعنی قیلولہ کرنے کی جگہ۔ اب ظاہر ہے کہ آیت میں مَقِيْلًا سے مراد میدان حشر کی دوپہر میں قیلولہ کرنے کی جگہ ہے۔

آیت نمبر (30 تا 34)

ر ت ل

(س) رَتِلًا کسی چیز کا اچھے انتظام اور ترتیب میں ہونا۔

(تفعیل) تَرْتِيْلًا کسی چیز کو اچھی طرح ترتیب دینا۔ ادائیگی حروف کا لحاظ رکھ کر کسی کلام خوش اسلوبی سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ زیر مطالعہ آیت 32۔

رَتِّلْ فعل امر ہے۔ تو خوش اسلوبی سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ ﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝٤ ﴾ (73/المزمل:4)
''اور آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں قرآن کو جیسا ترتیل کا حق ہے۔''

ف س ر

(ن۔ض) فَسْرًا ڈھکی ہوئی چیز کو کھول دینا۔ مراد بتانا۔ واضح کرنا۔

(تفعیل) تَفْسِیْرًا بتدریج اور تسلسل کے ساتھ مراد بتانا۔ زیر مطالعہ آیت۔33

ترجمہ

وَقَالَ	الرَّسُوْلُ	یٰرَبِّ	اِنَّ قَوْمِی	اتَّخَذُوْا	ھٰذَا الْقُرْاٰنَ
اور کہیں گے	یہ رسولؐ	اے میرے رب	بیشک میری قوم نے	بنایا	اس قرآن کو

مَھْجُوْرًا ۝۳۰	وَکَذٰلِکَ	جَعَلْنَا	لِکُلِّ نَبِیٍّ	عَدُوًّا	مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ ط
چھوڑا ہوا	اور اس طرح	ہم نے بنایا	ہر نبی کے لئے	ایک دشمن	مجرموں میں سے

وَکَفٰی	بِرَبِّکَ	ھَادِیًا	وَّنَصِیْرًا ۝۳۱	وَقَالَ	الَّذِیْنَ
اور کافی ہے	آپ کا رب	بلحاظ ہدایت دینے والے کے	اور مدد کرنے والے کے	اور کہا	ان لوگوں نے جنھوں نے

کَفَرُوْا	لَوْلَا نُزِّلَ	عَلَیْہِ	الْقُرْاٰنُ	جُمْلَةً	وَّاحِدَةً ج	کَذٰلِکَ ج
انکار کیا	کیوں نہیں اتارا گیا	انؐ پر	قرآن کو	اکٹھا کیا ہوا	ایک بار	اسی طرح ہے

لِنُثَبِّتَ	بِہٖ	فُؤَادَکَ	وَرَتَّلْنٰہُ	تَرْتِیْلًا ۝۳۲
تاکہ ہم جما دیں	اس کے ذریعہ سے	آپؐ کے دل کو	اور ہم نے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا اس کو	جیسا ترتیل کا حق ہے

وَلَا یَاْتُوْنَکَ	بِمَثَلٍ	اِلَّا	جِئْنٰکَ	بِالْحَقِّ
وہ لوگ نہیں لاتے آپؐ کے پاس	کوئی مثال	مگر یہ کہ	ہم لے آتے ہیں آپؐ کے پاس	حق کو

وَاَحْسَنَ	تَفْسِیْرًا ۝۳۳ط	اَلَّذِیْنَ	یُحْشَرُوْنَ	عَلٰی وُجُوْھِھِمْ
اور زیادہ اچھے کو	بلحاظ معنی مراد بتانے کے	وہ لوگ جن کو	اکٹھا کیا جائے گا	ان کے چہروں کے بل

اِلٰی جَھَنَّمَ لا	اُولٰٓئِکَ	شَرٌّ	مَّکَانًا	وَّاَضَلُّ	سَبِیْلًا ع ۝۳۴
جہنم کی طرف	وہ لوگ	زیادہ برے ہیں	ٹھکانے کے لحاظ سے	اور زیادہ گمراہ ہیں	راستے کے لحاظ سے

نوٹ:1

آنحضرت ﷺ کی یہ شکایت قیامت کے روز ہوگی یا اسی دنیا میں آپ ﷺ نے یہ شکایت فرمائی، ائمہ تفسیر اس میں مختلف ہیں احتمال دونوں ہیں۔ اگلی آیت اس کا قرینہ ہے کہ یہ شکایت آپ ﷺ نے دنیا ہی میں پیش فرمائی تھی جس کے جواب میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ سنت اللہ ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ ہر نبی کے کچھ مجرم لوگ دشمن ہوا کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس پر صبر کرتے رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کو مہجور کر دینے سے مراد قرآن کا انکار ہے جو کفار ہی کا کام ہے۔ مگر بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جو مسلمان نہ اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرتے ہیں، وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا (حدیث میں تَعَلَّمَ ہے یعنی سیکھا) مگر پھر اس کو بند کر کے گھر میں معلق کر دیا نہ اس کی تلاوت کی پابندی کی نہ اس

کے احکام میں غور کیا قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ آپ کے اس بندے نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ اب آپ میرے اور اس کے معاملہ میں فیصلہ فرما دیں۔ (معارف القرآن)

نوٹ:2 آیت۔ 31۔ میں یہ جو فرمایا کہ ہم نے ان کو دشمن بنایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا قانون فطرت یہی کچھ ہے۔ لہٰذا ہماری اس مشیت پر صبر کرو اور قانون فطرت کے تحت جن حالات سے دوچار ہونا ناگزیر ہے اس کا مقابلہ ٹھنڈے دل اور مضبوط عزم کے ساتھ کرتے چلے جاؤ۔ اس بات کی امید نہ رکھو کہ ادھر تم نے حق پیش کیا اور ادھر ایک دنیا اسے قبول کرنے کے لیے امنڈ آئے گی۔

رہنمائی سے مراد صرف علم حق عطا کرنا ہی نہیں ہے بلکہ تحریک اسلامی کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لیے اور دشمنوں کی چالوں کو شکست دینے کے لیے بروقت صحیح تدبیریں سجھانا بھی ہے۔ اور مدد سے مراد یہ ہے کہ حق اور باطل کی کشمکش میں جتنے محاذ بھی کھلیں، ہر ایک پر اہل حق کی تائید میں کمک پہنچانا اللہ کا کام ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ:3 آیت 32۔ میں کافروں کے اعتراض کے جواب کا مطلب یہ ہے ہم پوری کتاب ایک ہی دفعہ نازل کر سکتے تھے لیکن سوال تمہارے تحمل اور لوگوں کی تربیت کا تھا۔ اس وجہ سے اس کو آہستہ آہستہ اتارا تا کہ تم بھی اس کو برداشت کر سکو اور لوگ بھی اگر سیکھنا چاہیں تو سیکھ سکیں۔ ایک استاد اگر چاہے تو پوری کتاب ایک ہی نشست میں شاگردوں کو سنا دے لیکن کیا اس طرح شاگرد کتاب سے کچھ حاصل کر سکیں گے۔

یہ امر ملحوظ رہے کہ آسمانی کتب میں سے کوئی بھی کتاب بیک دفعہ نہیں نازل ہوئی ہے۔ جن لوگوں نے یہ خیال کیا ہے ان کا خیال ان صحائف سے بے خبری پر مبنی ہے۔ تورات بھی پوری کی پوری بیک دفعہ نازل نہیں ہوئی۔ بیک دفعہ اس کے صرف احکام عشرہ نازل ہوئے ہیں۔ جو الواح میں لکھ کر حضرت موسیٰؑ کو عطا ہوئے۔ لیکن تورات صرف احکام عشرہ ہی پر تو مشتمل نہیں ہے۔ اس میں تو شریعت موسوی کے تمام احکام وقوانین ہیں جو حضرت موسیٰؑ کی پوری زندگی میں درجہ بہ درجہ نازل ہوئے۔ اسی طرح انجیل تمام تر سیدنا مسیحؑ کے مواعظ حکمت پر مشتمل ہے جو مختلف مواقع پر حالات کے تقاضوں کے مطابق آپؑ پر نازل ہوئے اور انہوں نے ان سے اپنی قوم کو انذار کیا۔ اسی طرح زبور حضرت داؤدؑ کی منظوم مناجاتوں پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً ان پر القاء ہوئیں۔ غرض یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ ان میں سے کوئی کتاب بھی بیک دفعہ نازل ہوئی۔ ایسا ہو بھی کیسے سکتا تھا۔ انبیاء علیہم السلام داعی معلم اور مزکی ہوتے تھے۔ انہیں اپنی قوم کا علاج اور تزکیہ کرنا ہوتا تھا۔ اس فرض منصبی کا فطری تقاضہ یہ تھا کہ وہ اصلاح کی راہ میں تدریج کے ساتھ قدم آگے بڑھائیں اور ہر قدم پر ضرورت کے مطابق ان کو اللہ کی طرف سے رہنمائی حاصل ہو۔ جہاں تک مجھے علم ہے اہل کتاب کے علماء بھی اپنی کسی کتاب کے بیک دفعہ نازل ہونے کے مدعی نہیں ہیں۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (35 تا 39)

ر س س

(ن) رَسًّا کنواں کھودنا۔

رَسٌّ اسم ذات ہے۔ کنواں۔ زیر مطالعہ آیت۔ 38۔

ترکیب (آیت۔ 37)۔ قَوْمَ نُوْحٍ کے مضاف قَوْمَ کی نصب بتا رہی ہے کہ یہاں یہ مفعول کے طور پر آیا ہے۔ لیکن یہاں اس کو اَغْرَقْنٰا کا مفعول مقدم ماننے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اَغْرَقْنٰا کے ساتھ ضمیر مفعولی ھُمْ لگی ہوئی ہے۔ اس لئے قَوْمَ نُوْحٍ کو سابقہ آیت کے فعل دَمَّرْنَا پر عطف بھی مانا جا سکتا ہے اور اس سے پہلے کوئی فعل محذوف بھی مانا جا سکتا ہے جیسے اَھْلَکْنَا یا اُذْکُرْ وغیرہ۔ (آیت۔ 38)۔ اسی طرح سے عَادًا۔ ثَمُوْدَا اَصْحٰبَ الرَّسِّ اور قُرُوْنًا کو یا تو دَمَّرْنَا پر عطف مانیں یا ان سے پہلے کوئی فعل محذوف مانیں۔ (آیت۔ 39)۔ کُلًّا ضَرَبْنَا اور کُلًّا تَبَّرْنَا میں کُلًّا مفعول مقدم ہیں۔

ترجمہ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَجَعَلْنَا	مَعَهٗٓ	اَخَاهُ	هٰرُوْنَ
اور بیشک ہم دے چکے	موسیٰؑ کو	کتاب	اور ہم نے بنایا	انؑ کے ساتھ	ان کے بھائی	ہارونؑ کو

وَزِيْرًا ﴿٣٥﴾	فَقُلْنَا	اذْهَبَآ	اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا ط
ایک معاون	پھر ہم نے کہا	تم دونوں جاؤ	اس قوم کی طرف جنہوں نے	جھٹلایا	ہماری نشانیوں کو

فَدَمَّرْنٰهُمْ	تَدْمِيْرًا ﴿٣٦﴾	وَقَوْمَ نُوْحٍ	لَّمَّا	كَذَّبُوا	الرُّسُلَ
پھر ہم نے ہلاک کیا انہیں	جیسے ہلاک کرتے ہیں	اور (یاد کرو) نوحؑ کی قوم کو	جب	انہوں نے جھٹلایا	رسولوں کو

اَغْرَقْنٰهُمْ	وَجَعَلْنٰهُمْ	لِلنَّاسِ	اٰيَةً ط	وَاَعْتَدْنَا	لِلظّٰلِمِيْنَ
تو ہم نے غرق کیا ان کو	اور ہم نے بنایا ان کو	لوگوں کے لئے	ایک نشانی	اور ہم نے تیار کیا	ظالموں کے لئے

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣٧﴾	وَّعَادًا	وَّثَمُوْدَا۠	وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ
ایک دردناک عذاب	اور (ہم نے ہلاک کیا) عاد کو	اور ثمود کو	اور کنویں والوں کو

وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿٣٨﴾	وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ
اور بہت سی قوموں کو ان کے درمیان (کے عرصہ میں)	اور ہم نے بیان کیں (ان میں سے) سب کے لئے

الْاَمْثَالَ	وَكُلًّا	تَبَّرْنَا	تَتْبِيْرًا ﴿٣٩﴾
مثالیں (سمجھانے کو)	اور سب کو	ہم نے برباد کیا	جیسے برباد کرنے کا حق ہے

نوٹ: 1 آیت۔ 35۔ میں مذکور کتاب سے مراد غالباً وہ کتاب نہیں جو تورات کے نام سے مشہور ہے اور مصر سے سے نکلنے کی بعد حضرت موسیٰؑ کو دی گئی تھی

بلکہ اس سے مراد وہ ہدایات ہیں جو نبوت کے منصب پر مامور ہونے کے وقت لے کر خروج تک حضرت موسیٰؑ کو دی جاتی رہیں، قرآن مجید میں جگہ جگہ ان چیزوں کا ذکر ہے مگر اغلب یہ ہے کہ یہ چیزیں تورات میں شامل نہیں کی گئیں۔ تورات کا آغاز احکام عشرہ 1396 سے ہوتا ہے جو خروج کے بعد سینا پر کتبوں کی شکل میں آپ کو دیئے گئے تھے۔

آیت۔36۔ میں جن آیات کے جھٹلانے کا ذکر ہے اس سے مراد وہ آیات ہیں جو حضرت یعقوبؑ اور یوسفؑ کے ذریعے سے مصر پہنچی تھی اور جن کی تبلیغ بعد میں ایک مدت تک بنی اسرائیل کے صلحاء کرتے رہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (40 تا 44)

ترجمہ

وَلَقَدْ اَتَوْا	عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ	اُمْطِرَتْ	مَطَرَ السَّوْءِ ؕ
اور بیشک وہ لوگ آچکے ہیں	اس بستی پر جس پر	برسائی گئی	برائی کی بارش

اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ	بَلْ	كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ	نُشُوْرًا ﴿٤٠﴾	وَاِذَا
کیا وہ لوگ دیکھتے نہیں تھے ان کو	بلکہ	وہ امید نہیں رکھا کرتے تھے	جی اٹھنے کی	اور جب کبھی

رَاَوْكَ	اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ	اِلَّا	هُزُوًا ؕ	اَهٰذَا الَّذِيْ	بَعَثَ
وہ دیکھتے ہیں آپ کو	تو نہیں بناتے آپ کو	مگر	مذاق کا ذریعہ	کیا یہ ہے وہ جس کو	بھیجا

اللّٰهُ	رَسُوْلًا ﴿٤١﴾	اِنْ	كَادَ	لَيُضِلُّنَا	عَنْ اٰلِهَتِنَا
اللہ نے	رسول ہوتے ہوئے	یقیناً	قریب تھا کہ	وہ ضرور بھٹکا دے ہم کو	ہمارے معبودوں سے

لَوْلَآ اَنْ	صَبَرْنَا	عَلَيْهَا ؕ	وَسَوْفَ	يَعْلَمُوْنَ
اگر نہ ہوتا کہ	ہم ڈٹے رہے	ان پر	اور عنقریب	وہ لوگ جان لیں

حِيْنَ	يَرَوْنَ	الْعَذَابَ	مَنْ	اَضَلُّ	سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾
جس وقت	وہ دیکھیں گے	عذاب کو	(کہ) کون	زیادہ بھٹکنے والا ہے	راستے کے لحاظ سے

اَرَءَيْتَ	مَنِ	اتَّخَذَ	اِلٰهَهٗ	هَوٰىهُ ؕ	اَفَاَنْتَ	تَكُوْنُ
کیا دیکھا آپؐ نے	اس کو جس نے	بنایا	اپنا الہٰ	اپنی خواہش کو	تو کیا آپؐ	ہوں گے

عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿٤٣﴾	اَمْ	تَحْسَبُ	اَنَّ	اَكْثَرَهُمْ	يَسْمَعُوْنَ
اس کے وکیل	یا	آپؐ سمجھتے ہیں	کہ	ان کے اکثر	سنتے ہیں

اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ	اِنْ هُمْ	اِلَّا	كَالْاَنْعَامِ	بَلْ	هُمْ	اَضَلُّ	سَبِيْلًا ﴿٤٤﴾
یا عقل سے کام لیتے ہیں	نہیں ہیں وہ	مگر	چوپایوں کی مانند	بلکہ	وہ	زیادہ گمراہ ہیں	بلحاظ راستے کے

نوٹ: 1 آیت۔ 40۔ سے معلوم ہوا کہ چونکہ وہ لوگ آخرت کے قائل نہیں تھے اس لیے ان آثار قدیمہ یعنی عبرت کے مقامات کا

مشاہدہ انہوں نے محض ایک تماشائی کی حیثیت سے کیا اور ان سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کے قائل کی نگاہ اور اس

کے منکر نگاہ میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ ایک تماشا دیکھتا ہے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ تاریخ مرتب کرتا ہے، دوسرا انہی چیزوں سے اخلاقی سبق لیتا ہے اور زندگی سے ماوراء حقیقتوں تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ: 2 آیت۔43۔ میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ جن لوگوں نے اپنی عقل کو معطل کر کے اپنی باگ اپنی خواہشوں کے ہاتھ میں پکڑا دی ہے، بھلا آپؐ ان کی ہدایت و اصلاح کے ذمے دار کس طرح بن سکتے ہیں انسان کے اندر رہنمائی کی چراغ عقل ہے نہ کہ نفس کی خواہشات تو جو لوگ اس چراغ کو گل کر کے اپنی خواہشات کے پرستار بن جائیں، ان کو راستہ دکھانا کس کے بس میں ہے۔ واضح رہے کہ خواہشیں جتنی بھی ہیں وہ سب اندھی ہیں۔ وہ صرف اپنے مطالبے کو پورا کرنا چاہتی ہیں ان کو اس سے کوئی بحث نہیں ہوتی کہ کیا حق ہے کیا باطل اور کیا خیر ہے کیا شر۔ تو جو شخص ان کا پیرو بن جائے اس کے لئے شیطان کے پھندے سے چھوٹنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ (تدبر قرآن)۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس آسمان کے نیچے اللہ کے سوا جتنے معبود بھی پوجے جا رہے ہیں ان میں اللہ کے نزدیک بدترین معبود وہ خواہش نفس ہے جس کی پیروی کی جا رہی ہو۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (45 تا 52)

ترجمہ

اَلَمْ تَرَ	اِلٰى رَبِّكَ	كَيْفَ	مَدَّ	الظِّلَّ ج	وَلَوْ شَآءَ
کیا آپؐ نے غور نہیں کیا	اپنے رب (کی قدرت) کی طرف	کیسے	اس نے دراز کیا	سائے کو	اور اگر وہ چاہتا

لَجَعَلَهٗ	سَاكِنًا ج	ثُمَّ جَعَلْنَا	الشَّمْسَ	عَلَيْهِ	دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ لا
تو وہ ضرور بنا تا اس کو	ساکن	پھر ہم نے بنایا	سورج کو	اس پر	ایک رہنمائی کرنے والا

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ	اِلَيْنَا	قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾	وَهُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَ
پھر ہم نے سمیٹا اسکو	اپنی طرف	جیسے آسان سمیٹنا ہو	اور وہ	وہی ہے جس نے	بنایا

لَكُمُ	الَّيْلَ	لِبَاسًا	وَّالنَّوْمَ	سُبَاتًا	وَّجَعَلَ	النَّهَارَ
تم لوگوں کے لئے	رات کو	ایک اوڑھنی (یعنی چھپانے کی چیز)	اور نیند کو	آرام	اور اس نے بنایا	دن کو

نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾	وَهُوَ	الَّذِيْٓ	اَرْسَلَ	الرِّيٰحَ	بُشْرًاۢ
دوبارہ اٹھنے کے لئے	اور وہ	وہی ہے جس نے	بھیجا	ہواؤں کو	خوشخبریاں ہوتے ہوئے

بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ج	وَاَنْزَلْنَا	مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لا
اپنی رحمت کے آگے (یعنی بارش سے پہلے)	اور ہم نے اتارا	آسمان سے	کچھ انتہائی پاک پانی

لِّنُحْیِۦ	بِهٖ	بَلْدَةً مَّيْتًا	وَّنُسْقِيَهٗ
تا کہ ہم زندہ کریں	اس سے	کسی مردہ شہر کو	اور تا کہ ہم پینے کے لئے دیں اس (پانی) کو

مِمَّا	خَلَقْنَآ	اَنْعَامًا	وَّ اَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿٤٩﴾	وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ 1396
ان میں سے جن کو	ہم نے پیدا کیا	جیسے چوپائے	اور بہت سے انسان	اور بیشک ہم نے بار بار بیان کیا ہے اس (قرآن) کو

بَيْنَهُمْ	لِيَذَّكَّرُوْا ۖ	فَاَبٰٓى	اَكْثَرُ النَّاسِ	اِلَّا	كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾
ان کے مابین	تا کہ وہ لوگ نصیحت پکڑیں	تو قبول نہ کیا	لوگوں کے اکثر نے	مگر	ناشکری کو

وَلَوْ شِئْنَا	لَبَعَثْنَا	فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ	نَّذِيْرًا ﴿٥١﴾ ۖ	فَلَا تُطِعِ
اور اگر ہم چاہتے	تو ہم ضرور بھیجتے	ہر ایک بستی میں	ایک خبردار کرنے والا	تو آپؐ کہا مت مانیں

الْكٰفِرِيْنَ	وَجَاهِدْهُمْ	بِهٖ	جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾
کافروں کا	اور آپؐ جہاد کریں ان سے	اس (قرآن) کے ساتھ	جیسے بڑا جہاد کرنے کا حق ہے

نوٹ:1 آیت۔52۔ میں جِهَادًا كَبِيْرًا کا حکم آیا ہے۔ یہ آیت مکی ہے جبکہ کفار سے قتال کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، اسی لئے یہاں جہاد کو بِهٖ کے ساتھ مقید کیا گیا۔ بِهٖ کی ضمیر قرآن کے لیے ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے ذریعہ مخالفین اسلام سے جہاد کرو بڑا جہاد۔ اس کا حاصل قرآن کے احکام کی تبلیغ اور خلق خدا کو اس کی طرف توجہ دلانے کی ہر کوشش ہے، خواہ زبان سے ہو یا قلم سے یا دوسرے طریقوں سے۔ اس سب کو یہاں جہاد کبیر فرمایا ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (53 تا 60)

م ر ج

(ن) مَرَجًا: (1) گڈمڈ کرنا۔ الجھا دینا۔ (2) مویشی کو چرنے کے لئے یا پانی کو بہنے کے لئے چھوڑنا۔ زیر مطالعہ آیت۔53

مَرِيْجٌ: پیچیدہ یا الجھا ہوا معاملہ۔ ﴿فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ﴿٥﴾﴾ (50/قٓ:5) ''پس وہ لوگ ایک الجھے ہوئے کام میں مشغول ہیں۔''

مَارِجٌ: دھواں ملا ہوا شعلہ۔ ﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿١٥﴾﴾ (55/الرحمٰن:15) ''اور اس نے پیدا کیا جن کو ایک شعلہ سے آگ میں سے۔''

مَرْجَانٌ: چھوٹے موتی۔ مونگا یہ اسم جنس ہے۔ واحد مَرْجَانَةٌ۔ ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾﴾ (55/الرحمٰن:22) ''نکلتا ہے اس میں سے موتی اور مونگا۔''

ف ر ت

(ک) فُرُوْتَةً: شیریں ہونا۔ میٹھا ہونا۔

فُرَاتٌ: نہایت شیریں۔ بہت میٹھا۔ زیر مطالعہ آیت۔53۔

م ل ح

(ن) مَلْحًا: پانی کا کھاری ہونا۔

مِلۡحٌ　　کھاری۔نمکین۔زیر مطالعہ آیت۔53۔

ء	ج	ج

(ن)　　اَجُوۡجًا　　پانی کا کڑوا ہونا

اُجَاجٌ　　نہایت کڑوا۔تلخ۔زیر مطالعہ آیت۔53۔

ترجمہ

وَهُوَ	الَّذِيْ	مَرَجَ	الْبَحْرَيْنِ	هٰذَا	عَذْبٌ	فُرَاتٌ	وَّهٰذَا
اور وہ	وہی ہے جس نے	رواں کئے	دوسمندر	یہ	خوشگوار ہے	نہایت شیریں ہے	اور یہ

مِلْحٌ	اُجَاجٌ ج	وَجَعَلَ	بَيْنَهُمَا	بَرْزَخًا	وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۵۳
کھاری ہے	نہایت کڑوا ہے	اور اس نے بنایا	ان دونوں کے درمیان	ایک پردہ	اور ایک مضبوط رکاوٹ

وَهُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَ	مِنَ الْمَآءِ	بَشَرًا	فَجَعَلَهٗ	نَسَبًا
اور وہ	وہی ہے جس نے	پیدا کیا	پانی سے	بشر کو	پھر اس نے بنایا اس کو	رشتہ دار باپ دادا سے

وَّصِهْرًا ط	وَكَانَ	رَبُّكَ	قَدِيْرًا ۵۴	وَيَعْبُدُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور ناطے دار سسرال سے	اور ہے	آپ کا رب	قدرت والا	اور وہ لوگ بندگی کرتے ہیں	اللہ کے علاوہ

مَا	لَا يَنْفَعُهُمْ	وَلَا يَضُرُّهُمْ ط	وَكَانَ	الْكَافِرُ
اس کی جو	نفع نہیں دیتی ان کو	اور نہ نقصان پہنچاتی ہے ان کو	اور ہیں	سب کافر

عَلٰى رَبِّهٖ	ظَهِيْرًا ۵۵	وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ	اِلَّا	مُبَشِّرًا
اپنی رب (کی مخالفت) پر	مدد کرنے والے	اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو	مگر	خوشخبری دینے والا

وَّنَذِيْرًا ۵۶	قُلْ	مَآ اَسْئَلُكُمْ	عَلَيْهِ	مِنْ اَجْرٍ
اور خبردار کرنے والا ہوتے ہوئے	آپ کہیے	میں نہیں مانگتا تم لوگوں سے	اس پر	کوئی بھی اجرت

اِلَّا مَنْ	شَآءَ	اَنْ	يَّتَّخِذَ	اِلٰى رَبِّهٖ	سَبِيْلًا ۵۷	وَتَوَكَّلْ
سوائے اس شخص کے جو	چاہے	کہ	وہ پکڑے	اپنے رب کی طرف	ایک راستہ	آپ بھروسہ کریں

عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ	لَا يَمُوْتُ	وَسَبِّحْ	بِحَمْدِهٖ ط	وَكَفٰى	بِهٖ
اس حقیقی زندہ پر جو	نہیں مرتا	اور آپ تسبیح کریں	اس کی حمد کے ساتھ	اور کافی ہے	وہ

بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ	خَبِيْرًا ۵۸	الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ
اپنے بندوں کے گناہوں پر	باخبر ہونے کے لحاظ سے	وہ جس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو

وَالْاَرْضَ	وَمَا	بَيْنَهُمَا	فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	ثُمَّ	اسْتَوٰى	عَلَى الْعَرْشِ ج
اور زمین کو	اور اس کو جو	ان دونوں کے مابین ہے	چھ دنوں میں	پھر	وہ متمکن ہوا	عرش پر

اَلرَّحْمٰنُ	فَسْـَٔلْ	بِهٖ	خَبِيْرًا ۝۵۹	وَاِذَا	قِيْلَ	1396 لَهُمُ
(وہ) رحمٰن ہے	تو آپؐ پوچھ لیں	اس کے بارے میں	کسی باخبر سے	اور جب کبھی	کہا جاتا ہے	ان لوگوں سے

اسْجُدُوْا	لِلرَّحْمٰنِ	قَالُوْا	وَمَا	الرَّحْمٰنُ ۗ	اَنَسْجُدُ
تم لوگ سجدہ کرو	رحمٰن کے لئے	تو وہ کہتے ہیں	اور کیا (شئے) ہے	رحمٰن	کیا ہم سجدہ کریں

لِمَا	تَاْمُرُنَا	وَزَادَهُمْ	نُفُوْرًا ۝۶۰
اس کے لئے جس کو	آپؐ کہیں ہم سے	اور (اس بات نے) زیادہ کیا ان کو	بیزاریوں کے لحاظ سے

نوٹ:1 آیت۔53۔ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک عظیم نشانی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ ایک طرف سے شیریں پانی کے دریا کو چھوڑتا ہے۔ دوسری طرف سے کھاری پانی کے سمندر کو۔ دونوں کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں لیکن اس کے باوجود یہ نہیں ہوتا کہ شیریں پانی کھاری بن جائے یا کھاری پانی شیریں، بلکہ دونوں اپنی مزاجی خصوصیات باقی رکھتے ہیں، اللہ ان کے درمیان ایک ایسی غیر مرئی دیوار کھڑی کر دیتا ہے جو نہ کسی کو نظر آتی ہے اور نہ دونوں کا باہمی ٹکراؤ اس کو توڑ سکتا ہے۔ (تدبر قرآن)۔ یہ کیفیت ہر اس جگہ رونما ہوتی ہے جہاں کوئی بڑا دریا سمندر میں آگرتا ہے۔ اس کے علاوہ خود سمندر میں بھی مختلف مقامات پر میٹھے پانی کے چشمے پائے جاتے ہیں جن کا پانی سمندر کے تلخ پانی کے درمیان بھی اپنی مٹھاس پر قائم رہتا ہے۔ ترکی کے امیر البحر سیّدی علی رئیس نے اپنی کتاب میں، جو سولھویں صدی عیسوی کی تصنیف ہے، خلیج فارس کے اندر ایسے ہی ایک مقام کی نشاندہی کی ہے جس سے وہ خود اپنے بیڑے کے لئے پینے کا پانی حاصل کرتا رہا تھا۔ موجودہ زمانے میں جب امریکن کمپنی نے سعودی عرب میں تیل نکالنے کا کام شروع کیا تو ابتداء وہ بھی خلیج فارس کے ان ہی چشموں سے پانی حاصل کرتی تھی۔ بحرین کے قریب بھی سمندر کی تہہ میں میٹھے پانی کے چشمے ہیں جن سے لوگ کچھ عرصہ پہلے تک پینے کا پانی حاصل کرتے رہے (تفہیم القرآن) جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ وَهُوَ عَلٰى مَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ

آیت نمبر (61 تا 67)

س ر ج

(ن) سَرْجًا بالوں کو گوندکر چوٹی بنانا۔

(افعال) اِسْرَاجًا بتی اور تیل سے کسی چیز کو روشن کرنا۔

سِرَاجٌ وہ چیز جو روشن کی جائے۔ چراغ۔ زیر مطالعہ آیت۔61۔

ترجمہ

تَبٰرَكَ	الَّذِيْ	جَعَلَ	فِي السَّمَاۗءِ	بُرُوْجًا	وَّجَعَلَ	فِيْهَا
بابرکت ہوا	وہ جس نے	مقرر کیں	آسمان میں	منزلیں	اور اس نے بنایا	اس (آسمان) میں

سِرٰجًا	وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ۝۶۱	وَهُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَ	الَّيْلَ	وَالنَّهَارَ
ایک چراغ	اور ایک چمکنے والا چاند	اور وہ	وہی ہے جس نے	بنایا	رات کو	اور دن کو

خِلْفَةً	لِّمَنْ	اَرَادَ	اَنْ	يَّذَّكَّرَ
(ایک دوسرے کے) پیچھے پیچھے آنے والا ہوتے ہوئے	اسکے لئے جو	ارادہ کرے	کہ	وہ نصیحت حاصل کرے

اَوْ اَرَادَ	شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾	وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ	الَّذِيْنَ	يَمْشُوْنَ	عَلَى الْاَرْضِ	هَوْنًا	وَّاِذَا 1396
یا ارادہ کرے	شکر گزاری کا	اور رحمٰن کے بندے	وہ ہیں جو	چلتے ہیں	زمین پر	نرمی سے	اور جب کبھی

خَاطَبَهُمُ	الْجٰهِلُوْنَ	قَالُوْا	سَلٰمًا ﴿٦٣﴾	وَالَّذِيْنَ	يَبِيْتُوْنَ
خطاب کرتے ہیں ان سے	جاہل لوگ	تو وہ کہتے ہیں	سلام	اور وہ لوگ جو	رات بسر کرتے ہیں

لِرَبِّهِمْ	سُجَّدًا	وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾	وَالَّذِيْنَ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَا
اپنے رب کے لئے	سجدہ کرنے والے	اور قیام کرنے والے ہوتے ہوئے	اور وہ لوگ جو	کہتے ہیں	اے ہمارے رب

اصْرِفْ	عَنَّا	عَذَابَ جَهَنَّمَ	اِنَّ	عَذَابَهَا	كَانَ	غَرَامًا ﴿٦٥﴾
تو پھیر دے	ہم سے	جہنم کے عذاب	بیشک	اسکا عذاب	ہے	چمٹنے والی چیز

اِنَّهَا	سَآءَتْ	مُسْتَقَرًّا	وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾	وَالَّذِيْنَ	اِذَآ
بیشک وہ	بری ہے	قرار پکڑنے کی جگہ کے لحاظ سے	اور ٹھہرائے جانے کی جگہ کے لحاظ سے	اور وہ لوگ جو	جب بھی

اَنْفَقُوْا	لَمْ يُسْرِفُوْا	وَلَمْ يَقْتُرُوْا	وَكَانَ	بَيْنَ ذٰلِكَ	قَوَامًا ﴿٦٧﴾
خرچ کرتے ہیں	تو ضرورت سے زیادہ خرچ نہیں کرتے	اور خرچ میں تنگی نہیں کرتے	اور ہے	اس کے درمیان	ایک اعتدال

نوٹ:1 آیات۔61۔62۔ میں پھر آفاق کی نشانیوں کی طرف توجہ دلائی کہ جہاں تک نشانیوں کا تعلق ہے، ان کی کمی نہیں ہے۔ ضرورت کسی نئی نشانی کی نہیں بلکہ نشانیوں سے فائدہ اٹھانے کے ارادے اور جذبے کی ہے۔ جن کے اندر یہ جذبہ اور ارادہ نہیں پایا جاتا وہ ہر قسم کی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی اندھے ہی بنے رہتے ہیں۔ (تدبر قرآن)۔ ان ہی آیات کی تفسیر میں مفتی محمد شفیعؒ نے ایک طویل مضمون قلمبند کیا ہے جو معارف القرآن کی جلد ششم کے صفحات۔ 487 تا 497 پر محیط ہے۔ اس کے مضامین اتنے مربوط اور باہم اس طرح گھتے ہوئے ہیں کہ کوشش کے باوجود میں اس کا خلاصہ نہیں نکال سکا مثلاً اجرام سماوی کی حقیقت اور ہیئت کیا ہے۔ علم ہیئت کے قدیم و جدید نظریات اور قرآن کریم کے ارشادات۔ کائنات کے حقائق کو قرآن میں بیان کرنے کا مقصد۔ تفسیر قرآن میں فلسفی۔ (یعنی سائنسی) نظریات کی موافقت اور مخالفت کا صحیح معیار۔ جدید تحقیقات نے انسانیت کو کیا بخشا۔ وغیرہ ہمارا مشورہ ہے کہ کسی لائبریری یا مسجد سے متعلقہ جلد حاصل کر کے ہر طالب علم اس مضمون کا مطالعہ ضرور کرے۔

آیت۔63۔ سے آخر تک اللہ کے پسندیدہ بندوں کی صفات کا بیان ہے۔

آیت نمبر (68 تا 77)

ع ب ء

(ف) عَبَأً کسی چیز کو وزن دینا۔ کسی کی پرواہ کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔77

ترکیب (آیت۔68) وَمَنْ يَّفْعَلْ میں مَنْ شرطیہ ہے اس لیے يَفْعَلْ ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے جبکہ يَلْقَ۔ يُضٰعَفْ اور يَخْلُدْ جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہیں۔ (آیت۔77)۔ دُعَآءُ مصدر معروف اور مجہول دونوں معنی دیتا ہے یہاں دونوں معنی لینے کی گنجائش ہے۔ ہم مجہولی معنی کو ترجیح دیں گے کیونکہ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

وَالَّذِیۡنَ	لَا یَدۡعُوۡنَ	مَعَ اللّٰهِ	اِلٰـهًا اٰخَرَ	وَلَا یَقۡتُلُوۡنَ	النَّفۡسَ الَّتِیۡ
اور وہ لوگ جو	نہیں پکارتے	اللہ کے ساتھ	کسی دوسرے الٰہ کو	اور قتل نہیں کرتے	اس جان کو جس کو

حَرَّمَ	اللّٰهُ	اِلَّا	بِالۡحَقِّ	وَلَا یَزۡنُوۡنَ ۚ	وَمَنۡ	یَّفۡعَلۡ	ذٰلِكَ	یَلۡقَ
(قتل کرنا) حرام کیا	اللہ نے	مگر	حق کے ساتھ	اور وہ لوگ زنا نہیں کرتے	اور جو	کرے گا	وہ	تو وہ ملے گا

اَثَامًا ﴿۶۸﴾ ۙ	یُّضٰعَفۡ	لَهُ	الۡعَذَابُ	یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ	وَیَخۡلُدۡ	فِیۡهٖ
گناہ کی سزا سے	کئی گنا کیا جائے گا	اس کے لئے	عذاب کو	قیامت کے دن	اور وہ ہمیشہ رہے گا	اس میں

مُهَانًا ﴿۶۹﴾ ۖ	اِلَّا مَنۡ	تَابَ	وَاٰمَنَ	وَعَمِلَ	عَمَلًا صَالِحًا
ذلیل کیا ہوا ہوتے ہوئے	سوائے اسکے جس نے	توبہ کی	اور ایمان لایا	اور اس نے عمل کیا	جیسا نیک عمل کرنے کا حق ہے

فَاُولٰٓئِكَ	یُبَدِّلُ	اللّٰهُ	سَیِّاٰتِهِمۡ	حَسَنٰتٍ ؕ	وَكَانَ	اللّٰهُ
تو وہ لوگ ہیں	بدل دے گا	اللہ	جن کی برائیوں کو	بھلائیاں ہوتے ہوئے	اور ہے	اللہ

غَفُوۡرًا	رَّحِیۡمًا ﴿۷۰﴾	وَمَنۡ	تَابَ	وَعَمِلَ	صَالِحًا	فَاِنَّهٗ	یَتُوۡبُ
بے انتہا بخشنے والا ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا	اور جس نے	توبہ کی	اور عمل کیا	نیک	تو بیشک وہ	پلٹتا ہے

اِلَی اللّٰهِ	مَتَابًا ﴿۷۱﴾	وَالَّذِیۡنَ	لَا یَشۡهَدُوۡنَ	الزُّوۡرَ ۙ	وَاِذَا
اللہ کی طرف	جیسا پلٹنے کا حق ہے	اور وہ لوگ جو	موقع پر موجود نہیں ہوتے	جھوٹ کے	اور جب کبھی

مَرُّوۡا	بِاللَّغۡوِ	مَرُّوۡا	كِرَامًا ﴿۷۲﴾	وَالَّذِیۡنَ	اِذَا	ذُكِّرُوۡا
وہ گزرتے ہیں	بے فائدہ چیز پر	تو وہ گزرتے ہیں	معزز ہوتے ہوئے	اور وہ لوگ جو	(کہ) جب	انہیں یاد کرائی جاتی ہیں

بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ	لَمۡ یَخِرُّوۡا	عَلَیۡهَا	صُمًّا	وَّعُمۡیَانًا ﴿۷۳﴾
ان کے رب کی آیات	تو وہ نہیں کرتے	ان پر	بہرے ہوتے ہوئے	اور اندھے ہوتے ہوئے

وَالَّذِیۡنَ	یَقُوۡلُوۡنَ	رَبَّنَا	هَبۡ	لَنَا	مِنۡ اَزۡوَاجِنَا
اور وہ لوگ جو	کہتے ہیں	اے ہمارے رب	تو عطا کر	ہم کو	ہمارے جوڑوں میں سے

وَذُرِّیّٰتِنَا	قُرَّةَ اَعۡیُنٍ	وَّاجۡعَلۡنَا	لِلۡمُتَّقِیۡنَ	اِمَامًا ﴿۷۴﴾
اور ہماری اولادوں میں سے	آنکھوں کی ٹھنڈک	اور تو بنا ہم کو	تقوی کرنے والوں کے لیے	پیشوا

اُولٰٓئِكَ	یُجۡزَوۡنَ	الۡغُرۡفَةَ	بِمَا	صَبَرُوۡا وَ	یُلَقَّوۡنَ	فِیۡهَا
ان لوگوں کو	بدلہ میں دیا جائے گا	بالا خانہ	بسبب اس کے جو	وہ ثابت قدم رہے	اور ان کو دیا جائے گا	اس میں

تَحِیَّةً	وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ ۙ	خٰلِدِیۡنَ	فِیۡهَا ؕ	حَسُنَتۡ	مُسۡتَقَرًّا
دعا	اور اسلام	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	اس میں	(یہ) اچھی ہے	بلحاظ قرار پکڑنے کی جگہ کے

لَوۡ لَا	رَبِّیۡ	بِکُمۡ	مَا یَعۡبَؤُا	قُلۡ	وَّ مُقَامًا ﴿۷۶﴾
اگر نہ ہوتا	میرا رب	تمہاری	پرواہ نہیں کرتا	آپ ؐ کہیے	اور بلحاظ ٹھہرائے جانے کی جگہ کے

1396

لِزَامًا ﴿۷۷﴾	یَکُوۡنُ	فَسَوۡفَ	فَقَدۡ کَذَّبۡتُمۡ	دُعَآؤُکُمۡ
چمٹ جانا (عذاب کا)	ہوگا	تو عنقریب	پس تم لوگ جھٹلا چکے	تم کو دعوت دیا جانا

نوٹ:1 یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ توبہ کر کے ایمان وعمل صالح کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں ان کی نیکیاں ان کے اعمال نامے کے پچھلے گناہوں کو محو کر دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان (برائیوں) کی جگہ پر ان کی نیکیوں کو رکھ دیتا ہے جو ان کے گناہوں کو ڈھانک لیتی ہیں۔
(تدبر قرآن)

نوٹ:2 آیت۔73۔ میں ''نہیں گرتے'' کا لفظ اپنے لغوی معنی کے لیے نہیں بلکہ محاورے کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ جیسے ہم اردو میں کہتے ہیں ''جہاد کا حکم سن کر بیٹھے رہ گئے۔'' اس میں بیٹھنے کا لفظ اپنے لغوی معنی میں نہیں بلکہ جہاد کے لئے حرکت نہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے لوگ نہیں ہیں جو اللہ کی آیت سن کر ٹس سے مس نہ ہوں، بلکہ وہ ان کا گہرا اثر قبول کرتے ہیں۔ جو ہدایات ان آیات میں آتی ہیں اسکی پیروی کرتے ہیں۔ جو فرض قرار دیا گیا ہو اسے بجالاتے ہیں۔ جس کی مذمت بیان کی گئی ہو اس سے رک جاتے ہیں۔ اور جس عذاب سے ڈرایا گیا ہو اسکے تصور سے کانپ اٹھتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

مورخہ 11 جمادی الثانی 1428ھ

بمطابق 27 جون 2007ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الشعراء (26)

آیت نمبر (1 تا 9)

خ ض ع

(ف) **خُضُوۡعًا** عاجزی کرنا۔ تواضع کرنا۔ جھکنا۔ ﴿ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِہٖ ﴾ (33/الاحزاب:32) ''تو تم خواتین تواضع مت کرو بات سے کہ لالچ کرے وہ جس کے دل میں کوئی مرض ہو۔''

خَاضِعٌ فاعل کے وزن پر صفت ہے۔ جھکنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔4۔

ترجمہ

بَاخِعٌ	لَعَلَّکَ	اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾	تِلۡکَ	طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾
ہلاکت تک پہنچانے والے ہیں	شاید کہ آپ ؐ	واضح کتاب کی آیات ہیں	یہ	-

عَلَیۡہِمۡ	نُنَزِّلۡ	اِنۡ نَّشَاۡ	مُؤۡمِنِیۡنَ	یَکُوۡنُوۡا	اَلَّا	نَّفۡسَکَ
ان پر	تو ہم اتار دیں	اگر ہم چاہیں	ایمان لانے والے	ہوتے یہ لوگ	کہ نہیں	اپنے آپ کو

وَمَا یَاۡتِیۡہِمۡ	خٰضِعِیۡنَ ﴿۴﴾	لَہَا	اَعۡنَاقُہُمۡ	فَظَلَّتۡ	اٰیَۃً	مِّنَ السَّمَآءِ
اور نہیں آتی ان کے پاس	جھکنے والی	اسکے لیے	ان کی گردنیں	تو ہو جائیں	کوئی نشانی	آسمان سے

مِنْ ذِكْرٍ	مِّنَ الرَّحْمٰنِ	مُحْدَثٍ	اِلَّا	كَانُوْا	عَنْهُ	مُعْرِضِيْنَ ⑤ 1396
کوئی بھی نصیحت	رحمٰن (کے پاس) سے	نئی	مگر	وہ لوگ ہوتے ہیں	اس سے	اعراض کرنے والے

فَقَدْ كَذَّبُوْا	فَسَيَاْتِيْهِمْ	اَنْۢبٰٓؤُا مَا	كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥
پس یہ لوگ جھٹلا چکے	تو آئیں گی ان کے پاس	اس کی خبریں	جس کا یہ لوگ مذاق اڑایا کرتے تھے

اَوَلَمْ يَرَوْا	اِلَى الْاَرْضِ	كَمْ اَنْۢبَتْنَا	فِيْهَا	مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑦
تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں	زمین کی طرف	کتنے ہی ہم نے اگائے	اس میں	ہر ایک نفیس و پاکیزہ جوڑے میں سے

اِنَّ	فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيَةً ۭ	وَمَا كَانَ	اَكْثَرُهُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ⑧
بیشک	اس میں	یقیناً ایک نشانی ہے	اور نہیں ہیں	ان کے اکثر	ایمان لانے والے

وَاِنَّ	رَبَّكَ	لَهُوَ الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ⑨ ع
اور بیشک	آپؐ کا رب	یقیناً وہ ہی بالادست ہے	رحم کرنے والا ہے

نوٹ: 1 آیت ۔4۔ کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اس کتاب پر ایمان لانے کے لئے کوئی نشانی دیکھنے ہی پر اڑے ہوئے ہیں تو یاد رکھیں کہ ہمارے پاس نشانیوں کی کمی نہیں ہے۔ ہم جب چاہیں آسمان سے ایسی نشانی اتار سکتے ہیں جس کے آگے سب کی گردنیں جھک جائیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ یہ سوچ سمجھ کر اپنے اختیار و ارادہ سے ایمان لائیں۔ ہمارے ہاں معتبر ایمان وہی ہے جو اختیار و ارادہ کے ساتھ لایا جائے نہ کہ مجبور ہو کر۔

(تدبر القرآن)

آیت نمبر (10 تا 22)

ترجمہ

وَاِذْ	نَادٰى	رَبُّكَ	مُوْسٰٓى	اَنِ	ائْتِ	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑩
اور جب	پکارا	آپؐ کے رب نے	موسیٰؑ کو	کہ	آپؑ پہنچیں	ظالم قوم کے پاس

قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ	اَ	لَا يَتَّقُوْنَ ⑪	قَالَ	رَبِّ	اِنِّىْٓ
جو فرعون کی قوم ہے	کیا	وہ لوگ تقویٰ نہیں کریں گے	(موسیٰؑ نے) کہا	اے میرے رب	بیشک میں

اَخَافُ	اَنْ	يُّكَذِّبُوْنِ ⑫	وَيَضِيْقُ	صَدْرِيْ	وَلَا يَنْطَلِقُ
ڈرتا ہوں	کہ	وہ لوگ جھٹلائیں گے مجھ کو	اور تنگ ہوتا ہے	میرا سینہ	اور نہیں چلتی

لِسَانِيْ	فَاَرْسِلْ	اِلٰى هٰرُوْنَ ⑬	وَلَهُمْ	عَلَيَّ	ذَنْۢبٌ	فَاَخَافُ	اَنْ
میری زبان	پس تو بھیج	ہارونؑ کی طرف	اور ان کا	مجھ پر	ایک گناہ ہے	تو میں ڈرتا ہوں	کہ

يَّقْتُلُوْنِ ⑭ ۚ	قَالَ	كَلَّا ۚ	فَاذْهَبَا	بِاٰيٰتِنَآ	اِنَّا	مَعَكُمْ
وہ قتل کریں گے مجھ کو	(اللہ نے) کہا	ہرگز نہیں	پس تم دونوں جاؤ	ہماری نشانیوں کے ساتھ	بیشک ہم	تم لوگوں کے ساتھ

مُّسْتَمِعُوْنَ ⑮	فَاْتِيَا	فِرْعَوْنَ	فَقُوْلَآ	اِنَّا	رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑯ 1396
خوب سننے والے ہیں	پس تم دونوں پہنچو	فرعون کے پاس	پھر تم دونوں کہو	کہ ہم	تمام جہانوں کے رب کے پیغمبر ہیں

اَنْ	اَرْسِلْ	مَعَنَا	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ⑰	قَالَ
(پیغام یہ ہے) کہ	تو بھیج	ہمارے ساتھ	بنی اسرائیل کو	(فرعون نے) کہا

اَلَمْ نُرَبِّكَ	فِيْنَا	وَلِيْدًا	وَّلَبِثْتَ	فِيْنَا	مِنْ عُمُرِكَ
کیا ہم نے تربیت نہیں کی تیری	اپنے (گھر) میں	بچہ ہوتے ہوئے	اور تو رہا	ہم میں	اپنی عمر سے

سِنِيْنَ ⑱	وَفَعَلْتَ	فَعْلَتَكَ الَّتِيْ	فَعَلْتَ	وَاَنْتَ	مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ⑲
کچھ سال	اور تو نے کیا	اپنا وہ فعل (کام) جو	تو نے کیا	اور تو	ناشکرگزاروں میں سے ہے

قَالَ	فَعَلْتُهَآ	اِذًا	وَّ	اَنَا	مِنَ الضَّآلِّيْنَ ⑳	فَفَرَرْتُ
(موسیٰؑ نے) کہا	میں نے کیا اس کو	تب	اس حال میں کہ	میں	حق تلاش کرنے والوں میں سے تھا	پھر میں فرار ہوا

مِنْكُمْ	لَمَّا	خِفْتُكُمْ	فَوَهَبَ	لِيْ	رَبِّيْ	حُكْمًا
تو لوگوں سے	جب	میں ڈرا تم لوگوں سے	تو عطا کیا	مجھے	میرے رب نے	ایک حکم

وَّجَعَلَنِيْ	مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ㉑	وَتِلْكَ	نِعْمَةٌ
اور اس نے بنایا مجھ کو	بھیجے ہوؤں (یعنی رسولوں) میں سے	اور یہ ہے	وہ نعمت

تَمُنُّهَا	عَلَيَّ	اَنْ	عَبَّدْتَّ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ㉒
تو احسان رکھتا ہے جس کا	مجھ پر	کہ	تو نے غلام بنایا	بنی اسرائیل کو

نوٹ: 1

سورہ کی مختصر تمہید کے بعد اب تاریخی بیان کا آغاز ہو رہا ہے جس میں سات قوموں کے حالات پیش کیے گئے ہیں جنہوں نے نشانیاں اور معجزے دیکھنے کے بعد بھی انکار کیا تو ان کا کیا انجام ہوا۔ اس کی ابتدا حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے قصّے سے کی گئی ہے کیونکہ حضرت موسیٰؑ کو جن حالات سے سابقہ پیش آیا تھا وہ ان حالات کی بنسبت کہیں زیادہ سخت تھے جن سے نبی ﷺ کو سابقہ درپیش تھا۔ حضرت موسیٰؑ ایک ایسی قوم کے فرد تھے جو فرعون سے بری طرح دبی ہوئی تھی، جبکہ نبی ﷺ کا خاندان قریش کے دوسرے خاندانوں کے ساتھ بالکل برابر کی پوزیشن رکھتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے خود اس فرعون کے گھر میں پرورش پائی تھی اور ایک قتل کے الزام میں دس سال روپوش رہنے کے بعد انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اسی بادشاہ کے دربار میں جا کھڑے ہوں جس کے ہاں سے وہ جان بچا کر فرار ہوئے تھے۔ نبی ﷺ کو ایسی کسی نازک صورتحال سے سابقہ نہ تھا۔ فرعون کی سلطنت اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقتور سلطنت تھی۔ قریش کی طاقت کو اس کی طاقت سے کوئی نسبت نہ تھی۔ اس کے باوجود فرعون حضرت موسیٰؑ کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور انؑ سے ٹکرا کر آخر کار تباہ ہو گیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کفار قریش کو یہ سبق دینا چاہتا ہے کہ جب فرعون کی حضرت موسیٰؑ کے سامنے کچھ پیش نہ گئی تو تم بیچارے کیا ہستی ہو نبی ﷺ کے مقابلے میں بازی جیت لے جاؤ گے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (23 تا 37)

ترجمہ

قَالَ	فِرْعَوْنُ	وَمَا	رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۲۳	قَالَ	رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
کہا	فرعون نے	اور کیا چیز ہے	تمام جہانوں کا رب	(موسیٰ نے) کہا	(وہ) زمین اور آسمان کا رب ہے

وَمَا	بَيْنَهُمَا	اِنْ كُنْتُمْ	مُّوْقِنِيْنَ ۲۴	قَالَ	لِمَنْ
اور اس کا جو	ان دونوں کے درمیان ہے	اگر تم لوگ	یقین کرنے والے	(فرعون نے) کہا	ان سے جو

حَوْلَهٗۤ	اَ	لَا تَسْتَمِعُوْنَ ۲۵	قَالَ	رَبُّكُمْ	وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۲۶
اسی کے ارد گرد تھے	کیا	تم لوگ سنتے نہیں ہو	(موسیٰ نے) کہا	تمہارا رب ہے	اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد کا رب ہے

قَالَ	اِنَّ	رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ	اُرْسِلَ	اِلَيْكُمْ	لَمَجْنُوْنٌ ۲۷	قَالَ
(فرعون نے) کہا	بیشک	تم لوگوں کا وہ پیغمبر جو	بھیجا گیا	تمہاری طرف	یقیناً مجنون ہے	(موسیٰ نے) کہا

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا	اِنْ كُنْتُمْ	تَعْقِلُوْنَ ۲۸
(وہ) مشرق اور مغرب کا رب ہے	اور اس کا جو	ان دونوں کے درمیان ہے	اگر تم لوگ	عقل سے کام لیتے ہو

قَالَ	لَئِنِ	اتَّخَذْتَ	اِلٰهًا	غَيْرِيْ	لَاَجْعَلَنَّكَ
(فرعون نے) کہا	بیشک اگر	تو نے بنایا	کوئی الٰہ	میرے علاوہ	تو میں لازماً بنا دوں گا تجھ کو

مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۲۹	قَالَ	اَوَلَوْ	جِئْتُكَ	بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۳۰	قَالَ
قید کئے ہوئے لوگوں میں سے	(موسیٰ نے) کہا	کیا اگر	میں لاؤں تیرے پاس	ایک واضح چیز	(فرعون نے) کہا

فَاْتِ	بِهٖۤ	اِنْ كُنْتَ	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۳۱	فَاَلْقٰى	عَصَاهُ	فَاِذَا
پس تو لا	اس کو	اگر تو ہے	سچ کہنے والوں میں سے	تو انہوں نے ڈالا	اپنا عصا	تو جب ہی

هِيَ	ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۳۲	وَّنَزَعَ	يَدَهٗ	فَاِذَا	هِيَ	بَيْضَآءُ
وہ تھا	ایک واضح اژدھا	اور انہوں نے کھینچ نکالا	اپنا ہاتھ	تو جب ہی	وہ تھا	سفید

لِلنّٰظِرِيْنَ ۳۳	قَالَ	لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ	اِنَّ هٰذَا	لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۳۴
دیکھنے والوں کے لئے	(فرعون نے) کہا	اپنے ارد گرد کے سرداروں سے	بیشک یہ	یقیناً ایک عالم (یعنی ماہر) جادوگر ہے

يُّرِيْدُ	اَنْ يُّخْرِجَكُمْ	مِّنْ اَرْضِكُمْ	بِسِحْرِهٖ	فَمَاذَا
وہ چاہتا ہے	کہ وہ نکال دے تم لوگوں کو	تمہاری زمین سے	اپنے جادو کے ذریعے	تو کیا (کس طرح کا)

تَاْمُرُوْنَ ۳۵	قَالُوْۤا	اَرْجِهْ	وَاَخَاهُ	وَابْعَثْ	فِي الْمَدَآئِنِ
تم لوگ مشورہ دیتے ہو	ان لوگوں نے کہا	تو ٹال دے اس کو	اور اس کے بھائی کو	اور تو بھیج	شہروں میں

حٰشِرِيْنَ ۙ﴿۳۶﴾	يَاْتُوْكَ	بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ 1396
جمع کرنے والوں کو	وہ لوگ لے آئیں گے تیرے پاس	تمام جاننے والے بڑے جادوگر کو

نوٹ: 1 حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی گفتگو کو سمجھنے کے لئے یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ آج کے قدیم زمانے میں بھی ''معبود'' کا تصور صرف مذہبی معنوں تک محدود تھا۔ یعنی یہ کہ اسے پوجا پاٹ اور نذر و نیاز کا حق پہنچتا ہے اور اپنے فوق الفطری غلبہ واقتدار کی وجہ سے اس کا یہ منصب بھی ہے کہ انسان اپنے معاملات میں اس سے دعائیں مانگے۔ لیکن کسی معبود کی یہ حیثیت کہ وہ قانونی اور سیاسی معنوں میں بھی بالا دست ہے اور اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ معاملاتِ دنیا میں وہ جو حکم چاہے دے اور انسانوں کا فرض ہے کہ اس کے امر و نہی کو قانون برتر مان کر اس کے آگے جھک جائیں یہ بات زمین کے فرمانرواؤں نے نہ پہلے کبھی مان کر دی تھی اور نہ آج اسے ماننے کے لیے تیار ہے۔ دنیوی بادشاہوں اور انبیاء علیہم السلام اور ان کی پیروی کرنے والوں کے تصادم کی اصل وجہ یہی رہی ہے انہوں نے فرمانرواؤں سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و بالادستی تسلیم کرانے کی کوشش کی ہے اور فرمانروا اپنی حاکمیت مطلقہ کا دعویٰ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے ہر اس شخص کو باغی اور مجرم قرار دیا جو ان کے سوا کسی اور کو قانون وسیاست کے میدان میں معبود مانے۔

اس تشریح سے فرعون کی اس گفتگو کا صحیح مفہوم سمجھ میں آ سکتا ہے اگر معاملہ صرف پوجا پاٹ کا ہوتا تو فرعون کو اس سے کوئی بحث نہ تھی کہ حضرت موسیٰؑ صرف ایک اللہ رب العالمین کو اس کا مستحق سمجھتے ہیں۔ اگر اس معنی میں حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو توحید فی العبادت کی دعوت دی ہوتی تو اسے غضبناک ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لیکن جس چیز نے اسے غضبناک کر دیا وہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰؑ نے خود کو رب العالمین کے نمائندے کی حیثیت سے پیش کر کے ایک سیاسی حکم (بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کا) اس طرح پہنچایا کہ گویا فرعون ایک ماتحت حاکم ہے اور ایک برتر حاکم کا پیغامبر اس سے اطاعت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اس معنی میں فرعون اپنے اوپر کسی کی سیاسی برتری ماننے کے لیے تیار نہ تھا اور وہ یہ بھی گوارہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس کی رعایا میں سے کوئی فرد اس کے بجائے کسی اور کو حاکم برتر مانے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (38 تا 51)

ض ی ر

(ض) ضَیْرًا نقصان دینا۔ تکلیف پہنچانا۔

ضَیْرٌ اسم ذات بھی ہے نقصان۔ تکلیف۔ زیر مطالعہ آیت۔ 50۔

فَجُمِعَ	السَّحَرَةُ	لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۙ﴿۳۸﴾	وَّقِيْلَ	لِلنَّاسِ
پس جمع کئے گئے	جادگر لوگ	ایک معلوم دن کے طے شدہ وقت کے لیے	اور کہا گیا	لوگوں سے

هَلْ اَنْتُمْ	مُّجْتَمِعُوْنَ ۙ﴿۳۹﴾	لَعَلَّنَا	نَتَّبِعُ	السَّحَرَةَ	اِنْ
کیا تم لوگ	جمع ہونے والے ہو	شاید کہ ہم	پیروی کریں	جادوگروں کی	اگر

كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾	فَلَمَّا	جَآءَ	السَّحَرَةُ	قَالُوْا	لِفِرْعَوْنَ
وہ لوگ ہی غالب ہونے والے ہیں	پھر جب	آئے	جادوگر لوگ	انہوں نے کہا	فرعون سے

أَئِنَّ	لَنَا	لَأَجْرًا	إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾	قَالَ 1396
کیا بیشک (یعنی کیا واقعی)	ہمارے لیے	ضرور کوئی اجر ہے	اگر ہم ہی غالب ہوں	(فرعون نے) کہا

نَعَمْ	وَإِنَّكُمْ	إِذًا	لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾	قَالَ	لَهُمْ	مُّوْسٰى	أَلْقُوْا
ہاں	اور بیشک تم لوگ	تب تو	ضرور قریب کئے ہوئے لوگوں میں ہوگے	کہا	ان سے	موسیٰؑ نے	تم لوگ ڈالو

مَآ	أَنْتُمْ	مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾	فَأَلْقَوْا	حِبَالَهُمْ	وَعِصِيَّهُمْ	وَقَالُوْا
اس چیز کو جو	تم لوگ	ڈالنے والے ہوئے	تو انہوں نے ڈالیں	اپنی رسیاں	اور اپنی لاٹھیاں	اور انہوں نے کہا

بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ	إِنَّا	لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾	فَأَلْقٰى	مُوْسٰى	عَصَاهُ
فرعون کی عزت کی قسم	بیشک	ضرور ہم ہی غالب ہونے والے ہیں	پھر ڈالا	موسیٰؑ نے	اپنا عصا

فَإِذَا	هِيَ	تَلْقَفُ	مَا	يَأْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ ج	فَأُلْقِيَ	السَّحَرَةُ
تو جب ہی	وہ	نگلنے لگا	اس کو جو	وہ لوگ جھوٹی بناوٹ کرتے تھے	پھر ڈال دیئے گئے	جادوگر لوگ

سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لا	قَالُوْا	اٰمَنَّا	بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لا	رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾
سجدہ کرنے والوں کی حالت میں	انہوں نے کہا	ہم ایمان لائے	تمام جہانوں کے رب پر	جو ہارونؑ اور موسیٰؑ کا رب ہے

قَالَ	اٰمَنْتُمْ	لَهُ	قَبْلَ أَنْ	اٰذَنَ	لَكُمْ ج	إِنَّهُ	لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ
(فرعون نے) کہا	تم لوگوں نے بات مان لی	اس کی	اس سے پہلے کہ	میں اجازت دیتا	تم لوگوں کو	بیشک یہ	تم لوگوں کا وہ بڑا ہے جس نے

عَلَّمَكُمُ	السِّحْرَ ج	فَلَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ؕ	لَأُقَطِّعَنَّ	أَيْدِيَكُمْ
سکھایا تم لوگوں کو	جادو کرنا	تو یقیناً عنقریب	تم لوگ جان لوگے	میں لازماً کاٹوں گا	تمہارے ہاتھوں کو

وَأَرْجُلَكُمْ	مِّنْ خِلَافٍ	وَّلَأُصَلِّبَنَّكُمْ	أَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ ج	قَالُوْا
اور تمہارے پیروں کو	مخالف (طرف) سے	اور میں لازماً پھانسی دوں گا تم لوگوں کو	سب کے سب کو	انہوں نے کہا

لَا ضَيْرَ ز	إِنَّآ	إِلٰى رَبِّنَا	مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ ج	إِنَّا	نَطْمَعُ	أَنْ
کسی قسم کی کوئی بھی تکلیف نہیں ہے	بیشک ہم	اپنے رب کی طرف	لوٹنے والے ہیں	بیشک ہم	آرزو کرتے ہیں	کہ

يَّغْفِرَ	لَنَا	رَبُّنَا	خَطٰيٰنَآ	أَنْ	كُنَّآ	أَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾
بخش دے	ہمارے لیے	ہمارا رب	ہماری خطاؤں کو	(اس سبب سے) کہ	ہم ہوئے	ایمان لانے والوں کے پہلے

نوٹ: 1 بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ ۔ یہ کلمہ ان جادوگروں کی قسم ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھی۔ افسوس کہ مسلمانوں میں بھی اب ایسی قسمیں رائج ہوگئی ہیں جو اس سے زیادہ شنیع اور قبیح ہیں مثلاً بادشاہ کی قسم تیرے سر کی قسم میری داڑھی کی قسم تیرے باپ کی قبر کی قسم وغیرہ۔ اس قسم کی قسمیں کھانا شرعاً جائز نہیں ہے بلکہ ان کے متعلق یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ خدا کے نام کی جھوٹی قسم کھانے میں جو گناہِ عظیم ہے ان ناموں کی سچی قسم بھی گناہ میں اس سے کم نہیں۔ (معارف القرآن)

نوٹ:2

آیت نمبر 115 / 7 کے نوٹ۔1۔ میں جادوگروں کے ایمان لانے کا جو پس منظر بیان ہوا ہے اسے دوبارہ پڑھ کر اپنے ذہن میں تازہ کر لیں، پھر لَا ضَيْرَ پر غور کریں جس میں لائے نفیٔ جنس استعمال ہوا ہے تو پھر ان شاء اللہ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ آبا و اجداد کے کسی نظریہ یا عقیدے (Dogma) کی کیفیت انسان کے قلب و ذہن میں ایسی ہی ہوتی ہے جیسے زمین پر پھیلی ہوئی کوئی بیل بوٹی جس کی جڑ زمین میں گہری نہیں ہوتی اور جس کو آسانی سے اکھیڑا جا سکتا ہے۔ لیکن انسان اپنے علم کی بنیاد پر سوچ سمجھ کر جب کوئی نظریہ یا عقیدہ اپناتا ہے تو وہ اس کے قلب و ذہن میں رچ بس جاتا ہے۔ اس کو اکھاڑنا آسان نہیں ہے۔ انسان جان دینا گوارہ کر لیتا ہے لیکن اس سے دستبردار ہونے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک بالکل نئی کیفیت ہے ایک بالکل الگ نشہ ہے۔ یہ نشہ نہیں جیسے تلخیِ ایام کی ترشی اتار دے۔

آیت نمبر (52 تا 68)

ط و د

(ن) طَوْدًا: ثابت قدم ہونا۔ جما ہوا ہونا۔

طَوْدٌ: اسم ذات بھی ہے۔ ٹیلہ۔ پہاڑ کا بڑا ٹکڑا۔ تو دہ۔ زیر مطالعہ آیت ۔٦٣۔

ترجمہ

وَاَوْحَيْنَآ	اِلٰى مُوْسٰٓى	اَنْ اَسْرِ	بِعِبَادِيْٓ	اِنَّكُمْ
اور ہم نے وحی کی	موسیٰؑ کی طرف	کہ آپؑ رات میں لے کر نکلیں	میرے بندوں کو	بیشک تم لوگ

مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٥٢﴾	فَاَرْسَلَ	فِرْعَوْنُ	فِي الْمَدَاۗىِٕنِ	حٰشِرِيْنَ ﴿٥٣﴾	اِنَّ
پیچھا کیے جانے والے ہو	تو بھیجا	فرعون نے	شہروں میں	اکٹھا کرنے والوں کو	بیشک

هٰٓؤُلَاۗءِ	لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿٥٤﴾	وَاِنَّهُمْ	لَنَا	لَغَاۗىِٕظُوْنَ ﴿٥٥﴾
یہ لوگ	یقیناً ایک تھوڑی سی جماعت ہیں	اور بیشک وہ لوگ	ہمارا	یقیناً خون کھولانے والے ہیں

وَاِنَّا	لَجَمِيْعٌ	حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾	فَاَخْرَجْنٰهُمْ	مِّنْ جَنّٰتٍ
اور بیشک ہم	یقیناً سب کے سب	بچاؤ کی تیاری کرنے والے ہیں	پھر ہم نے نکالا ان کو	باغوں سے

وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾	وَّكُنُوْزٍ	وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾	كَذٰلِكَ	وَاَوْرَثْنٰهَا
اور چشموں سے	اور خزانوں سے	اور باعزت مقام سے	اسی طرح	اور ہم نے وارث بنایا ان (چیزوں) کا

بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿٥٩﴾	فَاَتْبَعُوْهُمْ	مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾	فَلَمَّا	تَرَاۗءَ
بنی اسرائیل کو	پھر وہ لوگ پیچھے لگے ان کے	سورج نکلتے ہی	پھر جب	ایک دوسرے کو دیکھا

الْجَمْعٰنِ	قَالَ	اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى	اِنَّا	لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾	قَالَ
دو جماعتوں نے	تو کہا	موسیٰؑ کے ساتھیوں نے	بیشک ہم	یقیناً پکڑے جانے والے ہیں	(موسیٰؑ نے) کہا

كَلَّا	اِنَّ	مَعِيَ	رَبِّيْ	سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾	فَاَوْحَيْنَآ	اِلٰى مُوْسٰٓى
ہرگز نہیں	یقیناً	میرے ساتھ	میرا رب ہے	وہ راہ سمجھائے گا مجھ کو	تو ہم نے وحی کی	موسیٰؑ کی طرف

اَنِ	اضْرِبْ	بِّعَصَاكَ	الْبَحْرَ ط	فَانْفَلَقَ	فَكَانَ	كُلُّ فِرْقٍ	كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ج ﴿٦٣﴾
کہ	آپؑ ماریں	اپنی لاٹھی سے	سمندر کو	پھر وہ پھٹ گیا	تو ہو گیا	ہر ٹکڑا	بڑے تودے کے مانند

وَاَزْلَفْنَا	ثَمَّ	الْاٰخَرِيْنَ ج ﴿٦٤﴾	وَاَنْجَيْنَا	مُوْسٰى	وَمَنْ
اور ہم نے نزدیک کیا	وہیں پر	دوسروں کو	اور ہم نے نجات دی	موسیٰؑ کو	اور ان کو جو

مَّعَهٗٓ	اَجْمَعِيْنَ ج ﴿٦٥﴾	ثُمَّ	اَغْرَقْنَا	الْاٰخَرِيْنَ ط ﴿٦٦﴾
ان کے ساتھ تھے	سب کو	پھر	ہم نے غرق کیا	دوسروں کو

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيَةً ط	وَمَا كَانَ	اَكْثَرُهُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾
بیشک اس میں	یقیناً ایک نشانی ہے	اور نہیں تھے	ان کے اکثر	ایمان لانے والے

وَاِنَّ رَبَّكَ	لَهُوَ الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ع ﴿٦٨﴾
اور بیشک آپؐ کا رب	یقیناً وہی بالادست ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

نوٹ:1 آیت۔51اور52۔کے درمیان سرگزشت کا کچھ حصہ محذوف ہے۔قرآن اور تورات، دونوں کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ اس مقابلہ میں شکست کھانے کے بعد حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے درمیان ایک عرصے تک کشمکش چلتی رہی۔اس دوران میں مصر پر بہت سی آفتیں نازل ہوئیں جن سے ملک تباہی کے کنارے آ لگا۔مجبور ہو کر فرعون نے بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت تو دے دی لیکن جب حضرت موسیٰؑ پوری قوم کو لے کر نکلے تو اس کی رائے بدل گئی اور اس نے ان کے تعاقب کا فیصلہ کیا۔آیت۔52۔میں اسی صورت حال کی طرف اشارہ ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کو بذریعہ وحی ہدایت کر دی تم راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل جاؤ اور ساتھ ہی اس بات سے بھی آگاہ کر دیا اگرچہ فرعون نے تم کو جانے کی اجازت دی ہے لیکن اس کے باوجود تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔(تدبر قرآن)

نوٹ:1 وَاَوْرَثْنٰهَا میں ضمیر مفعولی هَا سے مراد بعینہٖ وہی نعمتیں نہیں ہیں جن سے فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ نے نکالا بلکہ اسی نوع کی وہ نعمتیں ہیں جو بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے کے بعد فلسطین میں حاصل ہوئیں۔چنانچہ الاعراف کی آیت۔137۔میں اس کی تصریح بھی ہے۔اس آیت میں ارض مبارک سے مراد فلسطین ہے۔مصر سے نکلنے اور صحرانوردی کا دور ختم ہونے کے بعد یہی زرخیز علاقہ بنی اسرائیل کے قبضے میں آیا ہے۔مصر کے کسی علاقے پر بنی اسرائیل کا قبضہ تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔

واضح رہے کہ عربی میں ضمیروں کا اس طرح کا استعمال معروف ہے۔قرآن مجید میں اس کی متعدد مثالیں ہیں۔سورۂ مائدہ کی آیت۔۱۰۲۔اس کی نہایت واضح مثال ہے۔اس آیت میں مسلمانوں کو بنی اسرائیل کے سوالات کی نوعیت کے سوالات کرنے سے روکا گیا ہے۔اس میں الفاظ آئے ہیں قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ (پوچھ چکی ہے ان کو ایک قوم تم لوگوں سے پہلے)۔ظاہر ہے کہ یہاں مفعولی ضمیر هَا جن سوالات کے لیے ہے بعینہٖ وہی سوالات بنی اسرائیل نے نہیں کئے تھے بلکہ اسی قبیل کے سوالات کئے تھے۔اسی طرح آیت زیر بحث میں بھی بعینہٖ وہی باغ، چشمے اور خزانے مراد نہیں ہیں جن کا سابق آیت میں ذکر ہے بلکہ اسی نوع کی وہ نعمتیں اور برکتیں مراد ہیں جو بنی اسرائیل کو مصر سے ہجرت کے بعد فلسطین میں حاصل ہوئیں۔ص (تدبر قرآن)

1397

1396

1398

1396

1399

1396

1400

1396

1401

1396

1402

1396

آیت نمبر (69 تا 89)

ترجمہ

وَاتْلُ	عَلَيْهِمْ	نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۝٦٩	اِذْ قَالَ	لِاَبِيْهِ	وَقَوْمِهٖ
اور آپؐ پڑھ کر سنائیے	ان لوگوں کو	ابراہیمؑ کی خبر	جب انہوں نے کہا	اپنے والد سے	اور اپنی قوم سے

مَا	تَعْبُدُوْنَ ۝٧٠	قَالُوْا	نَعْبُدُ	اَصْنَامًا	فَنَظَلُّ	لَهَا
کس کی	تم لوگ عبادت کرتے ہو	ان لوگوں نے کہا	ہم عبادت کرتے ہیں	کچھ مورتیوں کی	پھر ہم ہوجاتے ہیں	ان کے لیے

عٰكِفِيْنَ ۝٧١	قَالَ	هَلْ	يَسْمَعُوْنَكُمْ	اِذْ تَدْعُوْنَ ۝٧٢
اعتکاف کرنے والے	(ابراہیمؑ ے) کہا	کیا	وہ (مورتیاں) سنتی ہیں تم کو	جب تم لوگ پکارتے ہو

اَوْ	يَنْفَعُوْنَكُمْ	اَوْ يَضُرُّوْنَ ۝٧٣	قَالُوْا	بَلْ وَجَدْنَآ	اٰبَآءَنَا
یا	وہ فائدہ دیتی ہیں تم کو	یا وہ نقصان پہنچاتی ہیں	ان لوگوں نے کہا	بلکہ ہم نے پایا	اپنے آباؤاجداد کو

كَذٰلِكَ	يَفْعَلُوْنَ ۝٧٤	قَالَ	اَفَرَءَيْتُمْ	مَّا	كُنْتُمْ	تَعْبُدُوْنَ ۝٧٥
(کہ) اس طرح	وہ لوگ کرتے تھے	(ابراہیمؑ نے) کہا	تو کیا تم لوگوں نے غور کیا	ان پر جن کی	تم لوگ	عبادت کرتے ہو

اَنْتُمْ	وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝٧٦	فَاِنَّهُمْ	عَدُوٌّ	لِّيْٓ	اِلَّا
تم	اور تمہارے اگلے باپ دادا	تو بیشک وہ سب	دشمن ہیں	میرے	سوائے

رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٧٧	الَّذِيْ	خَلَقَنِيْ	فَهُوَ	يَهْدِيْنِ ۝٧٨
تمام جہانوں کے رب کے	وہ جس نے	پیدا کیا مجھ کو	تو وہ ہی	ہدایت دیتا ہے مجھ کو

وَالَّذِيْ	هُوَ	يُطْعِمُنِيْ	وَيَسْقِيْنِ ۝٧٩	وَاِذَا	مَرِضْتُ
اور وہ جو (کہ)	وہ ہی	کھلاتا ہے مجھ کو	اور پلاتا ہے مجھ کو	اور جب کبھی	میں بیمار ہوتا ہوں

فَهُوَ	يَشْفِيْنِ ۝٨٠	وَالَّذِيْ	يُمِيْتُنِيْ	ثُمَّ	يُحْيِيْنِ ۝٨١
تو وہ ہی	شفا دیتا ہے مجھ کو	اور وہ جو	موت دے گا مجھ کو	پھر	وہ زندگی دے گا مجھ کو

وَالَّذِيْٓ	اَطْمَعُ	اَنْ	يَّغْفِرَ	لِيْ	خَطِيْٓـَٔتِيْ	يَوْمَ الدِّيْنِ ۝٨٢
اور وہ جس سے	میں آرزو کرتا ہوں	کہ	وہ بخش دے	میرے لیے	میری خطا کو	بدلے کے دن

رَبِّ	هَبْ	لِيْ	حُكْمًا	وَّاَلْحِقْنِيْ	بِالصّٰلِحِيْنَ ۝٨٣	وَاجْعَلْ
اے میرے رب	تو عطا کر	مجھ کو	فیصلہ کرنے کی طاقت	اور تو ملا دے مجھ کو	نیک لوگوں کے ساتھ	اور تو بنادے

لِّيْ	لِسَانَ صِدْقٍ	فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝٨٤	وَاجْعَلْنِيْ
میرے لیے	سچائی کی زبان	آخری لوگوں میں	اور تو بنادے مجھ کو

مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾	وَاغْفِرْ	لِاَبِيْٓ	اِنَّهٗ	كَانَ 412
سدا بہار باغ کے وارثوں میں سے	اور تو بخش دے	میرے والد کو	بیشک وہ	تھا

مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾	وَلَا تُخْزِنِيْ	يَوْمَ	يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾	يَوْمَ
بھٹک جانے والوں میں سے	اور تو رسوا نہ کرنا مجھ کو	جس دن	لوگ اٹھائے جائیں گے	جس دن

لَا يَنْفَعُ	مَالٌ	وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾	اِلَّا مَنْ	اَتَى	اللّٰهَ	بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾
نفع نہیں دے گا	کوئی مال	اور نہ ہی بیٹے	سوائے اس کے جو	پہنچا	اللہ کے پاس	قلبِ سلیم کے ساتھ

نوٹ:1 آیت۔84 میں لسان سے مراد ذکر ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے خدایا مجھے اپنے پسندیدہ طریقے اور عمدہ نشانیاں عطا فرما جس کی دوسرے لوگ قیامت تک پیروی کریں اور مجھے ذکر خیر سے یاد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول فرمائی۔ آیت۔89 میں قلبِ سلیم سے مراد ایسا دل ہے جس میں شرک وفکر نہ ہو۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (90 تا 104)

ک ب ک ب

(رباعی) كُبْكِبَةٌ الٹا پچھاڑنا۔ گڑھے میں پھینکنا۔ زیر مطالعہ آیت۔94۔

ترجمہ

وَاُزْلِفَتِ	الْجَنَّةُ	لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾	وَبُرِّزَتِ	الْجَحِيْمُ
اور قریب کی جائے گی	جنت	پرہیزگاروں کے لئے	اور سامنے لائی جائے گی	دوزخ

لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾	وَقِيْلَ	لَهُمْ	اَيْنَمَا	كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾
گمراہ ہونے والوں کیلئے	اور کہا جائے گا	ان سے	کہاں ہیں وہ جن کی	تم لوگ عبادت کرتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	هَلْ	يَنْصُرُوْنَكُمْ	اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾	فَكُبْكِبُوْا
اللہ کے علاوہ	کیا	وہ سب مدد کریں گے تمہاری	یا وہ بدلہ لیں گے	پھر پھینکے جائیں گے

فِيْهَا	هُمْ	وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾	وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ	اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾	قَالُوْا
اس میں	وہ سب	اور گمراہ ہونے والے	اور ابلیس کے لشکر	سب کے سب	وہ کہیں گے

وَ	هُمْ	فِيْهَا	يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾	تَاللّٰهِ	اِنْ كُنَّا	لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾
اس حال میں کہ	وہ سب	اس میں	جھگڑتے ہوں گے	اللہ کی قسم	یقیناً ہم تھے	بیشک ایک کھلی گمراہی میں

اِذْ	نُسَوِّيْكُمْ	بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾	وَمَآ اَضَلَّنَآ	اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾
جب	ہم برابر کرتے تھے تم کو	رب العالمین کے	اور گمراہ نہیں کیا ہم کو	مگر مجرموں نے

فَمَا لَنَا	مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾	وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾	فَلَوْ اَنَّ	لَنَا
تو نہیں ہیں ہمارے لیے	کوئی بھی شفاعت کرنے والے	اور نہ کوئی گرمجوش دوست	تو کاش کہ	ہمارے لیے ہوتی

كَرَّةً	فَنَكُوْنَ	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	وَمَا كَانَ 1412
ایک اور باری	نتیجۃً ہم ہوتے	ایمان لانے والوں میں سے	بیشک اس میں	یقیناً ایک نشانی ہے	اور نہیں تھے
اَكْثَرُهُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾	وَاِنَّ رَبَّكَ	لَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾
ان کے اکثر	ایمان لانے والے	اور بیشک آپ کا رب	یقیناً وہی	بالا دست ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

نوٹ:1 آیت۔98۔کی تفسیر میں ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ یعنی ہم تمہارے احکام کی اس طرح اطاعت کرتے رہے جس طرح خداوند عالم کے احکام کی اطاعت کرنی چاہیے تھی۔(منقول از تدبر قرآن)۔ضروری ہے کہ آیت کے اس مفہوم کو ذہن میں رکھ کر ہر شخص اپنے گریبان میں مُنہ ڈالے اور دیکھے کہ موجودہ دور کے تہذیبی تصادم میں وہ کہاں کھڑا ہے اور اس ضمن میں اس کا رویہ قیامت کے دن اس کو کہاں لے جا کے کھڑا کرے گا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ترقی پسندی کے شرک سے اپنی امان میں رکھے اور ہمیں قلبِ سلیم عطا فرمائے۔

نوٹ:2 حضرت ابراہیمؑ کے قصے میں نشانی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ابراہیمؑ کی قوم دنیا سے مٹ گئی اور ایسی مٹ کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہ رہا (حالانکہ اس وقت وہ قوم دنیا کی واحد سپر پاور تھی)۔اس میں سے اگر کسی کو بقا نصیب ہوا تو صرف ابراہیمؑ اور ان کے مبارک فرزندوں (اسماعیلؑ اور اسحاقؑ) کی اولاد ہی کو نصیب ہوا۔قرآن میں اگرچہ اس عذاب کا ذکر نہیں کیا گیا جو حضرت ابراہیمؑ کے نکل جانے کے بعد ان کی قوم پر آیا لیکن سورۃ التوبۃ کی آیت۔70۔میں اس کا شمار معذب قوموں ہی میں کیا گیا ہے۔(تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (105 تا 122)

ش ح ن

(ف) شَحْنًا: کسی چیز کو کسی چیز سے بھرنا۔پُر کرنا۔کسی پر کچھ لادنا۔

مَشْحُوْنٌ: اسم المفعول ہے۔بھرا ہوا۔پُر کیا ہوا لادا ہوا۔زیر مطالعہ آیت۔119۔

ترجمہ

كَذَّبَتْ	قَوْمُ نُوْحِ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾	اِذْ قَالَ	لَهُمْ	اَخُوْهُمْ
جھٹلایا	نوحؑ کی قوم نے	بھیجے ہوؤں (یعنی رسولوں) کو	جب کہا	ان سے	ان کے بھائی

نُوْحٌ	اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾	اِنِّيْ	لَكُمْ	رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾
نوحؑ	کیا تم لوگ تقویٰ اختیار نہیں کرو گے	بیشک میں	تمہارے لیے	ایک امانتدار رسول ہوں

فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾	وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ	مِنْ اَجْرٍ
پس تم لوگ تقویٰ اختیار کرو	اللہ کا	اور اطاعت کرو میری	اور میں نہیں مانگتا تم سے	اس پر	کوئی بھی اجرت

اِنْ	اَجْرِيَ	اِلَّا	عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ
نہیں ہے	میری اجرت	مگر	تمام جہانوں کے رب پر	پس تقویٰ اختیار کرو	اللہ کا

وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾	قَالُوْٓا	اَنُؤْمِنُ لَكَ	وَ	اتَّبَعَكَ
اور اطاعت کرو میری	ان لوگوں نے کہا	کیا ہم مان لیں تیری بات	اس حال میں کہ	تیری پیروی کرتے ہیں

الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾	قَالَ	وَمَا عِلْمِيْ	بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾
حقیر لوگ	(نوحؑ نے) کہا	اور میں کیا جانوں	اس کو جو	یہ لوگ عمل (یعنی پیشہ) کرتے رہتے ہیں

اِنۡ	حِسَابُهُمۡ	اِلَّا	عَلٰى رَبِّىۡ	لَوۡ	تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾
نہیں ہے	ان کا حساب	مگر	میرے رب پر	کاش	تم لوگ شعور رکھتے ہوتے

وَمَاۤ اَنَا	بِطَارِدِ	الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾	اِنۡ اَنَا	اِلَّا	نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۱۵﴾
اور میں نہیں ہوں	دھتکارنے والا	ایمان لانے والوں کو	نہیں ہوں میں	مگر	ایک واضح خبردار کرنے والا

قَالُوۡا	لَئِنۡ	لَّمۡ تَنۡتَهِ	يٰـنُوۡحُ	لَتَكُوۡنَنَّ	مِنَ الۡمَرۡجُوۡمِيۡنَ ﴿۱۱۶﴾
ان لوگوں نے کہا	یقیناً اگر	تو باز نہ آیا	اے نوحؑ	تو لازماً تو ہوجائے گا	سنگسار کئے ہوؤں میں سے

قَالَ	رَبِّ	اِنَّ	قَوۡمِىۡ	كَذَّبُوۡنِ ﴿۱۱۷﴾	فَافۡتَحۡ	بَيۡنِىۡ
(نوحؑ نے) کہا	اے میرے رب	بیشک	میری قوم نے	جھٹلایا مجھ کو	پس تو فیصلہ کردے	میرے درمیان

وَبَيۡنَهُمۡ	فَتۡحًا	وَّنَجِّنِىۡ	وَمَنۡ	مَّعِىَ	مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۸﴾
اور ان کے درمیان	جیسے فیصلہ کرنے کا حق ہے	اور تو نجات دے مجھ کو	اور ان کو جو	میرے ساتھ ہیں	ایمان لانے والوں میں سے

فَاَنۡجَيۡنٰهُ	وَمَنۡ	مَّعَهٗ	فِى الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ ﴿۱۱۹﴾
تو ہم نے نجات دی انؑ کو	اور ان کو بھی جو	انؑ کے ساتھ تھے	بھری ہوئی کشتی میں

ثُمَّ	اَغۡرَقۡنَا	بَعۡدُ	الۡبٰقِيۡنَ ﴿۱۲۰﴾	اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ
پھر	ہم نے غرق کیا	بعد میں	باقی لوگوں کو	بیشک اس میں

لَاٰيَةً	وَمَا كَانَ	اَكۡثَرُهُمۡ	مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۲۱﴾	وَاِنَّ رَبَّكَ
یقیناً ایک نشانی ہے	اور نہیں تھے	ان کے اکثر	ایمان لانے والے	اور بیشک آپ کا رب

لَهُوَ	الۡعَزِيۡزُ	الرَّحِيۡمُ ﴿۱۲۲﴾
یقیناً وہی	بالادست ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

نوٹ:1

آیت۔111۔حضرت نوحؑ پر ایمان نہ لانے کی وجہ ان کی قوم نے یہ بیان کی کہ آپ کے ماننے والے سارے رذیل لوگ ہیں ہم عزت دار شریف ان میں کیسے مل جائیں۔حضرت نوحؑ نے جواب میں فرمایا کہ مجھے ان کے اعمال کا حال معلوم نہیں۔اس میں اشارہ فرمادیا کہ تم لوگ مال و دولت اور عزت وجاہ کو شرافت کی بنیاد سمجھتے ہو یہ غلط ہے۔شرافت ورذالت کا مدار دراصل اعمال واخلاق پر ہے۔تم نے جن پر حکم لگادیا کہ یہ سب رذیل ہیں یہ تمہاری جہالت ہے۔ہم کسی شخص کے اعمال واخلاق کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔اس لیے ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ حقیقتاً کون رذیل ہے اور کون شریف ہے۔(معارف القرآن)۔

آیت نمبر (123 تا 140)

ر ی ع

(ض)　رَيۡعًا　نشوونما پانا۔زیادہ ہونا۔

رِيۡعٌ　بلند جگہ۔ٹیلہ۔زیر مطالعہ آیت۔128۔

ترجمہ

كَذَّبَتْ	عَادُ	الْمُرْسَلِیْنَ ۝١٢٣	اِذْ قَالَ	لَهُمْ	اَخُوْهُمْ	هُوْدٌ
جھٹلایا	عاد نے	بھیجے ہوؤں کو	جب کہا	ان سے	ان کے بھائی	ھودؑ نے

اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝١٢٤	اِنِّیْ	لَكُمْ	رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝١٢٥	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ
کیا تم لوگ تقوٰی اختیار نہیں کرو گے	بیشک میں	تمہارے لیے	ایک امانتدار رسول ہوں	پس تقوٰی اختیار کرو	اللہ کا

وَاَطِیْعُوْنِ ۝١٢٦	وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَیْهِ	مِنْ اَجْرٍ	اِنْ اَجْرِیَ	اِلَّا
اور اطاعت کرو میری	اور میں نہیں مانگتا تم لوگوں سے	اس پر	کوئی بھی اجرت	نہیں ہے میری اجرت	مگر

عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝١٢٧	اَتَبْنُوْنَ	بِكُلِّ رِیْعٍ	اٰیَةً	تَعْبَثُوْنَ ۝١٢٨
تمام جہانوں کے رب پر	کیا تم لوگ تعمیر کرتے ہو	ہر ٹیلے پر	کوئی نشان	(پھر) مذاق کرتے ہو (راہگیروں سے)

وَتَتَّخِذُوْنَ	مَصَانِعَ	لَعَلَّكُمْ	تَخْلُدُوْنَ ۝١٢٩	وَاِذَا	بَطَشْتُمْ
اور تم لوگ بناتے ہو	محلات	شاید کہ تم لوگ	ہمیشہ رہو گے	اور جب کبھی	تم لوگ گرفت کرتے ہو

بَطَشْتُمْ	جَبَّارِیْنَ ۝١٣٠	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَطِیْعُوْنِ ۝١٣١	وَاتَّقُوا
تو گرفت کرتے ہو	انتہائی جبر کرنے والے ہوتے ہوئے	پس تقوٰی اختیار کرو	اللہ کا	اور اطاعت کرو میری	اور تقوٰی اختیار کرو

الَّذِیْٓ	اَمَدَّكُمْ	بِمَا	تَعْلَمُوْنَ ۝١٣٢	اَمَدَّكُمْ	بِاَنْعَامٍ	وَّبَنِیْنَ ۝١٣٣
اس کا جس نے	مدد پہنچائی تم کو	اس چیز سے جس کو	تم لوگ جانتے ہو	اس نے مدد پہنچائی تم کو	چوپایوں سے	اور بیٹوں سے

وَجَنّٰتٍ	وَّعُیُوْنٍ ۝١٣٤	اِنِّیْٓ	اَخَافُ	عَلَیْكُمْ	عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝١٣٥
اور باغوں سے	اور چشموں سے	بیشک میں	ڈرتا ہوں	تم لوگوں پر	ایک عظیم دن کے عذاب سے

قَالُوْا	سَوَآءٌ	عَلَیْنَآ	اَ	وَعَظْتَ	اَمْ	لَمْ تَكُنْ	مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ۝١٣٦
ان لوگوں نے کہا	برابر ہے	ہم پر	خواہ	آپؐ واعظ کریں	یا	آپؐ نہ ہوں	وعظ کرنے والوں میں سے

اِنْ هٰذَآ	اِلَّا	خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ۝١٣٧	وَمَا نَحْنُ	بِمُعَذَّبِیْنَ ۝١٣٨
نہیں ہے یہ	مگر	پہلے لوگوں کے طریقے	اور ہم نہیں ہیں	عذاب دیے جانے والے

فَكَذَّبُوْهُ	فَاَهْلَكْنٰهُمْ	اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً	وَمَا كَانَ	اَكْثَرُهُمْ
پھر انہوں نے جھٹلایا اس کو	تو ہم نے ہلاک کیا ان کو	بیشک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے	اور نہیں تھے	ان کے اکثر

مُّؤْمِنِیْنَ ۝١٣٩	وَاِنَّ رَبَّكَ	لَهُوَ	الْعَزِیْزُ	الرَّحِیْمُ ۝١٤٠
ایمان لانے والے	اور بیشک آپؐ کا رب	یقیناً وہی	بالادست ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

نوٹ:1

آیت۔128۔ کی تفسیر میں ایک رائے یہ ہے کہ یہ لوگ سرراہ بلند جگہوں پر بارہ دری یا اسی قسم کی دیگر تعمیرات کرتے تھے۔ پھر وہاں بیٹھ کر راہ چلنے والوں سے تمسخر کرتے اور انہیں پریشان کرتے تھے۔ (تفسیر نعیمی)۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ بلند جگہوں پر ایسی یادگاریں تعمیر کرتے تھے جن میں کسی کو افادیت نہیں ہوتی تھی جن کا مقصد دولت کی نمائش کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر(141 تا 159)

ف ر ہ

(س) فَرِحَ — خوش ہونا۔اکڑنا۔اترانا۔

فَارِہٌ — خوش ہونے والا۔اترانے والا۔زیر مطالعہ آیت۔149۔

ترجمہ

كَذَّبَتْ	ثَمُوْدُ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾	اِذْ قَالَ	لَهُمْ	اَخُوْهُمْ	صٰلِحٌ
جھٹلایا	ثمود نے	بھیجے ہوؤں کو	جب کہا	ان سے	ان کے بھائی	صالح نے

اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾	اِنِّيْ	لَكُمْ	رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾
کیا تم لوگ تقویٰ اختیار نہیں کرو گے	بیشک میں	تمہارے لیے	ایک امانتدار رسول ہوں

فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾	وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ
پس تم لوگ تقویٰ اختیار کرو	اللہ کا	اور اطاعت کرو میری	اور میں نہیں مانگتا تم لوگوں سے	اس پر

مِنْ اَجْرٍ	اِنْ اَجْرِيَ	اِلَّا	عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾	اَتُتْرَكُوْنَ
کوئی بھی اجرت	نہیں ہے میری اجرت	مگر	تمام جہانوں کے رب پر	کیا تم لوگ چھوڑ دیئے جاؤ گے

فِيْ مَا	هٰهُنَآ	اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾	فِيْ جَنّٰتٍ	وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾	وَّزُرُوْعٍ
اس میں جو	یہاں ہے	امن والے ہوتے ہوئے	باغوں میں	اور چشموں میں	اور کھیتیوں میں

وَّنَخْلٍ	طَلْعُهَا	هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾	وَتَنْحِتُوْنَ	مِنَ الْجِبَالِ	بُيُوْتًا
اور کھجوروں میں	جس کی کونپل	نرم وملائم ہوتی ہے	اور تم لوگ تراشتے ہو	پہاڑوں سے	کچھ گھر

فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾	وَلَا تُطِيْعُوْٓا
اترانے والے ہوتے ہوئے	پس تقویٰ اختیار کرو	اللہ کا	اور اطاعت کرو میری	اور اطاعت مت کرو

اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾	الَّذِيْنَ	يُفْسِدُوْنَ	فِي الْاَرْضِ
حد سے گزرنے والوں کے حکم کی	وہ لوگ جو	نظم بگاڑتے ہیں	زمین میں

وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾	قَالُوْٓا	اِنَّمَآ	اَنْتَ	مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾
اور وہ لوگ اصلاح نہیں کرتے	ان لوگوں نے کہا	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	تو	جادو کئے ہوئے لوگوں میں سے ہے

مَآ اَنْتَ	اِلَّا	بَشَرٌ	مِّثْلُنَا	فَاْتِ	بِاٰيَةٍ	اِنْ كُنْتَ
تو نہیں ہے	مگر	ایک بشر	ہمارے جیسا	پس تو لا	کوئی نشانی	اگر تو ہے

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾	قَالَ	هٰذِهٖ	نَاقَةٌ	لَّهَا	شِرْبٌ
سچ کہنے والوں میں سے	(صالحؑ نے) کہا	یہ	ایک اونٹنی ہے	اس کے لیے	پینے کی ایک باری

وَلَكُمْ	شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾	وَلَا تَمَسُّوْهَا	بِسُوْٓءٍ	فَيَاْخُذَكُمْ 1412
اور تمہارے لیے ہے	ایک معلوم دن کی پینے کی باری	اور تم لوگ مت چھونا اس کو	کسی برائی سے	ورنہ پکڑے گا تم کو

عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾	فَعَقَرُوْهَا	فَاَصْبَحُوْا	نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾
ایک عظیم دن کا عذاب	پھر انہوں نے ٹانگیں کاٹیں اس کی	نتیجۃً وہ ہو گئے	پچھتانے والے

فَاَخَذَهُمُ	الْعَذَابُ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	وَمَا كَانَ
تو پکڑا ان کو	عذاب نے	بیشک اس میں	یقیناً ایک نشانی ہے	اور نہیں تھے

اَكْثَرُهُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾	وَاِنَّ رَبَّكَ	لَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾
ان کے اکثر	ایمان لانے والے	اور بیشک آپؐ کا رب	یقیناً وہی	بالادست ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

نوٹ:1 آیت۔157 میں عَقَرُوْا اور اَصْبَحُوْا جمع کے صیغے ہیں۔ اگرچہ یہ کام ایک ہی شخص نے کیا تھا لیکن جمع کے صیغے استعمال کر کے قرآن نے اسے پوری قوم کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی شرارت پر دوسرے لوگ راضی ہوں اور اس کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس جرم کے ارتکاب میں سب شریک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے نتیجے میں جو عذاب آیا وہ سب پر آیا۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (160 تا 175)

ق ل و

(ن) قَلَوًا کسی سے بغض رکھنا۔ بیزار ہونا۔ ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿۳﴾﴾ (93/الضحیٰ:3) ''نہیں چھوڑا آپؐ کو آپؐ کے رب نے اور نہ وہ بیزار ہوا۔''

ترجمہ

كَذَّبَتْ	قَوْمُ لُوْطِ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾	اِذْ قَالَ	لَهُمْ	اَخُوْهُمْ	لُوْطٌ
جھٹلایا	لوطؑ کی قوم نے	بھیجے ہوؤں کو	جب کہا	ان سے	ان کے بھائی	لوطؑ نے

اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾	اِنِّيْ	لَكُمْ	رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ
کیا تم لوگ تقویٰ اختیار نہیں کرو گے	بیشک میں	تمہارے لیے	ایک امانتدار رسول ہوں	پس تقویٰ اختیار کرو	اللہ کا

وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾	وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ	مِنْ اَجْرٍ	اِنْ اَجْرِيَ	اِلَّا
اور اطاعت کرو میری	اور میں نہیں مانگتا تم سے	اس پر	کوئی بھی اجرت	نہیں ہے میری اجرت	مگر

عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾	اَتَاْتُوْنَ	الذُّكْرَانَ	مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾
تمام جہانوں کے رب پر	کیا تم لوگ آتے ہو	مردوں کے پاس	تمام جہانوں میں سے

وَتَذَرُوْنَ	مَا	خَلَقَ	لَكُمْ	رَبُّكُمْ	مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ	بَلْ اَنْتُمْ
اور چھوڑتے ہو	اس کو جو	پیدا کیا	تمہارے لیے	تمہارے رب نے	تمہاری بیویوں میں سے	کیا تم لوگ

قَوۡمٌ عٰدُوۡنَ ﴿۱۶۶﴾	قَالُوۡا	لَئِنۡ	لَّمۡ تَنۡتَهِ	يٰلُوۡطُ	لَتَكُوۡنَنَّ 1412
حد سے بڑھنے والی قوم ہو	ان لوگوں نے کہا	بیشک اگر	تو باز نہ آیا	اے لوطؑ	تو لازماً تو ہو جائے گا

مِنَ الۡمُخۡرَجِيۡنَ ﴿۱۶۷﴾	قَالَ	اِنِّىۡ	لِعَمَلِكُمۡ	مِّنَ الۡقَالِيۡنَ ﴿۱۶۸﴾ؕ
نکالے جانے والوں میں سے	(نوحؑ نے) کہا	بیشک میں	تمہارے عمل کے لیے	بغض رکھنے والوں میں سے ہوں

رَبِّ	نَجِّنِىۡ	وَاَهۡلِىۡ	مِمَّا	يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾	فَنَجَّيۡنٰهُ
اے میرے رب	تو نجات دے مجھ کو	اور میرے گھر والوں کو	اس سے جو	یہ لوگ کرتے ہیں	تو ہم نے نجات دی انؑ کو

وَاَهۡلَهٗۤ	اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۱۷۰﴾ۙ	اِلَّا عَجُوۡزًا	فِى الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۱۷۱﴾ۚ	ثُمَّ
اور انؑ کے گھر والوں کو	سب کو	سوائے ایک بڑھیا کے	پیچھے رہ جانے والوں میں	پھر

دَمَّرۡنَا	الۡاٰخَرِيۡنَ ﴿۱۷۲﴾ۚ	وَاَمۡطَرۡنَا	عَلَيۡهِمۡ	مَّطَرًا ۚ	فَسَآءَ
ہم نے ہلاک کیا	دوسروں کو	اور ہم نے برسائی	ان پر	ایک برسنے والی چیز	تو بُرا تھا

مَطَرُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ﴿۱۷۳﴾	اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ	لَاٰيَةً ؕ	وَمَا كَانَ	اَكۡثَرُهُمۡ
خبردار کئے ہوؤں کا برساؤ	بیشک اس میں	یقیناً ایک نشانی ہے	اور نہیں تھے	ان کے اکثر

مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۷۴﴾	وَاِنَّ رَبَّكَ	لَهُوَ	الۡعَزِيۡزُ	الرَّحِيۡمُ ﴿۱۷۵﴾ ع
ایمان لانے والے	اور بیشک آپؐ کا رب	یقیناً وہی	بالادست ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

نوٹ: 1 بحیرہ مردار کے جنوب میں جو علاقہ آج انتہائی ویران اور سنسان حالت میں پڑا ہے اس میں بکثرت پرانی بستیوں کے کھنڈروں کی موجودگی پتہ دیتی ہے کہ یہ کسی زمانے میں نہایت آباد علاقہ رہا تھا۔ آج وہاں سینکڑوں برباد شدہ بستیوں کے آثار ملتے ہیں۔ آثار قدیمہ کے ماہرین کا اندازہ ہے کہ اس علاقے کی آبادی کی خوشحالی کا دور 2300 قبل مسیح سے 1900 قبل مسیح تک رہا ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے متعلق مؤرخین کا اندازہ یہ ہے کہ وہ دو ہزار برس قبل مسیح کے زمانے میں گزرے ہیں۔ اس لحاظ سے آثار کی شہادت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ یہ علاقہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بھتیجے حضرت لوطؑ کے عہد ہی میں برباد ہوا ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (176 تا 191)

كَذَّبَ	اَصۡحٰبُ لۡئَيۡكَةِ	الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۷۶﴾ۚۖ	اِذۡ قَالَ	لَهُمۡ	شُعَيۡبٌ
جھٹلایا	گھنے درخت والوں نے	بھیجے ہوؤں کو	جب کہا	ان سے	شعیبؑ نے

اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾ۚ	اِنِّىۡ لَـكُمۡ	رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ﴿۱۷۸﴾ۙ	فَاتَّقُوا
کیا تم لوگ تقویٰ اختیار نہیں کرو گے	بیشک میں تمہارے لیے	ایک امانتدار رسول ہوں	تو تقویٰ اختیار کرو

اللّٰهَ	وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿۱۷۹﴾ۚ	وَمَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ	عَلَيۡهِ	مِنۡ اَجۡرٍ ۚ
اللہ کا	اور اطاعت کرو میری	اور میں نہیں مانگتا تم سے	اس پر	کوئی بھی اجرت

اِنۡ اَجۡرِیَ	اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۱۸۰	اَوۡفُوا	الۡکَیۡلَ	وَلَا تَکُوۡنُوۡا 1412
نہیں ہے میری اجرت	مگر تمام جہانوں کے رب پر	تم لوگ پورا بھرو	پیمانے کو	اور تم لوگ مت ہو

مِنَ الۡمُخۡسِرِیۡنَ ۱۸۱	وَ	زِنُوۡا	بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ۱۸۲	وَلَا تَبۡخَسُوا
خسارہ دینے والوں میں سے	اور	تم لوگ وزن کرو	سیدھی ترازو سے	اور حق سے کم مت دو

النَّاسَ	اَشۡیَآءَہُمۡ	وَلَا تَعۡثَوۡا	فِی الۡاَرۡضِ	مُفۡسِدِیۡنَ ۱۸۳
لوگوں کو	ان کی چیزیں	اور انتشار مت پھیلاؤ	زمین میں	نظم بگاڑنے والے ہوتے ہوئے

وَاتَّقُوا	الَّذِیۡ	خَلَقَکُمۡ	وَالۡجِبِلَّۃَ الۡاَوَّلِیۡنَ ۱۸۴	قَالُوۡۤا	اِنَّمَاۤ
اور تم لوگ تقوٰی اختیار کرو	اس کا جس نے	پیدا کیا تم لوگوں کو	اور پہلی خلقت کو	ان لوگوں نے کہا	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ

اَنۡتَ	مِنَ الۡمُسَحَّرِیۡنَ ۱۸۵	وَمَاۤ اَنۡتَ	اِلَّا بَشَرٌ	مِّثۡلُنَا	وَاِنۡ
تو	جادو کئے ہوؤں میں سے ہے	اور تو نہیں ہے	مگر ایک بشر	ہمارے جیسا	اور بیشک

نَّظُنُّکَ	لَمِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ۱۸۶	فَاَسۡقِطۡ	عَلَیۡنَا	کِسَفًا	مِّنَ السَّمَآءِ
ہم گمان کرتے ہیں تجھ کو	یقیناً جھوٹ کہنے والوں میں سے	پس تو گرا	ہم پر	کوئی ٹکڑا	آسمان سے

اِنۡ کُنۡتَ	مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ۱۸۷	قَالَ	رَبِّیۡۤ	اَعۡلَمُ	بِمَا
اگر تو ہے	سچ کہنے والوں میں سے	(شعیبؑ نے) کہا	میرا رب	سب سے زیادہ جاننے والا ہے	اس کو جو

تَعۡمَلُوۡنَ ۱۸۸	فَکَذَّبُوۡہُ	فَاَخَذَہُمۡ	عَذَابُ یَوۡمِ الظُّلَّۃِ	اِنَّہٗ
تم لوگ کرتے ہو	پھر ان لوگوں نے جھٹلایا انؑ کو	تو پکڑا ان لوگوں کو	سائبان کے دن کے عذاب نے	حقیقت یہ ہے کہ

کَانَ	عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۱۸۹	اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ	لَاٰیَۃً	وَمَا کَانَ
وہ تھا	ایک عظیم دن کا عذاب	بیشک اس میں	یقیناً ایک نشانی ہے	اور نہیں تھے

اَکۡثَرُہُمۡ	مُّؤۡمِنِیۡنَ ۱۹۰	وَاِنَّ رَبَّکَ	لَہُوَ	الۡعَزِیۡزُ	الرَّحِیۡمُ ۱۹۱
ان کے اکثر	ایمان لانے والے	اور بیشک آپؐ کا رب	یقیناً وہی	بالادست ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

نوٹ:1 وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَہُمۡ کی ایک صورت اشیاء میں ملاوٹ بھی ہے کہ کوئی شخص گندم میں جو، گھی میں چربی اور دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرے۔ اس طرح وہ بظاہر خریدار کو وزن یا پیمانہ کے اعتبار سے تو چیز پوری کر دیتا ہے لیکن اس کے اندر اصل شے کم ہوتی ہے۔

(تدبر قرآن)

آیت نمبر (196 تا 212)

وَاِنَّہٗ	لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۱۹۲	نَزَلَ بِہِ	الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ۱۹۳
اور بیشک یہ (قرآن)	یقیناً تمام جہانوں کے رب کا اتارنا ہے	اتارا اس کو	روح الامین نے

عَلٰى قَلْبِكَ	لِتَكُوْنَ	مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾	بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾	وَاِنَّهٗ 412
آپ کے دل پر	تاکہ آپ ہو جائیں	خبردار کرنے والوں میں سے	واضح عربی زبان میں	اور بیشک یہ

لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾	اَوَ	لَمْ يَكُنْ	لَّهُمْ	اٰيَةً	اَنْ	يَّعْلَمَهٗ
یقیناً پہلوں کے صحیفوں میں ہے	اور کیا	ہوئی ہی نہیں	ان کے لئے	کوئی نشانی	(اس میں) کہ	علم رکھتے ہیں اس کا

عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾	وَلَوْ	نَزَّلْنٰهُ	عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾
بنی اسرائیل کے عالم لوگ	اور اگر	ہم اتارتے اس کو	غیر عربی لوگوں کے کسی پر

فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ	مَّا كَانُوْا	بِهٖ	مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾	كَذٰلِكَ	سَلَكْنٰهُ
پھر وہ اسے پڑھ کر سناتا ان لوگوں کو	تو وہ نہ ہوتے	اس پر	ایمان لانے والے	اس طرح	ہم نے ڈالا اس (انکار) کو

فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾	لَا يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ	حَتّٰى	يَرَوُا
جرم کرنے والوں کے دلوں میں	وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے	اس پر	یہاں تک کہ	وہ دیکھیں

الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾	فَيَاْتِيَهُمْ	بَغْتَةً	وَّهُمْ	لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾	فَيَقُوْلُوْا
دردناک عذاب کو	نتیجتاً وہ پہنچے گا ان کے پاس	اچانک	اس حال میں کہ وہ	شعور نہ رکھتے ہوں گے	نتیجتاً وہ کہیں گے

هَلْ نَحْنُ	مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾	اَفَبِعَذَابِنَا	يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾	اَفَرَءَيْتَ
کیا ہم	مہلت دیئے ہوئے ہوں گے	تو کیا ہمارے عذاب کی	یہ لوگ جلدی مچاتے ہیں	تو کیا آپ نے غور کیا

اِنْ	مَّتَّعْنٰهُمْ	سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾	ثُمَّ جَآءَهُمْ	مَّا	كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾
اگر	ہم فائدہ اٹھانے دیں ان کو	سالوں (تک)	پھر آئے ان کے پاس	وہ جو	ان سے وعدہ کیا گیا تھا

مَآ اَغْنٰى	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾	وَمَآ اَهْلَكْنَا	مِنْ قَرْيَةٍ
تو کام نہیں آئے گا	ان کے	وہ جو	یہ لوگ فائدہ اٹھانے دیئے گئے تھے	اور ہم نے نہیں ہلاک کیا	کسی بھی بستی کو

اِلَّا	لَهَا	مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾	ذِكْرٰى	وَمَا كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾
مگر (یہ کہ)	ان کے لئے	خبردار کرنے والے تھے	نصیحت کے لئے	اور ہم نہیں ہیں	ظلم کرنے والے

وَمَا تَنَزَّلَتْ	بِهِ	الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾	وَمَا يَنْۢبَغِيْ	لَهُمْ
اور نہیں اترتے	اس (قرآن) کے ساتھ	شیاطین	اور یہ لائق نہیں ہوتا ہے	ان کے لئے

وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾	اِنَّهُمْ	عَنِ السَّمْعِ	لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾
اور نہ وہ استطاعت رکھتے ہیں (اس کی)	بیشک وہ جب	سننے سے	الگ کئے ہوئے ہیں

نوٹ:1 وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ۔ یہ قرآن کے حق میں سابق صحیفوں کی شہادت کا حوالہ ہے کہ اس کی پیشین گوئی انبیاء سابقین کے صحیفوں میں موجود ہے۔ آیت کا یہ مفہوم نہایت واضح ہے۔ لیکن معلوم نہیں کس طرح بعض فقہاء کی طرف یہ بات منسوب کی گئی

ہے کہ انہوں نے اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ قرآن کسی عجمی زبان میں بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ یہ بات کسی طرح ہماری 1412 سمجھ میں نہیں آئی۔ کسی دوسری زبان میں اگر قرآن کو منتقل کیا جائے تو وہ قرآن نہیں ہوگا بلکہ اس کا ترجمہ ہوگا اور ترجمہ اور اصل میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ پورے قرآن کو تو درکنار قرآن کی کسی ایک سورہ بلکہ ایک آیت کے ترجمہ کو قرآن کی سورہ یا اس کی آیت کا قائم مقام قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ہمارے نزدیک اس آیت سے یہ استنباط بالکل بے جوڑ اور بجائے خود بالکل غلط بلکہ دین کے لئے ایک شدید فتنہ ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ جن فقہا کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے، کسی غلط فہمی کی بنا پر منسوب کی گئی ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ: 2 یہ آیت منجملہ ان دلائل کے ہے جو اس رائے کے حق میں پیش کیے جاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھ لے تو نماز ہو جاتی ہے۔ بنائے استدلال علامہ ابوبکر جصّاص کے الفاظ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں ارشاد فرما رہا ہے کہ یہ قرآن پچھلی کتابوں میں بھی تھا اور ظاہر ہے کہ ان کتابوں میں وہ عربی الفاظ کے ساتھ نہ تھا۔ لہٰذا کسی دوسری زبان میں اس کے مضامین کو نقل کر دینا اسے قرآن ہونے سے خارج نہیں کر دیتا۔ لیکن اس استدلال کی کمزوری بالکل ظاہر ہے، قرآن مجید ہو یا کوئی دوسری آسمانی کتاب ہر کتاب جس زبان میں بھی آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معنی اور لفظ دونوں کے ساتھ آئی ہے۔ اس لیے قرآن کی تعلیم جن پچھلی کتابوں میں تھی، انسانی لفظ میں نہیں، خدائی الفاظ ہی میں تھی اور ان میں سے کسی کے ترجمہ کو بھی کتاب اللہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اصل کا قائم مقام ٹھہرایا جاسکے۔ رہا قرآن تو اس کے متعلق بار بار صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ وہ لفظاً لفظاً عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ مثلاً یوسف۔ 2 الرعد۔ 37 الزمر۔ 28۔ اور خود اسی آیت زیر بحث سے پہلے فرمایا جاچکا ہے کہ روح الامین اسے عربی زبان میں لے کر اترے۔ اب اس کے متعلق یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس کا کوئی ترجمہ جو کسی انسان نے دوسری زبان میں کیا ہو وہ بھی قرآن ہی ہوگا اور اس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے الفاظ کے قائم مقام ہوں گے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (213 تا 227)

ھ ی م

(ض)

هَيْمًا: (1) پیاسا ہونا۔ (2) آوارہ پھرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 225۔

هَائِمٌ: ج هِيْمٌ۔ فَائِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ پیاسا ﴿فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿٥٥﴾﴾ (56/الواقعہ:55) ’’پھر پینے والے ہیں پیاسوں کا پینا۔

ترجمہ

فَلَا تَدْعُ	مَعَ اللّٰهِ	اِلٰهًا اٰخَرَ	فَتَكُوْنَ	مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾
پس آپؐ مت پکاریں	اللہ کے ساتھ	کسی دوسرے اِلٰہ کو	ورنہ آپؐ ہوجائیں گے	عذاب دیئے ہوؤں میں سے

وَاَنْذِرْ	عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾	وَاخْفِضْ	جَنَاحَكَ	لِمَنِ
اور آپؐ خبردار کریں	اپنے قریبی رشتہ داروں کو	اور آپؐ نیچا رکھیں	اپنے پہلو کو	اس کے لیے جس نے

اتَّبَعَكَ	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾	فَاِنْ	عَصَوْكَ	فَقُلْ	اِنِّيْ	بَرِيْۗءٌ
پیروی کی آپؐ کی	ایمان لانے والوں میں سے	پھر اگر	وہ لوگ نافرمانی کریں آپؐ کی	تو آپؐ کہہ دیجئے	کہ میں	بری ہوں

مِّمَّا	تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾	وَتَوَكَّلْ	عَلَى الْعَزِيْزِ	الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾	الَّذِيْ	يَرٰىكَ
اس سے جو	تم لوگ کرتے ہو	اور آپؐ بھروسہ کریں	بالادست پر	ہمیشہ رحم کرنے والے پر	وہ جو	دیکھتا ہے آپؐ کو

سِجِيْنَ تَقُوْمُ ۙ۲۱۸	وَتَقَلُّبَكَ	فِي السّٰجِدِيْنَ ۲۱۹	اِنَّهٗ	هُوَ السَّمِيْعُ
جب آپؐ قیام کرتے ہیں	اور آپؐ کے پھرنے کو	سجدہ کرنے والوں میں	حقیقت یہ ہے کہ	وہ ہی سننے والا ہے

الْعَلِيْمُ ۲۲۰	هَلْ اُنَبِّئُكُمْ	عَلٰى مَنْ	تَنَزَّلُ	الشَّيٰطِيْنُ ۲۲۱ ط
جاننے والا ہے	کیا میں خبر دوں تم لوگوں کو	اس کی جس پر	اترتے ہیں	شیاطین

تَنَزَّلُ	عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ	اَثِيْمٍ ۙ۲۲۲	يُّلْقُوْنَ	السَّمْعَ	وَ
وہ اترتے ہیں	ہر ایک بہتان باز پر	گنہگار پر	وہ لا ڈالتے ہیں	سنی ہوئی (بات) کو	اس حال میں کہ

اَكْثَرُهُمْ	كٰذِبُوْنَ ۲۲۳ ط	وَالشُّعَرَاۗءُ	يَتَّبِعُهُمُ	الْغَاوٗنَ ۲۲۴ ط
ان کے اکثر	جھوٹ کہنے والے ہوتے ہیں	اور شاعر لوگ!	پیروی کرتے ہیں ان کی	گمراہ لوگ

اَلَمْ تَرَ	اَنَّهُمْ	فِيْ كُلِّ وَادٍ	يَّهِيْمُوْنَ ۙ۲۲۵	وَاَنَّهُمْ	يَقُوْلُوْنَ
کیا آپؐ نے غور نہیں کیا	کہ وہ لوگ	ہر ایک وادی میں	آوارہ پھرتے ہیں	اور یہ کہ وہ	کہتے ہیں

مَا	لَا يَفْعَلُوْنَ ۙ۲۲۶	اِلَّا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
وہ جو	وہ کرتے نہیں	سوائے ان کے جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے

الصّٰلِحٰتِ	وَذَكَرُوا	اللّٰهَ	كَثِيْرًا	وَّانْتَصَرُوْا	مِنْۢ بَعْدِ مَا
نیکیوں کے	اور یاد کیا	اللہ کو	کثرت سے	اور انہوں نے بدلہ لیا	اس کے بعد کہ جو

ظُلِمُوْا ط	وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْٓا	اَيَّ مُنْقَلَبٍ	يَّنْقَلِبُوْنَ ۲۲۷ ع
ان پر ظلم کیا گیا	اور وہ لوگ جان لیں گے جنہوں نے	ظلم کیا	کون سی پلٹنے کی جگہ	وہ لوگ پلٹیں گے

نوٹ:1

آیت۔213۔ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ معاذ اللہ نبی ﷺ سے شرک کا کوئی خطرہ تھا اور اس بنا پر آپؐ کو اس سے روکا گیا۔ دراصل اس سے مقصود کفار و مشرکین کو وارننگ دینا ہے۔ کلام کا مدعا یہ ہے کہ حق کے معاملہ میں کسی کے ساتھ رو رعایت کا کوئی کام نہیں۔ خدا کو سب سے بڑھ کر اپنی مخلوق میں کوئی عزیز و محبوب ہو سکتا ہے تو وہ اس کا رسول پاک ہے۔ لیکن بالفرض وہ بھی بندگی کی راہ سے ہٹ جائے اور خدائے واحد کے سوا کسی اور کو معبود کی حیثیت سے پکار بیٹھے تو وہ بھی پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ اس معاملہ میں جب خود محمد ﷺ کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہیں تو اور کون ہے جو خدا کی خدائی میں کسی اور کو شریک ٹھہرانے کے بعد یہ امید کر سکتا ہو کہ خود بچ نکلے گا یا کسی کے بچانے سے بچ جائے گا۔

(تفہیم القرآن)

نوٹ:2

آیت۔215۔216 سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت قریش اور آس پاس کے اہل عرب میں کچھ ایسے بھی تھے جو رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے قائل ہو گئے تھے مگر انہوں نے عملاً آپؐ کی پیروی اختیار نہ کی تھی۔ بلکہ وہ بدستور اپنی گمراہ سوسائٹی میں اسی طرح کی زندگی بسر کر رہے تھے جیسی دوسرے کفار کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے ماننے والوں کو ان سے الگ قرار دیا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد آپؐ کا اتباع بھی اختیار کیا، تواضع برتنے کا حکم صرف اسی دوسرے گروہ کے لیے تھا۔ باقی رہے وہ لوگ جو حضورؐ کی

فرمانبرداری سے منہ موڑے ہوئے تھے، جن میں آپؐ کی صداقت کو ماننے والے بھی شامل تھے اور آپؐ کا انکار کرنے والے بھی، ان کے متعلق حضورؐ کو ہدایت کی گئی کہ ان سے بے تعلقی کا اظہار کردو۔ (تفہیم القرآن)۔

مورخہ ۱۹/ رجب ۱۴۲۸ھ

بمطابق ۴/ اگست ۲۰۰۷ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ النمل (27)

آیت نمبر (1 تا 6)

ترجمہ

طٰسٓ قف	تِلۡكَ	اٰيٰتُ الۡقُرۡاٰنِ	وَكِتَابٍ مُّبِيۡنٍ ۙ①	هُدًى	وَّبُشۡرٰى
-	یہ	قرآن کی آیتیں ہیں	اور ایک واضح کتاب کی	ہدایت ہوتے ہوئے	اور بشارت ہوتے ہوئے

لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ②	الَّذِيۡنَ	يُقِيۡمُوۡنَ	الصَّلٰوةَ	وَيُؤۡتُوۡنَ	الزَّكٰوةَ	وَهُمۡ
ایمان لانے والوں کے لیے	وہ لوگ جو	قائم کرتے ہیں	نماز کو	اور پہنچاتے ہیں	زکوٰۃ کو	اور وہ

بِالۡاٰخِرَةِ	هُمۡ	يُوۡقِنُوۡنَ ③	اِنَّ الَّذِيۡنَ	لَا يُؤۡمِنُوۡنَ	بِالۡاٰخِرَةِ	زَيَّنَّا
آخرت پر	وہ ہی	یقین رکھتے ہیں	بیشک جو لوگ	ایمان نہیں لاتے	آخرت پر	ہم نے سجا دیا

لَهُمۡ	اَعۡمَالَهُمۡ	فَهُمۡ	يَعۡمَهُوۡنَ ؕ④	اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ	لَهُمۡ	سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ
ان کے لیے	ان کے اعمال کو	تو وہ	بھٹکتے پھرتے ہیں	یہ وہ لوگ ہیں	جن کے لیے	عذاب کی برائی ہے

وَهُمۡ	فِى الۡاٰخِرَةِ	هُمُ	الۡاَخۡسَرُوۡنَ ⑤	وَاِنَّكَ
اور وہ	آخرت میں	وہ ہی	سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہیں	اور بیشک آپ کو

لَتُلَقَّى	الۡقُرۡاٰنَ	مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ عَلِيۡمٍ ⑥
یقیناً پہنچایا جاتا ہے	قرآن	ایک علیم حکیم (ذات) کے پاس سے

نوٹ: 1

آیت 3۔ میں اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا ذکر اہل ایمان کی جامع صفت کی حیثیت سے ہوا ہے۔ ان دونوں چیزوں کی حیثیت دین میں تمام نیکیوں کے شیرازے کی ہے خواہ وہ حقوق اللہ سے تعلق رکھنے والی ہوں یا حقوق العباد سے۔ ان کا ذکر ہو گیا تو گویا سب کا ذکر ہو گیا۔

(تدبر قرآن)

نوٹ: 2

آیت۔5۔ میں عذاب کی برائی کی صورت، وقت اور جگہ کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اس دنیا میں بھی مختلف افراد، گروہوں اور قوموں کو بے شمار مختلف طریقوں سے دیا جاتا ہے۔ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت عین، موت کے دروازے پر بھی اس کا ایک حصہ ظالموں کو پہنچتا ہے۔ موت کے بعد عالم برزخ میں بھی اس سے آدمی دوچار ہوتا ہے۔ اور پھر روز حشر سے تو اس کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا جو پھر کہیں جا کر ختم نہ ہوگا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (7تا14)

ترجمہ

اِذْ قَالَ	مُوْسٰى	لِاَهْلِهٖٓ	اِنِّيْٓ	اٰنَسْتُ	نَارًا ۭ	سَاٰتِيْكُمْ	مِّنْهَا
جب کہا	موسیٰؑ نے	اپنے اہل خانہ سے	کہ میں نے	دیکھا	ایک آگ	میں لاؤں تمہارے پاس	اس سے

بِخَبَرٍ	اَوْ اٰتِيْكُمْ	بِشِهَابٍ قَبَسٍ	لَّعَلَّكُمْ	تَصْطَلُوْنَ ⑦	فَلَمَّا
کوئی خبر	یا میں لاؤں گا تمہارے پاس	کوئی سلگتا انگارہ	شاید تم لوگ	آگ تاپو	پھر جب

جَاۗءَهَا	نُوْدِيَ	اَنْۢ	بُوْرِكَ	مَنْ	فِي النَّارِ	وَمَنْ	حَوْلَهَا ۭ
وہؑ آئے اس کے پاس	تو ندا دی گئی	کہ	برکت دی گئی	اس کو جو	اس آگ میں ہے	اور اس کو جو	اس کے اردگرد ہے

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑧	يٰمُوْسٰٓى	اِنَّهٗٓ	اَنَا	اللّٰهُ
اور پاکیزگی اللہ کی ہے	جو تمام جہانوں کا رب ہے	اے موسیٰؑ	حقیقت یہ ہے کہ	میں	اللہ ہوں

الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۙ⑨	وَاَلْقِ	عَصَاكَ ۭ	فَلَمَّا	رَاٰهَا
جو بالادست ہے	حکیم ہے	اور آپؑ ڈال دیں	اپنی لاٹھی	پھر جب	انہوںؑ نے دیکھا اس (لاٹھی) کو

تَهْتَزُّ	كَاَنَّهَا	جَاۗنٌّ	وَّلّٰى	مُدْبِرًا	وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ
کہ وہ ہلتی ہے	جیسے کہ وہ	سانپ ہے	تو وہؑ چل دیے	پیٹھ پھیرنے والے ہوتے ہوئے	اور پیچھے ہوئے ہی نہیں

يٰمُوْسٰى	لَا تَخَفْ ۣ	اِنِّىْ	لَا يَخَافُ	لَدَيَّ	الْمُرْسَلُوْنَ ⑩ۤ
اے موسیٰؑ	آپؑ مت ڈریں	بیشک میں ہوں (کہ)	نہیں ڈرتے	میرے پاس	بھیجے ہوئے (رسول)

اِلَّا	مَنْ	ظَلَمَ	ثُمَّ	بَدَّلَ	حُسْنًۢا	بَعْدَ سُوْۗءٍ	فَاِنِّىْ	غَفُوْرٌ
مگر	جس نے	ظلم کیا	پھر	بدلہ میں کی	نیکی	برائی کے بعد	تو بیشک میں	بے انتہا بخشنے والا ہوں

رَّحِيْمٌ ⑪	وَاَدْخِلْ	يَدَكَ	فِيْ جَيْبِكَ	تَخْرُجْ	بَيْضَاۗءَ	مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۣ
ہمیشہ رحم کرنے والا ہوں	اور آپؑ داخل کریں	اپنا ہاتھ	اپنے گریبان میں	تو وہ نکلے گا	سفید ہوتے ہوئے	کسی بھی برائی (بیماری) کے بغیر

فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ	اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ⑫
(یہ دونشانیاں) نونشانیوں میں سے ہیں	فرعون اور اس کی قوم کی طرف	بیشک وہ سب	ہیں	ایک نافرمانی کرنے والی قوم

فَلَمَّا	جَاۗءَتْهُمْ	اٰيٰتُنَا	مُبْصِرَةً	قَالُوْا	هٰذَا	سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑬ۚ
پھر جب	آئیں ان کے پاس	ہماری نشانیاں	بینا کرنے والی ہوتے ہوئے	تو انہوں نے کہا	یہ	ایک کھلا جادو ہے

وَجَحَدُوْا	بِهَا	وَ	اسْتَيْقَنَتْهَآ	اَنْفُسُهُمْ	ظُلْمًا
اور انہوں نے جانتے بوجھتے انکار کیا	ان کا	حالانکہ	یقین حاصل کر چکے تھے ان (نشانیوں) کا	ان کے جی (یعنی دل)	ظلم کرتے ہوئے

وَّعُلُوًّا ۭ	فَانْظُرْ	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ⑭ۧ
اور سرکشی کرتے ہوئے	تو آپؑ دیکھیں	کیسا	تھا	نظم بگاڑنے والوں کا انجام

نوٹ:1 ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات اوراس کے کلام کا آگ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ آگ (یا آگ نما جو بھی چیز تھی وہ) اللہ تعالیٰ کی عام مخلوقات کی طرح ایک مخلوق تھی۔ اسی لیے آیت۔8۔ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ایک قول حضرت ابن عباسؓ مجاہدؒ اور عکرمہؒ سے منقول ہے کہ مَنْ فِي النَّارِ سے مراد حضرت موسیٰؑ ہوں۔ کیونکہ آگ کوئی حقیقی آگ تو تھی نہیں۔جس بقعہ مبارکہ (یعنی زمین کا مبارک قطعہ) میں حضرت موسیٰؑ پہنچ گئے تھے وہ دور سے پورا آگ معلوم ہوتا تھا۔اس لیے موسیٰؑ اس آگ کے اندر ہوئے اور مَنْ حَوْلَهَا سے مراد فرشتے ہیں جو آس پاس موجود تھے۔(معارف القرآن)۔

نوٹ:2 آیت۔11۔ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ پچھلی آیت میں انبیاءؑ پر خوف نہ ہونے کا ذکر تھا پھر بسبیل تذکرہ ان لوگوں کا بھی ذکر کر دیا جن پر خوف طاری ہونا چاہیے یعنی وہ لوگ جن سے کوئی خطا سرزد ہوئی پھر توبہ کر کے نیک عمل اختیار کر لیے۔ایسے حضرات کی اگرچہ اللہ تعالیٰ خطا معاف کر دیتے نہیں مگر معافی کے بعد بھی گناہ کے بعض آثار باقی رہنے کا احتمال ہے اس سے یہ حضرات ہمیشہ خائف رہتے ہیں۔دوسرا یہ کہ اللہ کے رسول ڈرا ہیں کرتے بجز ان کے جن سے کوئی خطا سرزد ہوگئی ہو پھر توبہ بھی کر لی ہو۔اس میں اشارہ اس طرف پایا گیا کہ حضرت موسیٰؑ سے بلا ارادہ ایک قبطی کا قتل ہو گیا تھا۔وہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا مگر اس کا یہ اثر رہ گیا کہ موسیٰؑ پر خوف طاری ہو گیا۔اگر یہ لغزش نہ ہوتی تو یہ وقتی خوف بھی نہ ہوتا۔(معارف القرآن)

آیت نمبر (15 تا 19)

و ز ع

(ف) وَزْعًا (1) روکنا۔منع کرنا۔(2) قطار بنانا۔صف بندی کرنا (گڈ مڈ ہونے سے روکنے کے لیے)۔زیر مطالعہ آیت۔17

(افعال) اِيْزَاعًا کسی کو کسی چیز کا گرویدہ بنا۔(یعنی دوسری چیزوں پر توجہ کرنے سے روک دینا)۔شیفتہ کرنا۔

اَوْزِعْ فعل امر ہے۔تو گرویدہ کر۔تو شیفتہ بنا۔زیر مطالعہ آیت۔19۔

ح ط م

(ض) حَطْمًا توڑنا۔روندنا۔زیر مطالعہ آیت۔18۔

حُطَمٌ ظالم اور بے درد چرواہا۔روندنے والا۔﴿ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴾ (104/ھمزۃ:4)''ہرگز نہیں!وہ لازماً پھینکا جائے گا روندنے والی میں۔''

حُطَامٌ روندی ہوئی چیز۔﴿ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا ﴾ (56/الواقعۃ:65)''اگر ہم چاہیں تو ہم یقیناً بنا دیں اس کو روندا ہوا۔''

ب س م

(ض) بَسْمًا مسکرانا۔

(تفعل) تَبَسُّمًا بتکلف مسکرانا۔زیر مطالعہ آیت۔19۔

ترجمہ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا	دَاوٗدَ	وَسُلَیْمٰنَ	عِلْمًا ۚ	وَقَالَا	الْحَمْدُ
اور بیشک ہم دے چکے ہیں	داؤدؑ کو	اور سلیمانؑ کو	ایک علم	اور ان دونوں نے کہا	تمام حمد

لِلّٰهِ الَّذِیْ	فَضَّلَنَا	عَلٰی كَثِیْرٍ	مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾
اس اللہ کے لیے ہے جس نے	فضیلت دی ہم کو	بہتوں پر	اپنے مومن بندوں میں سے

وَوَرِثَ	سُلَیْمٰنُ	دَاوٗدَ	وَقَالَ	یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ	عُلِّمْنَا	مَنْطِقَ الطَّیْرِ
اور وارث ہوئے	سلیمانؑ	داؤدؑ کے	اور انہوںؑ نے کہا	اے لوگو	علم دیا گیا ہم کو	پرندوں کی بولی کا

وَاُوْتِیْنَا	مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ؕ	اِنَّ هٰذَا	لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾	وَحُشِرَ	لِسُلَیْمٰنَ
اور دیا گیا ہم کو	ہر چیز میں سے	بیشک یہ	یقیناً یہی واضح فضل ہے	اور اکٹھا کیے گئے	سلیمانؑ کے لیے

جُنُوْدُهٗ	مِنَ الْجِنِّ	وَالْاِنْسِ	وَالطَّیْرِ	فَهُمْ	یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾	حَتّٰۤی اِذَاۤ
ان کے لشکر	جنوں میں سے	اور انسانوں میں سے	اور پرندوں میں سے	پھر ان کی	صف بندی کی جاتی	یہاں تک کہ جب

اَتَوْا	عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ	قَالَتْ	نَمْلَةٌ	یٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ	ادْخُلُوْا
وہ سب پہنچے	چونٹیوں کی وادی پر	تو کہا	ایک چیونٹی نے	اے چونٹیو	تم لوگ داخل ہوجاؤ

مَسٰكِنَكُمْ ۚ	لَا یَحْطِمَنَّكُمْ	سُلَیْمٰنُ	وَجُنُوْدُهٗ ۙ	وَ	هُمْ	لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾
اپنے گھروں میں	ہرگز نہ روندنے پائے تم لوگوں کو	سلیمانؑ	اور ان کے لشکر	اس حال میں کہ	انہیں	شعور نہ ہو

فَتَبَسَّمَ	ضَاحِكًا	مِّنْ قَوْلِهَا	وَقَالَ	رَبِّ	اَوْزِعْنِیْۤ	اَنْ اَشْكُرَ
تو وہ مسکرائے	ہنستے ہوئے	اس کی بات سے	اور کہا	اے میرے رب	تو میرے دل میں ڈال دے	کہ میں شکر ادا کروں

نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ	اَنْعَمْتَ	عَلَیَّ	وَعَلٰی وَالِدَیَّ	وَاَنْ	اَعْمَلَ	صَالِحًا
تیری اس نعمت کا جو	تو نے انعام کی	مجھ پر	اور میرے والدین پر	اور یہ کہ	میں عمل کروں	ایسے نیک

تَرْضٰىهُ	وَاَدْخِلْنِیْ	بِرَحْمَتِكَ	فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾
تو راضی ہو جس سے	اور تو داخل کردے مجھ کو	اپنی رحمت سے	اپنے نیک بندوں میں

نوٹ:1 مذکورہ آیات میں ایک اہم سبق یہ ہے کہ اپنے زمانے کی سب سے زیادہ طاقتور حکومت کے فرمان روا ایجادات وصنعت گری میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہونے کے باوجود حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے اندر ایک لمحہ کے لیے بھی یہ گھمنڈ نہیں پیدا ہوا کہ یہ سب کچھ ان کے اپنے ذاتی کارنامے ہیں بلکہ وہ برابر اپنے رب کے شکر گزار رہے کہ یہ عزت وفضیلت ان کو اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ:2 حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ ان کا اصل عبرانی نام سولومون ہے جو سلیم کا ہم معنی ہے۔ وہ ۹۶۵ ق م میں حضرت داؤدؑ کے جانشین ہوئے اور ۹۲۶ ق م تک تقریباً چالیس سال فرمانروا رہے۔ ان کے حدودِ سلطنت کے متعلق ہمارے مفسرین نے بہت مبالغہ سے کام لیا ہے۔ وہ انہیں دنیا کے بہت بڑے حصے کا حکمراں بتاتے ہیں حالانکہ ان کی مملکت صرف موجودہ فلسطین وشرقِ اردن پر مشتمل تھی اور شام کا ایک حصہ بھی اس میں شامل تھا۔ (تفہیم القرآن)

1413

1412

آیت نمبر (20 تا 28)

خ ب ء

(ف) خَبَاَءَ — کسی چیز کو چھپانا۔ پوشیدہ کرنا۔

خَبْءٌ — اسم جنس ہے۔ چھپائی ہوئی چیزیں۔ پوشیدہ خزانے۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۲۵۔

ترجمہ

وَتَفَقَّدَ	الطَّيْرَ	فَقَالَ	مَا لِيَ	لَآ اَرَى	الْهُدْهُدَ	اَمْ
اور انہوںؑ نے جائزہ لیا	پرندوں کا	تو کہا	میرے لئے کیا ہے	میں نہیں دیکھتا	ہدہد کو	یا

كَانَ مِنَ	الْغَآئِبِيْنَ ﴿٢٠﴾	لَاُعَذِّبَنَّهٗ	عَذَابًا شَدِيْدًا	اَوْ
وہ ہے	غائب ہونے والوں میں	میں لازماً سزا دوں گا اس کو	ایک سخت سزا	یا

لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ	اَوْ	لَيَاْتِيَنِّيْ	بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾	فَمَكَثَ
میں لازماً ذبح کروں گا اس کو	یا	وہ لازماً آئے گا میرے پاس	کسی واضح دلیل کے ساتھ	تو وہ (ہدہد) ٹھہرا (یعنی آیا)

غَيْرَ بَعِيْدٍ	فَقَالَ	اَحَطْتُّ	بِمَا	لَمْ تُحِطْ	بِهٖ
کسی دوری کے بغیر (یعنی جلد ہی)	پھر اس نے کہا	میں نے احاطہ کیا	اس (بات) کا	آپؑ نے احاطہ نہیں کیا	جس (بات) کا

وَجِئْتُكَ	مِنْ سَبَاٍ	بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾	اِنِّيْ	وَجَدْتُّ	امْرَاَةً	تَمْلِكُهُمْ
اور میں آیا آپؑ کے پاس	سبا سے	ایک یقینی خبر کے ساتھ	بیشک میں نے	پایا	ایک ایسی عورت کو جو	اختیار رکھتی ہے ان لوگوں پر

وَاُوْتِيَتْ	مِنْ كُلِّ شَيْءٍ	وَّلَهَا	عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾	وَجَدْتُّهَا	وَقَوْمَهَا
اور اس کو دیا گیا	ہر چیز میں سے	اور اس کے لئے	ایک بڑا تخت ہے	میں نے پایا اس کو	اور اس کی قوم کو (کہ)

يَسْجُدُوْنَ	لِلشَّمْسِ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	وَزَيَّنَ	لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ
وہ لوگ سجدہ کرتے ہیں	سورج کو	اللہ کے علاوہ	اور سجا دیا	ان کے لئے	شیطان نے

اَعْمَالَهُمْ	فَصَدَّهُمْ	عَنِ السَّبِيْلِ	فَهُمْ	لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾	اَلَّا يَسْجُدُوْا
ان کے اعمال کو	نتیجۃً اس نے روک دیا ان کو	راستہ سے	تو وہ لوگ	ہدایت نہیں پاتے	یعنی وہ لوگ سجدہ مت کریں

لِلّٰهِ الَّذِيْ	يُخْرِجُ	الْخَبْءَ	فِي السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَيَعْلَمُ
اس اللہ کو جو	نکالتا ہے	پوشیدہ خزانوں کو	آسمانوں سے	اور زمین سے	اور وہ جانتا ہے

مَا	تُخْفُوْنَ	وَمَا	تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾	اَللّٰهُ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ
اس کو جو	تم لوگ چھپاتے ہو	اور اس کو جو	تم لوگ اعلان کرتے ہو	اللہ	کوئی بھی الٰہ نہیں ہے	مگر وہی

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۩ ٢٦	قَالَ	سَنَنْظُرُ	اَ	1428 صَدَقْتَ	اَمْ
جو عرشِ عظیم کا مالک ہے	(سلیمانؑ نے) کہا	میں دیکھوں گا	آیا	تو نے سچ کہا	یا

كُنْتَ	مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ٢٧	اِذْهَبْ	بِّكِتٰبِيْ هٰذَا	فَاَلْقِهْ	اِلَيْهِمْ
تو ہے	جھوٹ کہنے والوں میں سے	تو جا	میرے اس خط کے ساتھ	پھر تو ڈال دے اس کو	ان لوگوں کی طرف

ثُمَّ تَوَلَّ	عَنْهُمْ	فَانْظُرْ	مَاذَا	يَرْجِعُوْنَ ٢٨
پھر تو منہ موڑ لے	اس سے	پھر تو دیکھ	کیا ہے جو	وہ لوٹاتے ہیں

نوٹ۔1

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ تمام پرندوں میں ہد ہد کی تفتیش کی کیا وجہ پیش آئی تو آپ نے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام نے کسی ایسے مقام پر قیام فرمایا جہاں پانی نہیں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہد ہد کو یہ خاصیت عطا فرمائی ہے کہ وہ زمین کے اندر کی چیزوں کو اور زمین کے اندر بہنے والے چشموں کو دیکھ لیتا ہے۔ وہ ہد ہد سے یہ معلوم کرانا چاہتے تھے کہ اس میدان میں کس جگہ زمین کھودنے سے کافی پانی مل سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ جنات کو حکم دیتے کہ اس جگہ زمین کو کھود کر پانی نکالوں۔ ہد ہد اپنی تیز نظر اور بصیرت کے باوجود شکاری کے جال میں آسانی سے پھنس جاتا ہے۔ اس حوالے سے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جاننے والو اس حقیقت کو پہچانو کو ہد ہد زمین کی گہرائی کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے مگر زمین کے اوپر پھیلا ہوا جال اس کی نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے جس میں وہ پھنس جاتا ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر(29تا37)

ترجمہ

قَالَتْ	يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا	اِنِّيْٓ	اُلْقِيَ	اِلَيَّ	كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ٢٩	اِنَّهٗ
اس (ملکہ) نے کہا	اے سردارو	بیشک	ڈالا گیا	میری طرف سے	ایک نامۂ گرامی	بیشک وہ

مِنْ سُلَيْمٰنَ	وَاِنَّهٗ	بِسْمِ اللّٰهِ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ ٣٠	اَلَّا تَعْلُوْا
سلیمانؑ (کی طرف) سے ہے	اور بیشک وہ	اللہ کے نام سے ہے	جو رحمٰن ہے	رحیم ہے	کہ تم لوگ سرکشی مت کرو

عَلَيَّ	وَاْتُوْنِيْ	مُسْلِمِيْنَ ٣١	قَالَتْ	يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا	اَفْتُوْنِيْ
میرے خلاف	اور تم لوگ آؤ میرے پاس	فرمانبردار ہوتے ہوئے	اس نے کہا	اے سردارو	تم لوگ فتویٰ دو مجھے

فِيْٓ اَمْرِيْ	مَا كُنْتُ	قَاطِعَةً	اَمْرًا	حَتّٰى	تَشْهَدُوْنِ ٣٢
میرے کام میں	میں نہیں ہوں	کاٹنے والی (یعنی طے کرنے والی)	کسی کام کو	یہاں تک کہ	تم لوگ میرے پاس موجود ہو

قَالُوْا	نَحْنُ	اُولُوْا قُوَّةٍ	وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ	وَّالْاَمْرُ	اِلَيْكِ
ان لوگوں نے کہا	ہم لوگ	قوت والے ہیں	اور سخت جنگجو ہیں	اور فیصلہ کرنا	تیری طرف سے

فَانْظُرِيْ	مَاذَا	تَاْمُرِيْنَ ٣٣	قَالَتْ	اِنَّ	الْمُلُوْكَ	اِذَا	دَخَلُوْا
پس تو دیکھ	کیا ہے جو	تو حکم دیتی ہے	اس نے کہا	بیشک	بادشاہ لوگ	جب کبھی	داخل ہوتے ہیں

قَرْيَةً	اَفْسَدُوْهَا	وَجَعَلُوْٓا	اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ	اَذِلَّةً ۚ	1428 وَكَذٰلِكَ
کسی بستی میں	تو وہ نظم بگاڑتے ہیں اس کا	اور وہ کر دیتے ہیں	اس کے باختیار لوگوں کو	ذلیل	اور اسی طرح

يَفْعَلُوْنَ ۳۴	وَاِنِّيْ	مُرْسِلَةٌ	اِلَيْهِمْ	بِهَدِيَّةٍ	فَنٰظِرَةٌۢ	بِمَ
یہ لوگ کریں گے	اور بیشک میں	بھیجنے والی ہوں	ان کی طرف	ایک تحفے کے ساتھ	پھر دیکھنے والی ہوں	اس کو جس کے ساتھ
يَرْجِعُ	الْمُرْسَلُوْنَ ۳۵	فَلَمَّا	جَآءَ	سُلَيْمٰنَ	قَالَ	اَ
لوٹتے ہیں	بھیجے ہوئے	پھر جب	وہ آیا	سلیمانؑ کے پاس	تو انہوںؑ نے کہا	کیا
تُمِدُّوْنَنِ	بِمَالٍ	فَمَآ	اٰتٰىنِ ۦَ	اللّٰهُ	خَيْرٌ	مِّمَّآ
تم لوگ امداد کرتے ہو میری	کچھ مال سے	تو وہ جو	دیا مجھ کو	اللہ نے	بہتر ہے	اس سے جو
اٰتٰىكُمْ ۚ	بَلْ	اَنْتُمْ	بِهَدِيَّتِكُمْ	تَفْرَحُوْنَ ۳۶	اِرْجِعْ	اِلَيْهِمْ
اس نے دیا تم کو	بلکہ	تم لوگ	اپنے تحفے سے	خوش ہوتے ہو	تو لوٹ جا	ان کی طرف

فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ	بِجُنُوْدٍ	لَّا قِبَلَ	لَهُمْ	بِهَا
تو ہم لازماً پہنچیں گے ان کے پاس	ایک ایسے لشکر کے ساتھ	کوئی طاقت نہیں ہے	ان کے لئے	جس پر

وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ	مِّنْهَآ	اَذِلَّةً	وَّ	هُمْ	صٰغِرُوْنَ ۳۷
اور ہم لازماً نکالیں گے ان کو	وہاں سے	ذلیل ہونے والے ہوتے ہوئے	اس حال میں کہ	وہ لوگ	حقیر ہونے والے ہیں

نوٹ۔1

حضرت سلیمانؑ کے خط سے نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مکاتیب سے ثابت ہوتا ہے کہ خط کے شروع میں بسم اللہ لکھنا سنت انبیاء ہے۔ لیکن قرآن وسنت کے نصوص واشارات سے فقہا نے یہ کلیہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس جگہ بسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھا جائے، اگر اس جگہ اس کاغذ کے بے ادبی سے محفوظ رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں، بلکہ وہ پڑھ کر ڈال دیا جاتا ہے تو ایسے خطوط اور ایسی چیز پر بسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھنا جائز نہیں، کیونکہ وہ اس طرح اس بے ادبی کے گناہ میں شریک ہو جائے گا۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ ادائے سنت کے لئے زبان سے بسم اللہ کہہ لے تحریر میں نہ لکھے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (38 تا 44)

ع ف ر

(ض) عَفْرًا — زمین پر پٹک دینا۔ زمین میں دھنسا دینا۔

عِفْرِيْتٌ — ہوشیار۔ کاموں کو کر ڈالنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔39

ص ر ح

(ک) صَرَاحَةً — صاف ہونا۔ خالص ہونا۔ واضح ہونا۔

(ف) صَرْحًا — ظاہر کرنا۔ واضح کرنا۔

صَرْحٌ — ہر بلند عمارت (ظاہر ہونے کی وجہ سے) زیر مطالعہ آیت۔44

ترکیب

آیت۔39 اَنَا اٰتِيْكَ میں اٰتِيْ کے دو امکانات ہیں۔ایک یہ کہ یہ اسم الفاعل اٰتٍ ہے جو مضاف بننے کی وجہ 1428 سے اٰتِيْ ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ واحد متکلم کا صیغہ اٰتِيْ ہے۔دونوں طرح سے ترجمے صحیح مانے جائیں گے۔(آیت۔42) مِنْ قَبْلِهَا میں هَا کی ضمیر کا مرجع محذوف ہے جو وَاقِعَةٌ یا مُعْجِزَةٌ ہوسکتا ہے اور اس سے مراد معجزہ ہے کہ ملکہ اپنا تخت اپنے محل میں چھوڑ کر آئی تھی۔اور جب وہ سلیمانؑ کے پاس پہنچی تو اس کا تخت وہاں رکھا ہوا تھا۔(آیت۔۴۳) اس آیت کے دو طرح ترجمے کئے گئے ہیں۔ایک یہ کہ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ میں مَا کو صَدَّ کا فَاعِلٌ مانا گیا ہے۔اس طرح مطلب یہ ہوگا کہ جن چیزوں کی وہ پوجا کرتی تھی انہوں نے اس کو ایمان لانے سے روک دیا تھا۔دوسرا یہ کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے فارسی ترجمہ میں اور شیخ الہندؒ نے اپنے اردو ترجمہ میں صَدَّ کی ضمیر فاعلی هُوَ کو حضرت سلیمانؑ کے لئے مانا ہے۔اس طرح مطلب یہ ہوا کہ حضرت سلیمانؑ نے ملکہ کو ان چیزوں سے روک دیا جن کی وہ پوجا کرتی تھی۔ پروفیسر حافظ احمد یار صاحب مرحوم کا کہنا ہے کہ گرائمر کے لحاظ سے دوسرے ترجمہ کی گنجائش نہیں نکلتی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ صَدَّ میں جس کو روکتے ہیں وہ مفعول بنفسہ آیت ہے۔کہتے ہیں صَدَّهٗ عَنْ كَذَا ۔آیت میں اگر ہوتا وَصَدَّهَا عَمَّا كَانَتْ تَعْبُدُ تب یہ ترجمہ ٹھیک ہوتا لیکن عَمَّا کے بجائے صرف مَا آیا ہے اس لئے پہلا ترجمہ بہتر ہے۔

ترجمہ

قَالَ	يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا	اَيُّكُمْ	يَاْتِيْنِيْ	بِعَرْشِهَا	قَبْلَ اَنْ
(سلیمانؑ نے) کہا	اے سردارو	تم میں کا کون	لائے گا میرے پاس	اس کے تخت کو	اس سے پہلے کہ

يَّاْتُوْنِيْ	مُسْلِمِيْنَ ۝٣٨	قَالَ	عِفْرِيْتٌ	مِّنَ الْجِنِّ
وہ سب آئیں میرے پاس	فرمانبردار ہوتے ہوئے	کہا	ایک ہوشیار سردار نے	جنوں میں سے

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ	قَبْلَ اَنْ	تَقُوْمَ	مِنْ مَّقَامِكَ ۚ	وَاِنِّيْ	عَلَيْهِ
میں لاؤں گا آپؐ کے پاس اس کو	اس سے پہلے کہ	آپؐ کھڑے ہوں	اپنی جگہ سے	اور بیشک میں	اس پر

لَقَوِيٌّ	اَمِيْنٌ ۝٣٩	قَالَ الَّذِيْ	عِنْدَهٗ	عِلْمٌ	مِّنَ الْكِتٰبِ
یقیناً قوت رکھنے والا ہوں	امانتدار ہوں	کہا اس نے	جس کے پاس	ایک علم تھا	کتاب میں سے

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ	قَبْلَ اَنْ	يَّرْتَدَّ	اِلَيْكَ	طَرْفُكَ ۭ	فَلَمَّا	رَاٰهُ
میں لاتا ہوں آپؐ کے پاس اس کو	اس سے پہلے کہ	لوٹے	آپؐ کی طرف	آپؐ کی پلک	تو جب	انہوںؑ نے دیکھا اس کو

مُسْتَقِرًّا	عِنْدَهٗ	قَالَ	هٰذَا	مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۣ	لِيَبْلُوَنِيْٓ	ءَ
ٹھہرا (یعنی رکھا) ہوا	اپنے پاس	تو انہوں نے کہا	یہ	میرے رب کے فضل میں سے ہے	تاکہ وہ آزمائے مجھ کو	آیا

اَشْكُرُ	اَمْ	اَكْفُرُ ۭ	وَمَنْ	شَكَرَ	فَاِنَّمَا	يَشْكُرُ	لِنَفْسِهٖ ۚ	وَمَنْ
میں شکر کرتا ہوں	یا	میں ناشکری کرتا ہوں	اور جو	شکر کرتا ہے	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ شکر کرتا ہے	اپنے آپ کے لئے	اور جو

كَفَرَ	فَاِنَّ رَبِّيْ	غَنِيٌّ	كَرِيْمٌ ۝٤٠	قَالَ	نَكِّرُوْا	لَهَا
ناشکری کرتا ہے	تو بیشک میرا رب	بے نیاز ہے	بزرگ و برتر ہے	(سلیمانؑ نے) کہا	تم لوگ بھیس بدل دو	اس (ملکہ) کے لئے

عَرۡشَهَا	نَنۡظُرۡ	اَ	تَهۡتَدِيۡٓ	اَمۡ	تَكُوۡنُ	مِنَ الَّذِيۡنَ	لَا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۴۱﴾
اس کے تخت کا	تو ہم دیکھیں گے	آیا	وہ سمجھتی ہے	یا	وہ ہوتی ہے	ان لوگوں میں سے جو	سمجھ نہیں پاتے

فَلَمَّا	جَآءَتۡ	قِيۡلَ	اَ	هٰكَذَا	عَرۡشُكِ ؕ	قَالَتۡ	كَاَنَّهٗ
پھر جب	وہ آئی	تو کہا گیا	کیا	ایسا ہی ہے	تیرا تخت	اس (ملکہ) نے کہا	جیسے کہ یہ

هُوَ ۚ	وَاُوۡتِيۡنَا	الۡعِلۡمَ	مِنۡ قَبۡلِهَا	وَكُنَّا	مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۴۲﴾	وَصَدَّهَا
وہ ہی ہے	اور ہم کو دیا گیا	علم	اس (معجزہ) سے پہلے	اور ہم ہو چکے	فرمانبردار	اور روک رکھا تھا اس (ملکہ) کو

مَا	كَانَتۡ تَّعۡبُدُ	مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ	اِنَّهَا	كَانَتۡ	مِنۡ قَوۡمٍ كٰفِرِيۡنَ ﴿۴۳﴾
ان چیزوں نے جن کی	وہ عبادت کیا کرتی تھی	اللہ کے علاوہ	بیشک وہ	تھی	ایک کافر قوم میں سے

قِيۡلَ	لَهَا	ادۡخُلِى	الصَّرۡحَ ۚ	فَلَمَّا	رَاَتۡهُ	حَسِبَتۡهُ	لُجَّةً
کہا گیا	اس سے	تو داخل ہو	محل میں	تو جب	اس نے دیکھا اس (کے صحن) کو	تو اس نے گمان کیا اس کو	پانی کا ایک ذخیرہ

وَّكَشَفَتۡ	عَنۡ سَاقَيۡهَا ؕ	قَالَ	اِنَّهٗ	صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ
اور اس نے کھولا	اپنی دونوں پنڈلیوں کو	(سلیمانؑ نے) کہا	بیشک یہ	چکنا کیا ہوا محل ہے

مِّنۡ قَوَارِيۡرَ ؕ	قَالَتۡ	رَبِّ	اِنِّىۡ	ظَلَمۡتُ	نَفۡسِىۡ
شیشوں سے	اس نے کہا	اے میرے رب	بیشک میں نے	ظلم کیا	اپنے آپ پر

وَاَسۡلَمۡتُ	مَعَ سُلَيۡمٰنَ	لِلّٰهِ	رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۴﴾ ع
اور میں نے فرمانبرداری قبول کی	سلیمانؑ کے ساتھ	اللہ کی	جو تمام جہانوں کا رب ہے

نوٹ۔1

آیات 37۔38۔ کے درمیان میں یہ قصہ چھوڑ دیا گیا ہے کہ سفارت ملکہ کا تحفہ واپس لے کر پہنچی اور جو کچھ اس نے دیکھا تھا عرض کر دیا۔ ملکہ نے حضرت سلیمانؑ کے جو حالات سنے ان کی بنا پر اس نے یہی مناسب سمجھا کہ ان سے ملاقات کے لئے خود بیت المقدس جائے۔ چنانچہ وہ فلسطین کی طرف روانہ ہوئی اور دربار سلیمانی میں اطلاع بھجوا دی۔ ان تفصیلات کو چھوڑ کر آیت۔ 38۔ میں اب اس وقت کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے جب ملکہ بیت المقدس کے قریب پہنچ گئی تھی اور ایک دو دن میں حاضر ہونے والی تھی۔

(تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

جس شخص نے پلک جھپکنے میں تخت حاضر کر دیا تھا، اس کے بارے میں قطعی طور پر یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کون تھا، اس کے پاس کس قسم کا علم تھا اور اس کتاب سے کون سی کتاب مراد ہے جس کا علم اس کے پاس تھا۔ ان امور کی کوئی وضاحت نہ قرآن میں ہے اور نہ کسی حدیث میں ہے۔ ان کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ لیکن یہ سب محض قیاسات ہیں جو بلا دلیل وثبوت قائم کر لئے گئے ہیں۔ ہم صرف اتنی ہی بات جانتے اور مانتے ہیں جتنی قرآن میں فرمائی گئی ہے۔ وہ شخص بہرحال جن کی نوع میں سے نہ تھا اور بعید نہیں کہ وہ کوئی انسان ہی ہو۔ اس کے پاس کوئی غیر معمولی علم تھا اور وہ اللہ کی کسی کتاب سے ماخوذ تھا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

تورات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کے بعد ملکہ اپنی مملکت کو واپس چلی گئی۔ یہ بات بالکل قرین قیاس ہے اور قرآن میں کوئی چیز اس کے خلاف نہیں جاتی۔ جب ملکہ نے سیاست اور مذہب دونوں میں حضرت سلیمانؑ کی اطاعت کر لی تو دین اور

سیاست دونوں کے نقطہ نظر سے یہی بات صحیح تھی کہ وہ اپنے ملک میں جا کر حکومت ان اصولوں کے مطابق چلائیں جو حضرت سلیمانؑ نے ان کو بتائے۔ بعض تفسیری روایات میں یہ جو آیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ان سے نکاح کر کے ان کو اپنے حرم میں داخل کر لیا، یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (45 تا 53)

ترجمہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ	اِلٰى ثَمُوْدَ	اَخَاهُمْ	صٰلِحًا	اَنِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ
اور بیشک ہم بھیج چکے	ثمود کی طرف	ان کی بھائی	صالحؑ کو	کہ	تم لوگ بندگی کرو	اللہ کی

فَاِذَا	هُمْ	فَرِيْقٰنِ	يَخْتَصِمُوْنَ ۝٤٥	قَالَ	يٰقَوْمِ	لِمَ
تو جب ہی	وہ لوگ	دو فرقے تھے	جھگڑتے ہوئے	(صالحؑ نے) کہا	اے میری قوم	کیوں

تَسْتَعْجِلُوْنَ	بِالسَّيِّئَةِ	قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ	لَوْلَا	تَسْتَغْفِرُوْنَ	اللّٰهَ
تم لوگ جلدی مچاتے ہو	برائی کی	بھلائی سے پہلے	کیوں نہیں	تم لوگ مغفرت مانگتے	اللہ سے

لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ ۝٤٦	قَالُوا	اطَّيَّرْنَا	بِكَ	وَبِمَنْ	مَّعَكَ ۭ
شاید تم لوگوں پر	رحم کیا جائے	ان لوگوں نے کہا	ہم منحوس سمجھتے ہیں	آپؑ کو	اور ان کو جو	آپؑ کے ساتھ ہیں

قَالَ	طٰۗىِٕرُكُمْ	عِنْدَ اللّٰهِ	بَلْ اَنْتُمْ	قَوْمٌ	تُفْتَنُوْنَ ۝٤٧
(صالحؑ نے) کہا	تم لوگوں کی نحوست	اللہ کے پاس سے ہے	بلکہ تم لوگ	ایک ایسی قوم ہو جن کو	آزمایا جاتا ہے

وَكَانَ	فِي الْمَدِيْنَةِ	تِسْعَةُ رَهْطٍ	يُّفْسِدُوْنَ	فِي الْاَرْضِ
اور تھا	اُس شہر میں	نو افراد کا ایک ایسا جتھا جو	نظم بگاڑتے تھے	زمین میں

وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝٤٨	قَالُوْا	تَقَاسَمُوْا	بِاللّٰهِ	لَنُبَيِّتَنَّهٗ
اور اصلاح نہیں کرتے تھے	انہوں نے کہا	تم لوگ ایک دوسرے سے قسم لو	اللہ کی کہ	ہم لازماً شبخوں ماریں گے اس (صالحؑ) پر

وَاَهْلَهٗ	ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ	لِوَلِيِّهٖ	مَا شَهِدْنَا	مَهْلِكَ اَهْلِهٖ
اور اس کے لوگوں پر	پھر ہم لازماً کہیں گے	اس کے ولی سے	ہم موجود نہیں تھے	اس کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے وقت

وَاِنَّا	لَصٰدِقُوْنَ ۝٤٩	وَمَكَرُوْا	مَكْرًا	وَّمَكَرْنَا
اور بیشک ہم	یقیناً سچ کہنے والے ہیں	اور انہوں نے خفیہ تدبیر کی	جیسے خفیہ تدبیر کرتے ہیں	اور ہم نے خفیہ تدبیر کی

مَكْرًا	وَّ	هُمْ	لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٥٠	فَانْظُرْ	كَيْفَ كَانَ
جیسے خفیہ تدبیر کرتے ہیں	اس حال میں کہ	وہ لوگ	شعور نہیں رکھتے تھے	تو آپؐ دیکھیں	کیسا تھا

عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ	اَنَّا	دَمَّرْنٰهُمْ	وَقَوْمَهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ۝٥١
ان کی خفیہ تدبیر کا انجام	کہ ہم نے	ہلاک کیا ان (یعنی جتھے) کو	اور ان کی قوم کو	سب کے سب کو

فَتِلْكَ	بُيُوْتُهُمْ	خَاوِيَةً	بِمَا	ظَلَمُوْا	1428 اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
پس یہ	ان کے گھر ہیں	اوندھے ہوئے	بسبب اس کے جو	انہوں نے ظلم کیا	بیشک اس میں

لَاٰيَةً	لِّقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾	وَاَنْجَيْنَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾
یقیناً ایک نشانی ہے	ایک ایسی قوم کے لئے جو	علم رکھتے ہیں	اور ہم نے بچالیا	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	اور تقویٰ اختیار کرتے رہے

نوٹ۔1

ثمودیوں کے شہر میں ان کے نو سردار تھے۔ انہی کے مشورے سے اونٹنی کو مار ڈالا گیا تھا۔ جب انہوں نے اونٹنی کو قتل کیا اور دیکھا کہ کوئی عذاب نہیں آیا تو اب نبی اللہ کے قتل پر آمادہ ہو گئے اور شبخوں مارنے کی سازش کی لیکن اس پر عمل کرنے سے پہلے عذاب آ گیا اور سارے ہلاک ہو گئے۔ (ابن کثیرؒ)

آیت نمبر (54 تا 58)

ترجمہ

وَلُوْطًا	اِذْ قَالَ	لِقَوْمِهٖٓ	اَتَاْتُوْنَ	الْفَاحِشَةَ	وَ
اور (ہم بھیج چکے) لوطؑ کو	جب انہوں نے کہا	اپنی قوم سے	کیا تم لوگ کرتے ہو	بے حیائی	اس حال میں کہ

اَنْتُمْ	تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾	اَئِنَّكُمْ	لَتَاْتُوْنَ	الرِّجَالَ	شَهْوَةً	مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ
تم لوگ	دیکھتے ہو	کیا بیشک تم لوگ	آتے ہو	مردوں کے پاس	شہوت کے لئے	عورتوں کے علاوہ

بَلْ اَنْتُمْ	قَوْمٌ	تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾	فَمَا كَانَ	جَوَابَ قَوْمِهٖٓ	اِلَّآ اَنْ
بلکہ تم لوگ	ایک ایسی قوم ہو جو	غلط سوچ رکھتی ہے	تو نہیں تھا	انؑ کی قوم کا جواب	سوائے اس کے کہ

قَالُوْٓا	اَخْرِجُوْٓا	اٰلَ لُوْطٍ	مِّنْ قَرْيَتِكُمْ	اِنَّهُمْ	اُنَاسٌ	يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾
ان لوگوں نے کہا	تم لوگ نکالو	لوطؑ کے لوگوں کو	اپنی بستی سے	بیشک یہ لوگ	ایک ایسا گروہ ہیں جو	پاک رہنا چاہتے ہیں

فَاَنْجَيْنٰهُ	وَاَهْلَهٗٓ	اِلَّا	امْرَاَتَهٗ	قَدَّرْنٰهَا	مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾
تو ہم نے نجات دی انؑ کو	اور انؑ کے لوگوں کو	سوائے	انؑ کی عورت کے	ہم نے طے کیا اس عورت کو	پیچھے رہ جانے والوں میں سے

وَاَمْطَرْنَا	عَلَيْهِمْ	مَّطَرًا	فَسَآءَ	مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾
اور ہم نے برسایا	ان لوگوں پر	ایک برسنے والی چیز	تو بری تھی	خبردار کئے ہوؤں کی برسنے والی چیز

نوٹ۔1

حضرت لوطؑ کی تبلیغ پر قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ جب لوطؑ اور ان کے لوگ اس فعل سے بیزار ہیں اور وہ نہ تمہاری مانتے ہیں نہ تم ان کی، تو ہمیشہ کی اس کلکل کو ختم کیوں نہیں کر دیتے۔ لوطؑ کے گھرانے کو دیس نکالا دے کر ان کے روزمرہ کے کچوکوں سے نجات حاصل کر لو۔ جب کافروں نے پختہ ارادہ کر لیا، اس پر جم گئے اور اجماع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ (ابن کثیرؒ)

آیت نمبر (59 تا 62)

ح د ق

(ض) حَدْقًا کسی کو چاروں طرف گھیر لینا۔

حَدِيْقَةٌ	ج حَدَآئِقُ۔ چاردیواری والا باغ۔ زیر مطالعہ آیت۔۶۰

ح ج ز

(ن۔ض)	حَجْزًا	منع کرنا۔ روک دینا۔
	حَاجِزٌ	اسم الفاعل کے وزن پر صفت۔ روکنے والا۔ رکاوٹ۔ آڑ۔ زیر مطالع آیت۔۶۱

ترجمہ

قُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	وَسَلٰمٌ	عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ	اصْطَفٰى ط
آپ کہیے	تمام شکروسپاس	اللہ کے لئے ہے	اور سلامتی ہے	اس کے ان بندوں پر جن کو	اس نے چن لیا

آٰللّٰهُ	خَيْرٌ	اَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ۵۹	اَمَّنْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ
کیا اللہ	بہتر ہے	یا وہ (بہتر ہیں) جن کو	یہ لوگ شریک کرتے ہیں	یا وہ (بہتر ہے) جس نے	پیدا کیا	آسمانوں کو

وَالْاَرْضَ	وَاَنْزَلَ	لَكُمْ	مِّنَ السَّمَآءِ	مَآءً ج	فَاَنْۢبَتْنَا
اور زمین کو	اور جس نے اتارا	تمہارے لئے	آسمان سے	کچھ پانی	پھر ہم نے اگائے

بِهٖ	حَدَآئِقَ	ذَاتَ بَهْجَةٍ ج	مَا كَانَ	لَكُمْ	اَنْ	تُنْۢبِتُوْا
اس (پانی) سے	باغات	شادابی والے	نہیں ہے (ممکن)	تمہارے لئے	کہ	تم لوگ اُگاؤ

شَجَرَهَا ط	ءَ	اِلٰهٌ	مَّعَ اللّٰهِ ط	بَلْ هُمْ	قَوْمٌ
ان (باغات) کے درخت	کیا	کوئی الٰہ ہے	اللہ کے ساتھ	بلکہ یہ لوگ	ایک ایسی قوم ہیں جو

يَّعْدِلُوْنَ ۶۰	اَمَّنْ	جَعَلَ	الْاَرْضَ	قَرَارًا	وَّجَعَلَ
برابر کرتے ہیں (دوسروں کو)	یا وہ (بہتر ہے) جس نے	بنایا	زمین کو	ٹھہرائی ہوئی	اور اس نے بنائیں

خِلٰلَهَآ	اَنْهٰرًا	وَّجَعَلَ	لَهَا	رَوَاسِيَ	وَجَعَلَ	بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ
اس کی دراڑوں سے	نہریں	اور اس نے بنائے	اس (زمین) کے لئے	کچھ پہاڑ	اور اس نے بنایا	دو سمندروں کے درمیان

حَاجِزًا ط	ءَ	اِلٰهٌ	مَّعَ اللّٰهِ ط	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۶۱
ایک رکاوٹ	کیا	کوئی الٰہ ہے	اللہ کے ساتھ	بلکہ	ان کے اکثر	علم نہیں رکھتے

اَمَّنْ	يُّجِيْبُ	الْمُضْطَرَّ	اِذَا	دَعَاهُ	وَيَكْشِفُ	السُّوْٓءَ
یا وہ (بہتر ہے) جو	(دعا) قبول کرتا ہے	مجبور کئے ہوئے کی	جب بھی	وہ پکارے اس کو	اور دور کرتا ہے	برائی کو

وَيَجْعَلُكُمْ	خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ط	ءَ	اِلٰهٌ	مَّعَ اللّٰهِ ط	قَلِيْلًا مَّا	تَذَكَّرُوْنَ ۶۲
اور بناتا ہے تم لوگوں کو	زمین کا (یعنی میں) خلیفہ	کیا	کوئی الٰہ ہے	اللہ کے ساتھ	بہت ہی تھوڑی	تم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہو

نوٹ۔1

مضطر وہ شخص ہے جو سب دنیا کے سہاروں سے مایوس ہو کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کو فریاد رس سمجھ کر اس کی طرف متوجہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مضطر کی دعا قبول کرنے کا ذمہ لے لیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے سب سہاروں سے منقطع ہو کر، صرف اللہ تعالیٰ ہی کو

کارساز سمجھ کر دعا کرنا سرمایۂ اخلاص ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخلاص کا بڑا درجہ ہے۔ وہ جس کسی بندے میں پایا جائے وہ مومن ہو یا کافر، متقی ہو یا فاسق وفاجر، اس کے اخلاص کی برکت سے رحمت حق اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں کافروں کا حال ذکر فرمایا کہ یہ لوگ جب دریا میں ہوتے ہیں اور کشتی موجوں کی لپیٹ میں آجاتی ہے اس وقت یہ لوگ (سارے دیوی دیوتا بھول کر) پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کر کے خشکی پر لے آتا ہے تو یہ پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ ایک مظلوم کی دعا، دوسرے مسافر کی دعا، تیسرے باپ کی جو اپنی اولاد کے لئے بددعا کرے۔ ان تینوں دعاؤں میں بھی وہی صورت ہے جو دعائے مضطر میں ہے کہ دنیا کے سہاروں اور مددگاروں سے مایوس ہو کر خالص اللہ کو پکارتے ہیں۔ اگر کسی مضطر یا مظلوم یا مسافر وغیرہ کو کبھی یہ محسوس ہو کہ اس کی دعا قبول نہیں ہوئی تو بدگمان اور مایوس نہ ہو۔ بعض اوقات دعا قبول تو ہو جاتی ہے مگر کسی مصلحت ربّانی سے اس کا ظہور دیر میں ہوتا ہے۔ یا پھر وہ اپنے نفس کو ٹٹولے کہ اس کے اخلاص اور توجہ الی اللہ میں کمی کوتاہی رہی ہے۔ (معارف القرآن)

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنی کسی تکلیف یا پریشانی پر Magnifying Glass لگا کر خود کو مضطر سمجھ بیٹھتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ وہ مضطر نہیں ہے۔ (مرتب)

کسی حقیقی مضطر کی فریادرسی اگر بروقت نہیں ہوتی تو کسی دوسرے زیادہ موزوں تر وقت کے لئے اٹھا رکھی جاتی ہے اور اگر اس شکل میں نہیں ہوتی جس شکل میں ہو چاہتا ہے تو اس سے مختلف اور بہتر شکل میں پوری ہوتی ہے اور اگر دنیا میں نہیں ہوتی تو وہ آخرت میں اس کے لئے موجب اجر ہوگی۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (63 تا 66)

ترجمہ

اَمَّنۡ	یَّهۡدِیۡکُمۡ	فِیۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ	وَمَنۡ یُّرۡسِلُ	الرِّیٰحَ
یا وہ (بہتر ہے) جو	راہ سمجھاتا ہے تم کو	سمندر اور خشکی کے اندھیروں میں	اور جو بھیجتا ہے	ہواؤں کو

بُشۡرًاۢ	بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ	ءَ	اِلٰهٌ	مَّعَ اللّٰهِ ؕ	تَعٰلَى اللّٰهُ
خوشخبریاں ہوتے ہوئے	اپنی رحمت سے پہلے	کیا	کوئی الٰہ ہے	اللہ کے ساتھ	بلند ہوا اللہ

عَمَّا	یُشۡرِكُوۡنَ ﴿۶۳﴾	اَمَّنۡ	یَّبۡدَؤُا	الۡخَلۡقَ	ثُمَّ	یُعِیۡدُهٗ
اس سے جو	یہ لوگ شرک کرتے ہیں	یا وہ (بہتر ہے) جو	ابتدا کرتا ہے	پیدا کرنے کی	پھر	وہ دوبارہ (پیدا) کرے گا اس کو

وَمَنۡ	یَّرۡزُقُكُمۡ	مِّنَ السَّمَآءِ	وَالۡاَرۡضِ ؕ	ءَاِلٰهٌ	مَّعَ اللّٰهِ ؕ	قُلۡ
اور جو	رزق دیتا ہے تم کو	آسمان سے	اور زمین سے	کیا کوئی الٰہ ہے	اللہ کے ساتھ	آپ ؐ کہیے

هَاتُوۡا	بُرۡهَانَكُمۡ	اِنۡ كُنۡتُمۡ	صٰدِقِیۡنَ ﴿۶۴﴾	قُلۡ	لَّا یَعۡلَمُ
تم لوگ دو	اپنی روشن دلیل	اگر تم لوگ	سچ کہنے والے ہو	آپ ؐ کہیے	نہیں جانتا

مَنۡ	فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ	الۡغَیۡبَ	اِلَّا اللّٰهُ ؕ	وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ
جو (بھی)	زمین اور آسمانوں میں ہے	غیب کو	سوائے اللہ کے	اور وہ لوگ شعور نہیں رکھتے

اَيَّانَ	يُبۡعَثُوۡنَ ۝٦٥	بَلِ	ادّٰرَكَ	1428 عِلۡمُهُمۡ
کب	وہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے	بلکہ	(اگلوں سے) جاملا	ان کا علم

فِي الۡاٰخِرَةِ ۫	بَلۡ هُمۡ	فِيۡ شَكٍّ	مِّنۡهَا ۫	بَلۡ هُمۡ	مِّنۡهَا	عَمُوۡنَ ۝٦٦
(انکارِ) آخرت کے بارے میں	بلکہ وہ لوگ	شک میں ہیں	اس کے بارے میں	بلکہ وہ لوگ	اس سے	اندھے ہیں

نوٹ:1

آیت۔65۔کا مطلب یہ ہے کہ سوائے خدا کے کوئی انسان، جن یا فرشتہ غیب داں نہیں ہے۔ بی بی عائشہؓ کا فرمان ہے کہ جو کہے کہ رسول اللہ ﷺ کل کی بات جانتے تھے اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان عظیم باندھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین اور آسمان والوں میں سے کوئی بھی غیب کی بات جاننے والا نہیں ہے۔ (ابن کثیرؒ)

اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اور جس قدر چاہے اپنی معلومات کا کوئی گوشہ کھول دے۔ لیکن علم غیب بحیثیت مجموعی کسی کو نصیب نہیں اور عالم الغیب ہونے کی صفت صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (67 تا 73)

ترجمہ

وَقَالَ	الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡۤا	ءَاِذَا	كُنَّا	تُرٰبًا	وَّاٰبَآؤُنَاۤ	اَئِنَّا
اور کہا	ان لوگوں نے جنہوں نے	انکار کیا	کیا جب	ہم ہو جائیں گے	مٹی	اور ہمارے باپ دادا بھی	تو کیا ہم

لَمُخۡرَجُوۡنَ ۝٦٧	لَقَدۡ وُعِدۡنَا	هٰذَا	نَحۡنُ	وَاٰبَآؤُنَا
ضرور نکالے جانے والے ہیں	بیشک وعدہ کیا جاچکا ہے ہم سے	اس کا	ہم سے بھی	اور ہمارے باپ دادا سے بھی

مِنۡ قَبۡلُ ۙ	اِنۡ هٰذَاۤ	اِلَّاۤ	اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝٦٨	قُلۡ	سِيۡرُوۡا
اس سے پہلے	نہیں ہے یہ	مگر	پہلے لوگوں کے افسانے	آپ ﷺ کہیے	تم لوگ گھومو پھرو

فِي الۡاَرۡضِ	فَانۡظُرُوۡا	كَيۡفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۝٦٩	وَلَا تَحۡزَنۡ
زمین میں	پھر دیکھو	کیسا تھا	مجرموں کا انجام	اور آپ ﷺ افسوس مت کریں

عَلَيۡهِمۡ	وَلَا تَكُنۡ	فِيۡ ضَيۡقٍ	مِّمَّا	يَمۡكُرُوۡنَ ۝٧٠	وَيَقُوۡلُوۡنَ
ان لوگوں پر	اور آپ ﷺ مت ہوں	کسی گھٹن میں	اس سے جو	یہ لوگ مکر کرتے ہیں	اور وہ لوگ کہتے ہیں
مَتٰى	هٰذَا الۡوَعۡدُ	اِنۡ كُنۡتُمۡ	صٰدِقِيۡنَ ۝٧١	قُلۡ	عَسٰۤى
کب	یہ وعدہ (پورا) ہوگا	اگر تم لوگ	سچ کہنے والے ہو	آپ ﷺ کہیے	ہو سکتا ہے

اَنۡ يَّكُوۡنَ	رَدِفَ لَكُمۡ	بَعۡضُ الَّذِيۡ	تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ۝٧٢	وَاِنَّ رَبَّكَ
کہ ہو	تمہارے پیچھے ہی	اس کی بعض جس کی	تم لوگ جلدی مچاتے ہو	اور بیشک آپ ﷺ کا رب

لَذُوْ فَضْلٍ	عَلَى النَّاسِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	1428 لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾
یقیناً فضل والا ہے	لوگوں پر	اور لیکن	ان کے اکثر	شکر نہیں کرتے

نوٹ۔1

رسولوں نے اپنی قوموں کو دو عذابوں سے ڈرایا ہے۔ ایک عذاب دنیا سے جو رسول کی تکذیب کی صورت میں لازماً ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے عذاب آخرت سے۔ اس کا جواب ان کی قوموں نے ہمیشہ یہی دیا کہ یہ عذاب کب آئے گا۔ اگر سچے ہو تو یا تو قیامت لاؤ، اگر قیامت نہیں تو وہ عذاب ہی لا کر دکھاؤ جو تمہاری تکذیب کی صورت میں ہم پر آنے والا ہے۔ فرمایا ان سے کہہ دو کہ عجیب نہیں کہ جس چیز کے لئے تم جلدی مچاتے ہو اس کا کوئی حصہ تمہارے پیچھے ہی لگا ہوا ہو۔ تَسْتَعْجِلُوْنَ سے قیامت مراد ہے جس کے لئے وہ جلدی مچاتے تھے۔ بَعْضُ سے مراد وہ عذاب ہے جو رسول کی تکذیب کا لازمی نتیجہ ہے۔ یہاں اس بات کو عَسٰی کے لفظ سے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بہرحال عذاب کے ظہور کا انحصار قوم کے رویے پر تھا کہ وہ ایمان لا کر اس سے محفوظ بھی رہ سکتی تھی۔ چنانچہ ہوا بھی یہی کہ آنحضرت ﷺ کی قوم کی اکثریت ایمان لائی اس وجہ سے اس پر ایسا عذاب نہیں آیا جیسا پچھلی قوموں پر آیا تھا۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (74 تا 82)

ترجمہ

وَاِنَّ رَبَّكَ	لَيَعْلَمُ	مَا	تُكِنُّ	صُدُوْرُهُمْ	وَمَا	يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾
اور بیشک آپ ﷺ کا رب	یقیناً جانتا ہے	اس کو جو	چھپاتے ہیں	ان کے سینے	اور اس کو جو	یہ لوگ اعلان کرتے ہیں

وَمَا	مِنْ غَآئِبَةٍ	فِي السَّمَآءِ	وَالْاَرْضِ	اِلَّا	فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾
اور نہیں ہے	کوئی بھی غائب ہونے والی	آسمان میں	اور زمین میں	سوائے اس کے کہ	(وہ) ایک واضح کتاب میں ہے

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ	يَقُصُّ	عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اَكْثَرَ الَّذِيْ	هُمْ	فِيْهِ
بیشک یہ قرآن	بیان کرتا ہے	بنی اسرائیل پر	اس کے اکثر کو	وہ لوگ	جس میں

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾	وَاِنَّهٗ	لَهُدًى	وَّرَحْمَةٌ	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾	اِنَّ رَبَّكَ
اختلاف کرتے ہیں	اور بیشک یہ	یقیناً ہدایت ہے	اور رحمت ہے	ایمان لانے والوں کیلئے	بیشک آپ ﷺ کا رب

يَقْضِيْ	بَيْنَهُمْ	بِحُكْمِهٖ ۚ	وَهُوَ الْعَزِيْزُ	الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾
فیصلہ کرے گا	ان کے درمیان	اپنے حکم سے	اور وہ ہی بالا دست ہے	جاننے والا ہے

فَتَوَكَّلْ	عَلَى اللّٰهِ ۭ	اِنَّكَ	عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾	اِنَّكَ	لَا تُسْمِعُ	الْمَوْتٰى
پس آپ ﷺ بھروسہ کریں	اللہ پر	بیشک آپ ﷺ	واضح حق پر ہیں	بیشک آپ ﷺ	نہیں سناتے	مردوں کو

وَلَا تُسْمِعُ	الصُّمَّ	الدُّعَآءَ	اِذَا	وَلَّوْا	مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾
اور آپ ﷺ نہیں سناتے	بہروں کو	(اپنی) پکار	جب	وہ چل دیتے ہیں	پیٹھ دینے والا ہوتے ہوئے

وَمَآ اَنْتَ	بِهٰدِي الْعُمْيِ	عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ	اِنْ تُسْمِعُ	اِلَّا	مَنْ	يُّؤْمِنُ
اور آپ ﷺ نہیں ہیں	اندھوں کو ہدایت دینے والے	ان کی گمراہی سے	آپ ﷺ نہیں سناتے	مگر	اس کو جو	ایمان لاتا ہے

بِاٰيٰتِنَا	فَهُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ⁨٨١⁩	وَاِذَا	وَقَعَ	الْقَوْلُ	عَلَيْهِمْ
ہماری نشانیوں پر	تو وہ لوگ ہی	فرمانبرداری کرنے والے ہیں	اور جب	واقع ہوگی	1428 وہ بات	ان پر

اَخْرَجْنَا	لَهُمْ	دَآبَّةً	مِّنَ الْاَرْضِ	تُكَلِّمُهُمْ
تو ہم نکالیں گے	ان کے لئے	ایک چلنے والا (جانور)	زمین سے	وہ بات کرے گا ان سے

اَنَّ	النَّاسَ	كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ⁨٨٢⁩
(اس لئے) کہ	لوگ	ہماری نشانیوں پر یقین نہیں کرتے تھے

نوٹ۔1

آیت۔82۔میں اَلْقَوْلُ کا مطلب وہ وعدہ جو قیامت کے بارے میں کیا گیا ہے اور اس کے لوگوں پر آپڑنے یعنی واقع ہونے کا مطلب ہے کہ قیامت بالکل قریب آجائے گی۔اس وقت ایک جانور زمین سے نکلے گا۔ابن عمرؓ کا قول ہے کہ یہ اس وقت ہوگا جب زمین میں کوئی نیکی کا حکم کرنے والا اور بدی سے روکنے والا باقی نہیں رہے گا۔ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ یہی بات انہوں نے خود رسول ﷺ سے سنی تھی۔ یہ بات واضح نہیں ہے کہ یہ ایک ہی جانور ہوگا یا ایک خاص قسم کی جنس حیوان ہوگی جس کے بہت سے افراد زمین پر پھیل جائیں گے۔دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ کے الفاظ میں دونوں معانی کا احتمال ہے۔یہ فقرہ کہ ’’لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے۔‘‘ یا تو اس جانور کے اپنے کلام کی نقل ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے کلام کی حکایت ہے۔اس جانور کی شکل و صورت، نکلنے کی جگہ اور ایسی ہی دوسری تفصیلات کو جاننے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔کیونکہ جس مقصد کے لئے قرآن میں یہ ذکر کیا گیا ہے، اس سے ان تفصیلات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔رہا کسی جانور کا انسانی زبان میں ذکر کرنا تو یہ اللہ کی قدرت ہے۔وہ جس کو چاہے گویائی کی صلاحیت بخش سکتا ہے۔قیامت سے پہلے تو وہ ایک ہی جانور کو گویائی بخشے گا مگر جب قیامت قائم ہوجائے گی تو اللہ کی عدالت میں انسان کی آنکھ، کان، اور اس کے جسم کی کھال تک بول اٹھے گی۔یہ قرآن میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔

(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (83 تا 88)

ف و ج

(ن) فَوْجًا خوشبو کا پھیلنا۔

فَوْجٌ ج اَفْوَاجٌ۔ افراد کی جماعت۔گروہ۔زیر مطالعہ آیت۔83 ﴿ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ⁨١٨⁩ ﴾ (78/النبا:18) ’’جس دن پھونکا جائے گا صور میں تو تم لوگ آؤ گے گروہوں میں۔‘‘

ج م د

(ن) جُمُوْدًا کسی چیز کا جم جانا۔

جَامِدٌ فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔جما ہوا۔زیر مطالعہ آیت۔88

ت ق ن

(x) x ثلاثی مجرد سے فعل نہیں آتا۔

(افعال) اِتْقَانًا کام کو مضبوطی سے کرنا۔مہارت سے کرنا۔زیر مطالعہ آیت۔88

ترجمہ

1428 شب وروز کی یکے بعد دیگرے آمد ورفت اور تضاد کے باوجود ان کے باہم موافق ہونے اور مخلوق کے لئے ان کی فیض رسانی سے

وَيَوْمَ	نَحْشُرُ	مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ	فَوْجًا	مِّمَّنْ	يُّكَذِّبُ	بِاٰيٰتِنَا
اور جس دن	ہم اکٹھا کریں گے	ہر ایک امت میں سے	ایک گروہ	ان میں سے جو	جھٹلاتے تھے	ہماری نشانیوں کو

فَهُمْ	يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾	حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءُوْ	قَالَ	اَكَذَّبْتُمْ
پھر ان کی	صف بندی کی جائے گی	جہاں تک کہ	جب	وہ آئیں گے	تو (اللہ) کہے گا	کیا تم لوگوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِيْ	وَ	لَمْ تُحِيْطُوْا	بِهَا	عِلْمًا	اَمَّاذَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾
میری نشانیوں کو	حالانکہ	تم نے احاطہ ہی نہیں کیا	ان کا	بلحاظ علم کے	یا (اگر یہ نہیں تو) وہ کیا ہے جو	تم لوگ کیا کرتے تھے

وَوَقَعَ	الْقَوْلُ	عَلَيْهِمْ	بِمَا	ظَلَمُوْا	فَهُمْ	لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾
اور واقع (ثابت) ہوئی	وہ بات	ان پر	بسبب اس کے جو	انہوں نے ظلم کیا	پھر وہ	(کچھ) نہیں بولیں گے

اَلَمْ يَرَوْا	اَنَّا جَعَلْنَا	الَّيْلَ	لِيَسْكُنُوْا	فِيْهِ	وَالنَّهَارَ
کیا انہوں نے غور ہی نہیں کیا کہ	ہم نے بنائی	رات	تاکہ وہ سکون حاصل کریں	اس میں	اور دن کو (بنایا)

مُبْصِرًا ؕ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾	وَيَوْمَ	يُنْفَخُ
بینا کرنے والا ہوتے ہوئے	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسی قوم کے لئے جو	ایمان لاتے ہیں	اور جس دن	پھونکا جائے گا

فِي الصُّوْرِ	فَفَزِعَ	مَنْ	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَنْ فِي الْاَرْضِ	اِلَّا مَنْ
صور میں	تو دہشت زدہ ہوجائیں گے	وہ جو	آسمانوں میں ہیں	اور وہ جو زمین میں ہیں	سوائے اس کے جس کو

شَآءَ	اللّٰهُ ؕ	وَكُلٌّ	اَتَوْهُ	دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾	وَتَرَى	الْجِبَالَ
چاہا	اللہ نے	اور سب	آئیں گے اس کے پاس	حقیر ہوتے ہوئے	اور تو دیکھتا ہے	پہاڑوں کو

تَحْسَبُهَا	جَامِدَةً	وَّ	هِيَ	تَمُرُّ	مَرَّ السَّحَابِ ؕ
تو گمان کرتا ہے ان کو	جمے ہوئے	حالانکہ	وہ	چلیں گے	بادل کا چلنا

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ	اَتْقَنَ	كُلَّ شَيْءٍ ؕ	اِنَّهٗ	خَبِيْرٌۢ	بِمَا	تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾
(تو دیکھتا ہے) اس اللہ کی کاریگری کو جس نے	مہارت سے بنایا	ہر ایک چیز کو	بیشک وہ	باخبر ہے	اس سے جو	تم لوگ کرتے ہو

نوٹ:1

شب وروز کی یکے بعد دیگرے آمد ورفت اور تضاد کے باوجود ان کے باہم موافق ہونے اور مخلوق کے لئے ان کی فیض رسانی سے کائنات کے خالق کی قدرت، حکمت، ربوبیت، توحید اور حشر ونشر پر قرآن میں جگہ جگہ دلیلیں قائم کی گئیں ہیں۔ یہاں لفظ اٰیٰتٌ سے ان سب کی طرف اشارہ ہے لیکن خاص طور پر قیامت اور حشر ونشر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس کا مشاہدہ تو اس دنیا میں ہر روز کررہے ہو۔ جس طرح تم رات میں ہر روز سوتے ہو پھر صبح کو اٹھ بیٹھتے ہو، اسی طرح مرنے کے بعد ایک وقت آئے گا کہ اٹھو بیٹھو گے۔ اللہ تعالیٰ یہ مشاہدہ اسی لئے کرا رہا ہے کہ اصل حقیقت کی یاد دہانی تمہیں ہر روز ہوتی رہے۔ اسی کی یاد دہانی کے لئے نبی ﷺ نے

اس دعا کی تلقین فرمائی ہے جو سو کر اٹھنے کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ (تدبر قرآن) وہ دعا یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔

آیت نمبر (89 تا 93)

ک ب ب

(ن)	كَبًّا	پچھاڑنا۔ اوندھا کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔90۔
(افعال)	اِكْبَابًا	کسی چیز پر منہ کے بل گر جانا۔ اوندھا ہونا۔ ﴿ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى ﴾ (67/الملک:22) ’’تو کیا وہ جو چلتا ہے اوندھا ہونے والا ہوتے ہوئے اپنے چہرے پر زیادہ ہدایت پر ہے۔‘‘

ترجمہ

مَنْ	جَآءَ	بِالْحَسَنَةِ	فَلَهٗ	خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ	وَهُمْ	مِّنْ فَزَعٍ	يَّوْمَئِذٍ
جو	آیا	بھلائی کے ساتھ	تو اس کے لئے ہے	اس سے بہتر	اور وہ لوگ	دہشت سے	اس دن
اٰمِنُوْنَ ﴿89﴾	وَمَنْ	جَآءَ	بِالسَّيِّئَةِ	فَكُبَّتْ	وُجُوْهُهُمْ	فِي النَّارِ ۭ	
امن میں ہونے والے ہیں	اور جو	آیا	برائی کے ساتھ	تو اوندھے کئے جائیں گے	ان کے چہرے	آگ میں	
هَلْ تُجْزَوْنَ	اِلَّا مَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿90﴾	اِنَّمَآ	اُمِرْتُ			
تم لوگوں کو کیا بدلہ دیا جاتا ہے	سوائے اس کے جو	تم لوگ کیا کرتے تھے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	مجھے حکم دیا گیا			
اَنْ اَعْبُدَ	رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ	حَرَّمَهَا	وَلَهٗ	كُلُّ شَيْءٍ	وَّاُمِرْتُ		
کہ میں ہو جاؤں	فرمانبرداروں میں سے	اور (حکم دیا گیا) کہ	میں تلاوت کروں	قرآن کی	پھر جس نے		
اَنْ اَكُوْنَ	مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿91﴾ ۙ	وَاَنْ	اَتْلُوَا	الْقُرْاٰنَ ۚ	فَمَنِ		
کہ میں ہو جاؤں	فرمانبرداروں میں سے	اور (حکم دیا گیا) کہ	میں تلاوت کروں	قرآن کی	پھر جس نے		
اهْتَدٰى	فَاِنَّمَا	يَهْتَدِيْ	لِنَفْسِهٖ ۚ	وَمَنْ ضَلَّ	فَقُلْ	اِنَّمَآ	
ہدایت پائی	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ ہدایت پاتا ہے	اپنے (ہی) نفس کے لئے	اور جو بھٹکا	تو آپؐ کہہ دیجئے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	
اَنَا	مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿92﴾	وَقُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	سَيُرِيْكُمْ		
میں	خبردار کرنے والوں میں سے ہوں	اور آپؐ کہیے	تمام شکر و سپاس	اللہ کے لئے ہے	وہ دکھائے گا تم کو		
اٰيٰتِهٖ	فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ	وَمَا رَبُّكَ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ ﴿93﴾ ۧ		
اپنی نشانیاں	تم لوگ پہچانو گے ان کو	اور نہیں ہے آپؐ کا رب	غافل	اس سے جو	تم لوگ کرتے ہو		

نوٹ:1

آیت۔89۔ میں ہے کہ قیامت کے دن جو بھلائی لے کر آئے گا اس کے لئے اس سے بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بھلائی کا صلہ بھلائی سے بہتر ہوگا۔ یہ بہتری دو طرح سے ہوگی۔ ایک یہ کہ اس کی نیکی تو وقتی تھی اور اس کے اثرات بھی دنیا میں ایک محدود زمانے کے لئے تھے مگر اس کا اجر دائمی اور ابدی ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جتنی نیکی اس نے کی ہوگی اس سے زیادہ انعام اسے دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ آخرت میں بدی کا بدلہ اتنا ہی دیا جائے گا جتنی کسی نے بدی کی ہوگی اور نیکی کا اجر اللہ تعالیٰ آدمی کے عمل سے بہت زیادہ عطا فرمائے گا۔ (تفہیم القرآن)

مورخہ ۲۷/شعبان ۱۴۲۸ھ

بمطابق ۱۰/ستمبر ۲۰۰۷ء

آیت نمبر (1 تا 7)

ترجمہ

طسٓمٓ ①	تِلْكَ	اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ②	نَتْلُوْا عَلَيْكَ
-	یہ	واضح کتاب کی آیات ہیں	ہم سناتے ہیں آپ کو

مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ	بِالْحَقِّ	لِقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ③	اِنَّ فِرْعَوْنَ	عَلَا
فرعون اور موسیٰؑ کی خبر میں سے	حق کے ساتھ	ایسی قوم کے لئے جو	ایمان لاتے ہیں	بیشک فرعون نے	سرکشی کی

فِي الْاَرْضِ	وَجَعَلَ	اَهْلَهَا	شِيَعًا	يَّسْتَضْعِفُ	طَآئِفَةً	مِّنْهُمْ
زمین میں	اور اس نے بنایا	اس کے لوگوں کو	فرقہ (میں)	وہ کمزور سمجھتا (کرتا) تھا	ایک گروہ کو	ان میں سے

يُذَبِّحُ	اَبْنَآءَهُمْ	وَيَسْتَحْيٖ	نِسَآءَهُمْ ط	اِنَّهٗ كَانَ	مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④
اس حال میں کہ وہ ذبح کرتا تھا	ان کے بیٹوں کو	اور زندہ رکھتا تھا	ان کی عورتوں کو	بیشک وہ تھا	نظم بگاڑنے والوں میں سے

وَ	نُرِيْدُ	اَنْ	نَّمُنَّ	عَلَى الَّذِيْنَ	اسْتُضْعِفُوْا	فِي الْاَرْضِ
حالانکہ	ہم ارادہ رکھتے تھے	کہ	ہم احسان کریں	اور ان لوگوں پر جن کو	کمزور سمجھا گیا	زمین میں

وَنَجْعَلَهُمْ	اَئِمَّةً	وَّنَجْعَلَهُمُ	الْوٰرِثِيْنَ ⑤ لا	وَنُمَكِّنَ	لَهُمْ
اور ہم بنائیں ان کو	پیشوا	اور ہم بنائیں ان کو	وارث	اور ہم اختیار دیں	ان (کمزور) لوگوں کو

فِي الْاَرْضِ	وَنُرِيَ	فِرْعَوْنَ	وَهَامٰنَ	وَجُنُوْدَهُمَا	مِنْهُمْ	مَّا
زمین میں	اور ہم دکھائیں	فرعون کو	اور ہامان کو	اور ان دونوں کے لشکروں کو	ان (کمزوروں) سے	وہ جس سے

كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥	وَاَوْحَيْنَآ	اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى	اَنْ اَرْضِعِيْهِ ج	فَاِذَا
وہ ڈرتے تھے	اور ہم نے وحی کی	موسیٰؑ کی والدہ کی طرف	کہ آپ دودھ پلائیں انؑ کو	پھر جب

خِفْتِ	عَلَيْهِ	فَاَلْقِيْهِ	فِي الْيَمِّ	وَلَا تَخَافِيْ	وَلَا تَحْزَنِيْ ج
آپ خوف کریں	انؑ کے بارے میں	تو آپ ڈال دیں انؑ کو	پانی میں	اور آپ مت ڈریں	اور غمگین مت ہوں

اِنَّا	رَآدُّوْهُ	اِلَيْكِ	وَجَاعِلُوْهُ	مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ⑦
بیشک ہم	لوٹانے والے ہیں انؑ کو	آپ کی طرف	اور بنانے والے ہیں انؑ کو	بھیجے ہوؤں (رسولوں) میں سے

نوٹ۔1

بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرنے اور بیٹیوں کو زندہ رکھنے کے متعلق بائبل میں جو تشریح ملتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کا دور گزر جانے کے بعد مصر میں ایک قوم پرستانہ انقلاب آیا تھا اور قبطیوں کے ہاتھ میں جب دوبارہ اقتدار آیا تو نئی قوم پرست حکومت نے بنی اسرائیل کا زور توڑنے کی پوری کوشش کی۔ ان کو ان کی زرخیز زمینوں، مکانات اور جائیدادوں سے محروم کیا۔ پھر انہیں حکومت کے تمام مناصب سے بے دخل کیا۔ اس سے آگے بڑھ کر یہ پالیسی اختیار کی گئی کہ بنی اسرائیل کی تعداد گھٹائی جائے۔ اس کے لئے ان کے لڑکوں کو قتل کر کے صرف لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے تاکہ رفتہ رفتہ ان کی عورتیں قبطیوں کے تصرف میں آتی جائیں اور ان سے اسرائیل کے بجائے قبطی نسل پیدا ہو۔ یہ تفسیر ہے قرآن کے اس بیان کی کہ مصر کی آبادی کے ایک گروہ کو وہ کمزور کرتا تھا۔

مگر بائبل اور قرآن دونوں اس ذکر سے خالی ہیں کہ فرعون سے کسی نجومی نے یہ کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ جس کے ہاتھوں فرعونی اقتدار کا تختہ الٹ جائے گا۔ یا فرعون نے کوئی خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر میں یہ بات کہی گئی تھی اور اسی خطرے کو روکنے کے لئے فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ افسانہ تلمود اور دوسری اسرائیلی روایات سے ہمارے مفسرین نے نقل کیا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

یہاں پہلی مرتبہ فرعون کے ساتھ ہامان کا ذکر آیا ہے اور اس طرح آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حیثیت فرعون کے وزیر کی تھی۔ آگے بھی اس کا ذکر فرعون کے وزیر اعظم کی حیثیت سے آرہا ہے۔ تورات میں اس کا نام نہیں آیا ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کتنی باتیں ہیں جن میں قرآن نے تورات کے بیانات کی تصحیح کی ہے یا ان پر اضافہ کیا ہے۔ یہ بھی حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی سرگزشت میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔ (تدبر قرآن)

بعض مستشرقین نے اس بات پر بڑی لے دے کی ہے کہ ہامان تو ایران کے ایک بادشاہ کے دربار کا ایک امیر تھا اور اس بادشاہ کا زمانہ حضرت موسیٰؑ کے سینکڑوں برس بعد 486 اور 465 قبل مسیح میں گزرا ہے، مگر قرآن نے اسے مصر لے جا کر فرعون کا وزیر بنا دیا۔ یہ لوگ خود غور کریں کہ آخر ان کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ایرانی بادشاہ کے درباری ہامان سے پہلے دنیا میں کوئی شخص اس نام کا نہیں گزرا ہے۔ جس فرعون کا ذکر یہاں ہو رہا ہے اگر اس کے تمام وزراء کی کوئی مکمل فہرست مستند ذریعہ سے کسی مستشرق صاحب کو مل گئی ہے جس میں ہامان کا نام نہیں ہے، تو وہ اسے چھپا کر کیوں بیٹھے ہیں؟ انہیں اسے شائع کر دینا چاہئے کیونکہ قرآن کی تکذیب کے لئے اس سے زیادہ مؤثر ہتھیار انہیں کوئی نہیں ملے گا۔ (تفہیم القرآن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آیت نمبر (8 تا 13)

ترجمہ

فَالْتَقَطَهٗۤ	اٰلُ فِرْعَوْنَ	لِيَكُوْنَ	لَهُمْ	عَدُوًّا	وَّحَزَنًا ؕ	اِنَّ
پھر اٹھا لیا	فرعون والوں نے	تاکہ وہ ہو جائیں	ان کے لئے	دشمن	اور غم	بیشک

فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ	وَجُنُوْدَهُمَا	كَانُوْا	خٰطِئِيْنَ ۞ 8	وَقَالَتِ
فرعون اور ہامان	اور ان دونوں کے لشکر	وہ سب تھے	چوک جانے والے	اور کہا

امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ	قُرَّتُ عَيْنٍ	لِّيْ	وَلَكَ ؕ	لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ	عَسٰۤى اَنْ
فرعون کی عورت نے	آنکھ کی ٹھنڈک ہے	میرے لئے	اور تیرے لئے	تم لوگ قتل مت کرو اس کو	ہوسکتا ہے کہ

يَّنْفَعَنَاۤ	اَوْ	نَتَّخِذَهٗ	وَلَدًا	وَّهُمْ	لَا يَشْعُرُوْنَ ۞ 9	وَاَصْبَحَ
یہ نفع دے ہم کو	یا	ہم بنا لیں اس کو	بیٹا	اور وہ لوگ	شعور نہیں رکھتے تھے	اور ہو گیا

فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى	فٰرِغًا ؕ	اِنْ	كَادَتْ	لَتُبْدِيْ	بِهٖ	لَوْلَاۤ اَنْ	رَّبَطْنَا
موسیٰؑ کی والدہ کا دل	بے چین ہونے والا	بیشک	قریب تھا کہ	وہ یقیناً ظاہر کر دیں	اس کو	اگر نہ ہوتا کہ	ہم نے مضبوط کیا

عَلٰى قَلْبِهَا	لِتَكُوْنَ	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ 10	وَقَالَتْ	لِاُخْتِهٖ	قُصِّيْهِ ۫
ان کے دل کو	تاکہ وہ ہو جائیں	بات ماننے والوں میں سے	اور (والدہ نے) کہا	انؑ کی بہن سے	تو پیچھا کر اسؑ کا

فَبَصُرَتْ	بِهٖ	عَنْ جُنُبٍ	وَّ	هُمْ	لَا يَشْعُرُوْنَ ۞ 11
تو اس نے دیکھا (دیکھتی رہی)	اسؑ کو	دور سے	اس حال میں کہ	وہ لوگ	شعور نہیں رکھتے تھے

وَحَرَّمْنَا	عَلَيْهِ	الْمَرَاضِعَ	مِنْ قَبْلُ	فَقَالَتْ	هَلْ اَدُلُّكُمْ
اور ہم نے حرام کیں	انؑ پر	دودھ پلانے والیاں	پہلے سے	تو (بہن نے) کہا	کیا میں رہنمائی کروں تم لوگوں کی

عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ	يَّكْفُلُوْنَهٗ	لَكُمْ	وَهُمْ	لَهٗ	نٰصِحُوْنَ ۞ 12
ایک ایسے گھر والوں کی جو	پال پوس دیں گے اس کو	تمہارے لئے	اور وہ	اس کی	خیر خواہی کرنے والے ہوں

فَرَدَدْنٰهُ	اِلٰۤى اُمِّهٖ	كَيْ	تَقَرَّ	عَيْنُهَا	وَلَا تَحْزَنَ	وَلِتَعْلَمَ
تو ہم نے واپس کیا انؑ کو	ان کی والدہ کی طرف	تاکہ	ٹھنڈی ہو	ان کی آنکھ	اور وہ غمگین نہ ہوں	اور تاکہ وہ جان لیں

اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ	حَقٌّ	وَّلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ 13 ع
کہ اللہ کا وعدہ	حق ہے	اور لیکن	لوگوں کے اکثر	جانتے نہیں ہیں

نوٹ۔1 وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ یہ اصل نکتہ کی بات ارشاد ہوئی ہے کہ اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ اللہ کا وعدہ پورا

ہو کر رہتا ہے اور اس کی تدبیر کبھی ناکام نہیں ہوتی۔ اکثر لوگ خدا کے وعدوں کو محض ہوائی باتیں خیال کرتے ہیں اور ان پر اعتماد کر کے کوئی بازی کھیلنے میں ان کو خسارہ اور خطرہ نظر آتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہوتے دیکھ لیں تب مانیں گے حالانکہ اصل امتحان تو یہی ہے کہ لوگ اپنے رب کے ان وعدوں کے لئے جئیں اور مریں جن کی حقیقت ابھی سامنے آنی ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (14 تا 17)

و ک ز

(ض) وَكَزًا دھکا دینا۔ مکا مارنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۱۵

ترجمہ

وَلَمَّا	بَلَغَ	اَشُدَّهٗ	وَاسْتَوٰٓى	اٰتَيْنٰهُ
اور جب	وہ (موسیٰؑ) پہنچے	اپنی پختگی کو	اور (عمر میں) برابر ہوئے	تو ہم نے دی انؑ کو

حُكْمًا وَّعِلْمًا	وَكَذٰلِكَ	نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ⑭	وَدَخَلَ	الْمَدِيْنَةَ
حکمت اور علم	اور اس طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	خوب کاروں کو	اور وہ داخل ہوئے	شہر میں

عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا	فَوَجَدَ	فِيْهَا	رَجُلَيْنِ	يَقْتَتِلٰنِ	هٰذَا
اس (شہر) کے لوگوں کی غفلت کے وقت پر	تو انہوں نے پایا	اس میں	دو مردوں کو	باہم لڑتے ہوئے	یہ

مِنْ شِيْعَتِهٖ	وَهٰذَا	مِنْ عَدُوِّهٖ	فَاسْتَغَاثَهُ	الَّذِيْ	مِنْ شِيْعَتِهٖ
انؑ کے فرقے سے تھا	اور یہ (دوسرا)	ان کے دشمن میں سے تھا	تو مدد کے لئے پکارا انؑ کو	اس نے جو	ان کے فرقے سے تھا

عَلَى الَّذِيْ	مِنْ عَدُوِّهٖ	فَوَكَزَهٗ	مُوْسٰى	فَقَضٰى	عَلَيْهِ
اس کے خلاف جو	ان کے دشمن میں سے تھا	تو مکا مارا اس کو	موسیٰؑ نے	تو انہوںؑ نے کام تمام کیا	اس کا

قَالَ	هٰذَا	مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ	اِنَّهٗ	عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ⑮
انہوںؑ نے کہا	یہ	شیطان کے کام میں سے ہے	بیشک وہ	واضح گمراہ کرنے والا دشمن ہے

قَالَ	رَبِّ	اِنِّيْ ظَلَمْتُ	نَفْسِيْ	فَاغْفِرْ لِيْ	فَغَفَرَ لَهٗ
انہوںؑ نے کہا	اے میرے رب	بیشک میں نے ظلم کیا	اپنے آپ پر	پس تو بخش دے مجھ کو	تو اس نے بخش دیا انؑ کو

اِنَّهٗ	هُوَ الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ⑯	قَالَ	رَبِّ	بِمَآ	اَنْعَمْتَ
بیشک وہ	ہی بے انتہا بخشنے والا ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے	انہوںؑ نے کہا	اے میرے رب	اس سبب سے جو	تو نے انعام کیا

عَلَيَّ	فَلَنْ اَكُوْنَ	ظَهِيْرًا	لِّلْمُجْرِمِيْنَ ⑰
مجھ پر	تو میں ہرگز نہیں ہوں گا	مددگار	مجرموں کے لئے

نوٹ۔1

اَشُدَّ کا مطلب قوت کی انتہا پر پہنچنا ہے۔ انسان بچپن کے ضعف سے تدریجاً قوت کی طرف بڑھتا ہے۔ پھر ایک وقت ایسا

آتا ہے کہ اس کے وجود میں جتنی قوت آسکتی تھی وہ پوری ہو جائے اس وقت کو اَشُدَّ کہا جاتا ہے۔ اور یہ زمین کے مختلف خطوں اور قوموں کے مزاج کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ کسی کا اَشُدَّ کا زمانہ جلد آجاتا ہے کسی کا دیر میں، حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ کا قول ہے کہ یہ۔ 33۔ سال کی عمر میں ہوتا ہے، اس کو سنِ وقوف یا سنِ کمال کہتے ہیں جس میں بدن کا نشوونما ایک حد پر پہنچ کر رک جاتا ہے۔ اس کے بعد چالیس سال کی عمر تک وقوف کا زمانہ ہے۔ اسی کو استوٰی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چالیس سال کے بعد انحطاط اور کمزوری شروع ہو جاتی ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

حکم اور علم کے مختلف مدارج ہیں۔ اس کا اعلیٰ درجہ وہ ہے جو انبیاء کو حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں بالکل یہی الفاظ انبیاء کے علم کے لئے استعمال ہوئے ہیں، لیکن یہاں ظاہر ہے کہ وہ علم وحکمت مراد نہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اس کے بہت بعد میں ملی ہے۔ (تدبر قرآن)۔ یہاں حکم سے مراد حکمت ودانائی ہے اور علم سے مراد دینی اور دنیوی دونوں علوم ہیں۔ کیونکہ والدین کے ساتھ ربط وضبط قائم رہنے کی وجہ سے ان کو اپنے باپ دادا کی تعلیمات سے بھی واقفیت حاصل ہوگئی، اور فرعون کے ہاں شہزادے کی حیثیت سے پرورش پانے کے باعث ان کو وہ تمام دنیوی علوم بھی حاصل ہوئے جو اس زمانے میں مصر میں رائج تھے۔ بائبل کی کتاب الاعمال میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے مصریوں کے تمام علوم کی تعلیم پائی اور وہ کام اور کلام میں قوت والے تھے۔ تلمود کا بیان ہے کہ وہ اکثر اس علاقے میں جاتے جہاں اسرائیلیوں کی بستیاں تھیں اور ان تمام سختیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے جو قبطی حکومت کے کارندے ان کی قوم پر کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی ہی کوشش سے فرعون نے اسرائیلیوں کے لئے ہفتہ میں ایک دن کی چھٹی مقرر کی۔ انہوں نے فرعون سے کہا کہ مسلسل کام کرنے کی وجہ سے یہ لوگ کمزور ہو جائیں گے اور حکومت کے کام کا نقصان ہوگا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (18 تا 21)

ترجمہ

فَاَصْبَحَ	فِی الْمَدِیْنَةِ	خَآئِفًا	یَّتَرَقَّبُ	فَاِذَا
پھر وہؑ صبح کو ہوئے (یعنی گئے)	اس شہر میں	ڈرانے والے ہوتے ہوئے	چوکنا ہوتے ہوئے	پھر جب ہی

الَّذِی	اسْتَنْصَرَهٗ	بِالْاَمْسِ	یَسْتَصْرِخُهٗ	قَالَ	لَهٗ	مُوْسٰی
جس نے	مدد مانگی تھی انؑ سے	گزشتہ کل	وہ فریاد کرتا ہے انؑ سے	کہا	اس سے	موسیٰؑ نے

اِنَّكَ	لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾	فَلَمَّآ اَنْ	اَرَادَ	اَنْ	یَّبْطِشَ	بِالَّذِیْ	هُوَ
بیشک تو	یقیناً ایک کھلا گمراہ ہے	پھر جیسے ہی	انہوںؑ نے ارادہ کیا	کہ	وہ پکڑیں	اس کو جو کہ	وہ ہی

عَدُوٌّ	لَّهُمَا	قَالَ	یٰمُوْسٰی	اَتُرِیْدُ	اَنْ تَقْتُلَنِیْ	كَمَا
دشمن ہے	ان دونوں کا	اس نے کہا	اے موسیٰؑ	کیا تو ارادہ کرتا ہے	کہ تو قتل کرے مجھ کو	جیسے کہ

قَتَلْتَ	نَفْسًا	بِالْاَمْسِ	اِنْ تُرِیْدُ	اِلَّآ اَنْ	تَكُوْنَ	جَبَّارًا	فِی الْاَرْضِ
تو نے قتل کیا	ایک جان کو	گزشتہ کل	تو ارادہ نہیں کرتا	مگر یہ کہ	تو ہو جائے	جبر کرنے والا	زمین میں

وَمَا تُرِیْدُ	اَنْ تَكُوْنَ	مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾	وَجَآءَ	رَجُلٌ	مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ
اور تو ارادہ نہیں کرتا	کہ تو ہو جائے	اصلاح کرنے والوں میں سے	اور آیا	ایک شخص	شہر کے زیادہ دور سے

يَسۡعٰى	قَالَ	يٰمُوۡسٰۤى	اِنَّ الۡمَلَاَ	يَاۡتَمِرُوۡنَ	بِكَ	1444 لِيَقۡتُلُوۡكَ
دوڑتا ہوا	اس نے کہا	اے موسیٰؑ	بیشک سردار لوگ	مشورہ کرتے ہیں	آپؑ کے بارے میں	کہ وہ قتل کریں آپؑ کو

فَاخۡرُجۡ	اِنِّىۡ	لَكَ	مِنَ النّٰصِحِيۡنَ ﴿۲۰﴾	فَخَرَجَ	مِنۡهَا
پس آپؑ نکل جائیں	بیشک میں	آپؑ کے لئے	خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں	تو وہ نکلے	اس سے

خَآٮِٕفًا	يَّتَرَقَّبُ	قَالَ	رَبِّ	نَجِّنِىۡ	مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۲۱﴾
ڈرنے والا ہوتے ہوئے	چوکنا ہوتے ہوئے	انہوںؑ نے کہا	اے میرے رب	تو نجات دے مجھ کو	ظلم کرنے والی قوم سے

نوٹ۔1

آیت۔19۔ میں فَلَمَّآ کے ساتھ جو اَنۡ ہے، اس سے پہلے کوئی فعل محذوف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے زبانی افہام وتفہیم سے فریقین کو ہموار کرنے کی کوشش کی لیکن جب اس سے کام نہ چلا تو آپ علیہ السلام نے قبطی کو پکڑ کر الگ کرنا چاہا۔ اس قبطی کو یہاں موسیٰ علیہ السلام اور اسرائیلی، دونوں کا دشمن کہا ہے۔ اسرائیلی کا تو وہ بالفعل دشمن تھا ہی اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کی دشمنی اس پہلو سے بھی تھی کہ وہ اپنی اصلاحی سرگرمیوں کے سبب سے تمام قبطیوں کی نظر میں کھٹکنے لگے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پکڑنا تو چاہا تھا قبطی کو لیکن انہوں نے پہلے اسرائیلی کو جھڑکا تھا، اس وجہ سے اس نے گمان کیا کہ آج ان کا گھونسا اس پر پڑنے والا ہے۔ اس گھبراہٹ میں وہ چلایا کہ کل تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا اسی طرح کیا آج مجھے قتل کرنا چاہتے ہو اس طرح اس نے اپنی حماقت سے کل کے قتل کا راز کھول دیا۔ ایک اسرائیلی کی زبان سے راز افشا ہونے کے بعد فرعونی سردار موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ وہاں سے ایک شخص بھاگا ہوا آیا اور موسیٰ علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ آپ یہاں سے فوراً نکل جائیں۔ اس شخص کے متعلق یہاں کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے لیکن سورہ مومن میں ال فرعون میں سے ایک مومن شخص کا تفصیل سے ذکر آیا ہے۔ ان کا تعلق شاہی خاندان سے تھا اور یہ ابتداء سے ہی موسیٰ علیہ السلام کے خیر خواہ تھے اور بعد کے دور میں انہوں نے حکومت کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کی تھی۔ اس وجہ سے ظن غالب یہ ہے کہ یہ اشارہ ان ہی کی طرف ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (22 تا 24)

ذ و د

(ن) ذُوۡدًا دفع کرنا۔ روکنا۔ زیر مطالعہ آیت۔23۔

ترجمہ

وَلَمَّا	تَوَجَّهَ	تِلۡقَآءَ مَدۡيَنَ	قَالَ	عَسٰى	رَبِّىۡۤ	اَنۡ	يَّهۡدِيَنِىۡ
اور جب	انہوںؑ نے رخ کیا	مدین کی طرف	تو کہا	امید ہے	میرا رب	کہ	وہ ہدایت دے گا مجھ کو

سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ﴿۲۲﴾	وَلَمَّا	وَرَدَ	مَآءَ مَدۡيَنَ	وَجَدَ	عَلَيۡهِ
راستے کے درمیان (یعنی سیدھ) کی	اور جب	وہ پہنچے	مدین کے پانی پر	تو انہوںؑ نے پایا	اس پر

اُمَّةً	مِّنَ النَّاسِ	يَسۡقُوۡنَ	وَوَجَدَ	مِنۡ دُوۡنِهِمُ	امۡرَاَتَيۡنِ
ایک جماعت کو	لوگوں میں سے	جو پانی پلاتی ہے	اور انہوںؑ نے پایا	ان لوگوں کے علاوہ	دو عورتوں کو

تَذُوۡدٰنِۚ	قَالَ	مَا خَطۡبُكُمَا ؕ	قَالَتَا	لَا نَسۡقِىۡ
روکتے ہوئے (اپنے مویشی کو)	تو انہوں نے کہا	تم دونوں کا کیا حال (یعنی مسئلہ) ہے	ان دونوں نے کہا	ہم پانی نہیں پلاتے

حَتّٰى	يُصْدِرَ	الرِّعَاۗءُ سکتہ	وَاَبُوْنَا	شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾	فَسَقٰى	لَهُمَا	1444 ثُمَّ تَوَلّٰٓى
یہاں تک کہ	واپس لے جائیں	چرواہے	اور ہمارے والد	بڑے بوڑھے ہیں	تو انہوںؑ نے پانی پلایا	ان دونوں کیلئے	پھر وہ پھر گئے

اِلَى الظِّلِّ	فَقَالَ	رَبِّ	اِنِّىْ	لِمَآ	اَنْزَلْتَ	اِلَيَّ	مِنْ خَيْرٍ	فَقِيْرٌ ﴿٢٤﴾
سائے کی طرف	تو انہوں نے کہا	اے میرے رب	بیشک میں	اس کے لئے جو	تو اتارے	میری طرف	کوئی بھی بھلائی	محتاج ہوں

نوٹ۔1 اُس زمانہ میں مدین فرعون کی سلطنت سے باہر تھا اور وہ لوگ مصری اثر واقتدار سے بالکل آزاد تھے۔اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کا رخ کیا تھا کیونکہ قریب ترین آزاد آبادعلاقہ وہی تھا۔لیکن وہاں جانے کے لئے ان کوگزرنا بہرحال مصر کے مقبوضہ علاقوں ہی سے تھا اور مصر کی پولیس اور فوجی چوکیوں سے بچ کر نکلنا تھا۔اسی لئے انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے ایسے راستے پر ڈال دے جس سے میں صحیح وسلامت مدین پہنچ جاؤ۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (25 تا 28)

ترجمہ

فَجَاۗءَتْهُ	اِحْدٰىهُمَا	تَمْشِيْ	عَلَي اسْتِحْيَاۗءٍ ۡ	قَالَتْ	اِنَّ اَبِيْ
پھر آئی ان کے پاس	ان دونوں کی ایک	چلتی ہوئی	شرم سے	اس نے کہا	بیشک میرے والد

يَدْعُوْكَ	لِيَجْزِيَكَ	اَجْرَ مَا	سَقَيْتَ	لَنَا ۭ	فَلَمَّا
بلاتے ہیں آپؑ کو	تا کہ وہ بدلے میں دے دیں آپؑ کو	اس کی اجرت جو	آپ نے پانی پلایا	ہمارے لئے	پھر جب

جَاۗءَهٗ	وَقَصَّ عَلَيْهِ	الْقَصَصَ ۙ	قَالَ	لَا تَخَفْ ۪
وہ (موسیٰؑ) آئے اس کے (والد) کے پاس	اورانہوںؑ نے بیان کیا اس سے	سارا قصہ	تو اس نے کہا	آپؑ خوف مت کریں

نَجَوْتَ	مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥﴾	قَالَتْ	اِحْدٰىهُمَا	يٰٓاَبَتِ
آپؑ نے نجات پائی	اس ظالم قوم سے	کہا	ان دونوں کی ایک نے	اے میرے والد

اسْتَاْجِرْهُ ۡ	اِنَّ	خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ	الْقَوِيُّ	الْاَمِيْنُ ﴿٢٦﴾
آپ مزدوری پر رکھیں انؑ کو	بیشک	جس کو آپ مزدوری پر رکھیں اس کا بہتر وہ ہے جو	قوی ہے	امین ہے

قَالَ	اِنِّىْٓ	اُرِيْدُ	اَنْ اُنْكِحَكَ	اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ	عَلٰٓي اَنْ
اس نے (والد) کہا	بیشک میں	ارادہ کرتا ہوں	کہ میں آپؑ کے نکاح میں دوں	اپنی ان دو بیٹیوں کی ایک کو	اس پر کہ

تَاْجُرَنِيْ	ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ	فَاِنْ	اَتْمَمْتَ	عَشْرًا	فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ
آپؑ مزدوری کریں میری	آٹھ سال	پھر اگر	آپؑ پورا کریں	دس (سال)	تو وہ آپؑ کی طرف سے ہے

وَمَآ اُرِيْدُ	اَنْ اَشُقَّ	عَلَيْكَ ۭ	سَتَجِدُنِيْٓ	اِنْ شَاۗءَ	اللّٰهُ
اور میں نہیں چاہتا	کہ میں سختی کروں	آپؑ پر	آپؑ پائیں گے مجھ کو	اگر چاہا	اللہ نے

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾	قَالَ	ذٰلِكَ	بَيْنِيْ	وَبَيْنَكَ ۭ	اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ
نیک لوگوں میں سے	(موسیٰؑ نے) کہا	یہ	میرے درمیان	اور تیرے درمیان (طے) ہے	دونوں مدتوں کی کوئی سی جو

قَضَیْتُ	فَلَا عُدْوَانَ	عَلَیَّ ؕ	وَاللّٰہُ	عَلٰی مَا	نَقُوْلُ	وَکِیْلٌ ﴿۲۸﴾ ع
میں نے پوری کی	تو کسی قسم کی کوئی بھی زیادتی نہیں ہے	مجھ پر	اور اللہ	اس پر جو	ہم کہتے ہیں	نگران ہے

1444

نوٹ۔1 بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بزرگ (لڑکیوں کے والد) حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت سلیم بن سعد غزی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف سے ایلچی بن کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا شعیب علیہ السلام کے قومی آدمی کو اور موسیٰ علیہ السلام کی سسرال والے کو مرحبا ہو کہ تمہیں ہدایت کی گئی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ قوم شعیب علیہ السلام کے ایک مومن مرد تھے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے بہت پہلے کا ہے۔ یہ بات بھی خیال میں رہے کہ اگر یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام ہی ہوتے تو قرآن میں اس موقع پر ان کا نام صاف لے دیا جاتا۔ (ابن کثیرؒ)

اوپر جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ لڑکیوں کے والد شعیب علیہ السلام کی قوم کے ایک فرد تھے، خواہ رشتہ دار یا غیر رشتہ دار، لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ وہ شعیب علیہ السلام ہی تھے۔

نوٹ۔2 آیت۔27۔28۔ میں لڑکی کے والد اور موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کو نکاح کا ایجاب وقبول سمجھ لیا گیا ہے اور یہ بحث چھیڑ دی ہے کہ کیا باپ کی خدمت بیٹی کے نکاح کا مہر قرار پا سکتی ہے۔ حالانکہ آیات کی عبارت سے یہ بات ظاہر ہے کہ یہ عقد نکاح نہ تھا بلکہ ابتدائی بات چیت تھی جو نکاح سے پہلے تجویز نکاح کے سلسلے میں عام طور پر ہوا کرتی ہے۔ آخر یہ نکاح کا ایجاب وقبول کیسے ہو سکتا ہے جب کہ یہ تعیین بھی اس میں نہ کیا گیا تھا کہ دونوں میں سے کون سی لڑکی نکاح میں دی جا رہی ہے۔ یہ ایک تجویز تھی جو موسیٰ علیہ السلام نے قبول کر لی۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک معاہدے کی صورت تھی جو نکاح سے پہلے فریقین میں طے ہوئی تھی۔ اس کے بعد اصل نکاح قاعدے کے مطابق ہوا ہوگا اور اس میں مہر بھی باندھا گیا ہوگا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (29 تا 35)

ج ذ و

(ن) جَذْوًا سیدھا کھڑا رہنا۔ اپنی حالت پر قائم رہنا۔

جَذْوَۃٌ دہکتا ہوا انگارہ۔ زیر مطالعہ آیت۔29

ش ط ء

(ف) شَطْأً کنارے یا ساحل پر چلنا۔ کھیتی میں بالی آنا۔ خوشہ نکلنا۔

شَطْأٌ اسم ذات ہے کنارہ، بالی۔ خوشہ۔ ﴿ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ ﴾ (48/الفتح:29) ''کسی کھیتی کی مانند جس نے نکالا اپنا خوشہ''

شَاطِئٌ سمندر کا ساحل۔ دریا کا کنارہ۔ زیر مطالعہ آیت۔۳۰۔

ب ق ع

بَقْعًا پرندے یا کسی چیز کا مختلف رنگ والا ہونا۔

بُقْعَۃٌ قطعہ زمین۔ زیر مطالعہ آیت۔۳۰

ف ص ح

(ک) فَصَاحَۃٌ مراد کو ظاہر کرنا۔ خوش بیان ہونا۔ فصیح ہونا۔

اَفۡصَحُ — افعل تفضیل ہے۔ زیادہ فصیح۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۳۴

ر د ء

(ف) رَدَأً — کسی کی مدد کرنا۔

رِدْءٌ — اسم ذات ہے۔ مدد۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۳۴۔

ترجمہ

فَلَمَّا	قَضٰی مُوْسَی	الْاَجَلَ	وَسَارَ	بِاَهْلِهٖۤ	اٰنَسَ
پھر جب	پورا کیا موسیٰؑ نے	اُس مدت کو	اور وہ چلے	اپنے گھر والوں کے ساتھ	تو انہوںؑ نے دیکھا

مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ	نَارًا ج	قَالَ	لِاَهْلِهِ	امْكُثُوْٓا	اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ	نَارًا
کوہِ طور کی طرف	ایک آگ	انہوںؑ نے کہا	اپنے گھر والوں سے	تم لوگ ٹھہرو	بیشک میں نے دیکھی	ایک آگ

لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ	مِّنْهَا	بِخَبَرٍ	اَوْ جَذْوَةٍ	مِّنَ النَّارِ	لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۲۹
شاید میں لاؤں تمہارے پاس	اس سے	کوئی خبر	یا ایک انگارہ	آگ میں سے	شاید تم لوگ آگ تاپو

فَلَمَّآ	اَتٰىهَا	نُوْدِیَ	مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ	فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ
پھر جب	وہ پہنچے اس کے پاس	تو ندا دی گئی	وادی کے داہنے کنارے سے	برکت دیئے ہوئے اُس قطعہ زمین میں

مِنَ الشَّجَرَةِ	اَنْ يّٰمُوْسٰٓى	اِنِّیْٓ	اَنَا اللّٰهُ	رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ لا ۳۰
اُس درخت سے	کہ اے موسیٰؑ	بیشک میں	ہی اللہ ہوں	تمام جہانوں کا رب ہوں

وَاَنْ	اَلْقِ	عَصَاكَ ط	فَلَمَّا	رَاٰهَا	تَهْتَزُّ	كَاَنَّهَا	جَآنٌّ
اور یہ کہ	آپؑ ڈال دیں	اپنی لاٹھی کو	پھر جب	انہوںؑ نے دیکھا اس کو	ہلتے ہوئے	جیسے کہ وہ	کوئی سانپ ہے

وَّلّٰى	مُدْبِرًا	وَّلَمْ يُعَقِّبْ ط	يٰمُوْسٰٓى	اَقْبِلْ	وَلَا تَخَفْ قف	اِنَّكَ
تو وہ پلٹے	پیٹھ پھیرنے والا ہوتے ہوئے	اور پیچھے ہوئے ہی نہیں	اے موسیٰؑ	آپؑ سامنے آئیں	اور مت ڈریں	بیشک آپؑ

مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۳۱	اُسْلُكْ	يَدَكَ	فِیْ جَيْبِكَ	تَخْرُجْ	بَيْضَآءَ
امن میں ہونے والوں میں سے ہیں	آپؑ ڈال دیں	اپنا ہاتھ	اپنے گریبان میں	تو وہ نکلے گا	سفید ہوتے ہوئے

مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ز	وَّاضْمُمْ	اِلَيْكَ	جَنَاحَكَ	مِنَ الرَّهْبِ
کسی برائی (بیماری) کے بغیر	اور آپؑ ملائیں	اپنی طرف	اپنے پہلو کو	خوف سے (یعنی خوف کی صورت میں)

فَذٰنِكَ	بُرْهَانٰنِ	مِنْ رَّبِّكَ	اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ ط	اِنَّهُمْ كَانُوْا
تو یہ	دو روشن دلیلیں ہیں	آپؑ کے رب (کی جانب) سے	فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف	بیشک وہ سب ہیں

قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۳۲	قَالَ	رَبِّ	اِنِّیْ قَتَلْتُ	مِنْهُمْ	نَفْسًا
ایک نافرمانی کرنے والی قوم	(موسیٰؑ نے) کہا	اے میرے رب	بیشک میں نے قتل کیا	ان میں سے	ایک جان (شخص) کو

فَخَافُ	اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾	وَاَخِيْ هٰرُوْنُ	هُوَ اَفْصَحُ	مِنِّيْ	1444 لِسَانًا
تو میں ڈرتا ہوں	کہ وہ قتل کریں گے مجھ کو	اور میرا بھائی ہارون	وہ زیادہ فصیح ہے	مجھ سے	بلحاظ زبان کے
فَاَرْسِلْهُ	مَعِیَ	رِدْاً	يُّصَدِّقُنِيْٓ	اِنِّيْٓ اَخَافُ	اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾
پس تو بھیج اس کو	میرے ساتھ	بطور مدد کے	وہ تصدیق کرے گا میری	بیشک میں ڈرتا ہوں	کہ وہ جھٹلائیں گے مجھ کو
قَالَ	سَنَشُدُّ	عَضُدَكَ	بِاَخِيْكَ	وَنَجْعَلُ	لَكُمَا
(اللہ نے) کہا	میں مضبوط کروں گا	آپؑ کے دست و بازو کو	آپؑ کے بھائی سے	اور ہم بنائیں گے	آپ دونوں کے لئے

سُلْطٰنًا	فَلَا يَصِلُوْنَ	اِلَيْكُمَا ۚ	بِاٰيٰتِنَآ ۚ
ایک قوت	تو وہ لوگ نہیں پہنچ سکیں گے	آپؑ دونوں تک	ہماری نشانیوں کے سبب سے
اَنْتُمَا	وَمَنِ	اتَّبَعَكُمَا	الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾
آپؑ دونوں	اور وہ جنہوں نے	پیروی کی آپؑ دونوں کی	غالب ہونے والے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔32۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ ہدایت ہے کہ جب کبھی کوئی خطرناک موقع ایسا آئے جس سے تمہارے دل میں خوف پیدا ہو تو اپنا بازو بھینچ لیا کرو اس سے تمہارا دل قوی ہو جائے گا اور رعب و دہشت کی کوئی کیفیت تمہارے اندر باقی نہ رہے گی۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ تدبیر اس لئے بتائی گئی کہ وہ ایک ظالم حکومت کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی لاؤ لشکر اور دنیوی ساز و سامان کے بغیر بھیجے جا رہے تھے۔ بار بار ایسے مواقع پیش آنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب کوئی ایسی صورت پیش آئے تم بس یہ عمل کر لیا کرو۔ فرعون اپنی پوری سلطنت کا زور لگا کر بھی تمہارے دل کی طاقت کو متزلزل نہ کر سکے گا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

ہارون علیہ السلام کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام کی درخواست اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لی اور ان کو یہ اطمینان بھی دلا دیا کہ فرعونی تم پر دست درازی نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ فرعون اور اس کے اعیان تمام سطوت و طاقت کے باوجود ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس کا بڑا سبب جو تورات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ فرعون اور اس کے اعیان حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا آدمی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کو یقین تھا کہ وہ سچے ہیں، لیکن ان کی دعوت چونکہ ان کے مفاد کے خلاف تھی اس لئے اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ تاہم وہ جانتے تھے کہ اگر ہم نے ان کو کوئی گزند پہنچایا تو ہماری خیر نہیں ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے ان کو قتل کرنے کی جرأت نہیں کی۔ مصر پر جب کوئی آفت آتی تو وہ موسیٰ علیہ السلام سے ہی درخواست کرتے کہ وہ اپنے رب سے دعا کریں کہ یہ آفت ٹل جائے۔ (تدبر القرآن)

آیت نمبر (36 تا 42)

ق ب ح

(ک) قَبَاحَةً — بدنما ہونا۔ بدصورت ہونا۔ اس باب سے کوئی لفظ قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔

(ف) قَبْحًا — کسی خیر اور بھلائی سے دور کرنا۔

مَقْبُوْحٌ — اسم المفعول ہے۔ خیر سے دور کیا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۴۲۔

ترجمہ

فَلَمَّا	جَآءَهُمْ	مُّوْسٰى	بِاٰيٰتِنَا	بَيِّنٰتٍ	قَالُوْا
پھر جب	آئے ان کے پاس	موسیٰؑ	ہماری نشانیوں کے ساتھ	واضح ہوتے ہوئے	تو ان لوگوں نے کہا

مَا هٰذَآ	اِلَّا سِحْرٌ	مُّفْتَرًى	وَّمَا سَمِعْنَا	بِهٰذَا	فِيْٓ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٦﴾
نہیں ہے یہ	مگر ایک جادو	گھڑا ہوا	اور ہم نے نہیں سنا	اس کو	اپنے اگلے آباؤاجداد کے قصوں میں

وَقَالَ	مُوْسٰى	رَبِّيْٓ	اَعْلَمُ	بِمَنْ	جَآءَ بِالْهُدٰى	مِنْ عِنْدِهٖ
اور کہا	موسیٰؑ نے	میرا رب	سب سے زیادہ جاننے والا ہے	اس کو جو	ہدایت لایا	اس کے پاس سے

وَمَنْ	تَكُوْنُ	لَهٗ	عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ	اِنَّهٗ	لَا يُفْلِحُ	الظّٰلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾
اور اس کو (بھی)	ہوگا	جس کے لئے	اس (آخری) گھر کا انجام	حقیقت یہ ہے کہ	فلاح نہیں پاتے	ظلم کرنے والے لوگ

وَقَالَ	فِرْعَوْنُ	يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ	مَا عَلِمْتُ	لَكُمْ	مِّنْ اِلٰهٍ	غَيْرِيْ ۚ
اور کہا	فرعون نے	اے سرداروں	میں نے نہیں جانا	تمہارے لئے	کوئی بھی اِلٰہ	میرے علاوہ

فَاَوْقِدْ	لِيْ	يٰهَامٰنُ	عَلَى الطِّيْنِ	فَاجْعَلْ لِّيْ	صَرْحًا	لَّعَلِّيْٓ
پس تو آگ بھڑکا	میرے لئے	اے ہامان	گارے پر	پھر تو بنا میرے لئے	شائد کہ میں	ایک بلند عمارت

اَطَّلِعُ	اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى	وَاِنِّيْ	لَاَظُنُّهٗ	مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣٨﴾	وَاسْتَكْبَرَ
جھانکوں	موسیٰؑ کے اِلٰہ کی طرف	اور بیشک میں	یقیناً گمان کرتا ہوں اس کو	جھوٹ کہنے والوں میں سے	اور بڑے بنے

هُوَ	وَجُنُوْدُهٗ	فِي الْاَرْضِ	بِغَيْرِ الْحَقِّ	وَظَنُّوْٓا	اَنَّهُمْ
وہ	اور اس کے لشکر	زمین میں	حق کے بغیر	اور انہوں نے گمان کیا	کہ وہ لوگ

اِلَيْنَا	لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٣٩﴾	فَاَخَذْنٰهُ	وَجُنُوْدَهٗ	فَنَبَذْنٰهُمْ	فِي الْيَمِّ ۚ
ہماری طرف	لوٹائے نہیں جائیں گے	پھر ہم نے پکڑا اس کو	اور اس کے لشکروں کو	پھر ہم نے پھینکا ان سب کو	پانی میں

فَانْظُرْ	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾	وَجَعَلْنٰهُمْ	اَىِٕمَّةً
تو آپؐ دیکھ لیں	کیسا تھا	ظلم کرنے والوں کا انجام	اور ہم نے بنایا ان کو	ایسے پیشوا
يَّدْعُوْنَ	اِلَى النَّارِ ۚ	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾	وَاَتْبَعْنٰهُمْ
جو بلاتے ہیں	آگ کی طرف	اور قیامت کے دن	ان کی مدد نہیں کی جائے گی	اور ہم نے ان کے پیچھے لگا دیا

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا	لَعْنَةً ۚ	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	هُمْ	مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿٤٢﴾ ع
اس دنیا میں	ایک لعنت	اور قیامت کے دن	وہ لوگ	خیر سے دور کئے ہوؤں میں سے ہیں

نوٹ۔1

فرعون نے بہت اونچا محل تیار کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے وزیر ہامان کو اس کی تیاری کے لئے پہلے یہ حکم دیا کہ مٹی کی اینٹوں کو پکا کر پختہ کیا جائے کیونکہ کچی اینٹوں پر کوئی اونچی بنیاد قائم نہیں ہوسکتی۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ فرعون کے اس واقعہ سے پہلے پختہ اینٹوں کی تعمیر کا رواج نہیں تھا۔ سب سے پہلے فرعون نے یہ ایجاد کرائی۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (43 تا 46)

ترکیب

(آیت۔43)۔ بَصَائِرَ ۔ هُدًى ۔ رَحْمَةً ۔ یہ سب حال ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہیں لیکن یہ اَلْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى کی ہلاکت کا حال نہیں ہیں بلکہ اَلْكِتٰبَ یعنی تورات کا حال ہیں۔ (آیت۔44) بِجَانِبِ میں بِ دراصل مانا فیہ کی خبر پر آنے والا حرف جار ہے۔ اس لئے کے کوئی معنی نہیں لئے جائیں گے۔ (آیت۔46) رَحْمَةً کو قرآن کا حال ماننا بہتر ہے۔ یہاں قرآن لفظاً مذکور نہیں لیکن آیت۔43۔ سے یہاں تک استدلال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود نہیں تھے اور نہ مکہ میں کوئی جید عالم موجود تھا، پھر قرآن موسیٰ علیہ السلام کے ٹھیک ٹھیک حالات کیسے بیان کر رہا ہے۔ اس طرح یہاں قرآن کا ذکر معنیً موجود ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ رَحْمَةً کو کسی فعل محذوف کا مفعول لہٗ ماننے کے بجائے قرآن کا حال مانا جائے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	مِنْۢ بَعْدِ مَآ	اَهْلَكْنَا
اور بیشک ہم دے چکے ہیں	موسیٰؑ کو	کتاب (یعنی تورات)	اس کے بعد کہ جو	ہم نے ہلاک کیا

الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى	بَصَآئِرَ	لِلنَّاسِ	وَهُدًى	وَّرَحْمَةً
پہلی قوموں کو	سمجھ میں آنے والی دلیلیں ہوتے ہوئے	لوگوں کے لئے	اور ہدایت ہوتے ہوئے	اور رحمت ہوتے ہوئے

لَعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٣﴾	وَمَا كُنْتَ	بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ	اِذْ قَضَيْنَآ	اِلٰى مُوْسَى
شاید وہ لوگ	یاددہانی حاصل کریں	اور آپؐ نہیں تھے	مغربی (حصے) کی جانب	جب ہم نے فیصلہ کیا	موسیٰؑ کی طرف

الْاَمْرَ	وَمَا كُنْتَ	مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٤٤﴾	وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا	قُرُوْنًا	فَتَطَاوَلَ
اُس حکم کا	اور آپؐ نہیں تھے	موقعہ پر موجود ہونے والوں میں سے	اور لیکن ہم نے اٹھائیں	کچھ قومیں	پھر لمبائی ظاہر کی

عَلَيْهِمُ	الْعُمُرُ ۚ	وَمَا كُنْتَ	ثَاوِيًا	فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ	تَتْلُوْا
ان پر	عمر نے	اور آپؐ نہیں تھے	قیام کرنے والے	مدین والوں میں	تلاوت کرتے ہوئے

عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِنَا ۙ	وَلٰكِنَّا كُنَّا	مُرْسِلِيْنَ ﴿٤٥﴾	وَمَا كُنْتَ	بِجَانِبِ الطُّوْرِ
ان پر	ہماری آیتوں کو	اور لیکن ہم ہی ہیں	بھیجنے والے	اور آپؐ نہیں تھے	طور کی جانب

اِذْ نَادَيْنَا	وَلٰكِنْ	رَّحْمَةً	مِّنْ رَّبِّكَ	لِتُنْذِرَ	قَوْمًا
جب ہم نے ندا دی	اور لیکن	(یہ کتاب ہے) رحمت ہوتے ہوئے	آپؐ کے رب (کی طرف)	تاکہ آپؐ خبردار کریں	ایک ایسی قوم کو

مَّآ اَتٰىهُمْ	مِّنْ نَّذِيْرٍ	مِّنْ قَبْلِكَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٦﴾
نہیں آیا جن کے پاس	کوئی خبردار کرنے والا	آپؐ سے پہلے	شاید یہ لوگ	یاددہانی حاصل کریں

نوٹ۔1

آیت۔۴۳ میں ایک لطیف بات یہ ہے کہ فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد والی امتیں اس طرح آسمانی عذاب سے ہلاک نہیں ہوئیں۔ چنانچہ تورات کے نازل ہونے کے بعد کسی قوم کو آسمان کے یا زمین کے عام عذاب سے ہلاک نہیں کیا گیا سوائے اس بستی کے

چند مجرموں کے جنہوں نے ہفتے کے دن شکار کھیلا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بندر بنا دیا تھا۔ یہ واقعہ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے جیسے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور اپنے قول کی شہادت میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی قوم کو آسمانی یا زمینی عذاب سے ہلاک نہیں کیا۔ ایسے عذاب جتنے آئے انؑ سے پہلے ہی پہلے آئے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن کثیرؒ)

نوٹ۔2

آیت 44۔46۔ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی نبوت کی دلیل دیتا ہے کہ ایک وہ شخص جس نے ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو، جو اگلی کتابوں سے ناآشنا ہو۔ جس کی قوم علمی مشاغل سے اور گزشتہ تاریخ سے بالکل بے خبر ہو۔ وہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بالکل ٹھیک گزشتہ واقعات کو اس طرح بیان کرے جیسے کہ اس کے اپنے چشم دید ہوں، کیا یہ اس امر کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی وحی کے ذریعہ سے انہیں وہ تمام باتیں بتاتا ہے۔ (ابن کثیرؒ)

یہ امر ملحوظ رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت جس تفصیل اور صحت کے ساتھ قرآن میں بیان ہوئی ہے اس تفصیل و صحت کے ساتھ تورات میں بیان نہیں ہوئی۔ اگر آپ سرگزشت کے اتنے ہی حصہ کو لے کر جتنی اس سورہ میں بیان ہوئی ہے، تورات کے بیان سے اس کا موازنہ کریں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ قرآن کے بیان کے مقابلہ میں تورات کا بیان بے ربط ہے اور ان تمام ضروری اجزاء سے خالی ہے جو اس سرگزشت کی اصل روح ہیں۔ اگر طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں قرآن اور تورات دونوں کے بیانات کا مقابلہ کر کے دکھاتا کہ تورات میں سرگزشت کے اصل اجزاء یا تو غائب ہیں یا مسخ شدہ ہیں۔ برعکس اس کے قرآن نے واقعہ کے تمام فطری اجزاء ایسے منطقی ربط و تسلسل کے ساتھ پیش کئے ہیں کہ ان کی موعظت و حکمت دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (47 تا 50)

ترجمہ

وَلَوْلَآ اَنْ	تُصِيْبَهُمْ	مُّصِيْبَةٌۢ	بِمَا
اور اگر نہ ہوتا کہ (ہم نذیر نہ بھیجتے) پھر	آن لگتی ان کو	کوئی آ لگنے والی (آفت)	بسبب اس کے جو

قَدَّمَتْ	اَيْدِيْهِمْ	فَيَقُوْلُوْا	رَبَّنَا	لَوْلَآ	اَرْسَلْتَ	اِلَيْنَا	رَسُوْلًا
آگے بھیجا	ان کے ہاتھوں نے	تو وہ لوگ کہتے	اے ہمارے رب	کیوں نہیں	تو نے بھیجا	ہماری طرف	کوئی رسول

فَنَتَّبِعَ	اٰيٰتِكَ	وَنَكُوْنَ	مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾	فَلَمَّا	جَآءَهُمُ	الْحَقُّ
نتیجۃً ہم پیروی کرتے	تیری آیتوں کی	اور ہم ہو جاتے	ایمان لانے والوں میں سے	تو جب	آیا ان کے پاس	حق (قرآن)

مِنْ عِنْدِنَا	قَالُوْا	لَوْلَآ	اُوْتِيَ	مِثْلَ مَآ	اُوْتِيَ	مُوْسٰى ؕ
ہمارے پاس سے	تو انہوں نے کہا	کیوں نہیں	ان (رسول) کو دیا گیا	اس کے جیسا جو	دیا گیا	موسیٰؑ کو

اَوَ	لَمْ يَكْفُرُوْا	بِمَآ	اُوْتِيَ	مُوْسٰى	مِنْ قَبْلُ ۚ	قَالُوْا
اور کیا	انہوں نے انکار نہیں کیا	اس کا جو	دیا گیا	موسیٰؑ کو	اس سے پہلے	انہوں نے کہا

سِحْرٰنِ	تَظٰهَرَا ۟	وَقَالُوْٓا	اِنَّا	بِكُلٍّ	كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾
(یہ کتابیں) دو جادو ہیں	دونوں باہم مددگار ہوئیں	اور انہوں نے کہا	کہ ہم	سب کا	انکار کرنے والے ہیں

قُلْ	فَاْتُوْا	بِكِتٰبٍ	مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	هُوَ	1444 اَهْدٰى
آپؐ کہیے	توتم لوگ لاؤ	کوئی ایسی کتاب	اللہ کے پاس سے	جو	زیادہ ہدایت والی ہے
مِنْهُمَآ	اَتَّبِعْهُ	اِنْ كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ۝۴۹	فَاِنْ	لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا
ان دونوں (کتابوں) سے	تو میں پیروی کروں گا اس کی	اگر تم لوگ	سچ کہنے والے ہو	پھر اگر	وہ لوگ جواب نہ دیں
لَكَ	فَاعْلَمْ	اَنَّمَا	يَتَّبِعُوْنَ	اَهْوَآءَهُمْ ۭ	وَمَنْ
آپؐ کو	تو آپؐ جان لیں	کہ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ لوگ پیروی کرتے ہیں	اپنی خواہشات کی	اور کون
اَضَلُّ	مِمَّنِ	اتَّبَعَ	هَوٰىهُ	بِغَيْرِ هُدًى	مِّنَ اللّٰهِ ۭ
زیادہ گمراہ ہونے والا ہے	اس سے جس نے	پیروی کی	اپنی خواہش کی	کسی ہدایت کے بغیر	اللہ (کی طرف) سے
اِنَّ اللّٰهَ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۰ ع			
بیشک اللہ	ہدایت نہیں دیتا	ظلم کرنے والی قوم کو			

نوٹ۔1

اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ کا مطلب یہ ہے کہ ان معجزوں کے باوجود موسیٰ علیہ السلام پر ہی تم (یعنی قریش مکہ) کب ایمان لائے تھے کہ اب محمد ﷺ سے ان کا مطالبہ کر رہے ہو۔ تم خود کہتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزے دیئے گئے تھے، مگر پھر بھی ان کو نبی مان کر ان کی پیروی تم نے کبھی قبول نہیں کی۔ سورہ سبا کی آیت ۳۱ میں بھی کفار مکہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ”نہ ہم اس قرآن کو مانیں گے نہ ان کتابوں کو جو اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ2:

سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا میں سِحْرٰنِ خبر ہے۔ اس سے پہلے اس کا مبتداء محذوف ہے۔ کچھ مفسرین نے اس سے پہلے هٰذَانِ الرَّجُلَانِ (یہ دو مرد یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام) کو محذوف مانا ہے اور سِحْرٰنِ (دو جادو) کو سَاحِرَانِ (دو جادو گر) کے معنی میں لیا ہے۔ اس طرح یہ فرعونیوں کا قول قرار پاتا ہے۔ جب کہ کچھ مفسرین نے سِحْرٰنِ سے پہلے هٰذَانِ الْكِتَابَانِ (یہ دو کتابیں یعنی تورات اور قرآن) کو محذوف مانا ہے۔ ایسی صورت میں سِحْرٰنِ (دو جادو) کے معنی میں تاویل کی ضرورت نہیں رہتی اور یہ قریش مکہ کا قول قرار پاتا ہے۔ ہم نے دوسری رائے کو ترجیح دی ہے کیونکہ اگلی آیت میں فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ سے اس رائے کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

آیت نمبر (51 تا 56)

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا	لَهُمُ	الْقَوْلَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۵۱		
اور بیشک ہم بتدریج پہنچاتے رہے ہیں	ان لوگوں کے لئے	اس بات (وحی الٰہی) کو	شاید وہ	نصیحت پکڑیں		
اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	مِنْ قَبْلِهٖ	هُمْ	بِهٖ	يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۲
وہ لوگ	ہم نے دی جن کو	کتاب	اس (قرآن) سے پہلے	وہ	اس پر	ایمان لاتے ہیں
وَاِذَا	يُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	بِهٖٓ	اِنَّهُ الْحَقُّ
اور جب	اس (قرآن) کو پڑھا جاتا ہے	ان پر	تو وہ کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اس پر	یقیناً یہی حق ہے

مِنۡ رَّبِّنَاۤ	اِنَّا كُنَّا	مِنۡ قَبۡلِهٖ	مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۵۳﴾	1444 اُولٰٓئِكَ
ہمارے رب (کی طرف) سے	بیشک ہم تھے	اس (قرآن) سے پہلے (ہی)	فرمانبرداری کرنے والے	یہ لوگ ہیں

يُؤۡتَوۡنَ	اَجۡرَهُمۡ	مَّرَّتَيۡنِ	بِمَا	صَبَرُوۡا	وَيَدۡرَءُوۡنَ	بِالۡحَسَنَةِ	السَّيِّئَةَ
جن کو دیا جائے گا	ان کا اجر	دو مرتبہ	بسبب اس کے جو	وہ ثابت قدم رہے	اور وہ لوگ ہٹاتے ہیں	بھلائی سے	برائی کو

وَمِمَّا	رَزَقۡنٰهُمۡ	يُنۡفِقُوۡنَ ﴿۵۴﴾	وَاِذَا سَمِعُوا	اللَّغۡوَ	اَعۡرَضُوۡا
اور اس سے جو	ہم نے دیا ان کو	وہ لوگ خرچ کرتے ہیں	اور جب وہ سنتے ہیں	بے سود بات	تو وہ اعراض کرتے ہیں

عَنۡهُ	وَقَالُوۡا	لَنَاۤ	اَعۡمَالُنَا	وَلَكُمۡ	اَعۡمَالُكُمۡ ز	سَلٰمٌ	عَلَيۡكُمۡ ز
اس سے	اور کہتے ہیں	ہمارے لئے ہیں	ہمارے اعمال	اور تمہارے لئے ہیں	تمہارے اعمال	سلامتی ہو	تم لوگوں پر

لَا نَبۡتَغِى	الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۵۵﴾	اِنَّكَ	لَا تَهۡدِىۡ	مَنۡ	اَحۡبَبۡتَ	وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
ہم نہیں چاہتے	جاہلوں کو	بیشک آپؐ	ہدایت نہیں دیتے	اسے جس کو	آپؐ چاہیں	اور لیکن

يَهۡدِىۡ	مَنۡ	يَّشَآءُ ج	وَهُوَ	اَعۡلَمُ	بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۵۶﴾
ہدایت دیتا ہے	اسے جس کو	وہ چاہتا ہے	اور وہ	سب سے زیادہ جاننے والا ہے	ہدایت پانے والوں کو

نوٹ۔1

آیت 52۔ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) اس پر ایمان لاتے ہیں۔ بلکہ یہ اشارہ دراصل اس واقعہ کی طرف ہے جو اس سورہ کے نزول کے زمانے میں پیش آیا تھا اور اس سے اہل مکہ کو شرم دلانی مقصود ہے کہ تم اپنے گھر آئی ہوئی نعمت کو ٹھکرا رہے ہو حالانکہ دور دور کے لوگ اس کی خبر سن کر آرہے ہیں اور اس قدر پہچان کر اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہجرت حبشہ کے بعد جب وہاں پر نبی ﷺ کی دعوت کی خبر پھیلی تو وہاں سے تقریباً بیس عیسائیوں کا ایک وفد تحقیق حال کے لئے مکہ آیا اور خانۂ کعبہ میں نبی ﷺ سے ملاقات کی۔ قریش کے بہت سے لوگ بھی یہ ماجرا دیکھ کر گرد و پیش کھڑے ہو گئے۔ وفد کے لوگوں نے حضور ﷺ سے کچھ سوالات کئے جن کا آپ ﷺ نے جواب دیا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید کی آیات ان کے سامنے پڑھیں قرآن سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے اس کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کی اور ایمان لے آئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو ابوجہل اور اس کے چند ساتھیوں نے انہیں سخت ملامت کی اور برا بھلا کہا۔ وفد نے انہیں جو جواب دیا وہ آیت۔55 میں درج ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔53۔ میں وفد کے لوگوں کا قول ہے کہ ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی ہم انبیاء اور کتب آسمانی کے ماننے والے تھے اس لئے اسلام کے سوا ہمارا کوئی اور دین نہ تھا اور اب جو نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب لے کر آئے ہیں انہیں بھی ہم نے مان لیا لہٰذا اور حقیقت ہمارے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے بلکہ جیسے ہم پہلے مسلمان تھے ویسے ہی اب بھی مسلمان ہیں۔ یہ قول اس بات کی صراحت کر دیتا ہے کہ اسلام صرف اس دین کا نام نہیں ہے جسے محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اور مسلم کی اصطلاح کا اطلاق محض آپ ﷺ کی امت تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ سے تمام انبیاء کا دین یہی اسلام تھا اور ہر زمانہ میں ان

سب کے پیرو مسلمان ہی تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن صرف اسی ایک مقام پر نہیں بلکہ بیسیوں مقامات پر اس اصولی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ کہ اصل دین صرف اسلام (اللہ کی فرمانبرداری) ہے اور خدا کی مخلوق کے لئے اس کے سوا کوئی دوسرا دین ہو نہیں سکتا۔ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ خود بھی مسلم رہے اور وہ سب متبعین جنھوں نے نبوت کے ذریعہ سے آئے ہوئے فرمانِ خداوندی کے آگے سرِ تسلیم خم کیا، ہر زمانے میں مسلم ہی تھے۔ (تفہیم القرآن)

تفہیم القرآن میں اس مسئلہ پر خاصی تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور سند کے طور پر متعدد آیات نقل کی گئی ہیں۔ اسے یا تو تفہیم میں دیکھ لیں یا مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ قرآن مجید میں دیکھ لیں۔ البقرہ۔128۔131۔تا133،آل عمران۔19۔67۔85،المائدہ۔44۔111،یونس۔72۔84۔90،یوسف101۔النمل۔44،الزاریات۔36۔

آیت نمبر (57تا60)

ترکیب

(آیت۔57)۔ اَلْهُدٰی پر لام تعریف ہے۔ نُتَخَطَّفْ جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔ (آیت۔58)۔ بَطِرَ کے ایک معنی ہیں نعمت پا کر بہک جانا۔ اترانا۔ اس معنی میں یہ لازم ہے جس کا مفعول نہیں آتا۔ آگے مَعِيْشَتَهَا میں مَعِيْشَةَ کی نصب بتا رہی ہے کہ یہاں بطرت اس معنی میں نہیں آیا ہے۔ جن مترجمین نے اسے اترانے ہی کے معنی میں لیا ہے۔ انہوں نے مَعِيْشَةَ سے پہلے حرف جار عَلٰی یا فِيْ کو محذوف مانا ہے اور ترجمہ کیا ہے جو بستیاں اترائیں اپنی معیشت پر یا میں، لیکن اس پر نصب کی موجودگی میں اس سے پہلے کسی حرف جر کو محذوف ماننے کی گنجائش نہیں بنتی۔ ایسے تراجم کو اردو محاورے میں مفہوم سمجھانے کی غرض سے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ لیکن گرائمر کے لحاظ سے اس کو درست ماننا مشکل ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ کی رائے ہے کہ یہ اصل میں بَطِرَتْ مَعِيْشَتُهَا ہے۔ فعل کی نسبت اس سے قطع کر کے بطور تمیز اسے منصوب کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے جیسے قرآن کے مبتدی طلباء کے لئے امام صاحب کی بات کو سمجھنا مشکل ہے۔ بَطِرَ کے دوسرے معنی ہیں نعمت کی ناشکری کرنا۔ ناقدری کرنا۔ اس معنی میں یہ متعدی ہے اور اب مَعِيْشَةَ کی نصب کی کوئی تاویل کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ استادِ محترم حافظ احمد یار صاحب مرحوم اور مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے اسی بنیاد پر کہا ہے کہ یہاں بَطِرَتْ کا استعمال كَفَرَتْ کے معنی میں ہوا ہے اور ہم نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ (آیت۔59) مُهْلِكَ الْقُرٰى میں كَانَ کی خبر ہونے کی وجہ سے مُهْلِكَ حالت نصب میں ہے اور واحد آیا ہے جبکہ آگے كُنَّا (جمع) کی خبر حالت نصب میں مُهْلِكِيْنَ تھی۔ مضاف ہونے کی وجہ سے نون اعرابی گرا تو مُهْلِكِی الْقُرٰى استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ

وَقَالُوْٓا	اِنْ نَّتَّبِعِ	الْهُدٰى	مَعَكَ	نُتَخَطَّفْ
اور انہوں نے کہا	اگر ہم پیروی کریں گے	اس ہدایت کی	آپؐ کے ساتھ	تو ہم کو گھسیٹ کر لے جایا جائے گا

مِنْ اَرْضِنَا	اَوَلَمْ نُمَكِّنْ	لَّهُمْ	حَرَمًا اٰمِنًا	يُّجْبٰٓى	اِلَيْهِ
ہماری سرزمین سے	اور کیا ہم نے نہیں جمایا	ان کو	امن میں ہونے والے ایسے حرم میں	اکٹھا کئے جاتے ہیں	جس کی طرف

ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ	رِّزْقًا	مِّنْ لَّدُنَّا	وَّلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
ہر چیز کے پھل	رزق ہوتے ہوئے	ہماری طرف سے	اور لیکن	ان کے اکثر	جانتے نہیں ہیں

وَكَمْ اَهْلَكْنَا	مِنْ قَرْيَةٍۢ	بَطِرَتْ	مَعِيْشَتَهَا	فَتِلْكَ	مَسٰكِنُهُمْ
اور ہم نے ہلاک کیں کتنی ہی	ایسی بستیوں میں سے	جنھوں نے ناقدری کی	اپنی معیشت کی	تو یہ	ان کے مکانات ہیں

لَمۡ تُسۡكَنۡ	مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ	اِلَّا قَلِيۡلًا ؕ	وَكُنَّا نَحۡنُ	الۡوٰرِثِيۡنَ ﴿۵۸﴾	1444 وَمَا كَانَ	
ان کو آباد نہیں کیا گیا	ان کے بعد	مگر تھوڑے سے	اور ہم ہی ہیں	وارث بننے والے	اور نہیں ہے	
رَبُّكَ	مُهۡلِكَ الۡقُرٰى	حَتّٰى	يَبۡعَثَ	فِىۡۤ اُمِّهَا	رَسُوۡلًا	
آپ کا رب	بستیوں کو ہلاک کرنے والا	یہاں تک کہ	وہ بھیج دے	ان (بستیوں) کے مرکز میں	ایک ایسا رسول	
يَّتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ	اٰيٰتِنَا ۚ	وَمَا كُنَّا	مُهۡلِكِى الۡقُرٰٓى	اِلَّا	وَ	اَهۡلُهَا
جو پڑھ کر سنائے ان کو	ہماری آیتیں	اور ہم نہیں ہیں	بستیوں کو ہلاک کرنے والے	مگر	اس حال میں کہ	ان کے لوگ
ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾	وَمَاۤ	اُوۡتِيۡتُمۡ	مِّنۡ شَىۡءٍ	فَمَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا		
ظلم کرنے والے ہوں	اور جو	تم لوگوں کو دی جاتی ہے	کوئی بھی چیز	تو (وہ) دنیوی زندگی کا سامان ہے		
وَزِيۡنَتُهَا ۚ	وَمَا	عِنۡدَ اللّٰهِ	خَيۡرٌ	وَّ اَبۡقٰى ؕ	اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع	
اور اس کی زینت ہے	اور جو	اللہ کے پاس ہے	(تو وہ) سب سے بہتر ہے	اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے	تو کیا تم لوگ عقل نہیں کرتے	

نوٹ۔1

قریش کو پورے ملک پر جو اقتدار حاصل تھا، وہ سمجھتے تھے کہ یہ ان کے دینِ شرک کی برکت سے ہوا ہے۔ مزید برآں انہوں نے پورے ملک پر اپنی مذہبی وسیاسی دھاک قائم رکھنے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی تھی کہ تمام قبائل عرب کے اصنام خانۂ کعبہ میں جمع کر دیئے تھے۔ اس طرح وہ سب کے امام و پیشوا بن گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب دعوتِ توحید بلند کی تو اس کے خلاف انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ اگر ہم اپنے دیوتاؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کے بن کر رہ جائیں تو تمام عرب ہمارا دشمن بن کر اٹھ کھڑا ہوگا اور اس ملک سے ہماری جڑ اکھڑ جائے گی۔ یہ بالکل وہی اعتراض ہے جو آج ہمارے لیڈر حضرات اسلامی نظام کے خلاف اٹھاتے ہیں کہ اگر ہم اسلامی نظام کو اختیار کر لیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی معیشت و معاشرت کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیں۔ یہی اعتراض فرعون اور اس کے اعیان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے خلاف بھی اٹھایا تھا کہ یہ شخص ہماری اعلیٰ تہذیب کو مٹانے کے درپے ہے۔ (20/63) خدائی نظام کی مخالفت میں شیاطین کا سب سے زیادہ کارگر حربہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے۔
(تدبر قرآن)

آیت نمبر (61تا68)

ترجمہ

اَفَمَنۡ	وَّعَدۡنٰهُ	وَعۡدًا حَسَنًا	فَهُوَ	لَاقِيۡهِ	كَمَنۡ	
تو کیا وہ	ہم نے وعدہ کیا جس سے	ایک اچھا وعدہ	پھر وہ	ملاقات کرنے والا ہے اس (وعدے) سے	اس کے جیسا ہوگا	
مَّتَّعۡنٰهُ	مَتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا	ثُمَّ هُوَ	يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ	مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ ﴿۶۱﴾		
ہم نے برتنے کے لئے دیا جس کو	دنیوی زندگی کا سامان	پھر وہ	قیامت کے دن	پیش کئے ہوؤں میں سے ہوگا		
وَيَوۡمَ	يُنَادِيۡهِمۡ	فَيَقُوۡلُ	اَيۡنَ	شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ	كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۶۲﴾	
اور جس دن	وہ پکارے گا ان کو	پھر وہ کہے گا	کہاں ہیں	میرے وہ شریک جن پر	تم لوگ زعم کیا کرتے تھے	
قَالَ الَّذِيۡنَ	حَقَّ	عَلَيۡهِمُ	الۡقَوۡلُ	رَبَّنَا	هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيۡنَ	اَغۡوَيۡنَا ۚ
وہ لوگ کہیں گے	ثابت ہوئی	جن پر	وہ بات (الزام)	اے ہمارے رب	یہ ہیں وہ لوگ جن کو	ہم نے گمراہ کیا

اَغْوَيْنٰهُمْ	كَمَا	غَوَيْنَا ۚ	تَبَرَّاْنَآ	اِلَيْكَ ۫	مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾
ہم نے گمراہ کیا ان کو	اس طرح جیسے	ہم گمراہ ہوئے	ہم نے اظہار بیزاری کیا (ان سے)	تیری طرف	وہ لوگ صرف ہماری ہی بندگی نہیں کرتے تھے۔

وَقِيْلَ	ادْعُوْا	شُرَكَآءَكُمْ	فَدَعَوْهُمْ	فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا	لَهُمْ
اور کہا جائے گا	تم لوگ پکارو	اپنے شریکوں کو	پھر وہ پکاریں گے ان کو	تو وہ جواب نہیں دیں گے	ان کو

وَرَاَوُا	الْعَذَابَ ۚ	لَوْ اَنَّهُمْ	كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾	وَيَوْمَ	يُنَادِيْهِمْ
اور وہ دیکھیں گے	عذاب کو	کاش کہ وہ لوگ	ہدایت پاتے ہوتے	اور جس دن	وہ پکارے گا ان کو

فَيَقُوْلُ	مَاذَآ اَجَبْتُمُ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾	فَعَمِيَتْ	عَلَيْهِمُ	الْاَنْۢبَآءُ
پھر وہ کہے گا	تم لوگوں نے کیا جواب دیا	بھیجے ہوؤں (رسولوں) کو	تو اندھی ہو جائیں گی	ان پر	خبریں

يَوْمَئِذٍ	فَهُمْ	لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾	فَاَمَّا	مَنْ	تَابَ	وَاٰمَنَ
اس دن	تو وہ لوگ	ایک دوسرے سے (بھی) نہیں پوچھیں گے	تو وہ جو ہے	جس نے	توبہ کی	اور ایمان لایا

وَعَمِلَ	صَالِحًا	فَعَسٰٓى اَنْ	يَّكُوْنَ	مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾
اور اس نے عمل کئے	نیک	تو امید ہے کہ	وہ ہوگا	مراد پانے والوں میں سے

وَرَبُّكَ	يَخْلُقُ	مَا	يَشَآءُ	وَيَخْتَارُ ؕ	مَا كَانَ	لَهُمُ
اور آپ کا رب	پیدا کرتا ہے	اس کو جس کو	وہ چاہتا ہوں	اور وہ چن لیتا ہے (جس کو چاہتا ہے)	نہیں ہے	ان لوگوں کے لئے

الْخِيَرَةُ ؕ	سُبْحٰنَ اللّٰهِ	وَتَعٰلٰى	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾
پسند کرنے کا اختیار	پاکیزگی اللہ کی ہے	اور وہ بلند ہوا	اس سے جو	یہ لوگ شرک کرتے ہیں

نوٹ۔1

ایک شخص کیلئے دائمی عیش کا وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا اور دوسرے کے لئے چند روزہ عیش کے بعد گرفتاری کا وارنٹ اور دائمی جیل خانہ ہے، کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ ایک شخص خواب میں دیکھے کہ میرے سر پر تاج شاہی رکھا ہے، خدام پرے باندھے کھڑے ہیں اور الوان نعمت دسترخوان پر چنے ہوئے ہیں جن سے لذت اندوز ہو رہا ہوں۔ آنکھ کھلی تو دیکھا انسپکٹر پولیس گرفتاری کا وارنٹ اور ہتھکڑی بیڑی لئے کھڑا ہے پس وہ پکڑ کر لے گیا اور پیش ہو کر حبس دوام کی سزا مل گئی۔ بتلاؤ اسے وہ خواب کی بادشاہت اور پلاؤ قورمے کی لذت یاد آئے گی۔ (ترجمہ شیخ الہند)

نوٹ۔2

آیت 63۔ میں یہ لطیف نکتہ قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سوال تو کرے گا شریک ٹھہرانے والوں سے مگر ان کے بولنے سے پہلے ہی جواب دینے لگیں گے وہ جن کو شریک ٹھہرایا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عام مشرکین سے یہ سوال کیا جائے گا تو ان کے لیڈر محسوس کریں گے کہ اب ہماری شامت آ گئی یہ ہماری پیروی کرنے والے ضرور کہیں گے کہ ہماری گمراہی کے ذمہ دار یہ لوگ ہیں۔ اس لئے ان کے بولنے سے پہلے وہ خود اپنی صفائی پیش کریں گے کہ ہم نے زبردستی ان کو گمراہ نہیں کیا بلکہ جس طرح ہم خود اپنی مرضی سے گمراہ ہوئے تھے اسی طرح انہوں نے اپنی مرضی سے گمراہی کو قبول کیا تھا۔ (تفہیم القرآن)

1445

1444

1446

1444

1447

1444

1444

1449

1444

1450

1444

1451

1444

1452

1444

1453

1444

1454

1444

1455

1444

1456

1444

1457

1444

1458

1444

1459

1444

1460

1444

1461

1444

1462

1444

1463

1444

1464

1444

1465

1444

1466

1444

1467

1444

آیت نمبر (69 تا 75)

ترجمہ:

وَرَبُّكَ	يَعْلَمُ	مَا	تُكِنُّ	صُدُوْرُهُمْ	وَمَا	يُعْلِنُوْنَ ۞69
اور آپ کا رب	جانتا ہے	اس کو جو	چھپاتے ہیں	ان کے سینے	اور اس کو جو	وہ لوگ اعلان کرتے ہیں

وَهُوَ	اللّٰهُ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ ؕ	لَهُ	الْحَمْدُ	فِي الْاُوْلٰى
اور وہی	اللہ ہے	کوئی بھی الہ نہیں ہے	مگر وہ ہی	اس کے لئے ہیں	تمام شکر پاس ہے	پہلی (زندگی) میں

وَالْاٰخِرَةِ	وَلَهُ	الْحُكْمُ	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ۞70	قُلْ
اور آخری (زندگی) میں	اور اس کے لئے ہی	تمام حکم ہے	اور اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے	آپ کہئے

اَرَءَيْتُمْ	اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ	عَلَيْكُمُ	الَّيْلَ	سَرْمَدًا	اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
کیا تم لوگوں نے غور کیا	اگر بنادے اللہ	تم لوگوں پر	رات کو	ہمیشہ کے لئے	قیامت کے دن تک

مَنْ اِلٰهٌ	غَيْرُ اللّٰهِ	يَاْتِيْكُمْ	بِضِيَآءٍ ؕ	اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۞71	قُلْ	اَرَءَيْتُمْ
کون الہ ہے	اللہ کے علاوہ	جو لائے گا تمہارے لئے	روشنیاں	تو کیا تم لوگ سنتے نہیں ہو	آپ کہئے	کیا تم لوگوں نے غور کیا

اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ	عَلَيْكُمُ	النَّهَارَ	سَرْمَدًا	اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	مَنْ اِلٰهٌ	غَيْرُ اللّٰهِ
اگر بنادے اللہ	تم لوگوں پر	دن کو	ہمیشہ کے لئے	قیامت کے دن تک	کون الہ ہے	اللہ کے علاوہ

يَاْتِيْكُمْ	بِلَيْلٍ	تَسْكُنُوْنَ	فِيْهِ ؕ	اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۞72	وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ
جو لائے گا تمہارے لئے	رات	تم لوگ آرام کرتے ہو	جس میں	تو کیا تم لوگ دیکھتے نہیں ہو	اور (یہ) اس کی رحمت میں سے ہے (کہ)

جَعَلَ	لَكُمُ	الَّيْلَ	وَالنَّهَارَ	لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ	وَلِتَبْتَغُوْا
اس نے بنایا	تمہارے لئے	رات	اور دن	تاکہ تم لوگ آرام کرو اس میں	اور تاکہ تم لوگ تلاش کرو

مِنْ فَضْلِهٖ	وَلَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ۞73	وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ	فَيَقُوْلُ
اس کے فضل میں سے	اور شاید تم لوگ	شکر کرو	اور جس دن وہ پکارے گا ان کو	پھر وہ کہے گا

اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ	كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۞74	وَنَزَعْنَا	مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ
کہاں ہیں میرے وہ شریک جن پر	تم لوگ زعم کیا کرتے تھے	اور ہم نکالیں گے	ہر امت میں سے

شَهِيْدًا	فَقُلْنَا	هَاتُوْا	بُرْهَانَكُمْ	فَعَلِمُوْٓا	اَنَّ الْحَقَّ
ایک گواہ	تو ہم کہیں گے	تم لوگ دو	اپنی روشن دلیل	تب وہ لوگ جان لیں گے	کہ کل حق

لِلّٰهِ	وَضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا	1464 كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٧٥﴾
اللہ کے لئے ہے	اور گم ہو جائے گا	ان سے	وہ جو	وہ گھڑا کرتے تھے

نوٹ ۔1

آیت ۔۷۱۔ میں رات کی ہمیشگی کا ذکر ہے اور اندھیرے میں انسان کو دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے اس کی رعایت سے آیت کے آخر میں اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ فرمایا کہ اگر تمہیں سجھائی نہیں دیتا تو کیا سنائی بھی نہیں دیتا۔ جبکہ اگلی آیت میں دن کا ذکر ہے جس میں انسان سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔ اس لئے اس کے آخر میں اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ فرمایا۔ (ترجمہ شیخ الہند m سے ماخوذ)

آیت نمبر (76 تا 78)

ن و ء

(ن) نَوْءًا مشقت وتکلیف سے اٹھنا۔ زیر مطالعہ آیت ۔۷۶۔

ترجمہ:

اِنَّ قَارُوْنَ	كَانَ	مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى	فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠	وَ
بیشک قارون	تھا	موسیٰ کی قوم میں سے	تو اس نے بغاوت کی ان کے خلاف	حالانکہ

اٰتَيْنٰهُ	مِنَ الْكُنُوْزِ	مَآ	اِنَّ	مَفَاتِحَهٗ	لَتَنُوْٓاُ	بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ
ہم نے دیا تھا اس کو	خزانوں میں سے	وہ	کہ	جس کی کنجیاں	یقیناً مشکل سے اٹھتی تھیں	قوت والی جماعت سے

اِذْ قَالَ لَهٗ	قَوْمُهٗ	لَا تَفْرَحْ	اِنَّ اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	الْفَرِحِيْنَ ﴿٧٦﴾
جب کہا اس سے	اس کی قوم نے	تو مت اترا	بیشک اللہ	پسند نہیں کرتا	اترانے والوں کو

وَابْتَغِ	فِيْمَآ	اٰتٰىكَ	اللّٰهُ	الدَّارَ الْاٰخِرَةَ	وَلَا تَنْسَ	نَصِيْبَكَ
اور تو تلاش کر	اس میں سے جو	دیا تجھ کو	اللہ نے	آخری گھر کو	اور تو مت بھول	اپنا حصہ

مِنَ الدُّنْيَا	وَاَحْسِنْ	كَمَآ	اَحْسَنَ	اللّٰهُ	اِلَيْكَ	وَلَا تَبْغِ
دنیا میں سے	اور تو بھلائی کر	جیسے کہ	بھلائی کی	اللہ نے	تیری طرف	اور تو خواہش مت کر

الْفَسَادَ	فِي الْاَرْضِ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٧٧﴾	قَالَ
نظم بگاڑنے کی	زمین میں	بیشک اللہ	پسند نہیں کرتا	نظم بگاڑنے والوں کو	(قارون نے) کہا

اِنَّمَآ	اُوْتِيْتُهٗ	عَلٰي عِلْمٍ	عِنْدِيْ ۭ	اَوَلَمْ يَعْلَمْ	اَنَّ اللّٰهَ
کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	مجھ کو دیا گیا یہ (خزانہ)	ایک ایسے علم کی بنا پر جو	میرے پاس ہے	اور کیا اس نے جانا ہی نہیں	کہ اللہ

قَدْ اَهْلَكَ	مِنْ قَبْلِهٖ	مِنَ الْقُرُوْنِ	مَنْ هُوَ	اَشَدُّ	مِنْهُ	قُوَّةً
ہلاک کر چکا ہے	اس سے پہلے	قوموں میں سے	اس کو کہ وہ	زیادہ شدید تھا	اس سے	بلحاظ قوت کے

وَّاَكْثَرُ	جَمْعًا ۭ	وَلَا يُسْـَٔــلُ	عَنْ ذُنُوْبِهِمُ	الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٧٨﴾
اور زیادہ کثرت والا تھا	بلحاظ جمع کرنے کے	اور پوچھا نہیں جاتا	ان کے گناہوں کے بارے میں	مجرموں سے

1464

نوٹ۔1 بائبل کی کتاب خروج (۔6۔آیت۔18۔21) میں جو نسبت نامہ درج ہے اس کی رو سے حضرت موسیٰؑ اور قارونؑ کے والد باہم سگے بھائی تھے۔بنی اسرائیل میں سے ہونے کے باوجود قارون، فرعون کے ساتھ جا ملا تھا اور اس کا مقرب بن کر اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ موسیٰؑ کی دعوت کے مقابلہ میں فرعون کے بعد مخالفت کے جو دو بڑے سرغنے تھے۔ان میں سے ایک فرعون کا وزیر ہامان تھا اور دوسرا یہی قارون تھا۔(تفہیم القرآن)

نوٹ۔2 آیت۔77 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت تجھے عطا فرمایا ہے اس کے ذریعہ آخرت کا سامان فراہم کر اور دنیا میں جو تیرا حصہ ہے اس کو نہ بھول۔دنیا کے حصے کے متعلق دو آراء ہیں۔ایک یہ کہ مال و دولت سے آخرت کمانے کے ساتھ اپنی ضروریات زندگی پر بھی خرچ کر، اللہ کی نعمتوں سے مستفید ہو اور اپنے نفس کا حق ادا کرنے میں بخل سے کام مت لے۔

دوسری رائے کو سمجھنے کے لئے پہلے تاکید کرنے کا ایک اسلوب سمجھ لیں۔کبھی ہم ایک بات کہتے ہیں پھر تاکید کے لئے اس پر ایک اور جملہ کا اضافہ کرتے ہیں۔جیسے دفتر میں ہم کسی سے کہیں کہ گھر جاتے ہوئے یہ چیزیں ساتھ لیتے جانا۔ان کو یہیں مت چھوڑ جانا۔اس میں ''مت چھوڑ جانا'' والا جملہ پہلے جملے کی تاکید کے لئے ہے۔اس طرح اس آیت میں اصل بات یہ ہے کہ مال و دولت سے آخرت کما۔اس کی تاکید کے لئے فرمایا کہ دنیا میں سے اپنا حصہ لینا مت بھول۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دنیا میں ہر انسان کے پاس کم یا زیادہ جو کچھ بھی ہے وہ سارا کا سارا اس کا اپنا نہیں ہے۔وہ اس سب کا امین تو ہے لیکن اس میں سے اس کا اپنا حصہ صرف وہ ہے جو اس کے ساتھ جائے گا اور آخرت میں اس کو ملے گا۔اس کے علاوہ اس کے پاس جو ہے وہ یا تو فانی ہے یا وارثوں کا حصہ ہے۔اس کا اپنا حصہ صرف وہ ہے جو اس کے ساتھ جائے گا۔رسول اللہ ﷺ نے اس سمندر کو کوزے میں بند کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

آیت نمبر (79 تا 82)

ترجمہ:

فَخَرَجَ	عَلٰى قَوْمِهٖ	فِيْ زِيْنَتِهٖ	قَالَ الَّذِيْنَ	يُرِيْدُوْنَ
تو وہ نکلا	اپنی قوم پر	اپنی زینت میں	تو ان لوگوں نے کہا جو	خواہش رکھتے تھے

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	يٰلَيْتَ	لَنَا	مِثْلَ مَآ	اُوْتِيَ	قَارُوْنُ	اِنَّهٗ
دنیوی زندگی کی	اے کاش	ہمارے لئے ہوتا	اس کے جیسا جو	دیا گیا	قارون کو	بیشک وہ

لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾	وَقَالَ الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ	وَيْلَكُمْ
یقیناً بڑے نصیب والا ہے	اور ان لوگوں نے کہا جن کو	دیا گیا تھا	علم	تمہارا ستیاناس

ثَوَابُ اللّٰهِ	خَيْرٌ	لِّمَنْ	اٰمَنَ	وَعَمِلَ	صَالِحًا	وَلَا يُلَقّٰهَآ
اللہ کا (دیا ہوا) ثواب	بہتر ہے	اس کے لئے جو	ایمان لایا	اور جس نے عمل کیا	نیک	اور نہیں دی جاتی یہ (توفیق)

اِلَّا	الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾	فَخَسَفْنَا	بِهٖ	وَبِدَارِهِ	الْاَرْضَ	فَمَا كَانَ لَهٗ
مگر	ثابت قدم رہنے والوں کو	تو دھنسا دیا ہم نے	اس کو	اور اس کے گھر کو	زمین میں	تو نہیں تھی اس کے لئے

مِنْ فِئَةٍ	يَّنْصُرُوْنَهٗ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	وَمَا كَانَ	مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾
کوئی بھی ایسی جماعت جو	مدد کرتی اس کی	اللہ کے سوا	اور وہ نہیں تھا	بدلہ لینے والوں میں سے

وَاَصْبَحَ	الَّذِيْنَ	تَمَنَّوْا	مَكَانَهٗ	بِالْاَمْسِ	يَقُوْلُوْنَ	1464 وَيْكَاَنَّ	اللّٰهَ
اور ہو گئے	وہ لوگ جنہوں نے	تمنا کی تھی	اس کی جگہ کی	کل تک	(یہ) کہتے ہوئے	ارے! گویا کہ	اللہ ہی

يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ عِبَادِهٖ	وَيَقْدِرُ ۚ	لَوْلَآ اَنْ
کشادہ کرتا ہے	رزق کو	جس کے لئے	وہ چاہتا ہے	اپنے بندوں میں سے	اور وہ اندازے سے دیتا ہے (جسے چاہتا ہے)	اگر نہ ہوتا کہ

مَّنَّ	اللّٰهُ	عَلَيْنَا	لَخَسَفَ	بِنَا ۭ	وَيْكَاَنَّهٗ	لَا يُفْلِحُ	الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۲ ع
احسان کیا	اللہ نے	ہم پر	تو وہ ضرور دھنسا دیتا	ہم کو (بھی)	ارے! حقیقت یہ ہے کہ	فلاح نہیں پاتے	ناشکری کرنے والے

نوٹ۔1

قارون کی یہ حکایت محض ماضی کی ایک حکایت کی حیثیت سے نہیں بیان ہوئی ہے، بلکہ اس کے پردے میں ابولہب اور اس کے ساتھیوں کا کردار اور انجام پیش کیا گیا ہے۔ جس قسم کا فتنہ حضرت موسیٰؑ کی قوم میں قارون تھا اسی قسم کا فتنہ رسول اللہ ﷺ کی قوم میں ابولہب تھا۔ متعدد پہلوؤں سے دونوں میں مماثلت تھی۔ جس طرح قارون حضرت موسیٰؑ کے خاندان، بنی لادی، کا سب سے بڑا دولت مند تھا اسی طرح ابولہب رسول اللہ ﷺ کے خاندان ''بنی ہاشم'' میں سب سے بڑا دولت مند تھا۔ ابولہب آپ ﷺ کا چچا تھا اور قارون حضرت موسیٰؑ کا سگا چچازاد بھائی تھا۔ دونوں نہایت بخیل اور متکبر تھے۔ اپنے اپنے رسولوں کے ساتھ دونوں کے عناد کی نوعیت بھی ایک تھی۔ قارون یہ چاہتا تھا کہ خاندان کی پیشوائی اسے حاصل رہے تاکہ اس کی سرمایہ داری پر کوئی آنچ نہ آئے۔ ابولہب بھی یہی چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ کی کلید برداری اور افادہ کی دولت پر اس کا قبضہ رہے۔ انجام کے اعتبار سے بھی دونوں میں بڑی مماثلت ہے۔ دونوں خدا کے قہر و غضب کے ہدف ہوئے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (83 تا 88)

ترجمہ:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ	نَجْعَلُهَا	لِلَّذِيْنَ	لَا يُرِيْدُوْنَ	عُلُوًّا	فِي الْاَرْضِ
یہ آخری گھر!	ہم بناتے ہیں اس کو	ان لوگوں کے لئے جو	نہیں چاہتے	بڑائی	زمین میں

وَلَا فَسَادًا ۭ	وَالْعَاقِبَةُ	لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۸۳	مَنْ جَآءَ	بِالْحَسَنَةِ	فَلَهٗ
اور نہ نظم بگاڑنا	اور (اچھا) انجام	تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے ہے	جو آیا	نیکی کے ساتھ	تو اس کے لئے

خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ	وَمَنْ جَآءَ	بِالسَّيِّئَةِ	فَلَا يُجْزَى	الَّذِيْنَ
اس سے زیادہ بھلائی ہے	اور جو آیا	برائی کے ساتھ	تو بدلہ نہیں دیا جاتا	ان کو جنہوں نے

عَمِلُوا	السَّيِّاٰتِ	اِلَّا مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۴	اِنَّ الَّذِيْ	فَرَضَ عَلَيْكَ
عمل کئے	برائیوں کے	سوائے اس کے جو	وہ لوگ عمل کیا کرتے تھے	بیشک وہ جس نے	فرض کیا آپ ﷺ پر

الْقُرْاٰنَ	لَرَآدُّكَ	اِلٰى مَعَادٍ	قُلْ	رَّبِّيْٓ	1464 اَعْلَمُ
اس قرآن کو	ضرور لوٹانے والا ہے آپؐ کو	واپس ہونے کی جگہ کی طرف	آپؐ کہیے	میرا رب	خوب جاننے والا ہے

مَنْ	جَآءَ	بِالْهُدٰى	وَمَنْ	هُوَ	فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٨٥	وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا
اس کو جو	آیا	ہدایت کے ساتھ	اور اس کو جو	(کہ) وہی	کھلی گمراہی میں ہے	اور آپؐ ہرگز مت ہوں

اَنْ يُّلْقٰٓى	اِلَيْكَ	الْكِتٰبُ	اِلَّا رَحْمَةً	مِّنْ رَّبِّكَ	فَلَا تَكُوْنَنَّ
کہ ڈالی جائے گی	آپؐ کی طرف	وہ کتاب	مگر رحمت ہوتے ہوئے	آپؐ کے رب (کی طرف) سے	تو آپؐ ہرگز مت ہوں

ظَهِيْرًا	لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝٨٦	وَلَا يَصُدُّنَّكَ	عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ	بَعْدَ اِذْ
مددگار	کفر کرنے والوں کے لئے	وہ لوگ ہرگز نہ روکیں آپؐ کو	اللہ کی آیات سے	اس کے بعد کہ جب

اُنْزِلَتْ	اِلَيْكَ	وَادْعُ	اِلٰى رَبِّكَ	وَلَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝٨٧
وہ اتاری گئیں	آپؐ کی طرف	اور آپؐ دعوت دیں	اپنے رب کی طرف	اور آپؐ ہرگز مت ہوں	شرک کرنے والوں میں سے

وَلَا تَدْعُ	مَعَ اللّٰهِ	اِلٰهًا اٰخَرَ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	كُلُّ شَيْءٍ
اور آپؐ مت پکاریں	اللہ کے ساتھ	کسی دوسرے الہ کو	کوئی الہ نہیں ہے	مگر وہ ہی	ہر چیز

هَالِكٌ	اِلَّا وَجْهَهٗ	لَهُ	الْحُكْمُ	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ۝٨٨
ہلاک ہونے والی ہے	سوائے اس کے چہرے (یعنی ذات) کے	اس کے لئے ہی ہے	حکم دینا	اور اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

نوٹ۔1

آیت۔85۔ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ایک معاد کی طرف پھیرنے والا ہے۔ معاد کے لغوی معنی ہیں وہ مقام جس کی طرف آخر کار آدمی کو پلٹنا ہو۔ بعض مفسرین نے اس سے مراد جنت لی ہے، لیکن اسے جنت کے ساتھ مخصوص کر دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ اسے ویسا ہی عام رکھا جائے جیسا خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، تاکہ یہ وعدہ دنیا اور آخرت دونوں سے متعلق ہو جائے۔ سیاق عبارت کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ اسے آخرت میں ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی نبی ﷺ کو آخر کار بڑی شان وعظمت عطا کرنے کا وعدہ سمجھا جائے۔ اور فی الواقع اللہ تعالیٰ نے چند ہی سال بعد حضورؐ کو اس دنیا میں پورے ملک عرب میں ایسا مکمل اقتدار عطا کر کے دکھا دیا کہ آپ ﷺ کی مزاحمت کرنے والی کوئی طاقت وہاں نہ ٹھہر سکی اور آپ ﷺ کے دین کے سوا کسی دین کے لئے وہاں گنجائش نہ رہی۔ عرب کی تاریخ میں اس سے پہلے کوئی نظیر اس کی موجود نہ تھی۔ بعض مفسرین نے خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے راستہ میں نازل ہوئی تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ آپ ﷺ کو پھر مکہ واپس پہنچائے گا۔ (تفہیم القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ العنکبوت (29)

آیت نمبر (1 تا 7)

ترجمہ:

الٓمّٓ ۚ ①	اَحَسِبَ	النَّاسُ	اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا	اَنۡ	یَّقُوۡلُوۡۤا	اٰمَنَّا
-	کیا گمان کیا	لوگوں نے	، کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے	(اس لئے) کہ	وہ کہتے ہیں	ہم ایمان لائے

وَهُمۡ	لَا یُفۡتَنُوۡنَ ②	وَلَقَدۡ فَتَنَّا	الَّذِیۡنَ	مِنۡ قَبۡلِهِمۡ	فَلَیَعۡلَمَنَّ	اللّٰهُ
اور وہ لوگ	آزمائے نہ جائیں گے	اور بیشک ہم آزما چکے ہیں	اُن کو جو	ان سے پہلے تھے	تو لازماً جان لے گا	اللہ

الَّذِیۡنَ	صَدَقُوۡا	وَلَیَعۡلَمَنَّ	الۡکٰذِبِیۡنَ ③	اَمۡ حَسِبَ	الَّذِیۡنَ	یَعۡمَلُوۡنَ
ان کو جنہوں نے	سچ کہا	اور وہ لازماً جان لے گا	جھوٹ کہنے والوں کو	یا گمان کیا	ان لوگوں نے جو	عمل کرتے ہیں

السَّیِّاٰتِ	اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا ؕ	سَآءَ	مَا	یَحۡکُمُوۡنَ ④	مَنۡ کَانَ	یَرۡجُوۡا
برائیوں کے	کہ وہ بھاگ نکلیں گے ہم سے	برا ہے	وہ جو	وہ لوگ فیصلہ کرتے ہیں	جو ہے (کہ)	امید رکھتا ہے

لِقَآءَ اللّٰهِ	فَاِنَّ	اَجَلَ اللّٰهِ	لَاٰتٍ ؕ	وَهُوَ	السَّمِیۡعُ	الۡعَلِیۡمُ ⑤
اللہ سے ملاقات کی	تو بیشک	اللہ کا (مقرر کردہ) خاتمے کا وقت	یقیناً آنے والا ہے	اور وہ ہی	سننے والا ہے	جاننے والا ہے

وَمَنۡ جَاهَدَ	فَاِنَّمَا	یُجَاهِدُ	لِنَفۡسِهٖ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	لَغَنِیٌّ
اور جو جدوجہد کرتا ہے	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ جدوجہد کرتا ہے	اپنے نفس کے (بھلے کے) لئے	بیشک اللہ	یقیناً بے نیاز ہے

عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ⑥	وَالَّذِیۡنَ	اٰمَنُوۡا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَنُکَفِّرَنَّ
تمام جہانوں سے	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے	نیکیوں کے	تو ہم لازماً دور کریں گے

عَنۡهُمۡ	سَیِّاٰتِهِمۡ	وَلَنَجۡزِیَنَّهُمۡ	اَحۡسَنَ الَّذِیۡ	کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ⑦
ان سے	ان کی برائیوں کو	اور ہم لازماً بدلہ دیں گے	اس کے بہترین سے جو	وہ عمل کیا کرتے تھے

نوٹ۔1

مکہ میں جو شخص بھی اسلام قبول کرتا تھا اس پر مظالم کا ایک طوفان ٹوٹ پڑتا تھا۔ ان حالات نے اگرچہ راسخ الایمان صحابہ کے عزم و ثبات میں کوئی تزلزل پیدا نہ کیا تھا، لیکن انسانی فطرت کے تقاضے سے اکثر ان پر بھی ایک شدید اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اس اضطرابی کیفیت کو ٹھنڈے صبر و تحمل میں تبدیل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو سمجھاتا ہے کہ ہمارے جو وعدے دنیا اور آخرت کی کامرانیوں کے لئے ہیں کوئی شخص صرف زبانی دعوائے ایمان کر کے ان کا مستحق نہیں ہو سکتا، بلکہ ہر مدعی کو لازماً آزمائشوں کی بھٹی کے گزرنا ہوگا تاکہ وہ اپنے دعوے کی صلاحیت کا ثبوت دے اور یہ بات کھل جائے (یعنی ریکارڈ پر آجائے۔ مرتب) کہ ایمان کا جو دعویٰ تھا وہ سچا تھا یا جھوٹا۔ تاریخ میں ہمیشہ یہی ہوا ہے۔ (تفہیم القران)

نوٹ۔2

آیت۔ ۳۔ میں ہے کہ اللہ لازماً جان لے گا۔ سوال یہ ہے کہ اللہ کو تو سچے کی سچائی اور جھوٹے کا جھوٹ خود ہی معلوم ہے، آزمائش کر کے اسے معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک ایک شخص کے اندر کسی چیز کی صرف صلاحیت اور استعداد ہی ہوتی ہے، معلاً اس کا ظہور نہیں ہوجاتا، اس وقت تک از روئے عدل و انصاف نہ تو وہ کسی جزاء کا مستحق ہوتا ہے نہ کسی سزا کا۔ اللہ کے ہاں انصاف اس علم کی بنیاد پر نہیں ہوتا کہ فلاں شخص چوری کا رجحان رکھتا ہے اور چوری کرے گا یا کرنے والا ہے، بلکہ اس علم کی بنیاد پر ہوتا ہے کہ اس نے چوری کر ڈالی ہے۔ اسی طرح انعامات بھی اس علم کی بنیاد پر نہیں دیئے جاتے کہ فلاں شخص مجاہد بن سکتا ہے یا بنے گا، بلکہ اس علم کی بنیاد پر دیئے جاتے ہیں کہ اس نے عمل سے اللہ کی راہ میں جان لڑا کر دکھائی۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (8 تا 13)

ترجمہ:

وَوَصَّيْنَا	الْاِنْسَانَ	بِوَالِدَيْهِ	حُسْنًا ؕ	وَاِنْ
اور ہم نے تاکید کی	انسان کو	اس کے والدین کے بارے میں	بھلائی کی	اور اگر

جَاهَدٰكَ	لِتُشْرِكَ	بِيْ	مَا	لَيْسَ	لَكَ	بِهٖ
وہ دونوں کشمکش کریں تجھ سے	کہ تو شریک کرے	میرے ساتھ	اس کو	نہیں ہے	تیرے لئے	جس کے بارے میں

عِلْمٌ	فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ	اِلَيَّ	مَرْجِعُكُمْ	فَاُنَبِّئُكُمْ
کوئی علم	تو کہنا مت مان ان دونوں کا	میری طرف ہی	تم لوگوں کو لوٹنا ہے	پھر میں جتادوں گا تم لوگوں کو

بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ
وہ جو	تم لوگ کیا کرتے تھے	اور جو لوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے	نیکیوں کے

لَنُدْخِلَنَّهُمْ	فِي الصّٰلِحِيْنَ ⑨	وَمِنَ النَّاسِ مَنْ	يَّقُوْلُ	اٰمَنَّا
تو ہم لازماً داخل کریں گے ان کو	نیک لوگوں میں	اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے

بِاللّٰهِ	فَاِذَآ	اُوْذِيَ	فِي اللّٰهِ	جَعَلَ	فِتْنَةَ النَّاسِ	كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ
اللہ پر	پھر جب	ان کو اذیت دی جاتی ہے	اللہ (کی راہ) میں	تو بناتے ہیں	لوگوں کی آزمائش کو	اللہ کے عذاب کی مانند

وَلَئِنْ	جَآءَ	نَصْرٌ	مِّنْ رَّبِّكَ	لَيَقُوْلُنَّ	اِنَّا كُنَّا	مَعَكُمْ ؕ
اور بیشک اگر	آئے گی	کوئی نصرت	آپؐ کے رب (کی طرف) سے	تو یہ لوگ لازماً کہیں گے	بیشک ہم تھے	تمہارے ساتھ

اَوَلَيْسَ اللّٰهُ	بِاَعْلَمَ	بِمَا	فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩
اور کیا اللہ نہیں ہے	خوب جاننے والا	اس کو جو	تمام جہان والوں کے سینوں میں ہے

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَلَيَعْلَمَنَّ	الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪
اور اللہ لازماً جان لے گا	ان کو جو	ایمان لائے	اور وہ لازماً جان لے گا	منافقوں کو

وَقَالَ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّبِعُوْا	سَبِيْلَنَا 1464
اور کہاان لوگوں نے جنہوں نے	انکار کیا	ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	تم لوگ پیروی کرو	ہمارے راستے کی
وَلْنَحْمِلْ	خَطٰيٰكُمْ ط	وَ	مَاهُمْ	بِحٰمِلِيْنَ	مِنْ خَطٰيٰهُمْ
اورضروری ہوگا کہ ہم اٹھالیں	تمہاری غلطیوں کو	حالانکہ	وہ نہیں ہیں	اٹھانے والے	ان کی غلطیوں میں سے
مِّنْ شَيْءٍ ط	اِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾	وَلَيَحْمِلُنَّ	اَثْقَالَهُمْ	وَاَثْقَالًا
کچھ بھی	بیشک یہ لوگ	یقیناً جھوٹے ہیں	اور یہ لوگ لازماً اٹھائیں گے	اپنے بوجھ	اور کچھ (دوسرے) بوجھ
مَّعَ اَثْقَالِهِمْ	وَلَيُسْـَٔلُنَّ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	عَمَّا	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع	
اپنے بوجھوں کے ساتھ	اوران سے لازماً پوچھا جائے گا	قیامت کے دن	اس کے بارے میں جو	یہ لوگ گھڑا کرتے تھے	

نوٹ۔1

ماں باپ کے حقوق ہر دین میں مسلّم رہے ہیں اس وجہ سے والدین نے بسا اوقات غلط فائدہ بھی اٹھایا ہے کہ اپنے حق کے نام پر انہوں نے اپنی اولاد کو خدا کے حقوق سے روکنے کی کوشش کی ہے۔یہی صورتحال ان نوجوانوں کو بھی پیش آئی جو نبی ﷺ پر ایمان لائے اور اسلام لانے کے جرم میں وہ بھی اپنے والدین اور سر پرستوں کے ظلم وستم کے ہدف بنے۔اس صورتحال کا تقاضہ یہ ہوا کہ اس باب میں نوجوانوں کو واضح حدایت دے دی جائے کہ والدین اگر ان کے دین کے معاملہ میں مداخلت کریں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ جب والدین کو یہ حق حاصل نہیں تو پھر دوسروں کے لئے اس حق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اسلام میں قانون ہے کہ لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔یعنی خالق کے حکم کے خلاف کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

(تدبر قرآن)

نوٹ۔2

کفارمکہ مسلمانوں سے کہتے کہ تم لوگ بلا وجہ عذاب آخرت کے خوف سے ہمارے طریقہ پر نہیں چلتے، لو ہم ذمہ داری لیتے ہیں، اگر تمہاری ہی بات سچی ہوئی تو تمہارے گناہوں کا بوجھ ہم اٹھالیں گے تم پر آنچ بھی نہ آئے گی۔ آیت۔۱۲۔۱۳۔ میں حق تعالیٰ نے اس کا حوالہ دے کر ایک تو یہ فرمایا کہ ایسا کہنے والے بالکل جھوٹے ہیں۔دوسری بات یہ فرمائی کہ ان لوگوں کا یہ کہنا تو جھوٹ ہے کہ وہ تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر تمہیں سبکدوش کر دیں گے، البتہ یہ ضرور ہوگا کہ تم کو بہکانا خود ایک بڑا گناہ ہے۔اس لئے ان پر اپنے اعمال کا بھی وبال ہوگا اور جن کو بہکایا تھا ان کا بھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دے تو جتنے لوگ اس کی دعوت کی وجہ سے ہدایت پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا ثواب اس داعی کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا، بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی کی جائے اور جو شخص کسی گمراہی اور گناہ کی طرف دعوت دے تو جتنے لوگ اس کے کہنے سے اس گمراہی میں مبتلا ہوں گے ان سب کا گناہ اس شخص پر بھی پڑے گا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے وبال وعذاب میں کوئی کمی ہو۔(معارف القرآن)

آیت نمبر (14 تا 18)

ترجمہ:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	اِلٰى قَوْمِهٖ	فَلَبِثَ	فِيْهِمْ	اَلْفَ سَنَةٍ
اور یقیناً ہم بھیج چکے	نوحؑ کو	انکی قوم کی طرف	تو وہ رہے	ان میں	ایک ہزار سال

اِلَّآ	خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ	فَاَخَذَهُمُ	الطُّوْفَانُ	وَ	هُمْ	ظٰلِمُوْنَ ⑭
سوائے	پچاس سالوں کے	پھر پکڑا ان کو	طوفان نے	اس حال میں کہ	وہ لوگ	ظلم کرنے والے تھے

فَاَنْجَيْنٰهُ	وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ	وَجَعَلْنٰهَآ	اٰيَةً	لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮
پھر ہم نے نجات دی ان کو	اور کشتی والوں کو	اور ہم نے بنایا اس (کشتی) کو	ایک نشانی	تمام جہان والوں کے لئے

وَاِبْرٰهِيْمَ	اِذْ قَالَ	لِقَوْمِهِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	وَاتَّقُوْهُ ؕ
اور (یقیناً ہم بھیج چکے) ابراہیمؑ کو	جب انہوں نے کہا	اپنی قوم سے	تم لوگ بندگی کرو	اللہ کی	اور تقویٰ اختیار کرو اس کا

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ⑯	اِنَّمَا
یہ بہتر ہے	تمہارے لئے	اگر تم لوگ	جانتے ہو	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ

تَعْبُدُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اَوْثَانًا	وَّتَخْلُقُوْنَ	اِفْكًا ؕ	اِنَّ الَّذِيْنَ
تم لوگ بندگی کرتے ہو	اللہ کے علاوہ	بتوں کی	اور تم لوگ تخلیق کرتے ہو	جھوٹ کو	بیشک وہ لوگ جن کی
تَعْبُدُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	لَا يَمْلِكُوْنَ	لَكُمْ	رِزْقًا	فَابْتَغُوْا
تم لوگ بندگی کرتے ہو	اللہ کے علاوہ	بتوں کی	اور تم لوگ تخلیق کرتے ہو	جھوٹ کو	بیشک وہ لوگ جن کی

عِنْدَ اللّٰهِ	الرِّزْقَ	وَاعْبُدُوْهُ	وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ	اِلَيْهِ
اللہ کے پاس	رزق کو	اور بندگی کرو اس کی	اور شکر ادا کرو اس کا	اس کی طرف ہی

تُرْجَعُوْنَ ⑰	وَاِنْ تُكَذِّبُوْا	فَقَدْ كَذَّبَ	اُمَمٌ
تم لوگ لوٹائے جاؤ گے	اور اگر تم لوگ جھٹلاتے ہو	تو جھٹلا چکی ہیں	کچھ امتیں
مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ	وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ	اِلَّا	الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑱
تم لوگوں سے پہلے	اور نہیں ہے یہ رسول پر	مگر	واضح طور پر پہنچا دینا

نوٹ۔1

یہاں سے انبیاء اور ان کی قوموں کے قصے جس مناسبت سے بیان کئے جا رہے ہیں ان کو سمجھنے کے لئے سورہ کی ابتدائی آیات کو نگاہ میں رکھنا چاہئے۔ وہاں ایک طرف اہل ایمان سے فرمایا گیا کہ ہم نے ان سب اہل ایمان کو آزمائش میں ڈالا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ دوسری طرف ظالم کافروں سے فرمایا کہ تم اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ تم ہم سے بازی لے جاؤ گے اور ہماری گرفت سے بچ نکلو گے۔ انہی دو باتوں کو ذہن نشین کرانے کے لئے یہ تاریخی واقعات بیان کئے جا رہے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں عمروں کا اوسط آج کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ حضرت نوحؑ کے والد کی عمر۔773۔ برس کی ہوئی۔ ان کے دادا کی عمر۔969 برس، ان کے دوسرے اجداد میں سے کسی کی عمر۔962۔ برس اور کسی کی 895۔ برس مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوحؑ کی عمر اس دور کی اوسط عمر کے بالکل مطابق ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (19 تا 23)

ترجمہ:

اَوَ لَمْ یَرَوْا	كَيْفَ يُبْدِئُ	اللّٰهُ	الْخَلْقَ	ثُمَّ	يُعِيْدُهٗ ؕ
اور کیا انہوں نے غور نہیں کیا	کیسے ابتداء کرتا ہے	اللہ	تخلیق کی	پھر	وہ دہرائے گا اس کو

اِنَّ ذٰلِكَ	عَلَى اللّٰهِ	يَسِيْرٌ ⑲	قُلْ	سِيْرُوْا	فِى الْاَرْضِ	فَانْظُرُوْا
بیشک یہ	اللہ پر	آسان ہے	آپؐ کہئے	تم لوگ گھومو پھرو	زمین میں	تو دیکھو

كَيْفَ بَدَاَ	الْخَلْقَ	ثُمَّ اللّٰهُ	يُنْشِئُ	النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
کیسے اس نے ابتداء کی	تخلیق کی	پھر اللہ	اٹھائے گا	آخری اٹھان	بیشک اللہ

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ	قَدِيْرٌ ⑳ ج	يُعَذِّبُ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَيَرْحَمُ	مَنْ
ہر چیز پر	قادر ہے	وہ عذاب دیتا ہے	اس کو جسے	وہ چاہتا ہے	اور وہ رحم کرتا ہے	اس پر جس پر

يَّشَآءُ ج	وَاِلَيْهِ	تُقْلَبُوْنَ ㉑	وَمَآ اَنْتُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ	فِى الْاَرْضِ
وہ چاہتا ہے	اور اس کی طرف ہی	تم لوگ پلٹائے جاؤ گے	اور تم لوگ نہیں ہو	عاجز کرنے والے	زمین میں

وَلَا فِى السَّمَآءِ	وَمَا لَكُمْ	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	مِنْ وَّلِيٍّ	وَّلَا نَصِيْرٍ ㉒ ع
اور نہ ہی آسمان میں	اور تمہارے لئے نہیں ہے	اللہ کے سوا	کوئی بھی کارساز	اور نہ کوئی مددگار

وَالَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	وَلِقَآئِهٖ	اُولٰٓئِكَ
اور جن لوگوں نے	انکار کیا	اللہ کی آیات کا	اور اس کی ملاقات کا	وہ لوگ ہیں

يَئِسُوْا	مِنْ رَّحْمَتِیْ	وَاُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ اَلِيْمٌ ㉓
جو مایوس ہوئے	میری رحمت سے	اور وہ لوگ ہیں	جن کے لئے	ایک دردناک عذاب ہے

نوٹ۔1

زیر مطالعہ آیت۔19۔ سے آیت۔23 تک ایک جملہ معترضہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے قصے کا سلسلہ منقطع کر کے اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔(تفہیم القرآن)۔ اور اس دنیا کے مظاہر پر غور کرنے کی دعوت دی ہے کہ توحید، قیامت اور جزاء و سزا کے لئے باہر سے دلیل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس دنیا کے شب و روز کے مشاہدات میں ان میں سے ہر چیز کی شہادت موجود ہے۔ فرمایا کہ اس زمین میں چلو پھرو اور غور کی نگاہ سے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کس طرح خلق کا آغاز فرماتا ہے اور پھر اس کو فنا کر کے اس کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرتا ہے۔ ایک قوم کو وجود بخشتا ہے اور پھر اس کو مٹا کر اس کی جگہ دوسری قوم کو لاتا ہے۔ رات کے بعد دن نمودار کرتا ہے۔ خزاں کے بعد بہار آتی ہے۔ یہ سارے مشاہدات وہ اسی لئے کرا رہا ہے کہ انسان مرنے کے بعد کی زندگی کو بعید از امکان تصور نہ کرے۔ یہ باتیں غائب کے اسلوب میں بیان کرنے کے بعد آیت۔22 میں قریش کو خطاب کر کے فرمایا کہ جب وہ تم کو پکڑنا چاہے گا تو تم اس کی پکڑ سے نہ زمین میں بچ سکو گے نہ آسمان میں۔ نہ یہاں تمہارا کوئی کارساز ہو گا نہ آخرت میں کوئی حامی ہو گا۔(تدبر قرآن)

آیت نمبر (24 تا 27)

ترجمہ:

فَمَا كَانَ	جَوَابَ قَوْمِهٖٓ	اِلَّآ اَنْ	قَالُوا	اقْتُلُوْهُ
تو نہیں تھا	ان کی قوم کا جواب	سوائے اس کے کہ	ان لوگوں نے کہا	تم لوگ قتل کرو اس کو

اَوْ حَرِّقُوْهُ	فَاَنْجٰىهُ	اللّٰهُ	مِنَ النَّارِ ؕ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ
یا جلا کر بھسم کردو اس کو	تو نجات دی ان کو	اللہ نے	آگ سے	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں
لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾	وَقَالَ	اِنَّمَا	اتَّخَذْتُمْ	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
ایسی قوم کے لئے جو	ایمان لاتے ہیں	اور (ابراہیمؑ نے) کہا	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	تم لوگوں نے بنائے	اللہ کے سوا

اَوْثَانًا ۙ	مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ	فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ	ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
کچھ بت	تمہارے مابین کی دوستی (کا ذریعہ) ہوتے ہوئے	دنیوی زندگی میں	پھر قیامت کے دن

يَكْفُرُ	بَعْضُكُمْ	بِبَعْضٍ	وَّيَلْعَنُ	بَعْضُكُمْ	بَعْضًا	وَّمَاْوٰىكُمُ
انکار کرے گا	تم میں کا کوئی	کسی کا	اور لعنت کرے گا	تم میں کا کوئی	کسی کو	اور تم لوگوں کا ٹھکانہ

النَّارُ	وَمَا لَكُمْ	مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ۙ	فَاٰمَنَ	لَهٗ	لُوْطٌ ۘ
آگ ہے	اور تمہارے لئے نہیں ہے	کوئی بھی مددگار	تو بات مان لی	انؑ کی	لوطؑ نے
وَقَالَ	اِنِّيْ مُهَاجِرٌ	اِلٰى رَبِّيْ ؕ	اِنَّهٗ	هُوَ الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾
اور (ابراہیمؑ نے) کہا	کہ میں ہجرت کرنے والا ہوں	اپنے رب کی طرف	یقیناً وہ	ہی بالادست ہے	حکمت والا ہے
وَوَهَبْنَا لَهٗٓ	اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ	وَجَعَلْنَا	فِيْ ذُرِّيَّتِهِ	النُّبُوَّةَ	وَالْكِتٰبَ
اور ہم نے عطا کیا انؑ کو	اسحاقؑ اور یعقوبؑ	اور ہم نے بنائی (رکھ دی)	انؑ کی اولاد میں	نبوت	اور کتاب
وَاٰتَيْنٰهُ	اَجْرَهٗ	فِي الدُّنْيَا ۚ	وَاِنَّهٗ	فِي الْاٰخِرَةِ	لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾
اور ہم نے دیا انؑ کو	انؑ کا اجر	دنیا میں	اور بیشک وہ	آخرت میں	یقیناً صالحین میں سے ہیں

نوٹ۔1

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۔ یہاں تصدیق وتائید کے مفہوم میں ہے۔ لوطؑ، حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔ وہ خود منصب رسالت پر فائز اور اپنی قوم کی دعوت پر مامور تھے۔ یہاں ان کی تصدیق وتائید کا حوالہ اس لئے دیا ہے کہ یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ حضرت ابراہیمؑ جیسے جلیل القدر نبی پر بھی ایک وقت ایسا گزرا ہے کہ ان کی دعوت میں ان کی ہمنوائی کرنے والا حضرت لوطؑ کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا لیکن بالآخر وہ وقت بھی آیا کہ ان کی دعوت کی صدائے بازگشت دنیا کے کونے کونے سے اٹھی۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

حضرت اسحاقؑ، حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے تھے اور حضرت یعقوبؑ پوتے تھے۔ یہاں حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ ان کی اولاد کی مدین والی شاخ میں صرف شعیبؑ مبعوث ہوئے اور اسمٰعیلؑ کی شاخ میں محمد ﷺ تک ڈھائی ہزار سال کی مدت میں کوئی نبی نہیں آیا۔ جبکہ نبوت اور کتاب کی نعمت حضرت عیسیٰؑ تک مسلسل اس شاخ کو عطا ہوتی رہی جو حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ سے چلی تھی۔ البتہ ان کا ذکر کرنے کے بعد جب یہ فرمایا کہ نبوت اور کتاب ابراہیمؑ کی ذریت میں رکھ دی تو اس میں وہ تمام انبیاء آگئے جو نسل ابراہیمی کی سب شاخوں میں مبعوث ہوئے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

آیت۔27۔میں در پردہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے لئے بشارت ہے۔یہ سورہ مکی زندگی کے اس دور میں نازل ہوئی ہے جب مسلمانوں پر کفار نے عرصہ حیات بالکل تنگ کر دیا تھا اور مسلمانوں کے لئے ہجرت کے سوا کوئی اور راہ باقی نہیں رہ گئی تھی۔ان حالات میں ابراہیمؑ کی ہجرت کو نمایاں کر کے ان کو تسلی تھی کہ اگر یہ مرحلہ پیش آتا ہے اور اپنے رب کی خاطر تم اپنی قوم کو چھوڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں اچھے ساتھ پیدا کرے گا۔

آیت نمبر (28 تا 32)

ترجمہ:

وَلُوْطًا	اِذْ قَالَ	لِقَوْمِهٖٓ	اِنَّكُمْ	لَتَاْتُوْنَ
اور (یقیناً ہم بھیج چکے) لوطؑ کو	جب انہوں نے کہا	اپنی قوم سے	بیشک تم لوگ	یقیناً کرتے ہو

الْفَاحِشَةَ	مَا سَبَقَكُمْ	بِهَا	مِنْ اَحَدٍ	مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾	اَىِٕنَّكُمْ
وہ بے حیائی	تم سے پہلے نہیں کیا	جس کو	کسی ایک نے بھی	تمام جہاں والوں میں سے	کیا بیشک تم لوگ
لَتَاْتُوْنَ	الرِّجَالَ	وَتَقْطَعُوْنَ	السَّبِيْلَ ۙ	وَتَاْتُوْنَ	فِيْ نَادِيْكُمُ
واقعی آتے ہو	مردوں کے پاس	اور کاٹتے ہو	راستہ کو	اور تم لوگ کرتے ہو	اپنی مجلس میں
الْمُنْكَرَ ۭ	فَمَا كَانَ	جَوَابَ قَوْمِهٖٓ	اِلَّآ اَنْ	قَالُوا	ائْتِنَا
برائی	تو نہیں تھا	ان کی قوم کا جواب	سوائے اس کے کہ	انہوں نے کہا	تو لے آ
بِعَذَابِ اللّٰهِ	اِنْ كُنْتَ	مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾	قَالَ	رَبِّ	انْصُرْنِيْ
اللہ کا عذاب	اگر تو ہے	سچ کہنے والوں میں سے	(لوطؑ نے) کہا	اے میرے رب	تو مدد کر میری

عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ع	وَلَمَّا جَاۗءَتْ	رُسُلُنَآ	اِبْرٰهِيْمَ	بِالْبُشْرٰى ۙ
ظلم بگاڑنے والی قوم کے خلاف	اور جب آئے	ہمارے رسول (فرشتے)	ابراہیمؑ کے پاس	خوشخبری کے ساتھ
قَالُوْٓا	اِنَّا	مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ	اِنَّ اَهْلَهَا	كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾
تو انہوں نے کہا	کہ ہم	اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں	بیشک اس کے لوگ	ظلم کرنے والے ہیں

قَالَ	اِنَّ فِيْهَا	لُوْطًا ۭ	قَالُوْا	نَحْنُ اَعْلَمُ	بِمَنْ	فِيْهَا
(ابراہیمؑ نے) کہا	یقیناً اس میں (تو)	لوطؑ ہیں	(فرشتوں نے) کہا	ہم زیادہ جاننے والے ہیں	اس کو جو	اس میں ہے

لَنُنَجِّيَنَّهٗ	وَاَهْلَهٗٓ	اِلَّا امْرَاَتَهٗ	كَانَتْ	مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾
ہم لازماً نجات دیں گے انؑ کو	اور انؑ کے گھر والوں کو	سوائے انؑ کی عورت کے	وہ ہے	پیچھے رہ جانے والوں میں سے

نوٹ۔1

بُشْرٰی سے مراد وہ بشارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو دی، جس کا ذکر آیت میں گزر چکا ہے۔[1464] جو فرشتے ابراہیمؑ کے لئے بیٹے اور پوتے کی بشارت لے کر آئے وہی فرشتے قوم لوطؑ کے لئے عذاب کا تازیانہ لے کر آئے۔ اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس رحمت ونقمت دونوں ہیں۔ جس طرح ایک ہی بارش کو وہ کسی کے لئے عذاب اور کسی کے لئے رحمت بنا دیتا ہے، اس سے مشرک قوموں کے اس واہمہ کی تردید ہو رہی ہے، جس میں وہ کائنات کے اندر اضداد کے وجود کے سبب سے مبتلا ہوئیں اور انہوں نے خیر وشر کے الگ الگ دیوتا مان کر ان کی الگ الگ عبادت شروع کر دی۔ (تدبر قرآن)

شاید ہلاکت کی خبر کے ساتھ بیٹے کی بشارت دینے کا مطلب یہ ہو کہ ایک قوم سے اگر خدا کی زمین خالی کی جانے والی ہے تو دوسری طرف حق تعالیٰ ایک عظیم الشان قوم ''بنی اسرائیل'' کی بنیاد ڈالنے والا ہے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

آیت نمبر (33 تا 35)

ترجمہ:

وَلَمَّآ اَنْ	جَآءَتْ	رُسُلُنَا	لُوْطًا	سِیْٓءَ	بِهِمْ
اور جیسے ہی	پہنچے	ہمارے رسول (فرشتے)	لوطؑ کے پاس	تو ان کو برا لگایا گیا	ان (کے آنے) سے
وَضَاقَ	بِهِمْ	ذَرْعًا	وَّقَالُوْا	لَا تَخَفْ	وَلَا تَحْزَنْ قف
اور وہ تنگ ہوئے	ان (کے آنے) سے	بلحاظ کمزوری کے	اور (فرشتوں نے) کہا	آپؑ مت ڈریں	اور غمگین مت ہوں

اِنَّا	مُنَجُّوْكَ	وَاَهْلَكَ	اِلَّا امْرَاَتَكَ	كَانَتْ
بیشک ہم	نجات دینے والے ہیں آپؑ کو	اور (نجات دیں گے) آپؑ کے گھر والوں کو	سوائے آپؑ کی عورت کے	وہ ہے

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝٣٣	اِنَّا	مُنْزِلُوْنَ	عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ	رِجْزًا
پیچھے رہ جانے والوں میں سے	بیشک ہم	نازل کرنے والے ہیں	اس بستی کے لوگوں پر	ایک عذاب

مِّنَ السَّمَآءِ	بِمَا	كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝٣٤	وَلَقَدْ تَّرَكْنَا
آسمان سے	بسبب اس کے جو	یہ لوگ نافرمانی کرتے تھے	اور بیشک ہم نے چھوڑا ہے
مِنْهَآ	اٰيَةًۢ بَيِّنَةً	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ۝٣٥
اس (بستی) میں	ایک کھلی نشانی	ایسی قوم کے لئے جو	عقل (استعمال) کرتی ہے

نوٹ۔1

کھلی نشانی سے مراد بحیرہ مردار ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اس قوم پر جو عذاب آیا تھا اس کی ایک نشانی آج بھی شاہراہ عام پر موجود ہے جسے تم شام کی طرف اپنے تجارتی سفروں میں جاتے ہوئے شب وروز دیکھتے ہو۔ موجودہ زمانے میں یہ بات تسلیم کی جا رہی ہے کہ بحیرہ مردار کا جنوبی حصہ ایک ہولناک زلزلہ کی وجہ سے زمین میں دھنس جانے کی وجہ سے وجود میں آیا ہے اور اسی دھنسے ہوئے حصے میں قوم لوطؑ کا مرکزی شہر سدوم واقع تھا۔ اس حصے میں پانی کے نیچے کچھ ڈوبی ہوئی بستیوں کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (36 تا 39)

ترجمہ:

وَاِلٰى مَدْيَنَ	اَخَاهُمْ شُعَيْبًا	فَقَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا
اور مدین کی طرف	(ہم بھیج چکے) ان کے بھائی شعیبؑ کو	تو انہوںؑ نے کہا	اے میری قوم	تم لوگ بندگی کرو

اللّٰهَ	وَارْجُوا	الْيَوْمَ الْاٰخِرَ	وَلَا تَعْثَوْا	فِي الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ ﴿٣٦﴾
اللہ کی	اور تم لوگ امید رکھو	آخری دن (قیامت) کی	اور تم لوگ انتشار مت پھیلاؤ	زمین میں	نظم بگاڑنے والے ہوتے ہوئے

فَكَذَّبُوْهُ	فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	فَاَصْبَحُوْا	فِيْ دَارِهِمْ
پھر اُن لوگوں نے جھٹلایا انؑ کو	تو پکڑا ان لوگوں کو	زلزلے نے	نتیجۃً وہ ہو گئے	اپنے (اپنے) گھر میں

جٰثِمِيْنَ ﴿٣٧﴾	وَّعَادًا	وَّثَمُوْدَا۟	وَقَدْ تَّبَيَّنَ	لَكُمْ	مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ
اوندھے منہ گرے ہوئے	اور (ہم نے ہلاک کیا) عاد کو	اور ثمود کو	اور واضح ہو چکا	تمہارے لئے	ان کے مکانوں سے

وَزَيَّنَ	لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ	اَعْمَالَهُمْ	فَصَدَّهُمْ	عَنِ السَّبِيْلِ	وَكَانُوْا
اور سجایا	ان کے لئے	شیطان نے	ان کے اعمال کو	پھر اس نے روک دیا ان کو	اس (صحیح) راستہ سے	حالانکہ وہ لوگ تھے

مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿٣٨﴾	وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ	وَلَقَدْ جَآءَهُمْ
غور و فکر کرنے والے	اور (ہم نے ہلاک کیا) قارون کو اور فرعون اور ہامان کو	اور بیشک آ چکے تھے ان کے پاس

مُّوْسٰى	بِالْبَيِّنٰتِ	فَاسْتَكْبَرُوْا	فِي الْاَرْضِ	وَمَا كَانُوْا	سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾
موسیٰؑ	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	پھر وہ بڑے بنے	زمین میں	اور وہ نہیں تھے	بھاگ نکلنے والے

نوٹ۔1

ان کے مکانوں سے تمہارے لئے واضح ہو چکا ہے۔ یہ قریش کو توجہ دلائی گئی ہے کہ قوم لوطؑ کی طرح ان بستیوں کے آثار بھی تم سے مخفی نہیں ہیں۔ تم اپنے تجارتی سفروں میں ان کے کھنڈروں پر سے گزرتے ہو اور اندازہ کر سکتے ہو کہ ماضی میں وہ کس شان و شوکت کے مالک تھے، لیکن اب ان کھنڈروں کے سوا ان کی کہانی سنانے والا کوئی نہیں ہے۔ (تدبر قرآن)۔ عرب کے جن علاقوں میں عاد اور ثمود آباد تھے ان سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا۔ جنوبی عرب کا علاقہ جو اب احقاف، یمن اور حضر موت کے نام سے معروف ہے یہ عاد کا مسکن تھا۔ حجاز کے شمالی حصہ میں رابغ سے عقبہ تک اور مدینہ و خیبر سے تیما اور تبوک تک کا سارا علاقہ آج بھی ثمود کے آثار سے بھرا ہوا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ کا مطلب یہ ہے کہ یوں تو وہ بڑے زیرک و ہوشیار، تعمیر و تمدن اور حکومت و سیاست میں بڑے ماہر تھے، لیکن ان کی یہ ہوشیاری ان کو شیطان کے پھندوں سے نہ بچا سکی۔ اس نے ان کے دنیوی انہماک کو اس طرح ان کی نگاہوں میں کھبا دیا کہ ان کی آنکھیں خدا اور آخرت کی طرف سے بند ہو گئیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اصل شاہراہ سے منحرف ہو گئے اور ہلاکت کے کھڈ میں جا گرے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مجرد سائنس اور تمدن میں کسی قوم کا عروج اس بات کی شہادت نہیں ہے کہ وہ زندگی کی صحیح شاہراہ پر گامزن ہے، جیسا کہ عام طور پر بے بصیرت لوگ سمجھتے ہیں بلکہ یہ صرف اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کی ایک آنکھ کھلی ہوئی ہے جو اس دنیا کو دیکھتی ہے، لیکن دوسری آنکھ جو اس دنیا کی پس پردہ حقیقتوں کو دیکھتی ہے اگر وہ کھلی ہوئی نہ ہو تو تمام علم و سائنس کے باوجود شیطان اس کو ہلاکت کے ایسے کھڈ میں گراتا ہے جس سے اس کو نکلنا نصیب نہیں ہوتا۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (40 تا 44)

ترجمہ:

فَكُلًّا	اَخَذْنَا	بِذَنْۢبِهٖ ۚ	فَمِنْهُمْ مَّنْ	اَرْسَلْنَا	عَلَيْهِ
پھر سب کو	ہم نے پکڑا	اس کے گناہ کے سبب سے	تو ان میں وہ بھی ہے	ہم نے بھیجا	جس پر

حَاصِبًا ۚ	وَمِنْهُمْ مَّنْ	اَخَذَتْهُ	الصَّيْحَةُ ۚ	وَمِنْهُمْ مَّنْ
کنکریاں مارنے والی تند ہوا کو	اور ان میں وہ بھی ہے	جس کو پکڑا	چنگھاڑ نے	اور ان میں وہ بھی ہے

خَسَفْنَا	بِهِ	الْاَرْضَ ۚ	وَمِنْهُمْ مَّنْ	اَغْرَقْنَا ۚ	وَمَا كَانَ اللّٰهُ
ہم نے دھنسا دیا	جس کے ساتھ	زمین کو	اور ان میں وہ بھی ہے جو کو	ہم نے غرق کیا	اور اللہ نہیں ہے

لِيَظْلِمَهُمْ	وَلٰكِنْ	كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٤٠	مَثَلُ الَّذِيْنَ
کہ وہ ظلم کرے ان پر	اور لیکن	وہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے	ان لوگوں کی مثال جنہوں نے

اتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اَوْلِيَآءَ	كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ	اِتَّخَذَتْ	بَيْتًا ۭ
بنائے	اللہ کے علاوہ	کچھ کارساز	مکڑی کی مثال کی مانند ہے	اس (مکڑی) نے بنایا	ایک گھر

وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ	لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ	لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝٤١
اور بیشک گھروں کا سب سے کمزور	یقیناً مکڑی کا گھر ہے	کاش وہ لوگ جانتے ہوتے

اِنَّ اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	يَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	مِنْ شَيْءٍ ۭ	وَهُوَ الْعَزِيْزُ
بیشک اللہ	جانتا ہے	اس کو جس کو	یہ لوگ پکارتے ہیں	اس کے علاوہ	کسی چیز میں سے	اور وہی بالادست ہے

الْحَكِيْمُ ۝٤٢	وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ	نَضْرِبُهَا	لِلنَّاسِ ۚ	وَمَا يَعْقِلُهَآ
حکمت والا ہے	اور یہ مثالیں	ہم بیان کرتے ہیں ان کو	لوگوں کے لئے	اور نہیں سمجھتے ان کو

اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝٤٣	خَلَقَ اللّٰهُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ
مگر علم والے لوگ	پیدا کیا اللہ نے	آسمانوں کو	اور زمین کو

بِالْحَقِّ ۭ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٤ ۧ
حق کے ساتھ	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایمان لانے والوں کے لئے

نوٹ۔1

اوپر بیان کردہ تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالی کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ مشرکین نے خدا کے سوا جو سہارے ڈھونڈ ھے تھے وہ سب جھوٹے ثابت ہوئے اور جس طرح یہ اس دنیا میں جھوٹے ثابت ہوئے اسی طرح آخرت میں بھی جھوٹے ثابت ہوں گے اور جو لوگ اپنے فرضی دیوتاؤں کی سفارش پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ جس سہارے کو انہوں نے قلعہ کی دیوار سمجھا اس کی حقیقت مکڑی کے جالے سے زیادہ نہیں تھی۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (45 تا 49)

خ ط ط

(ں) خطًّا لکیر کھینچنا۔کوئی عبارت لکھنا۔زیر مطالعہ آیت۔48

ترجمہ:

اُتْلُ	مَآ	اُوْحِيَ	اِلَيْكَ	مِنَ الْكِتٰبِ	وَ اَقِمِ	الصَّلٰوةَ ؕ
آپؐ پڑھئے	اس کو جو	وحی کیا گیا	آپؐ کی طرف	کتاب میں سے	اور آپؐ قائم رکھئے	نماز کو

اِنَّ الصَّلٰوةَ	تَنْهٰى	عَنِ الْفَحْشَآءِ	وَالْمُنْكَرِ ؕ	وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ	اَكْبَرُ ؕ
یقیناً نماز	روکتی ہے	بے حیائی سے	اور برائی سے	اور یقیناً اللہ کی یاد	سب سے بڑی (چیز) ہے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ	مَا	تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵	وَلَا تُجَادِلُوْٓا	اَهْلَ الْكِتٰبِ	اِلَّا	بِالَّتِيْ
اور اللہ جانتا ہے	اس کو جو	تم لوگ ہنرمندی کرتے ہو	اور تم لوگ مناظرہ مت کرو	اہل کتاب سے	مگر	اس (طریقہ) سے جو کہ

هِيَ	اَحْسَنُ ۗ	اِلَّا الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْهُمْ	وَقُوْلُوْٓا
وہی	سب سے خوبصورت ہو	سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے	ظلم کیا	ان میں سے	اور تم لوگ (یوں) کہو

اٰمَنَّا	بِالَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	اِلَيْنَا	وَاُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	وَاِلٰهُنَا	وَاِلٰهُكُمْ
ہم ایمان لائے	اس پر جو	اتارا گیا	ہماری طرف	اور نازل کیا گیا	تم لوگوں کی طرف	اور ہمارا الٰہ	اور تم لوگوں کا الٰہ

وَاحِدٌ	وَّنَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶	وَكَذٰلِكَ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ
ایک (ہی) ہے	اور ہم لوگ	اس کی ہی	فرمانبرداری کرنے والے ہیں	اور اسی طرح	ہم نے اتارا	آپؐ کی طرف

الْكِتٰبَ ؕ	فَالَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ ۚ
اس کتاب کو	تو وہ لوگ	ہم نے دی جن کو	کتاب	وہ لوگ ایمان لائیں گے	اس (کتاب) پر

وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ	يُّؤْمِنُ	بِهٖ ؕ	وَمَا يَجْحَدُ	بِاٰيٰتِنَآ
اور ان (مکہ والوں) میں وہ بھی ہیں جو	ایمان لائیں گے	اس پر	اور انکار نہیں کرتے	ہماری آیتوں کا

اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۷	وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا	مِنْ قَبْلِهٖ	مِنْ كِتٰبٍ	وَّلَا تَخُطُّهٗ
مگر کافر لوگ	اور آپؐ نہیں پڑھا کرتے تھے	اس سے پہلے	کوئی سی بھی کتاب	اور نہ ہی آپؐ لکھتے تھے اس کو

بِيَمِيْنِكَ	اِذًا	لَّارْتَابَ	الْمُبْطِلُوْنَ ۝۴۸	بَلْ هُوَ	اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ
اپنے داہنے ہاتھ سے	تب تو	ضرور شبہ میں پڑتے	ناحق کرنے والے	بلکہ یہ	ایسی واضح آیات ہیں جو

فِیۡ صُدُوۡرِ الَّذِیۡنَ	اُوۡتُوا	الۡعِلۡمَ ؕ	وَمَا یَجۡحَدُ	بِاٰیٰتِنَاۤ	اِلَّا الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۹﴾
اُن لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو	دیا گیا	علم	اور انکار نہیں کرتے	ہماری آیات کا	مگر ظلم کرنے والے لوگ

نوٹ۔1

آیت۔45۔میں ہے کہ نماز برائی سے روکتی ہے۔آج کل مشاہدہ یہ ہے کہ ہم پانچ وقت کی نماز بھی پڑھتے ہیں اور مختلف نوعیت کی برائیوں میں بھی ملوث ہیں، اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ۔سوال یہ ہے کہ ہم لوگوں کو نماز برائی سے کیوں نہیں روک رہی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم میں ہماری حیات اور ہماری کارکردگی کے لئے مختلف نظام ودیعت کئے ہیں۔ان ہی میں سے ایک نظام کا تعلق ہماری ذہنی ساخت اور اس کی کارکردگی کے ایک Process سے ہے جس کو آج کی اصطلاح میں عمل خود تجویزی (Self suggestion) کہتے ہیں اور نماز ہمارے عمل پر اسی عمل کے ذریعہ اثر انداز ہوتی ہے۔اب ظاہر سی بات ہے کہ جو شخص عملِ خود تجویزی کے Process کو On کر کے نماز پڑھے گا اسے وہ برائی سے روکے گی اور جو اسے Off کر کے نماز پڑھے گا اسے نہیں روکے گی۔آگے بڑھنے سے پہلے یہ بات نوٹ کرلیں یہ میں کوئی دُور کی کوڑی نہیں لایا ہوں۔بلکہ نماز کے برائی سے نہ روکنے کی وجہ خود اللہ تعالیٰ نے سوہ مریم میں بیان کی ہے۔میں نے اس آیت کی ایک عام فہم تشریح آپ کے سامنے رکھی ہے سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام اور اپنے پسندیدہ بندوں کا ذکر کرنے کے بعد آیت 59 میں فرماتا ہے ’’پھر جانشین ہوئے ان کے بعد کچھ ایسے جانشین جنھوں نے ضائع کیا نماز کو اور انہوں نے پیروی کی خواہشات کی تو عنقریب وہ لوگ ملیں گے گمراہی سے۔‘‘اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ انہوں نے نماز ترک کردی، بلکہ فرمایا کہ انہوں نے نماز ضائع کردی۔اب نماز ضائع کرنے کی جو عملی شکل ہماری سمجھ میں آتی ہے اس کا ایک پہلو ہم نے واضح کیا ہے۔

عملِ خود تجویزی کیا ہے؟ اس کی وضاحت جینے کا سلیقہ کورس میں کی گئی ہے۔یہاں اس کا خلاصہ دینا بھی طوالت کا باعث ہوگا۔فی الحال یہ سمجھ لیں کہ انسان کی خود تجویزی کی صلاحیت کا موثر ہونا سائنسی تحقیقات اور تجربات سے ثابت ہو چکا ہے۔چنانچہ اس کے ذریعہ سے آج نہ صرف نفسیاتی بیماریوں کا بلکہ متعدد جسمانی بیماریوں کا کامیابی سے علاج ہو رہا ہے۔مثلاً کسی شخص کو اگر بھوک نہ لگنے کی شکایت ہے اور وہ ماہرین کی ہدایت کے مطابق اپنے آپ سے کہتا ہے کہ ’’مجھے بھوک لگی ہے، مجھے بھوک لگی ہے‘‘ تو اسے واقعی بھوک لگ جاتی ہے۔اس قسم کے کامیاب نتائج اس بات کا ثبوت ہیں کہ خود تجویزی کا عمل ایک موثر طاقت ہے اور نفسیاتی بیماریوں میں کامیاب نتائج سے ثابت ہوتا ہے کہ خود تجویزی کے ذریعہ ہم اپنی سوچ کو، عادتوں کو اور عمل کو نہ صرف کنٹرول کر سکتے ہیں بلکہ تبدیل کر سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ خود تجویزی کا موثر ہونا مشروط ہے۔یعنی یہ عمل اگر ماہرین کی ہدایت کے مطابق کیا جائے گا تو موثر ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔اس ضمن میں آج کے ماہرین جو ہدایات دیتے ہیں ان میں سے اکثر ہدایات نماز کے ضمن میں ہم کو چودہ سو سال پہلے دی جا چکی ہیں۔مثلاً ماہرین کی پہلی ہدایت یہ ہے کہ تجویز کے الفاظ بلند آواز سے دہرائے جائیں اور خاموشی سے دہرانے کی صورت میں شرط یہ ہے کہ متعلقہ اعصاب لازماً حرکت میں ہوں۔ہم جانتے ہیں کہ سری رکعت میں بھی نماز پڑھتے ہوئے زبان کا متحرک ہونا ضروری ہے۔نماز کے الفاظ اگر صرف ذہن میں دہرائے جائیں تو نماز نہیں ہوتی۔دوسری ہدایت یہ ہے کہ یہ عمل ایسی

جگہ کیا جائے جہاں خارجی اثرات کی مداخلت کم سے کم ہو۔اب نماز کے لئے ہدایت یہ ہے کہ اولاً اسے مسجد[1464] میں ادا کرے ورنہ گھر میں گوشہ تنہائی تلاش کیا جائے۔تیسری ہدایت یہ ہے کہ یہ عمل بالکل خالی الذہن ہو کر کیا جائے۔نماز کے لئے رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ احسن نماز یہ ہے کہ نمازی اس طرح نماز پڑھے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔اگر یہ ممکن نہیں ہے تو کم از کم یہ خیال رکھے کہ اللہ تو اسے دیکھ ہی رہا ہے۔اب جو نمازی اس طرح نماز پڑھے گا اس کی توجہ اپنے جسم، اپنے خیالات اور اپنے ماحول سے ہٹ جائے گی اور وہ یکسوئی سے نماز پڑھے گا چوتھی ہدایت یہ ہے کہ یہ عمل سونے سے قبل اور سو کر اٹھنے کے فوراً بعد کرنا چاہئے۔کیونکہ اس وقت خالی الذہن ہونا نسبتاً آسان ہوتا ہے اور اگر ضرورت ہو تو دن کے اوقات میں بھی یہ عمل کیا جا سکتا ہے۔اس حوالہ سے پانچ وقت کی نماز کے اوقات کے تعین کا جائزہ لیتے اور غور کرتے ہیں کہ سورج کی شعاعوں کی موجودگی میں ظہر اور عصر کی نمازیں سری ہیں جب کہ ان کی عدم موجودگی میں مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں جہری ہیں اور ان میں بھی فجر میں طویل تلاوت کی ہدایت ہے، تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ یہ پر حکمت نظام وضع کرنا کسی انسان کے لئے تو ممکن نہیں ہے۔پانچویں ہدایت یہ ہے کہ صرف الفاظ دہرانے پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ الفاظ سے متعلق کیفیات کو بھی اپنے او پر طاری کیا جائے۔مثلاً جس شخص کو بھوک نہ لگنے کی شکایت ہے اور وہ ''مجھے بھوک لگی ہے'' کہہ رہا ہے تو ساتھ وہ اپنے پسندیدہ کھانوں کو یاد کر کے ان کی خوشبو اور ذائقہ کو ذہن میں تازہ کرے، یہاں تک کہ منہ میں پانی بھر آئے۔یہ ناممکن نہیں بلکہ عین ممکن ہے۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ ناول یا افسانہ پڑھتے وقت ہم ہنسنے لگتے ہیں یا ہماری آنکھ سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ہمیں ہدایت یہ ہے کہ جب نماز کے لئے بندہ کھڑا ہو تو شکر اور محبت کے جذبے کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو۔عذاب کی آیات پڑھے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہونے چاہئیں۔جنت کی نعمتوں کا ذکر آئے تو ان کو حاصل کرنے کے لئے دل میں ہُوک اٹھنی چاہئے۔اس کے لئے خشوع وخضوع کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا جائزے سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نماز کے بے شمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ برائی سے روکتی ہے۔اس مخصوص فائدے کا انحصار اس بات پر ہے کہ خود تجویزی کے عمل کو On کر کے نماز پڑھی جائے۔اس کے لئے عربی جاننا یقیناً بہت مفید ہے لیکن لازمی نہیں ہے۔عربی نہ جاننے والا بھی ہر پڑھا لکھا انسان اتنا تو یقیناً کر سکتا ہے کہ وہ نماز کا اور نماز میں زیادہ پڑھی جانے والی سورتوں کا ترجمہ ذہن نشین کر لے اور نماز پڑھتے وقت مذکورہ عمل کو On رکھنے کی کوشش کرے۔ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ جن آیات کے معانی ہم کو معلوم ہیں ان کے الفاظ بھی ہم تیزی سے دہرا کر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ کہیں گاڑی نہ چھوٹ جائے اور ان الفاظ سے متعلق کیفیت کو اپنے اوپر طاری کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔مثلاً اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے معنی کس نمازی کو نہیں معلوم اور کتنے نمازی ہیں جو ان الفاظ کو دہراتے وقت اپنے اندر بھیک مانگنے کی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔یہ اصل وجہ ہے کہ ہماری نمازیں ہمارے عمل کو پوری طرح متاثر نہیں کر پاتیں۔اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم عربی نہ جاننے کے عذرِ لنگ کو چھوڑ کر خود تجویزی کے عمل کو پھر صبر واستقامت کے ساتھ کوشش کرتے رہیں تو ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔اگر میری بات کا یقین نہیں ہے تو اسی سورۃ العنکبوت کی آخری آیت کو دیکھ لیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اور جن لوگوں نے جدوجہد کی ہم میں (یعنی ہماری راہ میں) ان کی ہم لازماً رہنمائی کریں گے اپنی راہوں کی۔''

نوٹ۔2

آیت۔45۔ میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ ذِكْرُ اللّٰهِ (اللہ کی یاد) سب سے بڑی چیز ہے۔ ذِكْرُ اللّٰهِ کا مفہوم آیت نمبر۔2/152 کے نوٹ۔1۔ میں واضح کیا جا چکا ہے۔ اسے دوبارہ دیکھ لیں۔ وہی مفہوم سمجھانے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ایک مثال دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب عورتیں پنگھٹ پر پانی بھرنے جاتی ہیں تو وہ پانی سے بھرا ہوا گھڑا سر پر رکھ کر میلوں سفر کرتی ہوئی واپس آتی ہیں۔ سر پر پانی کا بھرا ہوا گھڑا ہوتا ہے جسے وہ پکڑ کر نہیں بلکہ ہاتھ چھوڑ کر چلتی ہیں۔ اس دوران وہ چڑھائی چڑھتی اور اترائی اترتی ہیں۔ اس چڑھائی اور اترائی میں ان کے جسم اور گردن کا زاویہ ایسا بن جاتا ہے کہ گھڑا سر سے نیچے نہیں گرتا۔ وہ راستے میں لطیفے سناتی اور قہقہے لگاتی ہوئی آتی ہیں۔ راستے میں وہ ایک دوسرے سے اپنے خاوند کا رونا بھی روتی ہیں۔ سسکیاں بھی لیتی ہیں۔ یہ سب کچھ کرتے ہوئے ان کے دل میں یہ دھیان رہتا ہے کہ میرے سر پر ایک گھڑا ہے کہیں گر نہ جائے۔ اس طرح زندگی گزارتے ہوئے (دوکان پر، دفتر میں، گھر میں) دل میں یہ دھیان رہے کہ میرا کوئی مالک کوئی پالنہار ہے، کہیں مجھ سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جس سے اس کی نظر کرم میں فرق آجائے اور میں اس کی نظر سے گر جاؤں۔ یہی یاد ہے، یہی ذکر ہے۔ (منقول از ماہنامہ سوچنے کی باتیں۔ نومبر 2007ء)

نوٹ۔3

یہ سورہ مکی زندگی کے اس دور کی ہے جب کفار نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ ان حالات میں اسی سورہ میں آگے چل کر ہجرت کی تلقین آئی ہے۔ اُس وقت حبشہ ہی ایک ایسی امن والی جگہ تھی۔ جہاں مسلمان ہجرت کر کے جا سکتے تھے اور وہاں پر اس زمانے میں عیسائیوں کا غلبہ تھا۔ اس لئے آیت۔46۔ میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی کہ اہل کتاب سے جب سابقہ پیش آئے تو ان سے دین کے معاملہ میں بحث وکلام کا کیا انداز اختیار کیا جائے۔ (تفہیم القرآن)۔ جبکہ آیت۔۴۷ قرآن کی پیشنگوئیوں میں سے ایک پیشنگوئی ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی مدینہ میں ایمان لائے اور اہل مکہ کی اکثریت فتح مکہ کے بعد ایمان لائی۔ (تفسیر نعیمی سے ماخوذ)

آیت نمبر (50 تا 55)

ترجمہ:

وَقَالُوْا	لَوْلَآ اُنْزِلَ	عَلَيْهِ	اٰيٰتٌ	مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ
اور انہوں نے کہا	کیوں نہیں اتاری گئیں	انؐ پر	کچھ نشانیاں (معجزات)	ان کے رب (کی طرف) سے

قُلْ	اِنَّمَا	الْاٰيٰتُ	عِنْدَ اللّٰهِ ؕ	وَاِنَّمَآ	اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾
آپؐ کہئے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	تمام نشانیاں (معجزات)	اللہ کے پاس ہیں	اور میں تو بس	واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ	اَنَّآ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	يُتْلٰى	عَلَيْهِمْ ؕ
اور کیا کافی نہیں ہوا ان لوگوں کو	(یہ) کہ	ہم نے اتارا	آپؐ پر	اس کتاب کو	وہ پڑھی جاتی ہے	ان پر

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَرَحْمَةً	وَّذِكْرٰى	لِقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾	قُلْ
بیشک اس میں	یقیناً رحمت ہے	اور نصیحت ہے	ایسے لوگوں کے لئے جو	ایمان لاتے ہیں	آپؐ کہئے

كَفٰى	بِاللّٰهِ	بَيْنِيْ	وَبَيْنَكُمْ	شَهِيْدًا ۚ	يَعْلَمُ	مَا
کافی ہوا	اللہ	میرے درمیان	اور تم لوگوں کے درمیان	بطور گواہ کے	وہ جانتا ہے	اس کو جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِالْبَاطِلِ	وَ كَفَرُوْا
آسمانوں اورزمین میں ہے	اورجولوگ	ایمان لائے	ناحق پر	اورجنہوں نے انکارکیا
بِاللّٰهِ ۙ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾	وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ	بِالْعَذَابِ ؕ
اللہ کا	وہ لوگ	ہی خسارہ پانے والے ہیں	اورجلدی مانگتے ہیں آپؐ سے	عذاب کو
وَ لَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى	لَّجَآءَهُمُ	الْعَذَابُ ؕ	وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ	بَغْتَةً
اوراگرنہ ہوتاایک معین وقت	توضرورآتاان کے پاس	عذاب	اوروہ لازماً پہنچےگاان کے پاس	اچانک
وَّ	هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾	يَسْتَعْجِلُوْنَكَ	بِالْعَذَابِ ؕ	وَاِنَّ جَهَنَّمَ
اس حال میں کہ	وہ لوگ شعورنہ رکھتے ہوں گے	جلدی مانگتے ہیں آپؐ سے	عذاب کو	اوربیشک جہنم

لَمُحِيْطَةٌۢ	بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ۙ	يَوْمَ	يَغْشٰهُمُ	الْعَذَابُ	مِنْ فَوْقِهِمْ
یقیناً گھیرنے والی ہے	کافروں کو	جس دن	چھائے گاان پر	عذاب	ان کےاوپر سے

وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ	وَيَقُوْلُ ق	ذُوْقُوْا	مَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾
اوران کے پیروں کے نیچے سے	اور(اللہ تعالیٰ) کہے گا	تم لوگ چکھو	اس کوجو	تم لوگ کیا کرتے تھے

نوٹ۔1

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کاانکارکرنے والوں کاایک اعتراض یہ تھا کہ آپؐ کوایسے معجزے کیوں نہیں عطاہوئے جیسے سابقہ انبیاء خاص طور سے حضرت موسیٰؑ اورحضرت عیسیٰؑ کوعطاہوئے تھے۔اس کاایک جواب یہ دیا کہ آپؐ ان لوگوں کو بتادیں کہ معجزات کاتعلق اللہ تعالیٰ سے ہے میں اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں رکھتا۔میرافرض یہ ہے کہ تم لوگوں کوآنے والے خطرات سے اچھی طرح آگاہ کر دوں۔(تدبرقرآن)۔دوسراجواب یہ دیا کہ اُمی ہونے کے باوجودآپؐ پرقرآن جیسی کتاب کانازل ہوناکیا یہ بجائے خودا تنابڑا معجزہ نہیں ہے کہ آپؐ کی رسالت پریقین لانے کے لئے یہ کافی ہو۔اس کے بعدبھی کسی اورمعجزے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ دوسرے معجزے تووقتی تھے مگر یہ معجزہ توہروقت تمہارے سامنے ہے۔تمہیں آئے دن پڑھ کرسنایا جاتا ہے۔تم جب چاہواسے دیکھ سکتے ہو۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر 63/56

ترجمہ:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنَّ اَرْضِيْ	وَاسِعَةٌ	فَاِيَّايَ
اے میرے وہ بندو جو	ایمان لائے	بیشک میری زمین	کشادہ ہے	تو صرف میری ہی
فَاعْبُدُوْنِ ۝٥٦	كُلُّ نَفْسٍ	ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ	ثُمَّ اِلَيْنَا	تُرْجَعُوْنَ ۝٥٧
پس تم لوگ بندگی کرو میری	ہر جان	موت کو چکھنے والی ہے	پھر میری ہی طرف	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ	مِّنَ الْجَنَّةِ
اور جو لوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے نیکیوں کے	ان کو ہم لازماً ٹھکانہ دیں گے	جنت میں سے

غُرَفًا	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا
بالاخانوں میں	بہتی ہوں گی	جن کے نیچے سے	نہریں	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	ان میں

نِعْمَ	اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝٥٨	الَّذِيْنَ صَبَرُوْا	وَعَلٰى رَبِّهِمْ
کتنی اچھی ہے	عمل کرنے والوں کی اُجرت	وہ لوگ جو ثابت قدم رہے	اور اپنے رب پر ہی

يَتَوَكَّلُوْنَ ۝٥٩	وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ	لَّا تَحْمِلُ	رِزْقَهَا	اَللّٰهُ
وہ لوگ بھروسہ کرتے ہیں	اور چلنے والے جاندار میں سے کتنے ہی ہیں جو	اٹھا نہیں رکھتے	اپنا رزق	اللہ ہی

يَرْزُقُهَا	وَاِيَّاكُمْ	وَهُوَ السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ۝٦٠	وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ
رزق دیتا ہے ان کو	اور تم کو بھی	اور وہ ہی سننے والا ہے	جاننے والا ہے	اور بیشک اگر	آپ پوچھیں ان سے

مَّنْ خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ	لَيَقُوْلُنَّ
کس نے پیدا کیا	آسمانوں اور زمین کو	اور مسخر کیا	سورج کو اور چاند کو	تو وہ لوگ لازماً کہیں گے

اللّٰهُ	فَاَنّٰى	يُؤْفَكُوْنَ ۝٦١	اَللّٰهُ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ
اللہ نے	تو کہاں سے	یہ لوگ پھیرے جاتے ہیں	اللہ ہی	کشادہ کرتا ہے	رزق کو	اس کے لئے جس کے لئے

يَّشَآءُ	مِنْ عِبَادِهٖ	وَيَقْدِرُ	لَهٗ	اِنَّ اللّٰهَ	بِكُلِّ شَيْءٍ
وہ چاہتا ہے	اپنے بندوں میں سے	اور نپا تلا دیتا ہے	اس کو (جسے چاہے)	بیشک اللہ	ہر چیز کو
عَلِيْمٌ ۝٦٢	وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ نَّزَّلَ	مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً
جاننے والا ہے	اور بیشک اگر	آپ پوچھیں ان سے	کس نے اتارا	آسمان سے	کچھ پانی

فَاَحۡيَا	بِهِ	الۡاَرۡضَ	مِنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا	لَيَقُوۡلُنَّ 1480	اللّٰهُ ؕ
پھر زندہ کیا	اس سے	زمین کو	اس کے مردہ ہونے کے بعد	تو وہ لوگ لازماً کہیں گے	اللہ نے

قُلِ	الۡحَمۡدُ	لِلّٰهِ ؕ	بَلۡ	اَكۡثَرُهُمۡ	لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۳﴾
آپ کہیے	تمام شکر وسپاس	اللہ کے لئے ہے	بلکہ (یعنی لیکن)	ان کے اکثر	عقل سے کام نہیں لیتے

نوٹ۔1

شروع سورت سے مسلمانوں کے ساتھ کفار کی عداوت اور ان کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹوں کا بیان تھا۔ زیر مطالعہ آیات میں مسلمانوں کے لئے ان کے شر سے بچنے اور حق وانصاف کو دنیا میں قائم کرنے کی ایک تدبیر کا بیان ہے جس کا اصطلاحی نام ہجرت ہے یعنی وہ وطن اور ملک چھوڑ دینا جس میں انسان خلافِ حق بولنے اور کرنے پر مجبور کیا جائے وطن سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ جانے میں دو قسم کے خطرات انسان کو عادۃً پیش آیا کرتے ہیں جو اس کو ہجرت سے روکتے ہیں۔ پہلا خطرہ جان کا ہے کہ جہاں جا رہے ہیں وہاں یا راستہ میں کفار حملہ کر دیں جس میں جان کا خطرہ ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا کہ ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔ موت سے کسی کو کسی جگہ کسی حال میں مفر نہیں ہے۔ اس لئے ہجرت کرنے میں موت کا خوف حائل نہ ہونا چاہئے دوسرا خطرہ یہ ہے کہ دوسرے ملک میں جا کر رزق کا کیا سامان ہوگا۔ اس کے لئے فرمایا کہ زمین پر چلنے والے کتنے ہی جاندار ہیں جو اپنے رزق جمع کرنے اور رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ اللہ کی کھلی زمین میں نکلتے ہیں اور سب کو پیٹ بھرائی رزق ملتا ہے۔ اور یہ ایک دن کا معاملہ نہیں، جب تک وہ زندہ ہیں یہی سلسلہ جاری ہے۔ اس لئے یہ دوسرا خطرہ بھی ہجرت سے مانع نہیں ہونا چاہئے۔

(معارف القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر 64 تا 69

ترجمہ:

وَمَا	هٰذِهِ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ	اِلَّا لَهۡوٌ	وَّ لَعِبٌ ؕ	وَاِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ
اور نہیں ہے	یہ دنیوی زندگی	مگر ایک تماشا	اور کچھ کھیل کود	اور بیشک آخری گھر
لَهِىَ	الۡحَيَوَانُ ۘ	لَوۡ	كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۴﴾	فَاِذَا
یقیناوہی	کل (یعنی حقیقی) زندگانی ہے	کاش	یہ لوگ جانتے ہوتے	پھر جب کبھی

رَكِبُوۡا	فِى الۡفُلۡكِ	دَعَوُا	اللّٰهَ	مُخۡلِصِيۡنَ	لَهُ	الدِّيۡنَ ۚ
وہ لوگ سوار ہوتے	کشتی میں	تو پکارتے ہیں	اللہ کو	خالص کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کے لئے	دین (عقیدہ) کو

فَلَمَّا	نَجّٰىهُمۡ	اِلَى الۡبَرِّ	اِذَا هُمۡ	يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۶۵﴾	لِيَكۡفُرُوۡا
پھر جب	ہم نجات دیتے ہیں ان کو	خشکی کی طرف	تب ہی وہ لوگ	شرک کرتے ہیں	نتیجۃً وہ لوگ ناشکری کرتے ہیں

بِمَاۤ	اٰتَيۡنٰهُمۡ ۚ	وَلِيَتَمَتَّعُوۡا ۛ	فَسَوۡفَ	يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۶﴾
اس کی جو	ہم نے دیا ان کو	اور فائدہ اٹھاتے ہیں (اس سے)	تو عنقریب	وہ لوگ جان لیں گے

اَوَلَمۡ يَرَوۡا	اَنَّا جَعَلۡنَا	حَرَمًا اٰمِنًا	وَّ	يُتَخَطَّفُ
اور کیا ان لوگوں نے غور ہی نہیں کیا	کہ ہم نے بنایا	امن میں ہونے والی محترم جگہ	اس حال میں کہ	اچک لیا جاتا ہے

النَّاسُ	مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ	اَفَبِالْبَاطِلِ	يُؤْمِنُوْنَ	1480 وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
انسانوں کو	ان لوگوں کے اردگرد سے	تو کیا ناحق پر	یہ لوگ ایمان لاتے ہیں	اور اللہ کی نعمت کا

يَكْفُرُوْنَ ٦٧	وَمَنْ اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ كَذَّبَ
انکار کرتے ہیں	اور کون زیادہ ظالم ہے	اس سے جس نے	گھڑا اللہ پر	کوئی جھوٹ	یا جس نے جھٹلایا

بِالْحَقِّ	لَمَّا	جَآءَهٗ ؕ	اَلَيْسَ	فِيْ جَهَنَّمَ	مَثْوًى	لِّلْكٰفِرِيْنَ ٦٨
حق کو	جب	وہ آیا اس کے پاس	کیا نہیں ہے	جہنم میں	ٹھکانہ	کفر کرنے والوں کے لئے

وَالَّذِيْنَ	جَاهَدُوْا	فِيْنَا	لَنَهْدِيَنَّهُمْ	سُبُلَنَا ؕ	وَاِنَّ اللّٰهَ	لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ٦٩ ع
اور جن لوگوں نے	جدوجہد کی	ہم میں (یعنی ہماری راہ میں)	ہم لازماً رہنمائی کریں گے ان کی	اپنی راہوں کی	اور بیشک اللہ	خوب کاروں کے ساتھ ہے

نوٹ۔1

لفظ ''حَيَوَانٌ'' قرآن مجید میں صرف ایک مرتبہ زیر مطالعہ آیت۔64۔ میں استعمال ہوا ہے۔نوٹ کرلیں کہ اس کا مادہ ''ح ی ی'' ہی ہے اور یہ لفظ حَيٰوةٌ کا ہم معنی ہے۔یعنی اس کے بھی معنی ہیں ''زندگی۔حیات''۔یہ دراصل فَعَلَانٌ کے وزن پر حَيَيَانٌ ہے۔ دوسری ''ی'' کو واؤ میں تبدیل کرکے حَيَوَانٌ استعمال ہوا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ مریم (30)

آیت نمبر (1 تا 7)

ترجمہ:

الٓمّٓ ١ ج	غُلِبَتِ	الرُّوْمُ ٢ لا	فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ	وَهُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ
۔	مغلوب کیا گیا	روم کو	اس سرزمین کے قریب میں	اور وہ لوگ	اپنی معلوبی کے بعد

سَيَغْلِبُوْنَ ٣ لا	فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ؕ	لِلّٰهِ	الْاَمْرُ	مِنْ قَبْلُ	وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ
غالب ہوں گے	چند سالوں میں	اللہ ہی کے لئے ہیں	تمام معاملات	پہلے (بھی)	اور بعد میں (بھی)

وَيَوْمَئِذٍ	يَّفْرَحُ	الْمُؤْمِنُوْنَ ٤ لا	بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ	يَنْصُرُ	مَنْ	يَّشَآءُ ؕ
اور اُس دن	خوش ہوں گے	ایمان لانے والے	اللہ کی مدد سے	وہ مدد کرتا ہے	اس کی جس کی	وہ چاہتا ہے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ٥ لا	وَعْدَ اللّٰهِ ؕ	لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ	وَعْدَهٗ
اور وہ ہی بالادست ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے	(ہو چکا) اللہ کا وعدہ	خلاف نہیں کرتا اللہ	اپنے وعدے کے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ٦	يَعْلَمُوْنَ	ظَاهِرًا	مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج
اور لیکن لوگوں کی اکثریت	جانتی نہیں ہے	وہ لوگ جانتے ہیں	کچھ ظاہر کو	دنیوی زندگی میں سے

وَهُمْ	عَنِ الْاٰخِرَةِ	هُمْ	غٰفِلُوْنَ ٧
اور وہ لوگ (ہیں کہ)	آخرت سے	وہی	غفلت برتنے والے ہیں

نوٹ ۔1

ان آیات میں جو پیشگوئی کی گئی ہے وہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی اور محمد ﷺ کی رسالت کی نمایاں ترین شہادتوں میں سے ایک ہے۔ اسے پوری طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اُن تاریخی واقعات پر ایک نگاہ ڈال لی جائے[1480] جو ان آیات سے تعلق رکھتے ہیں، نبی ﷺ کی نبوت کے آغاز سے آٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ قیصر روم ماریس کے خلاف بغاوت ہوئی اور ایک شخص فوکاس تخت سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اس نے قیصر، اس کی بیوی اور بیٹے بیٹیوں کو قتل کر کے قیصر اور اس کے بیٹوں کے سر قسطنطنیہ میں برسرعام لٹکوا دیئے۔ قیصر ماریس ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کا محسن تھا اسی کی مدد سے پرویز کو ایران کا تخت نصیب ہوا تھا۔ اس بنا پر اس نے اعلان کیا کہ میں غاصب فوکاس سے بدلہ لوں گا۔ ۶۰۳ء میں اس نے روم کے خلاف جنگ کا آغاز کیا اور چند سال کے اندر وہ فوکاس کی فوجوں کو شکستیں دیتا ہوا شام تک پہنچ گیا روم کے اعیانِ سلطنت، یہ دیکھ کر کہ فوکاس ملک کو نہیں بچا سکتا، افریقہ کے گورنر سے مدد کے طالب ہوئے۔ اس نے اپنے بیٹے ہرقل کو ایک طاقتور بحری بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ بھیج دیا۔ اس کے پہنچتے ہی فوکاس کی معزول کر کے ہرقل کو قیصر بنایا گیا اور فوکاس اور اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا۔ یہ 610ء کا واقعہ ہے اور یہ وہی سال ہے جب نبی ﷺ کی طرف سے منصب نبوت پر سرفراز ہوئے۔

فوکاس کے معزول اور قتل ہونے کے بعد اصولاً خسرو پرویز کو نئے قیصر سے صلح کر لینی چاہئے تھی، لیکن اس نے پھر بھی جنگ جاری رکھی اور اب اس نے اس جنگ کو مجوسیت اور مسیحیت کی مذہبی جنگ کا رنگ دے دیا۔ یہودیوں نے مجوسیوں کا ساتھ دیا اور خسرو پرویز کی فوج میں یہودیوں کی تعداد 26 ہزار تک پہنچ گئی۔ ہرقل اس ایرانی سیلاب کو نہ روک سکا۔ 613ء میں دمشق فتح ہوا۔ ۶۱۴ء میں بیت المقدس پر قبضہ کر کے مسیحیوں کے سب سے زیادہ مقدس کلیسا کو برباد کر دیا۔ اصلی صلیب، جس پر عیسائی عقیدے کے مطابق مسیحؑ نے جان دی تھی، مجوسی چھین کر مدائن لے گئے۔ اس فتح کا نشہ جس بری طرح خسرو پرویز پر چڑھا تھا اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل کو لکھا تھا۔ اس میں وہ کہتا ہے ''سب خداؤں سے بڑے کدا، تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینے اور بے شعور بندے ہرقل کے نام۔ تو کہتا ہے تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے، کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچالیا۔'' اس فتح کے بعد ایک سال کے اندر اندر ایرانی فوجیں اردن، فلسطین اور جزیرہ نمائے سینا کے پورے علاقے پر قابض ہو گئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ میں مسلمانوں اور قریش کے درمیان کشمکش اپنے عروج پر تھی اور مسلمانوں کی مظلومیت یہاں تک پہنچ گئی کہ 615ء میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو حبش کی عیسائی سلطنت میں (جو روم کی حلیف تھی) پناہ لینی پڑی۔ مکہ کے مشرکین اس وقت مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ایران کے آتش پرست فتح پا رہے ہیں اور وحی و رسالت کے ماننے والے عیسائی شکست پر شکست کھاتے چلے جا رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بت پرست بھی تمہیں اور تمہارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔

ان حالات میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ ان میں ایک کے بجائے دو پیشنگوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ رومیوں کو غلبہ نصیب ہو گا۔ دوسری یہ کہ مسلمانوں کو بھی اسی زمانے میں فتح حاصل ہو گی۔ اس وقت ان میں سے کوئی ایک پیشنگوئی بھی پوری ہونے کا کوئی امکان کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک طرف مٹھی بھر مسلمان تھے جو مکہ میں ستائے جا رہے تھے۔ دوسری طرف روم کی مغلوبیت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ ۶۱۷ء میں ایرانیوں نے عین قسطنطنیہ کے سامنے خلقدرون پر قبضہ کر لیا اور 619ء تک پورا مصر ایران

کے قبضہ میں چلا گیا۔مختصر یہ کہ انگریز مورخ گبن کے بقول قرآن مجید کی اس پیشنگوائی کے بعد بھی سات آٹھ برس تک حالات ایسے تھے کہ کوئی شخص یہ تصور تک نہ کرسکتا تھا کہ رومی ایران پر غالب آ جائیں گے۔ بلکہ غلبہ تو درکنار اس وقت تو کسی کو یہ امید بھی نہ تھی کہ اب یہ سلطنت زندہ رہ جائے گی۔

622ء میں ادھر نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور اُدھر ہرقل خاموشی کے ساتھ قسطنطنیہ سے بحر اسود کے راستے طرابزون کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے ایران پر پشت سے حملہ کرنے کی تیاری کی۔ اس کے لئے اس نے کلیسا سے پیسے مانگے، کلیسا کے اسقف اعظم نے مسیحیت کو مجوسیت سے بچانے کے لئے گرجاؤں کے نذرانوں کو جمع شدہ دولت سود پر قرض دی۔ 623ء میں ہرقل نے اپنا حملہ آرمینیا سے شروع کیا اور دوسرے سال 624ء میں اس نے آذر بیجان میں زرشت کے مقام پیدائش اور ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدے کو تباہ کر دیا۔ یہی وہ سال تھا جس میں مسلمانوں کو بدر کے مقام پر پہلی مرتبہ مشرکین کے مقابلے میں فیصلہ کن فتح نصیب ہوئی۔ اس طرح سورہ روم کی دونوں پیشنگوئیاں دس سال کی مدت ختم ہونے سے پہلے بیک وقت پوری ہوگئیں۔ (تفہیم القرآن ج3۔ص724 تا728 سے ماخوذ)

نوٹ۔2

آیت۔7۔ میں لفظ ظاہراً کو نکرہ لا کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ درحقیقت یہ لوگ حیاتِ ظاہرہ کو بھی پورا نہیں جانتے۔ اس کے صرف ایک رخ کو جانتے ہیں اور دوسرے رخ سے غافل ہیں، یہ لوگ یہ تو خوب جانتے ہیں کہ کھیتی باڑی، تجارت کسب مال وغیرہ کس طرح کریں، تعمیرات کیسی کریں۔ سامان عشرت کیا کیا مہیا کریں، لیکن دوسرا پہلو اوجھل ہے جو اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ دنیا کا چندروزہ قیام دراصل ایک مسافرانہ قیام ہے۔ انسان اس زمین کا باشندہ (نیشنل) نہیں ہے بلکہ وہ ایک دوسرے ملک (آخرت) کا باشندہ ہے۔ یہاں کچھ مدت کے لئے ویزا پر آیا ہوا ہے۔ یہاں اس کا اصلی کام یہ ہے کہ وہ اپنے وطن (آخرت) کے لئے یہاں سے سامان راحت فراہم کر کے وہاں بھیجے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر(8 تا10)

ترجمہ:

اَوَ لَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا	فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۟	مَا خَلَقَ اللّٰہُ
اور کیا ان لوگوں نے سوچ و چار نہیں کیا	اپنے جی (یعنو جود) میں	نہیں پیدا کیا اللہ نے

السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ	وَ مَا	بَیۡنَہُمَاۤ	اِلَّا بِالۡحَقِّ	وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی
آسمانوں اور زمین کو	اور اس کو جو	ان دونوں کے مابین ہے	مگر حق کے ساتھ	اور ایک معین وقت کے ساتھ
وَ اِنَّ	کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ	بِلِقَآیِٔ رَبِّہِمۡ	لَکٰفِرُوۡنَ ﴿۸﴾	اَوَ لَمۡ یَسِیۡرُوۡا
اور بیشک	لوگوں میں سے اکثر	اپنے رب کی ملاقات کا	یقیناً انکار کرنے والے ہیں	اور کیا انہوں نے سیر نہیں کی

فِی الۡاَرۡضِ	فَیَنۡظُرُوۡا	کَیۡفَ کَانَ	عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ	مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ؕ	کَانُوۡۤا
زمین میں	نتیجۃً (تا کہ) وہ دیکھتے	کیسا تھا	اُن لوگوں کا انجام جو	ان سے پہلے تھے	وہ لوگ تھے
اَشَدَّ مِنۡہُمۡ	قُوَّۃً	وَّ اَثَارُوا	الۡاَرۡضَ	وَ عَمَرُوۡہَاۤ	اَکۡثَرَ مِمَّا
ان سے زیادہ شدید	بلحاظ قوت کے	اور انہوں نے جوتا	زمین کو	اور آباد کیا اس کو	اس سے زیادہ جو

عَمَرُوْهَا	وَجَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ ؕ	1480 فَمَا كَانَ اللّٰهُ
ان لوگوں نے آباد کیا اس کو	اور پہنچے اُن کے پاس	اُن کے رسول	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	تو نہیں ہے اللہ

لِيَظْلِمَهُمْ	وَلٰكِنْ	كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ ⑨	ثُمَّ	كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ
کہ وہ ظلم کرتا ہے اُن پر	اور لیکن	وہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے	پھر	اُن کا انجام تھا جنہوں نے

اَسَآءُوا	السُّوْٓآى	اَنْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ ع
برا کیا	سب سے برا	(اس وجہ سے) کہ	انہوں نے جھٹلایا	اللہ کی نشانیوں کو	اور وہ لوگ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے

نوٹ۔1

گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ لوگوں کی اکثریت آخرت سے غفلت برتنے والی ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز آخرت پر دلالت کرنے والی ہے۔ ان پر صرف غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر انسان اپنے وجود پر غور کرتے تو صاف نظر آتا ہے کہ انسانی جسم کے تمام اعضاء، جوارح اور جسم کے اندرونی نظام کے ہر ایک کل پرزے کا اپنا ایک Function ہے، ہر ایک کے وجود کا کوئی مقصد ہے۔ اسی طرح یہ بھی صاف نظر آتا ہے کہ اس کائنات میں ہر چیز کا کوئی Function اور کوئی مقصد ہے، کسی بھی چیز کا وجود بے مقصد نہیں ہے تو پھر خود انسان کا وجود بے مقصد کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ انسان مر کر مٹی ہو جائے گا اور کوئی حساب وکتاب اور جزاء وسزا نہیں ہے تو انسان کا وجود بے مقصد ہو جاتا ہے جو کائنات کی ہر چیز کی گواہی کے خلاف ہے۔

اسی طرح تھوڑا سا غور کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ اس دنیا میں روزانہ کچھ نئے لوگ آتے ہیں اور کچھ پرانے لوگ چلے جاتے ہیں۔ یہاں کسی بھی انسان کو دوام حاصل نہیں ہے۔ اپنے اردگرد حیوانات اور نباتات میں بھی یہی نظر آتا ہے کہ ہر چیز پیدا ہوتی ہے، بڑھتی ہے، پھولتی پھلتی ہے، پھر ختم ہو جاتی ہے۔ کائنات میں کسی بھی چیز کو دوام نہیں ہے۔ ہر چیز کا وجود ایک معین وقت تک کے لئے ہے۔ یہ اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ خود اس کائنات کا وجود بھی ایک معین وقت تک کے لئے ہے۔ اس کو بھی ایک دن ختم ہونا ہے اور حساب وکتاب اور جزاء وسزا یقینی ہے۔

نوٹ۔2

دہریوں اور خدا پرستوں کے درمیان یہ بحث بہت پرانی ہے۔ جس میں فلسفی اور سائنسدان اس دنیا کو ازلی اور ابدی قرار دیتے تھے۔ ان کا سارا انحصار اس تخیل پر تھا کہ مادہ فنا نہیں ہوسکتا، صرف صورت بدلی جاسکتی ہے، مگر ہر تغیر کے بعد مادہ، مادہ ہی رہتا ہے اور اس کی مقدار میں کوئی کمی وبیشی نہیں ہوتی۔ اس بنا پر یہ نتیجہ نکالا جاتا تھا کہ اس عالم مادی کی نہ کوئی ابتداء ہے نہ انتہا، لیکن اب جوہری توانائی کے انکشاف نے اس پورے تخیل کی بساط الٹ کر رکھ دی ہے۔ اب یہ بات کھل گئی ہے کہ قوت مادے میں تبدیل ہوتی ہے اور مادہ پھر قوت میں تبدیل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ نہ صورت باقی رہتی ہے نہ ہیولی۔ اب حرکیات حرارت کے دوسرے قانون (Second Law of Thermo=dynamics) نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ عالم مادی نہ ازلی ہوسکتا ہے نہ ابدی۔ اس کو لازماً ایک وقت شروع اور ایک وقت ختم ہونا ہی چاہئے۔ اس لئے سائنس کی بنیاد پر اب قیامت کا انکار ممکن نہیں رہا ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب سائنس ہتھیار ڈال دے تو فلسفہ کن ٹانگوں پر کھڑا ہو کر قیامت کا انکار کرے گا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (11 تا 18)

ر و ض

(ن) رَوْضًا کسی جگہ کا سرسبز و شاداب ہونا۔ باغ و بہار ہونا۔

رَوْضَۃٌ باغ۔ زیر مطالعہ آیت۔ 15

م س و

(ن) مَسْوًا وعدہ کر کے دیر لگانا۔

(افعال) اِمْسَاءً شام میں داخل ہونا۔ یعنی شام کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 17۔

ترجمہ:

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا	الْخَلْقَ	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ	ثُمَّ اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ⑪
اللہ ہی پہل کرتا ہے	پیدا کرنے کی	پھر وہ واپس لائے گا اس کو	پھر اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

وَيَوْمَ	تَقُوْمُ	السَّاعَةُ	يُبْلِسُ	الْمُجْرِمُوْنَ ⑫	وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ
اور جس دن	قائم ہوگی	وہ گھڑی (قیامت)	تو شدید مایوس ہوں گے	مجرم لوگ	اور ان کے لئے نہیں ہوگا

مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ	شُفَعٰٓؤُا	وَكَانُوْا	بِشُرَكَآئِهِمْ	كٰفِرِيْنَ ⑬
ان کے شریکوں میں سے	کوئی شفاعت کرنے والا	اور وہ لوگ ہو جائیں گے	اپنے شریکوں کا	انکار کرنے والے

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ	يَوْمَئِذٍ	يَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭	فَاَمَّا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
اور جس دن برپا ہوگی قیامت	اُس دن	لوگ الگ الگ ہو جائیں گے	تو وہ جو ہیں جو	ایمان لائے

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فَهُمْ	فِيْ رَوْضَةٍ	يُّحْبَرُوْنَ ⑮
اور انہوں نے عمل کئے	نیکیوں کے	تو ان لوگوں کی	ایک باغ میں	آؤ بھگت کی جائے گی

وَاَمَّا الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ	فَاُولٰٓئِكَ
اور وہ جو ہیں جنہوں نے	انکار کیا	اور جھٹلایا	ہماری نشانیوں کو	اور آخرت کی ملاقات کو	تو وہ لوگ

فِي الْعَذَابِ	مُحْضَرُوْنَ ⑯	فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ	حِيْنَ	تُمْسُوْنَ	وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ⑰
عذاب میں	حاضر کئے ہوئے ہوں گے	تو (بیان کرو) اللہ کی پاکیزگی	جب	تم لوگ شام کرتے ہو	اور جب صبح کرتے ہو

وَلَهُ	الْحَمْدُ	فِي السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَعَشِيًّا	وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ⑱
اور اس کے لئے ہی ہے	تمام شکر و سپاس	آسمانوں میں	اور زمین میں	اور سہ پہر کے وقت	اور جب دوپہر کرتے ہو

نوٹ۔1

آیت۔ 11۔ میں فرمایا کہ اللہ ہی خلق کا آغاز فرماتا ہے اور وہی اس کا اعادہ کرے گا۔ ان دو لفظوں میں دعویٰ اور دلیل دونوں جمع ہیں۔ دعویٰ یہ ہے کہ اللہ اس خلق کا اعادہ فرمائے گا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اسی نے اس کا آغاز کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس نے اس کا آغاز کیا اور اس کام میں اس کو کوئی مشکل پیش نہیں آئی اس کو اس کے اعادے میں بھی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ بلکہ اعادہ ابتداء سے زیادہ آسان ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آیت۔14۔ میں فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ الگ الگ فرقوں میں بٹ جائیں گے۔یعنی دنیا کی تمام جتھ بندیاں جو آج قوم،نسل،وطن، زبان،قبیلہ وغیرہ کی بنیاد پر بنی ہوئی ہیں، اُس روز ٹوٹ جائیں گی اور خالص عقیدے اور کردار کی بنیاد پر نئے سرے سے ایک دوسری گروہ بندی ہوگی۔ایک طرف نوع انسانی کی تمام اگلی پچھلی قوموں میں سے مومن وصالح انسان الگ چھانٹ لئے جائیں گے اوران سب کا ایک گروہ ہوگا۔دوسری طرف ایک ایک قسم کے گمراہانہ نظریات وعقائد رکھنے والے اورایک ایک قسم کے جرائم پیشہ لوگ چھانٹ چھانٹ کرالگ نکال لئے جائیں گے اوران کے الگ الگ گروہ بن جائیں گے۔

(تفہیم القرآن)

آیت نمبر19 تا22

ترجمہ:

يُخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ الْمَيِّتِ	وَيُخْرِجُ	الْمَيِّتَ	مِنَ الْحَيِّ	وَيُحْيِ
وہ نکالتا ہے	زندہ کو	مردہ میں سے	اوروہ نکالتا ہے	مردہ کو	زندہ میں سے	اوروہ زندہ کرتا ہے

الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ	وَكَذٰلِكَ	تُخْرَجُوْنَ ۧ ⑲	وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ خَلَقَكُمْ
زمین کو	اس کی موت کے بعد	اوراس طرح	تم لوگ نکالے جاؤ گے	اوراس کی نشانیوں میں سے ہے	کہ اس نے پیدا کیا تم کو

مِّنْ تُرَابٍ	ثُمَّ اِذَآ	اَنْتُمْ	بَشَرٌ	تَنْتَشِرُوْنَ ⑳	وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ
کسی مٹی سے	پھرجب ہی	تم لوگ	بشر (ہوجاتے) ہو	جوپھیل جاتے ہو	اوراس کی نشانیوں میں سے ہے

اَنْ خَلَقَ لَكُمْ	مِّنْ اَنْفُسِكُمْ	اَزْوَاجًا	لِّتَسْكُنُوْٓا	اِلَيْهَا	وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ
کہ اس نے پیدا کئے تمہارے لئے	تمہاری جانوں سے	جوڑے	تا کہ تم لوگ سکون پکڑو	ان کی طرف	اوراس نے بنایا تمہارے مابین

مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّتَفَكَّرُوْنَ ㉑	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
محبت اوررحمت	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	غوروفکر کرتے ہیں	اوراس کی نشانیوں میں سے ہے

خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ
آسمانوں اورزمین کا پیدا کرنا	اورتمہارے رنگوں اورتمہاری بولیوں کا اختلاف

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّلْعٰلِمِيْنَ ㉒
بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	علم والوں کے لئے

نوٹ۔1

انسان جیسے اشرف المخلوقات کومٹی سے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کھلا ثبوت ہے۔کیونکہ اس دنیا کے عناصر ترکیبیہ میں سب سے زیادہ ادنیٰ درجہ کا عنصر مٹی ہے جس میں حس وحرکت اورشعور وادراک کا کوئی شمہ نظر نہیں آتا۔مشہور چار عناصر آگ، پانی، ہوااورمٹی میں سے مٹی کے سوااورسب عناصر میں کچھ نہ کچھ حرکت تو ہے، جبکہ مٹی اس سے بھی محروم ہے۔اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کے لئے اس کومنتخب فرمایا۔(اورمٹی کے پتلے میں شعور، احساس، تخیل، عقل اوراس طرح کی متعدد صلاحیتیں پیدا کردیں۔مرتب)۔انسان کی تخلیق کا مادہ مٹی ہونا حضرت آدمؑ کے اعتبار سے ظاہر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انسان جو توالد وتناسل کے سلسلہ سے نطفہ کے ذریعہ پیدا ہوئے ہیں ان میں بھی نطفہ جن اجزاء سے مرکب ہوتا ہے اس میں مٹی کا جزو غالب ہو۔(معارف القرآن)

البقرہ کی آیت۔28۔میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ اللہ کا کیسے انکار کرتے جب حال یہ ہے کہ تم لوگ مردہ حالت میں تھے تو اس نے تم کو زندہ کیا۔اس آیت کی وضاحت کو ہم یہاں دوبارہ نقل کررہے ہیں۔''سمندر سے پانی 1480 کا بھاپ بن کر اٹھنا، بادل بننا، پانی برسنا، پودے اگنا، پودوں کا زمین اور فضا سے غذا حاصل کرنا، پھل کا پکنا، غرض یہ کہ اس طرح کے نہ معلوم کتنے عناصر قدرت کام کرتے ہیں تب کہیں مختلف مقامات پر ایک انسان کے بکھرے ہوئے ذرات (اجزاء) کھینچ کر ایک گندے پانی کی بوند میں جمع ہوتے ہیں جس سے وہ جنم لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے اس نظام پر ہم جتنا غور کریں گے اتنا ہی فَاَحْيَاكُمْ کی گہرائی اور گیرائی عیاں ہوگی۔'' غرضیکہ ہم کسی بھی پہلو سے غور کریں، بہرحال ماننا پڑتا ہے کہ انسانی جسم خاکی ہے۔اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس کے جسم کی تمام تر ضروریات، روٹی کپڑا، مکان، ادویات وغیرہ سب چیزیں زمین ہی سے حاصل کی جاتی ہیں۔

نوٹ۔2

محبت سے مراد یہاں (آیت۔21۔میں) جنسی محبت ہے جو مرد اور عورت کے اندر جذب وکشش کی ابتدائی محرک بنتی ہے اور پھر انہیں ایک دوسرے سے جوڑے رکھتی ہے۔اور رحمت سے مراد وہ روحانی تعلق ہے جو ازدواجی زندگی میں بتدریج ابھرتا ہے، جس کی بدولت وہ ایک دوسرے کے خیرخواہ، ہمدرد اور غم گسار بن جاتے ہیں۔یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے جب جنسی محبت پیچھے جا پڑتی ہے اور بڑھاپے میں یہ جیون ساتھی جوانی سے بھی بڑھ کر ایک دوسرے کے حق میں رحیم وشفیق ثابت ہوتے ہیں۔

آیت۔22۔میں اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے کہ تمہارے منہ اور زبان کی ساخت میں کوئی فرق نہیں ہے مگر زمین کے مختلف خطوں میں تمہاری زبانیں مختلف ہیں۔پھر ایک ہی زبان بولنے والے علاقوں میں شہر شہر اور بستی بستی کی بولیاں مختلف ہیں اور مزید یہ کہ ہر شخص کا لہجہ اور طرز گفتگو دوسرے سے مختلف ہے۔اسی طرح تمہارا مادہ تخلیق اور بناوٹ کا فارمولا ایک ہی ہے مگر تمہارے رنگ اس قدر مختلف ہیں کہ قوم اور قوم تو درکنار، ایک ماں باپ کے دو بیٹوں کا رنگ بھی بالکل یکساں نہیں ہے۔یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کائنات کا خالق اپنی خلق کی ایک ایک چیز پر انفرادی توجہ صرف کررہا ہے۔اور تخلیق کائنات کے بعد وہ اس سے لاتعلق نہیں ہوگیا ہے۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر 23 تا 27

ترجمہ:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ	مَنَامُكُمْ	بِالَّيْلِ	وَالنَّهَارِ	وَابْتِغَآؤُكُمْ	مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	تم لوگوں کی نیند	رات میں	اور دن میں	اور تمہارا تلاش کرنا	اس کے فضل میں سے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ	يُرِيْكُمُ
بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	سنتے ہیں	اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	(کہ) وہ دکھاتا ہے تم لوگوں کو

الْبَرْقَ	خَوْفًا	وَّطَمَعًا	وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً	فَيُحْيٖ بِهِ
بجلی	خوف کے لئے	اور آرزو کے لئے	اور وہ اتارتا ہے آسمان سے	کچھ پانی	پھر وہ زندہ کرتا ہے اس سے

الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾
زمین کو	اس کے مردہ ہونے کے بعد	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	عقل (استعمال) کرتے ہیں

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ	اَنْ تَقُوْمَ	السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ	بِاَمْرِهٖ ؕ	ثُمَّ اِذَا	دَعَاكُمْ
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	کہ قائم ہیں	آسمان اور زمین	اس کے حکم سے	پھر جب	وہ پکارے گا تم لوگوں کو

دَعْوَۃً ۖۗ	مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ	اِذَآ اَنْتُمْ	تَخْرُجُوْنَ ۝۲۵	1480 وَلَهٗ مَنْ
ایک (ہی) پکار	(تو) زمین میں سے	جب ہی تم لوگ	نکل پڑو گے	اور اسی کا ہے وہ جو
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ	كُلٌّ لَّهٗ	قٰنِتُوْنَ ۝۲۶	وَهُوَ	الَّذِيْ
آسمانوں اور زمین میں سے	سارے اسی کی	فرمانبرداری کرنے والے ہیں	اور وہ	وہی ہے جو

يَبْدَؤُا	الْخَلْقَ	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ	وَهُوَ اَهْوَنُ	عَلَيْهِ ۭ	وَلَهُ
پہل کرتا ہے	پیدا کرنے کی	پھر وہ واپس لائے گا اس کو	اور یہ زیادہ آسان ہے	اس پر	اور اس کے لئے ہی ہے

الْمَثَلُ الْاَعْلٰى	فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ	وَهُوَ الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۝۲۷ ع
اعلیٰ ترین مثال (یعنی صفت)	آسمانوں اور زمین میں	اور وہ ہی بالا دست ہے	حکمت والا ہے

نوٹ۔1 انسان مسلسل محنت نہیں کر سکتا بلکہ ہر چند گھنٹوں کی محنت کے بعد اسے چند گھنٹوں کے لئے آرام درکار ہوتا ہے۔ اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نیند کا ایک زبردست داعیہ رکھ دیا جو اس کے ارادے کے بغیر حتیٰ کہ اس کی مزاحمت کے باوجود خودبخود اسے آدبوچتا ہے اور آرام لینے پر اسے مجبور کر دیتا ہے اور ضرورت پوری ہو جانے پر خودبخود اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اس نیند کی ماہیت و کیفیت اور اس کے حقیقی اسباب کو آج تک انسان نہیں سمجھ سکا ہے۔ یہ قطعاً ایک پیدائشی چیز ہے جو آدمی کی فطرت اور اس کی ساخت میں رکھ دی گئی ہے۔ اس کا ٹھیک انسان کی ضرورت کے مطابق ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ کسی حکیم نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق یہ تدبیر وضع کی ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2 گذشتہ آیات میں تفکر اور علم کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں سمع کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا درجہ پہلی دونوں چیزوں سے کم تر ہے لیکن حصول علم کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے۔ اگر ایک شخص میں اتنی معقولیت موجود ہو کہ وہ معقول لوگوں کی باتیں سنے تو اس راہ سے بھی اس کو ہدایت حاصل ہو سکتی ہے۔ اگرچہ وہ کائنات کے نظام اور اس کے اسرار میں زیادہ تفکر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر 28 تا 32

ترجمہ:

ضَرَبَ لَكُمْ	مَّثَلًا	مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ	هَلْ لَّكُمْ
اس نے بیان کی تمہارے لئے	ایک مثال	تمہارے جیبوں میں سے	کیا تمہارے لئے

مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	مِّنْ شُرَكَاۗءَ	فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ	فَاَنْتُمْ فِيْهِ
اس میں سے جن کے مالک ہوئے تمہارے داہنے ہاتھ	کوئی بھی شریک ہے	اس میں جو ہم نے روزی دی تم کو	نتیجۃً تم لوگ اس میں

سَوَاۗءٌ	تَخَافُوْنَهُمْ	كَخِيْفَتِكُمْ	اَنْفُسَكُمْ ۭ	كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ
برابر ہو جاؤ	تم لوگ ڈرتے ہو ان سے	جیسے تمہارا ڈرنا	اپنے نفوس (یعنی اپنوں) سے	اس طرح ہم کھول کھول کر بیان کرتے ہیں

الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۸	بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْٓا	اَهْوَاۗءَهُمْ
آیات کو	ایسے لوگوں کے لئے جو	عقل (استعمال) کرتے ہیں	بلکہ پیروی کی ان لوگوں نے جنہوں نے	ظلم کیا	اپنی خواہشات کی

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ	فَمَنْ يَّهْدِيْ	مَنْ	اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ	وَمَا لَهُمْ	مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۹
کسی علم کے بغیر	تو کون ہدایت دے گا	اسے جس کو	گمراہ کیا اللہ نے	اور نہیں ہے ان کے لئے	کوئی مدد کرنے والوں میں سے

فَاَقِمۡ	وَجۡهَكَ	لِلدِّيۡنِ	حَنِيۡفًا ؕ	فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ [1480]
تو آپ قائم رکھیں	اپنے چہرے کو	اِس دین کے لئے	یکسو ہوتے ہوئے	(قائم رکھو) اللہ کی بخشی ہوئی اُس ساخت اور ذہنی استعداد کو

فَطَرَ النَّاسَ	عَلَيۡهَا ؕ	لَا تَبۡدِيۡلَ	لِخَلۡقِ اللّٰهِ ؕ	ذٰلِكَ	الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۙ
اس نے وجود بخشا لوگوں کو	جس پر	کوئی بھی تبدیلی (جائز) نہیں ہے	اللہ کی تخلیق کے لئے	یہ	سیدھا دین ہے

وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ	لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۙ (۳۰)	مُنِيۡبِيۡنَ	اِلَيۡهِ
اور لیکن لوگوں کے اکثر	جانتے نہیں ہیں	رخ کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کی طرف

وَاتَّقُوۡهُ	وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ	وَلَا تَكُوۡنُوۡا	مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ (۳۱)	مِنَ الَّذِيۡنَ
اور تقویٰ اختیار کرو اس کا	اور قائم رکھو نماز کو	اور تم لوگ مت ہونا	شرک کرنے والوں میں سے	اُن لوگوں میں سے جنہوں نے

فَرَّقُوۡا	دِيۡنَهُمۡ	وَكَانُوۡا	شِيَعًا ؕ	كُلُّ حِزۡبٍۢ	بِمَا	لَدَيۡهِمۡ	فَرِحُوۡنَ (۳۲)
الگ الگ کیا	اپنے دین (کی راہوں) کو	اور ہو گئے	فرقے فرقے	ہر گروہ	اس کے ساتھ جو	ان کے پاس ہے	خوش ہے

نوٹ۔1

مشرکین مکہ اپنے بزرگوں کو شریک خدا جانتے تھے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی مانتے تھے کہ یہ سب خدا کے غلام ہیں۔ چنانچہ وہ حج و عمرے کے موقعہ پر لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں لَاشَرِيۡكَ لَكَ اِلَّا شَرِيۡكًا هُوَ لَكَ تَمۡلِكُهٗ وَمَامَلَكَ یعنی ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ کہ وہ خود اور جس چیز کا وہ مالک ہے سب تیری ملکیت میں ہے۔ پس یہاں انہیں ایک ایسی مثال سے سمجھایا جا رہا ہے جو خود یہ اپنے نفس میں پائیں اور اچھی طرح غور خوض کر سکیں۔ تو فرماتا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی بھی اس پر راضی ہوگا کہ اس کے مال میں اس کے غلام شریک ہوں اور اسے یہ ڈر رہتا ہو کہ کہیں وہ تقسیم کر کے میری جائیداد بانٹ نہ لے جائیں۔ پس جس طرح تم یہ بات اپنے لئے پسند نہیں کرتے، خدا تعالیٰ کے لئے بھی یہ نہ چاہو۔ جس طرح غلام آقا کی ہمسری نہیں کر سکتا اسی طرح خدا کا کوئی بندہ خدا کا شریک نہیں ہو سکتا۔ (ابن کثیرؒ)

نوٹ۔2

فطرت اللہ کی وضاحت آیت۔ 14/6 کے نوٹ۔ 2۔ میں کی جا چکی ہے۔ یہاں پر اتنا اور سمجھ لیں کہ فطرت اللہ کی نصب بتا رہی ہے کہ یہ کسی فعل محذوف کا مفعول ہے جو کہ اَقِيۡمُوۡا ہو سکتا ہے

آیت نمبر (33 تا 40)

ترجمہ:

وَاِذَا مَسَّ	النَّاسَ	ضُرٌّ	دَعَوۡا	رَبَّهُمۡ	مُّنِيۡبِيۡنَ
اور جب چھوتا ہے	لوگوں کو	کوئی نقصان	تو وہ لوگ پکارتے ہیں	اپنے رب کو	رخ کرنے والے ہوتے ہوئے

اِلَيۡهِ	ثُمَّ اِذَاۤ	اَذَاقَهُمۡ	مِّنۡهُ	رَحۡمَةً	اِذَا فَرِيۡقٌ	مِّنۡهُمۡ
اس کی طرف	پھر جب	اور چکھاتا ہے ان کو	اپنے (پاس) سے	کوئی رحمت	جب ہی ایک فریق	ان میں سے

بِرَبِّهِمْ	يُشْرِكُوْنَ ۝٣٣ لا	لِيَكْفُرُوْا	بِمَآ	اٰتَيْنٰهُمْ ط	1480 فَتَمَتَّعُوْا وقفة
اپنے رب کا	شریک بناتے ہیں	نتیجۃً وہ ناشکری کرتے ہیں	اس کی جو	ہم نے دیا ان کو	تو تم لوگ فائدہ اٹھالو

فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ۝٣٤	اَمْ اَنْزَلْنَا	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنًا	فَهُوَ	يَتَكَلَّمُ	بِمَا
پھر عنقریب	جان لوگے	یا ہم نے اتارا	ان لوگوں پر	کوئی دلیل	پھر وہ	بولتی ہے	اس کے بارے میں

كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۝٣٥	وَاِذَآ اَذَقْنَا	النَّاسَ	رَحْمَةً	فَرِحُوْا	بِهَا ط
یہ لوگ جس کو شریک کیا کرتے ہیں	اور جب کبھی ہم چکھاتے ہیں	لوگوں کو	کوئی رحمت	تو وہ لوگ خوش ہوتے ہیں	اس سے

وَاِنْ تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌۢ	بِمَا	قَدَّمَتْ	اَيْدِيْهِمْ	اِذَا	هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝٣٦
اور اگر آلگتی ہے ان کو	کوئی برائی	بسبب اس کے جو	آگے بھیجا	ان کے ہاتھوں نے	جب ہی	وہ لوگ مایوس ہوتے ہیں

اَوَلَمْ يَرَوْا	اَنَّ اللّٰهَ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ
اور کیا انہوں نے غور ہی نہیں کیا	کہ اللہ	کشادہ کرتا ہے	رزق کو	اس کے لئے جس کے لئے	وہ چاہتا ہے

وَيَقْدِرُ ط	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ۝٣٧
اور ناپا تلا دیتا ہے (جس کے لئے چاہتا ہے)	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو	ایمان لاتے ہیں

فَاٰتِ	ذَا الْقُرْبٰى	حَقَّهٗ	وَالْمِسْكِيْنَ	وَابْنَ السَّبِيْلِ ط
پس تو دے	قرابت والوں کو	ان کا حق	اور مسکین کو	اور راستے کے بیٹے (مسافر) کو

ذٰلِكَ خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ	يُرِيْدُوْنَ	وَجْهَ اللّٰهِ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٣٨
یہ بہتر ہے	ان کے لئے جو	چاہتے ہیں	اللہ کے چہرے (توجہ) کو	اور وہ لوگ	ہی مراد پانے والے ہیں

وَمَآ اٰتَيْتُمْ	مِّنْ رِّبًا	لِّيَرْبُوَا۠	فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ	فَلَا يَرْبُوْا	عِنْدَ اللّٰهِ ج
اور جو تم لوگ دیتے ہو	سود میں سے	تاکہ وہ بڑھے	لوگوں کے مالوں میں	تو وہ نہیں بڑھتا	اللہ کے پاس

وَمَآ اٰتَيْتُمْ	مِّنْ زَكٰوةٍ	تُرِيْدُوْنَ	وَجْهَ اللّٰهِ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝٣٩
اور جو تم لوگ دیتے ہو	زکوٰۃ میں سے	چاہتے ہوئے	اللہ کے چہرے (توجہ) کو	تو وہ لوگ	ہی بڑھانے والے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	ثُمَّ رَزَقَكُمْ	ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ط
اللہ وہ ہے جس نے	پیدا کیا تم کو	پھر اس نے رزق دیا تم کو	پھر وہ موت دے گا تم کو	پھر وہ زندہ کرے گا تم کو

هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ	مَّنْ	يَّفْعَلُ	مِنْ ذٰلِكُمْ	مِّنْ شَيْءٍ ط
کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی	وہ ہے جو	کرتا ہے	اس میں سے	کوئی بھی چیز (یعنی کام)

سُبْحٰنَهٗ	وَتَعٰلٰى	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ۝٤٠ ع
پاکیزگی اس کی ہے	اور وہ بلند ہوا	اس سے جو	یہ لوگ شریک کرتے ہیں

نوٹ۔1

زیر مطالعہ آیت۔39۔قرآن مجید میں پہلی آیت ہے جو سود کی مذمت میں نازل ہوئی۔ پھر مدینہ میں سود کی حرمت کا حکم نازل کیا گیا۔اس آیت کی تفسیر میں دو اقوال ہیں۔ایک رائے یہ ہے کہ یہاں ربوا سے مراد وہ سود نہیں ہے جو شرعاً حرام کیا گیا ہے۔ بلکہ وہ عطیہ یا تحفہ ہے جو اس نیت سے دیا جائے کہ لینے والا بعد میں اس سے زیادہ واپس کرے گا یا کوئی مفید خدمت انجام دے گا۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وہی ربوا ہے جسے شریعت نے حرام کیا ہے۔ ہمارے خیال میں دوسری تفسیر صحیح ہے۔قرآن مجید کا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کو بعد میں حرام کرنا ہوتا ہے اس کے لئے وہ پہلے سے ذہنوں کو تیار کرنا شروع کر دیتا ہے۔شراب کے معاملہ میں بھی پہلے صرف اتنی بات فرمائی گئی تھی کہ وہ پاکیزہ رزق نہیں ہے۔(النحل۔67) پھر فرمایا کہ اس کا گناہ اس کے فائدے سے زیادہ ہے(البقرہ۔219)۔ پھر حکم دیا گیا کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔(النساء۔43) پھر اس کی قطعی حرمت کا فیصلہ کر دیا گیا۔اسی طرح یہاں سود کے متعلق صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا گیا ہے کہ اس سے دولت کی افزائش نہیں ہوتی بلکہ زکوٰۃ سے ہوتی ہے۔اس کے بعد سود درسود کیا گیا۔(آل عمران۔130)۔اور پھر بجائے خود سود کی ہی حرمت کا فیصلہ کر دیا گیا۔

(البقرہ۔275۔تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

اس آیت میں ایک بری رسم کی اصلاح کی گئی ہے جو رشتہ داروں میں چلتی ہے۔عام طور پر رشتہ دار جو کچھ دوسرے کو دیتے ہیں تو اس پر نظر رکھتے ہیں وہ بھی ہمارے وقت پر کچھ دے گا بلکہ کچھ زیادہ دے گا۔خصوصاً نکاح، شادی وغیرہ کی تقریبات میں جو کچھ دیا جاتا ہے اس کی یہی حیثیت ہوتی ہے جسے عرف میں نوتہ کہتے ہیں۔اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ اہل قرابت کا جو حق ادا کرنے کا حکم پہلی آیت میں دیا گیا ہے ان کو یہ حق اس طرح دیا جائے کہ نہ احسان جتائے نہ بدلے پر نظر رکھے۔جس نے بدلے کی نیت سے دیا کہ اس کا مال کچھ زیادتی لے کر واپس آئے گا تو اللہ کے نزدیک اس کا کوئی درجہ اور ثواب نہیں ہے۔اور قرآن نے اس زیادتی کو لفظ ربوا سے تعبیر کر کے اس کی قباحت کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ سود کی ایک صورت ہے۔(معارف القرآن)

راقم الحروف کی رائے میں یہ آیت ایک دو دھاری تلوار کی مانند ہے۔ کیونکہ اس سے ایک طرف ایک بری رسم کی اصلاح بھی ہوتی ہے اور دوسری طرف سود کی حرمت کے لئے ذہن بھی تیار ہوتا ہے۔اس لئے اس آیت کے دونوں مفہوم کو درست تسلیم کرنا چاہئے۔

آیت نمبر 41 تا 47

ترجمہ:

ظَهَرَ الْفَسَادُ	فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	بِمَا كَسَبَتْ	اَيْدِى النَّاسِ	لِيُذِيْقَهُمْ
ظاہر ہوا فساد	خشکی اور سمندر میں	بسبب اس کے جو کمایا	لوگوں کے ہاتھوں نے	تا کہ وہ (اللہ) چکھائے ان کو

بَعْضَ الَّذِىْ	عَمِلُوْا	لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾	قُلْ	سِيْرُوْا	فِي الْاَرْضِ
اس کا کچھ جو	انہوں نے عمل کئے	شاید وہ لوگ لوٹ آئیں	آپؐ کہئے	تم لوگ گھومو پھرو	زمین میں
فَانْظُرُوْا	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلُ ؕ	كَانَ اَكْثَرُهُمْ	مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾
پھر دیکھو	کیسا تھا	ان کا انجام جو	پہلے تھے	ان کے اکثر تھے	شرک کرنے والے
فَاَقِمْ	وَجْهَكَ	لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ	مِنْ قَبْلِ اَنْ	يَّاْتِىَ	يَوْمٌ
پس آپؐ قائم رکھیں	اپنے چہرے کو	اس سیدھے دین کے لئے	اس سے پہلے کہ	آئے	ایک ایسا دن

لَا مَرَدَّ	لَهٗ	مِنَ اللّٰهِ	يَوْمَئِذٍ	يَّصَّدَّعُوْنَ ۝٤٣ 1480	مَنْ كَفَرَ
کوئی بھی لوٹانے کی جگہ (یعنی امکان) نہیں ہے	جس کے لئے	اللہ (کی طرف) سے	اُس دن	لوگ الگ الگ ہوں گے	جس نے کفر کیا

فَعَلَيْهِ	كُفْرُهٗ ۚ	وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا	فَلِاَنْفُسِهِمْ	يَمْهَدُوْنَ ۝٤٤
تو اس پر ہے	اس کا کفر	اور جس نے عمل کیا نیکی کا	تو اپنی جانوں کے لئے	وہ لوگ آرام دہ بناتے ہیں

لِيَجْزِيَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	مِنْ فَضْلِهٖ ۭ	اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
تا کہ وہ (اللہ) بدلہ دے	ان کو جو	ایمان لائے	اور عمل کئے نیکیوں کے	اپنے فضل سے	بیشک وہ پسند نہیں کرتا

الْكٰفِرِيْنَ ۝٤٥	وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ يُّرْسِلَ	الرِّيَاحَ	مُبَشِّرٰتٍ	وَّلِيُذِيْقَكُمْ
کفر کرنے والوں کو	اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	کہ وہ بھیجتا ہے	ہواؤں کو	خوشخبری دینے والی ہوتے ہوئے	اور تا کہ وہ چکھائے تم کو

مِّنْ رَّحْمَتِهٖ	وَلِتَجْرِيَ	الْفُلْكُ	بِاَمْرِهٖ	وَلِتَبْتَغُوْا	مِنْ فَضْلِهٖ
اپنی رحمت میں سے	اور تا کہ رواں ہوں	کشتیاں	اس کے حکم سے	اور تا کہ تم لوگ تلاش کرو	اس کے فضل میں سے (روزی)

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٤٦	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	مِنْ قَبْلِكَ	رُسُلًا	اِلٰى قَوْمِهِمْ
اور شاید تم لوگ شکر ادا کرو	اور یقیناً ہم نے بھیجا ہے	آپ ؐ سے پہلے	رسولوں کو	ان کی قوم کی طرف

فَجَاۗءُوْهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَانْتَقَمْنَا	مِنَ الَّذِيْنَ	اَجْرَمُوْا ۭ
پھر وہ لوگ آئے ان کے پاس	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	پھر ہم نے انتقام لیا	ان لوگوں سے جنہوں نے	جرم کیا

وَكَانَ حَقًّا	عَلَيْنَا	نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٧
اور واجب ہے	ہم پر	مومنوں کی نصرت کرنا

نوٹ۔1

آیت۔14۔کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں جو مصائب و آفات تم پر آتی ہیں ان کا حقیقی سبب تمہارے گناہ ہوتے ہیں۔اگرچہ دنیا میں نہ ان گناہوں کا پورا بدلہ دیا جاتا ہے اور نہ ہر گناہ پر آفت آتی ہے۔بلکہ بہت سے گناہوں کو تو معاف کر دیا جاتا ہے اور جو معاف نہیں ہوتے ان کا بھی پورا بدلہ دنیا میں نہیں دیا جاتا، بلکہ تھوڑا سا مزہ چکھایا جاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا: لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا۔ اس کے علاوہ قرآن کریم نے جن آفات و مصائب کو گناہوں کا سبب قرار دیا ہے اس سے مراد وہ آفات و مصائب ہیں جو پوری دنیا پر یا پورے شہر یا بستی پر عام ہو جائیں اور عام انسان یا جانوران کے اثر سے نہ بچ سکیں۔ایسی آفات و مصائب کا سبب عموماً لوگوں میں گناہوں کی کثرت، خصوصاً اعلانیہ گناہ کرنا ہی ہوتا ہے۔جبکہ انفرادی تکلیف و مصیبت میں یہ ضابطہ نہیں ہے بلکہ وہ کبھی کسی انسان کی آزمائش کرنے کے لئے بھی بھیجی جاتی ہے۔اور جب وہ اس آزمائش میں پورا اترتا ہے تو اس کے درجات آخرت میں بڑھ جاتے ہیں۔یہ مصیبت درحقیقت اس کے لئے رحمت و نعمت ہوتی ہے۔اس لئے انفرادی طور پر کسی کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بہت گناہگار ہے۔اسی طرح کسی کو عیش و ارام میں دیکھ کر یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ بڑا نیک صالح بزرگ ہے۔البتہ عام مصائب و آفات جیسے قحط، طوفان، وبائی امراض، اشیاء ضرورت کی گرانی، چیزوں کی برکت کا مٹ جانا وغیرہ، اس کا اکثر اور بڑا سبب لوگوں کا اعلانیہ گناہ اور سرکشی ہوتی ہے۔

انفرادی مصائب و آفات نعمت و رحمت ہیں یا گناہوں کی کچھ سزا ہے، ان دونوں میں فرق کیسے پہنچایا جائے۔ اس کی پہچان شاہ ولی اللہؒ نے یہ لکھی ہے کہ جو نیک لوگ رفع درجات یا کفارہ سیئات مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے قلوب کو مطمئن کر دیتے ہیں اور وہ ان مصائب پر ایسے ہی راضی ہوتے ہیں جیسے بیمار کڑوی دوا یا آپریشن پر راضی ہوتا ہے۔ اور جو بطور سزا مبتلا کئے جاتے ہیں ان کی پریشانی اور جزع وفزع کی حد نہیں رہتی۔ مولانا تھانویؒ نے ایک پہچان یہ بتائی ہے کہ جس مصیبت کے ساتھ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور توبہ و استغفار کی رغبت زیادہ ہو جائے وہ علامت اس کی ہے کہ یہ قہر نہیں بلکہ عنایت ہے اور جس کو یہ صورت نہ بنے بلکہ جزع وفزع بڑھ جائے وہ علامت قہر الٰہی کی ہے۔ (معارف القرآن ج 6۔ص 752 تا 757 سے ماخوذ)

آیت نمبر 48 تا 53

ص ف ر

(س) صَفَرًا: زرد ہونا۔ پیلا ہونا۔

اَصْفَرُ: مونث صَفْرَاءُ ج۔ صُفْرٌ۔ اَفْعَلُ الوان وعیوب کے وزن پر صفت ہے۔ زرد رنگ والا یعنی زرد۔ پیلا۔ ﴿ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ﴾ (2/البقرہ:69) ''بیشک وہ ایک پیلی گائے ہے'' ﴿ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴾ (77/المرسلات:33) ''گویا کہ وہ پیلے اونٹ ہیں۔''

(اِفْعِلَالٌ) اِصْفِرَارًا: زرد ہو جانا۔ پیلا پڑ جانا۔

مُصْفَرٌّ: اسم الفاعل۔ زرد ہونے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 51

ترجمہ:

اَللّٰهُ الَّذِیْ	یُرْسِلُ	الرِّیٰحَ	فَتُثِیْرُ	سَحَابًا	فَیَبْسُطُهٗ	فِی السَّمَآءِ
اللہ وہ ہے جو	بھیجتا ہے	ہواؤں کو	تو وہ اوپر اٹھاتی ہیں	بادل کو	پھر وہ (اللہ) پھیلاتا ہے اس کو	آسمان میں
كَیْفَ یَشَآءُ	وَیَجْعَلُهٗ	كِسَفًا	فَتَرَى	الْوَدْقَ	یَخْرُجُ	مِنْ خِلٰلِهٖ
جیسے وہ چاہتا ہے	اور وہ بناتا ہے اس کو	ٹکڑے ٹکڑے	پھر تو دیکھتا ہے	بارش (کے قطرے) کو	وہ نکلتا ہے	اس کی دراڑوں سے
فَاِذَآ	اَصَابَ بِهٖ	مَنْ	یَّشَآءُ	مِنْ عِبَادِهٖٓ	اِذَا هُمْ	یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿48﴾
پھر جب	وہ پہنچاتا ہے اسے	اس کے پاس جس کو	وہ چاہتا ہے	اپنے بندوں میں سے	جب ہی وہ لوگ	خوشی مناتے ہیں

وَاِنْ كَانُوْا	مِنْ قَبْلِ اَنْ	یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ	مِّنْ قَبْلِهٖ	لَمُبْلِسِیْنَ ﴿49﴾	فَانْظُرْ
اور بیشک وہ تھے	اس سے پہلے کہ	وہ (بارش) اتاری جاتی ان پر	اس سے پہلے	یقیناً انتہائی مایوس ہونے والے	پس تو دیکھ
اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ	كَیْفَ یُحْیِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا	اِنَّ ذٰلِكَ	لَمُحْیِ
اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف	کیسے وہ زندہ کرتا ہے	زمین کو	اس کے مردہ ہونے کے بعد	بیشک وہ	یقیناً زندہ کرنے والا ہے

الْمَوْتٰى	وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ	قَدِیْرٌ ﴿50﴾	وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا	رِیْحًا
مردوں کو	اور وہ ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے	اور بیشک اگر ہم بھیج دیں	ایک ہوا

فَرَاَوْهُ	مُصْفَرًّا	لَّظَلُّوْا	مِنْۢ بَعْدِهٖ	يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾	فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ
پھر وہ دیکھیں اس (سرسبز زمین) کو	پیلا پڑتے ہوئے	تو یقیناً وہ لوگ رہ جائیں گے	اس کے بعد	ناشکری کرتے ہوئے	پس بیشک آپ نہیں سناتے
الْمَوْتٰى	وَلَا تُسْمِعُ	الصُّمَّ	الدُّعَآءَ	اِذَا وَلَّوْا	مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾
مردوں کو	اور آپ نہیں سناتے	بہروں کو	پکار	جب وہ (منہ) پھیرتے ہیں	پیٹھ دینے والے ہوتے ہوئے

وَمَآ اَنْتَ	بِهٰدِ الْعُمْيِ	عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ	اِنْ تُسْمِعُ	اِلَّا مَنْ
اور آپ نہیں ہیں	اندھوں کو راہ سجھانے والے	ان کی گمراہی سے	آپ نہیں سناتے	مگر اس کو جو

يُّؤْمِنُ	بِاٰيٰتِنَا	فَهُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع
ایمان لاتا ہے	ہماری آیات پر	تو وہی	فرمانبرداری کرنے والے ہیں

نوٹ۔1

لفظ ریح واحد ہے اور ریاح اس کی جمع ہے۔ قرآن مجید میں ان دونوں الفاظ کے استعمال کے متعلق حافظ احمد یار صاحب مرحوم نے کہا ہے کہ انہوں نے کہیں پڑھا تھا کہ ریح کا لفظ عام طور پر ناموافق اور نقصان دہ ہوا کے لئے آیا ہے جبکہ ریاح کا لفظ عموماً موافق اور فائدہ مند ہوا کے لئے آیا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ قاعدہ کس حد تک درست ہے۔ حافظ صاحب کا کیسٹ سننے کے بعد میں نے معجم سے چیک کیا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ بڑی حد تک درست ہے۔ ریاح کا لفظ قرآن مجید میں دس مرتبہ آیا ہے۔ اس میں سے نو مرتبہ یہ واضح طور پر مفید ہواؤں کے لئے ہے۔ صرف الکہف کی آیت۔45۔ کو ہم مستثنٰی کر سکتے ہیں، لیکن یہاں بھی یہ لفظ نقصان دا ہواؤں کے لئے نہیں بلکہ مجرد ہوا کے مفہوم میں آیا ہے۔ جبکہ ریح کا لفظ قرآن مجید میں۔18۔ مرتبہ آیا ہے جس میں۔13۔ مرتبہ یہ واضح طور پر نقصان دہ ہواؤں کے لئے ہے۔ چار مرتبہ یہ لفظ مجرد ہواؤں کے مفہوم میں آیا ہے اور صرف ایک مرتبہ سورہ یونس کی آیت۔۲۲۔ میں بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ آیا ہے۔ اور وہ بھی کشتیوں کے چلنے کے ضمن میں آیا ہے۔ معلوم ہے کہ کشتی کے لئے ایک ہی رخ کی ہوا چاہیئے لہٰذا ریح کے ساتھ طَيِّبَةٍ کی صفت شامل کردی گئی۔

1481

1480

1482

1480

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الروم (30)

آیت نمبر (54 تا 60)

ترجمہ:

اَللّٰہُ الَّذِیۡ	خَلَقَکُمۡ	مِّنۡ ضُعۡفٍ	ثُمَّ جَعَلَ	مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ	قُوَّۃً
اللہ وہ ہے جس نے	پیدا کیا تم کو	کمزوری سے (کمزور)	پھر اس نے بنایا	کمزوری کے بعد	قوت (طاقتور)

ثُمَّ جَعَلَ	مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّۃٍ	ضُعۡفًا	وَّ شَیۡبَۃً ؕ	یَخۡلُقُ	مَا	یَشَآءُ ۚ
پھر اس نے بنایا	قوت کے بعد	کمزوری	اور بڑھاپا	وہ پیدا کرتا ہے	وہ جو	وہ چاہتا ہے

وَ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ	الۡقَدِیۡرُ ﴿۵۴﴾	وَ یَوۡمَ	تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ	یُقۡسِمُ	الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۬ۙ
اور وہ ہی جاننے والا ہے	قدرت والا ہے	اور جس دن	قائم ہوگی وہ گھڑی (قیامت)	قسمیں کھائیں گے	مجرم لوگ

مَا لَبِثُوۡا	غَیۡرَ سَاعَۃٍ ؕ	کَذٰلِکَ	کَانُوۡا یُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۵۵﴾	وَ قَالَ الَّذِیۡنَ	اُوۡتُوا
(کہ) وہ نہیں ٹھہرے	سوائے ایک گھڑی کے	اس طرح	وہ الٹے پھیرے جاتے تھے	اور وہ لوگ کہیں گے جن کو	دیا گیا تھا

الۡعِلۡمَ وَ الۡاِیۡمَانَ	لَقَدۡ لَبِثۡتُمۡ	فِیۡ کِتٰبِ اللّٰہِ	اِلٰی یَوۡمِ الۡبَعۡثِ ۫	فَہٰذَا یَوۡمُ الۡبَعۡثِ
علم اور ایمان	یقیناً تم لوگ ٹھہر چکے ہو	اللہ کی کتاب (ریکارڈ) میں	اٹھائے جانے کے دن تک	تو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے

وَ لٰکِنَّکُمۡ	کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۶﴾	فَیَوۡمَئِذٍ	لَّا یَنۡفَعُ	الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا
اور لیکن تم لوگ	نہیں جانتے تھے	تو اُس دن	نفع نہیں دے گی	ان کو جنہوں نے ظلم کیا

مَعۡذِرَتُہُمۡ	وَ لَا ہُمۡ	یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۵۷﴾	وَ لَقَدۡ ضَرَبۡنَا	لِلنَّاسِ	فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ
ان کی معذرت	اور نہ وہ لوگ	منائے جائیں گے	اور بیشک ہم نے بیان کیا ہے	لوگوں کے لئے	اس قرآن میں

مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ؕ	وَ لَئِنۡ جِئۡتَہُمۡ	بِاٰیَۃٍ	لَّیَقُوۡلَنَّ	الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا	اِنۡ اَنۡتُمۡ
ہر ایک (طرح کی) مثال	اور بیشک اگر آپ ﷺ لائیں گے ان کے پاس	کوئی نشانی	تو لازماً کہیں گے	وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا	نہیں ہو تم لوگ

اِلَّا مُبۡطِلُوۡنَ ﴿۵۸﴾	کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰہُ	عَلٰی قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ	لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۹﴾
مگر ناحق کرنے والے	اس طرح چھاپ لگا دیتا ہے اللہ	ان لوگوں کے دلوں پر جو	علم نہیں رکھتے

فَاصۡبِرۡ	اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ	وَّ لَا یَسۡتَخِفَّنَّکَ	الَّذِیۡنَ	لَا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع
پس آپ ﷺ ثابت قدم رہیں	یقیناً اللہ کا وعدہ برحق ہے	اور ہرگز ہلکا نہ سمجھیں آپ ﷺ کو	وہ لوگ جو	یقین نہیں رکھتے

نوٹ۔1

کسی کو اپنی قوت وصلاحیت اور اپنے اسباب ووسائل پر ناز نہیں ہونا چاہئے۔ جو کچھ بھی انسان کو ملتا ہے سب خدا کا ہی دیا ہوا ملتا ہے پھر اسی کی طرف سب لوٹ جاتا ہے۔ تم اپنے وجود پر ہی غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کمزور ناتواں حالت میں تم کو وجود بخشتا ہے۔ اسی کے بعد پھر جوانی کی توانائیاں اور صلاحیتیں عطا فرماتا ہے۔ اس کے بعد پھر بڑھاپے کی صورت میں ناتوانی کا دور عود کر آتا ہے۔ کسی کے امکان میں نہیں کہ اپنی جوانی اور طاقت کو برقرار رکھ سکے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آخری آیت کا مطلب یہ ہے کہ نہ کسی قیمت پر تمہیں خریدا جاسکے، نہ کسی فریب سے تمہیں پھسلایا جاسکے، نہ کوئی خطرہ یا نقصان تمہیں اپنی راہ سے ہٹا سکے اور نہ دین کے معاملہ میں کسی لین دین کا سودا تم سے چکایا جاسکے۔ یہ سارا مضمون اللہ تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام نے اس ذرا سے فقرے میں سمیٹ دیا کہ ''یہ بے یقین لوگ تم کو ہلکا نہ پائیں۔'' (تفہیم القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ لقمان (31)

آیت نمبر 1 تا 11

ترجمہ:

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾	تِلۡكَ	اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ۙ﴿۲﴾	هُدًى وَّ رَحۡمَةً	لِّلۡمُحۡسِنِيۡنَ ۙ﴿۳﴾
-	یہ	حکمت والی کتاب کی آیات ہیں	ہدایت اور رحمت ہوتے ہوئے	بلاکم وکاست نیکی کرنے والوں کے لئے

الَّذِيۡنَ	يُقِيۡمُوۡنَ	الصَّلٰوةَ	وَ يُؤۡتُوۡنَ	الزَّكٰوةَ	وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ
وہ لوگ جو	قائم رکھتے ہیں	نماز کو	اور پہنچاتے ہیں	زکوۃ کو	اور وہ لوگ ہی آخرت پر
هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾	اُولٰٓئِكَ	عَلٰى هُدًى	مِّنۡ رَّبِّهِمۡ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵﴾
یقین رکھتے ہیں	وہ لوگ	ہدایت پر ہیں	اپنے رب (کی طرف) سے	اور وہ لوگ	ہی مراد پانے والے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ	يَّشۡتَرِىۡ	لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ	لِيُضِلَّ	عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ
اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو	خریدتے ہیں	بات کے کھیل (فضولیات) کو	تاکہ وہ گمراہ کریں	اللہ کی راہ سے

بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ۖ	وَّ يَتَّخِذَهَا	هُزُوًا ؕ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمۡ	عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿۶﴾	
کسی علم کے بغیر	اور تاکہ وہ بنائیں اس (راہ) کو	مذاق کا نشانہ	وہ لوگ ہیں	جن کے لئے	رسوا کرنے والا عذاب ہے	

وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ	اٰيٰتُنَا	وَلّٰى	مُسۡتَكۡبِرًا	كَاَنۡ	لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا
اور جب بھی پڑھی جاتی ہیں اس پر	ہماری آیتیں	تو وہ مڑ جاتا ہے	بڑا بنتے ہوئے	جیسے کہ	اس نے سنا ہی نہیں ان کو
كَاَنَّ	فِىۡۤ اُذُنَيۡهِ	وَقۡرًا ۚ	فَبَشِّرۡهُ	بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۷﴾	اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا
گویا کہ	اس کے دونوں کانوں میں	کوئی بوجھ ہے	تو آپ خوشخبری دیں اس کو	ایک دردناک عذاب کی	بیشک جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿٨﴾	خٰلِدِيْنَ فِيْهَا	1511 وَعْدَ اللّٰهِ
اورانہوں نے عمل کئے نیکیوں کے	ان کے لئے	دائمی نعمتوں کے باغات ہیں	ہمیشہ رہنے والے اس میں	(یقیناً) اللہ کا وعدہ

حَقًّا	وَهُوَ الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿٩﴾	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ	بِغَيْرِ عَمَدٍ
(ہو چکا) برحق	اور وہ ہی بالادست ہے	حکمت والا ہے	اس نے پیدا کیا آسمانوں کو	ایسے ستونوں کے بغیر

تَرَوْنَهَا	وَاَلْقٰى	فِي الْاَرْضِ	رَوَاسِيَ	اَنْ	تَمِيْدَ بِكُمْ	وَبَثَّ
تم لوگ دیکھو جن کو	اور اس نے ڈالے	زمین میں	کچھ پہاڑ	کہ کہیں	وہ لرزے تمہارے ساتھ	اور اس نے پھیلائے

فِيْهَا	مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ	وَاَنْزَلْنَا	مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	فَاَنْۢبَتْنَا
اس میں	ہر چلنے والے جاندار میں سے	اور ہم نے اتارا	آسمان سے کچھ پانی	پھر ہم نے اگایا

فِيْهَا	مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿١٠﴾	هٰذَا	خَلْقُ اللّٰهِ	فَاَرُوْنِيْ	مَاذَا	خَلَقَ
اس (زمین) میں	ہر ایک نفیس و پاکیزہ جوڑے میں سے	یہ	اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے	تو تم لوگ دکھاؤ مجھ کو	کیا	پیدا کیا

الَّذِيْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	بَلِ الظّٰلِمُوْنَ	فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١١﴾
ان لوگوں نے جو	اس کے سوا ہیں	بلکہ ظلم کرنے والے	کھلی گمراہی میں ہیں

نوٹ۔1

آیت۔4۔ میں زکوٰۃ کا حکم ہے حالانکہ یہ آیت مکی ہے۔ اس سے اور سورۃ مزمل سے بھی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا حکم مکہ میں ہجرت سے پہلے آچکا تھا۔ البتہ ہجرت کے دوسرے سال میں نصابوں کا تقرر اور مقدار واجب کی تفصیلات اور حکومت کی طرف سے اس کی وصولیاں اور خرچ کرنے کا انتظام ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔٦۔ میں مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ آیا ہے۔ اِشْتِرَاءٌ کے لغوی معنی خریدنے کے ہیں اور بعض اوقات ایک کام کے بدلے دوسرے کام کو اختیار کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے اَلَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى۔ اور لَهْوَ الْحَدِيْثِ میں لفظ حدیث تو باتوں اور قصے کہانیوں کے لئے آیا ہے اور لَهْوَ کے لفظ معنی غفلت میں پڑنے کے ہیں۔ جو چیزیں انسان کو ضروری کاموں سے غفلت میں ڈالیں وہ لہو کہلاتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین اور عامہ مفسرین کے نزدیک لھو الحدیث عام ہے تمام ان چیزوں کے لئے جو انسان کو اللہ کی عبادت اور یاد سے غفلت میں ڈالے۔

مذموم اور ممنوع اور لھو اور کھیل ہے جس میں کوئی دینی و دنیوی فائدہ نہ ہو۔ جو کھیل بدن کی ورزش، صحت اور تندرستی باقی رکھنے کے لئے کیا جائے یا کم از کم طبیعت کی تھکان دور کرنے کے لئے ہوں تو ایسے کھیل شرعاً مباح ہیں اور دینی ضرورت کی نیت سے ہوں تو ثواب بھی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ان میں غلو نہ کیا جائے اور ان ہی کو مشغلہ نہ بنایا جائے کہ ضروری کاموں میں ان سے حرج پڑنے لگے۔ (معارف القرآن۔ ج7۔ ص19 تا23 سے ماخوذ)

1511

آیت نمبر 12 تا 15

ترجمہ:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا	لُقْمٰنَ	الْحِکْمَۃَ	اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ ؕ	وَمَنْ یَّشْکُرْ	فَاِنَّمَا
اور بیشک ہم دے چکے	لقمان کو	دانائی	کہ تو کر شکر اللہ کا	اور جو شکر کرتا ہے	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ

یَشْکُرُ	لِنَفْسِہٖ ۚ	وَمَنْ کَفَرَ	فَاِنَّ اللّٰہَ	غَنِیٌّ	حَمِیْدٌ ⑫
اور شکر کرتا ہے	اپنی ہی جان (کے بھلے) کے لئے	اور جو ناشکری کرتا ہے	تو بیشک اللہ	بے نیاز ہے	حمد کیا ہوا ہے

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ	لِابْنِہٖ	وَھُوَ	یَعِظُہٗ	یٰبُنَیَّ	لَا تُشْرِکْ
اور جب کہا لقمان نے	اپنے بیٹے سے	اس حال میں کہ وہ	نصیحت کرر ہا تھا اس کو	اے میرے بچے	تو شریک مت کرنا

بِاللّٰہِ ؔ	اِنَّ الشِّرْکَ	لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ⑬	وَوَصَّیْنَا	الْاِنْسَانَ	بِوَالِدَیْہِ ۚ
اللہ کے ساتھ (کسی کو)	بیشک شرک	یقیناً ایک عظیم ظلم ہے	اور ہم نے تاکید کی	انسان کو	اس کے والدین کے بارے میں

حَمَلَتْہُ	اُمُّہٗ	وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ	وَّ فِصٰلُہٗ	فِیْ عَامَیْنِ	اَنِ اشْکُرْ لِیْ
اٹھایا اس کو	اس کی ماں نے	تکلیف پر تکلیف جھیلتے ہوئے	اور اس کا دودھ چھڑانا	دو سالوں میں	کہ تو کر شکر میرا

وَلِوَالِدَیْکَ ؕ	اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ⑭	وَاِنْ جَاھَدٰکَ	عَلٰٓی اَنْ
اور اپنے والدین کا	میری طرف ہی لوٹنا ہے	اور اگر وہ دونوں کشمکش کریں تجھ سے	اس (بات) پر کہ

تُشْرِکَ بِیْ	مَا	لَیْسَ لَکَ	بِہٖ	عِلْمٌ ۙ	فَلَا تُطِعْھُمَا
تو شریک کرے میرے ساتھ	اس کو	نہیں ہے تیرے لئے	جس کے بارے میں	کوئی علم	تو تو اطاعت مت کر ان دونوں کی

وَصَاحِبْھُمَا	فِی الدُّنْیَا	مَعْرُوْفًا	وَّاتَّبِعْ	سَبِیْلَ مَنْ	اَنَابَ	اِلَیَّ ۚ
اور ان دونوں کے ساتھ رہ	دنیا میں	بھلے طریقے سے	اور تو پیروی کر	اس کے راستے کی جس نے	رخ کیا	میری طرف

ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ	فَاُنَبِّئُکُمْ	بِمَا	کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑮
پھر میری طرف ہی تم لوگوں کا لوٹنا ہے	تو میں جتلا دوں گا تم لوگوں کو	وہ جو	تم لوگ کیا کرتے تھے

نوٹ۔1

حضرت لقمان کی شخصیت عرب میں ایک حکیم و دانا کی حیثیت سے بہت مشہور تھی۔ اہل عرب میں بعض پڑھے لکھے لوگوں کے پاس صحیفہ لقمان کے نام سے ان کے حکیمانہ اقوال کا ایک مجموعہ بھی موجود تھا۔ ہجرت سے تین سال پہلے مدینہ کا پہلا شخص جو رسول اللہ ﷺ سے متاثر ہوا وہ سوید بن صامت تھا۔ وہ حج کے لئے گیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی تقریر سنی۔ اس نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ جو باتیں پیش کرر ہے ہیں ایسی ہی ایک چیز میرے پاس بھی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا مجلہ لقمان۔ پھر آپ ﷺ کی فرمائش پر اس نے اس کا کچھ حصہ آپ ﷺ کو سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہت اچھا کلام ہے مگر میرے پاس ایک اور کلام اس سے بہتر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے قرآن سنایا۔ اس نے اعتراف کیا کہ یہ بلاشبہ مجلہ لقمان سے بہتر ہے۔ پھر جب وہ مدینہ واپس ہوا تو کچھ عرصہ بعد جنگ بعاث پیش آئی اور یہ اس میں مارا گیا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

حضرت کی نصیحتوں کے درمیان میں یعنی آیت۔15۔ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم بیان فرمایا کہ اگرچہ ہم نے[1511] اولاد کو ماں باپ کی اطاعت اور خدمت کی بڑی تاکیدی کی ہے، لیکن شرک ایک ایسا ظلم عظیم ہے کہ وہ ماں باپ کے مجبور کرنے سے بھی جائز نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو اس کے والدین اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینے پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں والدین کا کہنا ماننا بھی جائز نہیں ہے۔ مگر دنیا کے کاموں میں مثلاً ان کی جسمانی خدمت میں یا مالی اخراجات میں کمی نہ ہونے دو اور نہ بے ادبی کرو۔ مطلب یہ ہے کہ شرک کے معاملہ میں ان کا کہنا نہ ماننے سے جو ان کی دل آزاری ہوگی وہ تو مجبوری کے لئے برداشت کرو مگر ضرورت کو ضرورت کی حد میں رکھو اور دوسرے معاملات میں ان کی دل آزاری سے پرہیز کرو۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (16 تا 19)

ص ع ر

(س) صَعَرًا منہ کا ٹیڑھا ہونا۔

(تفعیل) تَصْعِیْرًا تکبر سے رخسار ٹیڑھا کرنا۔ پھلانا۔ زیر مطالعہ آیت۔18۔

خ د د

(ن) خَدًّا چوٹ کا نشان چھوڑنا۔ زمین میں گڑھا کرنا۔

خَدٌّ گڑھا۔ رخسار (چہرے کا گڑھا) زیر مطالعہ آیت۔18۔

خُدَّۃٌ ج اُخْدُوْدٌ۔ گڑھا۔ کھائی۔ ﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ﴾ (85/البروج: 4) ''مارے گئے کھائیاں (کھودنے) والے۔''

ترجمہ:

یٰبُنَیَّ	اِنَّھَآ	اِنْ تَكُ	مِثْقَالَ حَبَّةٍ	مِّنْ خَرْدَلٍ	فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ
اے میرے بچے	حقیقت یہ ہے کہ	اگر وہ (برائی) ہوگی	ایک دانے کے ہم وزن	رائی میں سے	پھر وہ ہو کسی چٹان میں

اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ	اَوْ فِي الْاَرْضِ	يَاْتِ بِھَا	اللّٰهُ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ	لَطِيْفٌ	خَبِيْرٌ ١٦
یا آسمانوں میں	یا زمین میں	لے آئے گا اس کو	اللہ	یقیناً اللہ	باریک بین ہے	باخبر ہے
يٰبُنَيَّ	اَقِمِ	الصَّلٰوةَ	وَاْمُرْ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَانْهَ	عَنِ الْمُنْكَرِ
اے میرے بچے	تو قائم رکھ	نماز کو	اور تو تاکید کر	بھلائی کی	اور تو منع کر	برائی سے

وَاصْبِرْ	عَلٰي مَآ	اَصَابَكَ ۭ	اِنَّ ذٰلِكَ	مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ١٧ ج	وَلَا تُصَعِّرْ
اور تو صبر کر	اس پر جو	آ لگے تجھ کو	بیشک یہ	معاملات کی ثابت قدمی میں سے	اور تو مت پھلا

خَدَّكَ	لِلنَّاسِ	وَلَا تَمْشِ	فِي الْاَرْضِ	مَرَحًا ؕ	اِنَّ اللّٰهَ 1511
اپنے گال کو	لوگوں کے لئے	اور تو مت چل	زمین میں	اتراتا ہوا	بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ	كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ﴿۱۸﴾	وَاقْصِدْ	فِيْ مَشْيِكَ
پسند نہیں کرتا	کسی بھی اکڑنے والے فخر کرنے والے کو	اور تو میانہ روی اختیار کر	اپنی چال میں
وَاغْضُضْ	مِنْ صَوْتِكَ ؕ	اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ	لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع
اور تو پست رکھ	اپنی آواز میں سے	بیشک آوازوں کی بدترین	یقیناً گدھوں کی آواز ہے

نوٹ۔1

آیت۔19۔ میں ہے کہ چال میں میانہ روی اختیار کرو۔ سیاقِ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چلنے کی تیزی یا سست رفتار پر بحث نہیں ہے۔ آدمی کو جلدی کا کوئی کام ہو تو تیز کیوں نہ چلے اور اگر وہ محض تفریحاً چل رہا ہے تو آہستہ چلنے میں کیا قباحت ہے۔ دراصل جو چیز یہاں مقصود ہے وہ نفس کی اس کیفیت کی اصلاح ہے جس کے اثر سے چال میں اکڑ یا مسکینی کا ظہور ہوتا ہے۔ دولت، اقتدار، حسن، علم، طاقت وغیرہ انسان کے اندر تکبر پیدا کرتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا گھمنڈ اس کی چال کا ایک مخصوص ٹائپ پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس چال میں مسکینی کا ظہور بھی کسی مذموم نفسی کیفیت کے اثر سے ہوتا ہے اور کبھی انسان حالات سے شکست کھا کر اور اپنی نگاہ میں آپ حقیر ہو کر مریل چال چلنے لگتا ہے، لقمان کی نصیحت کا منشا یہ ہے کہ اپنے نفس کی ان کیفیات کو دور کرو اور ایک معقول انسان کی سی چال چلو۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (20 تا 24)

س ب غ

(ن) سُبُوْغًا کسی چیز کا فراخ اور وسیع ہونا۔ دراز ہونا۔

سَابِغٌ اسم الفاعل ہے۔ وسیع اور دراز ہونا۔ پھر مجازاً پوری اور مکمل زرہ کے لئے آتا ہے۔ ﴿وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ﴾ (34/ سبا:10، 11) ''اور ہم نے نرم کیا اس کے لئے لوہے کو کہ تو عمل کر یعنی بنا کشادہ زرہیں۔''

(افعال) اِسْبَاغًا کسی چیز کو وسیع کرنا۔ مکمل کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔20۔

ترجمہ:

اَلَمْ تَرَوْا	اَنَّ اللّٰهَ	سَخَّرَ لَكُمْ	مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
کیا تم لوگوں نے غور نہیں کیا	کہ اللہ نے	مسخر کیا تمہارے لئے	اس کو جو آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ	وَاَسْبَغَ	عَلَيْكُمْ	نِعَمَهٗ	ظَاهِرَةً	وَّبَاطِنَةً ؕ
اور اس کو جو زمین میں ہے	اور اس نے تمام کیں	تم لوگوں پر	اپنی نعمتیں	ظاہری ہوتے ہوئے	اور باطنی ہوتے ہوئے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ	يُّجَادِلُ	فِي اللّٰهِ	بِغَيْرِ عِلْمٍ	وَّلَا هُدًى	وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٢٠
اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو	مناظرہ کرتے ہیں	اللہ (کے بارے) میں	کسی علم کے بغیر	اور نہ کسی ہدایت سے	اور نہ کسی روشن کتاب سے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ	اتَّبِعُوْا	مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ	قَالُوْا	بَلْ نَتَّبِعُ
اور جب کہا جاتا ہے ان لوگوں سے	تم لوگ پیروی کرو	اس کی جو نازل کیا اللہ نے	تو وہ لوگ کہتے ہیں	بلکہ ہم پیروی کرتے ہیں

مَا	وَجَدْنَا	عَلَيْهِ	اٰبَآءَنَا ۭ	اَوَلَوْ	كَانَ	الشَّيْطٰنُ	يَدْعُوْهُمْ	اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝٢١
اس کی	ہم نے پایا	جس پر	اپنے باپ دادا کو	اور کیا اگر	ہو	شیطان (کہ)	وہ بلاتا ہو ان کو	شعلوں والی آگ کے عذاب کی طرف

وَمَنْ يُّسْلِمْ	وَجْهَهٗٓ	اِلَى اللّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	فَقَدِ اسْتَمْسَكَ
اور جو تابعدار کرتا ہے	اپنے چہرے (شخصیت) کو	اللہ کی طرف	اس حال میں کہ وہ	حسن دینے والا ہے (نیکی کو)	تو وہ چمٹ گیا ہے

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ	وَاِلَى اللّٰهِ	عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝٢٢	وَمَنْ كَفَرَ	فَلَا يَحْزُنْكَ
انتہائی مضبوط کنڈے سے	اور اللہ ہی کی طرف	تمام معاملات کا انجام ہے	اور جس نے انکار کیا	تو غمگین مت کرے آپ ؐ کو

كُفْرُهٗ ۭ	اِلَيْنَا	مَرْجِعُهُمْ	فَنُنَبِّئُهُمْ	بِمَا عَمِلُوْا ۭ	اِنَّ اللّٰهَ
اس کا انکار کرنا	ہماری طرف ہی	ان سب کا لوٹنا ہے	تو ہم جتا دیں گے ان کو	وہ جو انہوں نے عمل کئے	بیشک اللہ

عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٢٣	نُمَتِّعُهُمْ	قَلِيْلًا	ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ	اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝٢٤
جاننے والا ہے	سینوں والی (باتوں) کو	ہم برتنے کا سامان دیں گے	ان کو تھوڑا سا	پھر ہم مجبور کریں گے ان کو	ایک گاڑھے عذاب کی طرف

نوٹ۔1

کسی چیز کو کسی کے لئے مسخر کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ چیز اس کے تابع کر دی جائے اور اسے اختیار دے دیا جائے کہ جس طرح چاہے اسے استعمال کرے۔ دوسرے یہ کہ اس چیز کو ایسے ضابطہ کا پابند کر دیا جائے جس کی بدولت وہ اس شخص کے لئے نافع ہو جائے اور اس کے مفاد کی خدمت کرتی رہے۔ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے ایک ہی معنی میں مسخر نہیں کیا بلکہ بعض چیزیں پہلے معنی میں مسخر ہیں اور بعض دوسرے معنی میں مثلاً ہوا، پانی، آگ، مٹی، نباتات، معدنیات، مویشی وغیرہ بے شمار چیزیں پہلے معنی میں ہمارے لئے مسخر ہیں اور چاند، سورج وغیرہ دوسرے معنی میں۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ نعمتیں ظاہری و مادی بھی ہیں اور عقلی و روحانی بھی۔ شکل وصورت، ہاتھ، غذا لباس اور اس قبیل کی دوسری تمام چیزیں بھی اس کی بخشی ہوئی ہیں اور سمع و بصر، عقل و ادراک اور ہدایت کی نعمتیں بھی اسی کی عطا کردہ ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کے متعلق کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ خدا کے سوا کسی اور سے اس کو ملی ہیں یا کوئی دوسرا ان کے ملنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ تو جب تمام نعمتوں کو بخشنے والا اللہ ہی ہے تو بندے کی تمام شکر گزاری کا حق دار بھی وہی ہوا۔ کوئی دوسرا اس کے اس حق میں کس طرح ساجھی بن سکتا ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (25تا30)

ترکیب

آیت۔27۔ لَوْ شرطیہ ہے۔ مَا فِي الْاَرْضِ سے سَبْعَةُ اَبْحُرٍ تک شرط ہے اور مَا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ جواب شرط ہے۔ شرط میں مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ صلہ موصول مل کر مبتدا ہے اور اَقْلَامٌ اس کی خبر ہے۔ اَلْبَحْرُ مبتدا ثانی ہے اور اس کی خبر مِدَادٌ محذوف ہے۔ يَمُدُّ کا فاعل سَبْعَةُ اَبْحُرٍ ہے اور ہٗ کی ضمیر مفعولی اَلْبَحْرُ کے لئے ہے۔ جواب شرط ہونے کی وجہ سے فعل ماضی نَفِدَتْ کا ترجمہ مستقبل میں ہوگا۔

ترجمہ:

وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ ؕ
اور بیشک اگر	آپ پوچھیں ان سے	کس نے	پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو	تو یہ لوگ لازماً کہیں گے	اللہ نے

قُلِ	الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ	بَلْ اَكْثَرُهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾	لِلّٰهِ	مَا
آپ کہئے	تمام شکر وسپاس اللہ کے لئے ہے	بلکہ (لیکن) ان کی اکثریت	جانتی نہیں ہے	اللہ ہی کا ہے	وہ جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾	وَلَوْ اَنَّ
آسمانوں اور زمین میں ہے	یقیناً اللہ	بے نیاز ہے	حمد کیا ہوا ہے	اور اگر یہ (ہوتا ہے) کہ

مَا	فِي الْاَرْضِ	مِنْ شَجَرَةٍ	اَقْلَامٌ	وَّالْبَحْرُ	يَمُدُّهٗ	مِنْۢ بَعْدِهٖ
جو	زمین میں	(از قسم) درخت میں سے ہے وہ	قلم ہوتے	اور سمندر (روشنائی ہوتا)	بڑھاتے اس کو	اس کے بعد

سَبْعَةُ اَبْحُرٍ	مَّا نَفِدَتْ	كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾
سات سمندر	تو ختم نہیں ہوں گے	اللہ کے فرمان	یقیناً اللہ	بالادست ہے	حکمت والا ہے

مَا	خَلْقُكُمْ	وَلَا بَعْثُكُمْ	اِلَّا	كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
نہیں ہے	تم لوگوں کا پیدا کرنا	اور نہ ہی تمہارا اٹھانا	مگر	ایک جان (کو پیدا کرنے اور اٹھانے) کی مانند	یقیناً اللہ

سَمِيْعٌۢ	بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾	اَلَمْ تَرَ	اَنَّ اللّٰهَ	يُوْلِجُ	الَّيْلَ فِي النَّهَارِ	وَيُوْلِجُ
سننے والا ہے	دیکھنے والا ہے	کیا تو نے غور نہیں کیا	کہ اللہ	گھساتا ہے	رات کو دن میں	اور وہ گھساتا ہے

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ	كُلٌّ	يَّجْرِيْٓ	اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى
دن کو رات میں	اور اس نے مسخر کیا	سورج کو اور چاند کو	سب کے سب	رواں دواں ہیں	ایک معین (خاتمے کے) وقت کی طرف

وَّاَنَّ اللّٰهَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾	ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْحَقُّ	وَاَنَّ
اور یہ کہ اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو	باخبر ہے	یہ اس سبب سے کہ اللہ	ہی حق ہے	اور یہ کہ

مَا	يَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهِ	الْبَاطِلُ ۙ	وَاَنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع
جس کو	یہ لوگ پکارتے ہیں	اس کے علاوہ	وہ ہی باطل ہے	اور یہ کہ اللہ	ہی بلند ہے	بڑا ہے

نوٹ۔1

اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کی جو مدتِ عمر مقرر کردی گئی ہے اس وقت تک وہ چل رہی ہے۔ سورج ہو یا چاند یا کائنات کا کوئی اور سیارہ، ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ ہر ایک کا ایک وقتِ آغاز ہے جس سے پہلے وہ موجود نہ تھی اور ایک وقت اختتام ہے جس کے بعد وہ موجود نہ رہے گی۔ (تفہیم القرآن)[1511]

آیت نمبر (31 تا 34)

خ ت ر

(ض) خَتْرًا بری طرح بے وفائی کرنا۔ غداری کرنا۔

خَتَّارٌ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ عہد شکنی کثرت سے کرنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔32۔

ترجمہ:

اَلَمۡ تَرَ	اَنَّ الۡفُلۡكَ	تَجۡرِیۡ	فِی الۡبَحۡرِ	بِنِعۡمَتِ اللّٰهِ	لِیُرِیَكُمۡ
کیا تونے غور نہیں کیا	کہ کشتی	چلتی ہے	سمندر میں	اللہ کی نعمت (یعنی فضل) سے	تاکہ وہ دکھائے تم لوگوں کو

مِّنۡ اٰیٰتِهٖ ؕ	اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ	لَاٰیٰتٍ	لِّكُلِّ صَبَّارٍ	شَكُوۡرٍ ﴿۳۱﴾
اپنی نشانیوں میں سے (کچھ)	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ہر ایک کثرت سے تحمل کرنے والے کے لئے	بہت شکر کرنے والے کے لئے

وَاِذَا غَشِیَهُمۡ	مَّوۡجٌ	كَالظُّلَلِ	دَعَوُا اللّٰهَ	مُخۡلِصِیۡنَ	لَهُ الدِّیۡنَ ۚ
اور جب چھا جاتی ہے ان پر	کوئی موج	بادلوں کی مانند	تو وہ لوگ پکارتے ہیں اللہ کو	خالص کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کے لئے دین کو

فَلَمَّا	نَجّٰىهُمۡ	اِلَى الۡبَرِّ	فَمِنۡهُمۡ	مُّقۡتَصِدٌ ؕ	وَمَا یَجۡحَدُ	بِاٰیٰتِنَاۤ
پھر جب	وہ نجات دیتا ہے ان کو	خشکی کی طرف	تو ان میں	میانہ رو (بھی) ہیں	اور انکار نہیں کرتا	ہماری نشانیوں کا

اِلَّا كُلُّ	خَتَّارٍ	كَفُوۡرٍ ﴿۳۲﴾	یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ	اتَّقُوۡا	رَبَّكُمۡ	وَاخۡشَوۡا
مگر ہر ایک	کثرت سے غداری کرنے والا	بہت ناشکری کرنے والا	اے لوگو!	تم لوگ تقویٰ اختیار کرو	اپنے رب کا	اور ڈرو

یَوۡمًا	لَّا یَجۡزِیۡ	وَالِدٌ	عَنۡ وَّلَدِهٖ ۫	وَلَا مَوۡلُوۡدٌ
ایک ایسے دن سے جب	بدلے میں نہیں دے گا	کوئی والد	اپنی اولاد کی طرف سے (کچھ بھی)	اور نہ کوئی اولاد (ہوگی)

هُوَ	جَازٍ	عَنۡ وَّالِدِهٖ	شَیۡـًٔا ؕ	اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ	حَقٌّ
(کہ) وہ	بدلے میں دینے والی ہو	اپنے والد کی طرف سے	کچھ بھی	یقیناً اللہ کا وعدہ	برحق ہے

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ	الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا	وَلَا یَغُرَّنَّكُمۡ	بِاللّٰهِ	الۡغَرُوۡرُ ﴿۳۳﴾
تو ہرگز دھوکہ نہ دے تم لوگوں کو	دنیوی زندگی	اور ہرگز دھوکہ نہ دے تم کو	اللہ کے بارے میں	وہ انتہائی دھوکے باز

اِنَّ اللّٰهَ	عِنۡدَهٗ	عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ	وَیُنَزِّلُ	الۡغَیۡثَ ۚ
یقیناً اللہ	اس کے پاس ہی	اُس گھڑی (قیامت) کا علم ہے	اور وہ اتارتا ہے	بارش کو

وَيَعۡلَمُ	مَا فِى الۡاَرۡحَامِ ؕ	وَمَا تَدۡرِىۡ	نَفۡسٌ	مَّاذَا	1511 تَكۡسِبُ
اور وہ جانتا ہے	اس کو جو رحموں میں ہے	اور نہیں جانتی	کوئی جان	کیا	وہ کمائے گی

غَدًا ؕ	وَمَا تَدۡرِىۡ	نَفۡسٌۢ	بِاَىِّ اَرۡضٍ	تَمُوۡتُ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	عَلِيۡمٌ	خَبِيۡرٌ ۳۴
کل	اور نہیں جانتی	کوئی جان	کون سی زمین میں	وہ مرے گی	یقیناً اللہ	جاننے والا ہے	باخبر ہے

نوٹ۔1

34۔ میں پہلی تین چیزوں میں اگرچہ تصریح نہیں کی گئی کہ ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے مگر کلام ایسے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے جس سے ان چیزوں کے علم کا انحصار علم الٰہی میں معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ باقی دو چیزوں میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ (معارف القرآن۔ ج7 ص52) علم غیب درحقیقت اس علم کو کہا جاتا ہے جو سبب طبعی کے واسطہ سے نہ ہو بلکہ بلا واسطہ خود بخود ہو۔ جو چیزیں انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام کو بذریعہ الہام اور نجومیوں وغیرہ کو اپنے حسابات واسباب طبیعیہ کے ذریعہ حاصل ہو جائیں تو وہ علم غیب نہیں بلکہ انباء الغیب (غیب کی خبریں) ہیں جو کسی جزوی وشخصی معاملہ میں کسی مخلوق کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ ان کا حاصل ہو جانا آیت مذکورہ کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا کلی علم جو تمام مخلوقات اور تمام حالات پر حاوی ہو، وہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔ کوئی جزوی علم کسی ذریعہ سے حاصل ہو جانا اس کے منافی نہیں۔ اس کے علاوہ علم سے مراد علم قطعی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ الہام کے ذریعہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ قطعی نہیں ہوتا۔ اس میں مغالطوں کے بہت احتمالات رہتے ہیں۔ (معارف القرآن۔ ج7 ص54)

نوٹ۔2

مذکورہ بالا نوٹ میں سبب طبعی، کلی علم، جزوی علم اور علم قطعی کا ذکر آیا ہے۔ ان کی وضاحت کے لئے ہم ایک سوال کے جواب کا ایک حصہ نقل کر رہے ہیں۔ یہ سوال وجواب فاؤنڈیشن کے سہ ماہی میگزین میں شائع ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کسی علم کو جب کوئی شکل عطا فرما دیتا ہے، اور انسان اس کا علم حاصل کرتا ہے تو اسے علم غیب نہیں کہتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کو شکل دیتا ہی اس لئے ہے کہ اس کا علم حاصل کیا جائے۔ اس بات کو ذہن میں رکھ کر اللہ اور بندے کے علم کے فرق کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

حمل قرار پانے کے بعد چھ ہفتوں تک انسان کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ حمل ہے کہ نہیں ہے، لیکن اللہ جانتا ہے۔ چھ ہفتوں کے بعد جب اس کا حجم کچھ بڑھ جاتا ہے تو Pregnancy Test کے ذریعہ انسان معلوم کر سکتا ہے کہ حمل ہے یا نہیں، لیکن ابھی وہ یہ نہیں جانتا کہ مذکر ہے یا مؤنث، لیکن اللہ جانتا ہے، پھر تین مہینوں میں جب بچے کے جنسی اعضاء شکل اختیار کر لیتے ہیں تو انسان الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے جان سکتا ہے کہ بچہ مذکر ہے یا مونث، لیکن ابھی وہ یہ نہیں جانتا کہ بچے کا رنگ کیا ہے۔ البتہ اللہ جانتا ہے۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو انسان جان سکتا ہے کہ اس کا رنگ کیا ہوگا، لیکن ابھی وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا قد و کاٹھ کیا ہوگا۔ اسی طرح بچے کی طبیعت ومزاج، سیرت وکردار، والدین خاندان اور قوم کے لئے نیک وسعد ہونا یا نہ ہونا، وغیرہ وغیرہ بے شمار چیزیں ہیں جو اللہ کے علم میں ہوتی ہیں اور رفتہ رفتہ مختلف شکلوں میں انسان کے علم میں آتی ہیں۔

مورخہ ۱۶/ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

بمطابق 27/ دسمبر 2007ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ السجدہ (32)

آیت نمبر (1 تا 11)

م ه ن

(ك) مَهَانَةٌ — حقیر و ذلیل ہونا۔ بے وقعت ہونا۔

مَهِيۡنٌ — فَعِيۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ حقیر۔ بے وقعت۔ زیر مطالعہ آیت۔8۔

ترجمہ:

الٓمّٓ ۚ ①	تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ	لَا رَيۡبَ	فِيۡهِ	مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ② ؕ	اَمۡ	يَقُوۡلُوۡنَ
-	اس کتاب کا اتارنا ہے	کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے	جس میں	تمام جہانوں کے رب (کی طرف) سے	یا	وہ لوگ کہتے ہیں

افۡتَرٰٮهُ ۚ	بَلۡ هُوَ الۡحَقُّ	مِنۡ رَّبِّكَ	لِتُنۡذِرَ	قَوۡمًا	مَّاۤ اَتٰٮهُمۡ
انہوں نے گھڑا ہے اس کو	بلکہ وہ ہی حق ہے	آپؐ کے رب (کی طرف) سے	تا کہ آپؐ خبردار کریں	ایک ایسی قوم کو	نہیں پہنچا جن کے پاس

مِّنۡ نَّذِيۡرٍ	مِّنۡ قَبۡلِكَ	لَعَلَّهُمۡ	يَهۡتَدُوۡنَ ③	اَللّٰهُ الَّذِىۡ	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ
کوئی بھی خبردار کرنے والا	آپؐ سے پہلے	شاید وہ لوگ	ہدایت پائیں	اللہ وہ ہے جس نے	پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

وَمَا بَيۡنَهُمَا	فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ	ثُمَّ اسۡتَوٰى	عَلَى الۡعَرۡشِ ؕ	مَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ
اور اس کو جو ان دونوں کے درمیان ہے	چھ دنوں میں	پھر وہ متمکن ہوا	عرش پر	تم لوگوں کے لئے نہیں ہے اس کے سوا

مِنۡ وَّلِىٍّ	وَّلَا شَفِيۡعٍ ؕ	اَفَلَا تَتَذَكَّرُوۡنَ ④	يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ	مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الۡاَرۡضِ
کوئی بھی کارساز	اور نہ کوئی سفارش کرنے والا	تو کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑو گے	وہ تدبیر کرتا تمام معاملات کی	آسمان سے زمین کی طرف

ثُمَّ يَعۡرُجُ اِلَيۡهِ	فِىۡ يَوۡمٍ	كَانَ	مِقۡدَارُهٗۤ	اَلۡفَ سَنَةٍ	مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ⑤
پھر وہ (معاملہ) عروج کرتا ہے اس کی طرف	ایک ایسے دن میں	ہے	جس کے اندازے کا پیمانہ	ایک ہزار سال	جس سے تم لوگ گنتی کرتے ہو

ذٰلِكَ	عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ	الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ⑥ ۙ	الَّذِىۡۤ	اَحۡسَنَ	كُلَّ شَىۡءٍ
یہ ہے	ظاہر اور پوشیدہ کا جاننے والا	جو بالادست ہے رحم کرنے والا ہے	وہ جس نے	حسن دیا	ہر اُس چیز کو

خَلَقَهٗ	وَبَدَاَ	خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ	مِنۡ طِيۡنٍ ۚ ⑦	ثُمَّ جَعَلَ	نَسۡلَهٗ
اس نے پیدا کیا جس کو	اور اس نے ابتدا کی	انسان کی تخلیق کی	ایک گارے سے	پھر اس نے بنایا	اس کی نسل کو

مِنۡ سُلٰلَةٍ	مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ۚ ⑧	ثُمَّ سَوّٰٮهُ	وَنَفَخَ فِيۡهِ	مِنۡ رُّوۡحِهٖ
ایک جوہر سے	حقیر پانی میں سے	پھر اس نے نوک پلک درست کی اس کی	اور پھونکا اس میں	اپنی روح میں سے

وَجَعَلَ لَكُمُ	السَّمْعَ	وَالْاَبْصَارَ	وَالْاَفْـِٕدَةَ	قَلِيْلًا مَّا	1511 تَشْكُرُوْنَ ۹
اور بنایا تمہارے لئے	سننے (کی صلاحیت) کو	اور آنکھیں	اور دل	بہت ہی تھوڑا	تم لوگ شکر کرتے ہو

وَقَالُوْٓا	ءَاِذَا	ضَلَلْنَا	فِي الْاَرْضِ	ءَاِنَّا	لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ
اوران لوگوں نے کہا	کیا جب	ہم گم (رل مل) جائیں گے	زمین (مٹی) میں	تو کیا ہم	ضرور نئے (سرے سے) پیدا کئے جائیں گے

بَلْ هُمْ	بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ	كٰفِرُوْنَ ۱۰	قُلْ	يَتَوَفّٰىكُمْ	مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ
بلکہ وہ لوگ	اپنے رب سے ملاقات کا	انکار کرنے والے ہیں	آپ کہہ دیجئے	موت دے گا تم لوگوں کو	موت کا وہ فرشتہ جس کو

وُكِّلَ	بِكُمْ	ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ	تُرْجَعُوْنَ ۱۱
نگہبان مقرر کیا گیا	تمہارا	پھر تمہارے رب کی طرف	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

نوٹ۔1

عرب میں دینِ حق کی روشنی سب سے پہلے حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے ذریعہ سے پہنچتی تھی۔ جو زمانہ قبل تاریخ میں گزرے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ آئے جن کا زمانہ حضور ﷺ سے ڈھائی ہزار سال قبل گزار ہے۔ اس کے بعد آخری پیغمبر جو عرب کی سرزمین میں نبی ﷺ سے پہلے بھیجے گئے وہ حضرت شعیبؑ تھے۔ اوران کی آمد پر بھی تقریباً دو ہزار برس گزر چکے تھے۔ یہ اتنی طویل مدت ہے کہ اس لحاظ سے آیت۔ ۳۔ میں یہ کہنا بالکل بجا تھا کہ اس قوم کے اندر کوئی خبر دار کرنے والا نہیں آیا۔ یہاں ایک سوال سامنے آتا ہے کہ جب نبی ﷺ سے پہلے صدہا برس تک عربوں میں کوئی نبی نہیں آیا تو اُس جاہلیت کے دور میں گزرے ہوئے لوگوں سے باز پرس کس بنیاد پر ہو گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دین کا تفصیلی علم چاہے اُس جاہلیت کے زمانے میں لوگوں کے پاس نہ رہا ہو مگر یہ بات اُس زمانے میں بھی لوگوں سے پوشیدہ نہ تھی کہ اصل دین توحید ہے اور انبیاء علیہم السلام نے کبھی بھی بت پرستی نہیں سکھائی۔ یہ حقیقت ان روایات میں بھی محفوظ تھی جو عرب کے لوگوں کو اپنی سرزمین کے انبیاء سے پہنچی تھی اور قریب کی سرزمین میں آئے ہوئے انبیاء حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کے واسطے سے بھی وہ اس حقیقت کو جانتے تھے۔ عرب کی روایات میں یہ بات بھی مشہور و معروف تھی کہ اہل عرب کا اصل دین، دینِ ابراہیمی تھا اور بت پرستی بعد میں شروع ہوئی۔ شرک اور بت پرستی کا رواج عام ہو جانے کے باوجود عرب کے مختلف حصوں میں جگہ جگہ ایسے لوگ موجود تھے جو شرک کا انکار کرتے تھے، توحید کا اعلان کرتے تھے اور بتوں پر قربانیوں کی اعلانیہ مذمت کرتے تھے۔ نبی ﷺ سے بالکل قریب زمانے میں بہت سے لوگوں کے حالات ہمیں تاریخوں میں ملتے ہیں جنہیں حُنَفَاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ سب لوگ توحید کو اصل دین کہتے تھے۔ (تفہیم القرآن)

آیت۔3۔ میں لفظ نذیر اپنے عام لغوی معنی میں ہے، یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والا (آخرت کے انجام سے خبر دار کر کے) وہ خواہ رسول اور پیغمبر ہو یا انکا کوئی نائب، خلیفہ، یا عالم دین۔ جیسا کہ ابوحیان نے فرمایا کہ توحید اور ایمان کی دعوت کسی زمانے، کسی جگہ اور کسی قوم میں کبھی منقطع نہیں ہوئی۔ جب کہیں نبوت پر زمانہ دراز گزر جانے کے بعد اُس نبوت کا علم رکھنے والے علماء بہت کم رہ گئے تو کوئی دوسرا نبی و رسول مبعوث ہو گیا۔ روح المعانی میں موسیٰ بن عقبہ کی مغازی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل، جو نبی ﷺ سے ملے تھے، لیکن آپؐ کی نبوت سے پانچ سال پہلے ان کا انتقال ہو گیا تھا، ان کا حال یہ تھا کہ قریش کو بت پرستی سے روکتے تھے، بتوں کے نام پر قربانی دینے کو برا کہتے تھے اور اس کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ ان

کے بیٹے حضرت سعیدؓ بن زید عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے[1511] والد کا جو حال تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے، تو کیا میں ان کے لئے دعائے مغفرت کر سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 12 تا 22

ج ف و

(ن)	جَفْوًا	اعراض کرنا۔
(تفاعل)	تَجَافِیْ	کسی جگہ سے الگ ہونا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ١٦۔

ترجمہ:

وَلَوْ	تَرٰٓی	اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ	نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ	عِنْدَ رَبِّهِمْ ط
اور کاش	تو تصور کرے	جب مجرم لوگ	اپنے سروں کو اوندھا کرنے والے ہیں	اپنے رب کے پاس

رَبَّنَآ	اَبْصَرْنَا	وَسَمِعْنَا	فَارْجِعْنَا	نَعْمَلْ
(اور کہنے والے ہیں) اے ہمارے رب	ہم بینا ہو گئے	اور ہم نے سن لیا	پس تو لوٹا دے ہم کو	تو ہم عمل کریں گے

صَالِحًا	اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ١٢	وَلَوْ	شِئْنَا	لَاٰتَيْنَا	كُلَّ نَفْسٍ
نیکی کے	بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں	اور اگر	ہم چاہتے	تو ہم ضرور دیتے	ہر نفس کو

هُدٰىهَا	وَلٰكِنْ حَقَّ	الْقَوْلُ	مِنِّیْ
اس کی ہدایت	اور لیکن مقصد کے مطابق ہوئی	وہ بات	میری طرف سے

لَاَمْلَئَنَّ	جَهَنَّمَ	مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ ١٣	فَذُوْقُوْا	بِمَا
(کہ) میں لازماً بھر دوں گا	جہنم کو	جنوں اور انسانوں سے	سب سے	تو چکھو	اس کو جو

نَسِيْتُمْ	لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ج	اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ	وَذُوْقُوْا	عَذَابَ الْخُلْدِ
تم لوگوں نے بھلا دیا	تمہاری اس دن کی ملاقات کو	بیشک ہم نے بھلا دیا تم کو	اور تم لوگ چکھو	ہیشگی کے عذاب کو

بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ١٤	اِنَّمَا	يُؤْمِنُ	بِاٰيٰتِنَا	الَّذِيْنَ
بسبب اس کے جو	تم لوگ کیا کرتے تھے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	ایمان لاتے ہیں	ہماری نشانیوں پر	وہ لوگ جو (ہیں کہ)

اِذَا ذُكِّرُوْا	بِهَا	خَرُّوْا	سُجَّدًا
جب ان کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے	ان (نشانیوں) کے ذریعہ سے	تو وہ گر پڑتے ہیں	سجدہ کرنے والوں کی حالت میں
وَّسَبَّحُوْا	بِحَمْدِ رَبِّهِمْ	وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ١٥ السجدۃ	تَتَجَافٰی
اور تسبیح کرتے ہیں	اپنے رب کی حمد کے ساتھ	اور وہ لوگ بڑے نہیں بنتے	الگ ہوتے ہیں

جُنُوْبُهُمْ	عَنِ الْمَضَاجِعِ	يَدْعُوْنَ	رَبَّهُمْ	خَوْفًا	وَّ طَمَعًا ۫	وَّ مِمَّا
ان کے پہلو	لیٹنے کی جگہوں سے	وہ لوگ پکارتے ہیں	اپنے رب کو	ڈرتے ہوئے	اور آرزو کرتے ہوئے	اور اس سے جو

رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾	فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ	مَّآ اُخْفِيَ	لَهُمْ
ہم نے دیا ان کو	خرچ کرتے ہیں	تو نہیں جانتی کوئی جان	اس کو جو پوشیدہ کیا گیا	ان لوگوں کے لئے
مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ	جَزَآءًۢ بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾	اَفَمَنْ كَانَ	مُؤْمِنًا
آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے	بدلہ ہوتے ہوئے ان کا جو	یہ لوگ عمل کیا کرتے تھے	تو کیا وہ جو تھا	ایمان لانے والا

كَمَنْ كَانَ	فَاسِقًا ۭ	لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾	اَمَّا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
اس کے مانند ہے جو تھا	نافرمانی کرنے والا	یہ لوگ برابر نہیں ہوں گے	وہ جو لوگ ہیں جو	ایمان لائے	اور عمل کئے
الصّٰلِحٰتِ	فَلَهُمْ	جَنّٰتُ الْمَاْوٰى	نُزُلًۢا	بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾
نیکیوں کے	تو ان کے لئے	بسنے کے باغات ہیں	مہمان نوازی ہوتے ہوئے	بسبب اس کے جو	یہ لوگ عمل کیا کرتے تھے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ	فَسَقُوْا	فَمَاْوٰىهُمُ	النَّارُ ۭ	كُلَّمَآ	اَرَادُوْٓا	اَنْ يَّخْرُجُوْا
اور وہ جو لوگ ہیں جنہوں نے	نافرمانی کی	تو ان کا ٹھکانہ	آگ ہے	جب کبھی	وہ ارادہ کریں گے	کہ وہ نکلیں

مِنْهَآ	اُعِيْدُوْا	فِيْهَا	وَقِيْلَ	لَهُمْ	ذُوْقُوْا	عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ
اس سے	وہ لوٹا دیئے جائیں گے	اس میں	اور کہا جائے گا	ان سے	تم لوگ چکھو	اس آگ کا عذاب

كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾	وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ	مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى	دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ
تم لوگ جس کو جھٹلاتے تھے	اور ہم لازماً چکھائیں گے ان لوگوں کو	نزدیک والے عذاب میں سے	بڑے عذاب کے علاوہ

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾	وَمَنْ اَظْلَمُ	مِمَّنْ	ذُكِّرَ	بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ
شاید وہ لوگ لوٹ آئیں	اور کون زیادہ ظالم ہے	اس سے جس کو	یاددہانی کرائی گئی	اس کے رب کی آیات کے ذریعہ سے

ثُمَّ اَعْرَضَ	عَنْهَا ۭ	اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ	مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ۧ
پھر اس نے اعراض کیا	اس سے	بیشک ہم ان مجرموں سے	انتقام لینے والے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔12۔ میں مجرموں کی اس درخواست پر کہ ہم کو واپس بھیج دے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت کا مشاہدہ اور تجربہ کرا کے ہدایت دینا ہوتا تو دنیا کی امتحان گاہ میں تم کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم حقیقت کو براہ راست دیکھنے کے بجائے کائنات میں اور خود اپنے نفس میں اُس کی علامات دیکھ کر اپنی عقل سے اس کو پہنچانتے ہو یا نہیں۔ اور حقیقت جان لینے کے بعد اپنے نفس پر اتنا قابو پاتے ہو یا نہیں کہ خواہشات اور اغراض کی بندگی سے آزاد ہو کر اس حقیقت کو مان جاؤ اور اس کے مطابق اپنا طرزِ عمل درست کر لو۔ اس امتحان میں تم ناکام ہو چکے ہو۔ اب دوبارہ اسی امتحان کا سلسلہ کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔ دوسرا امتحان اگر اس طرح لیا جائے کہ تمہیں وہ سب کچھ یاد ہو جو تم نے یہاں دیکھ اور سن لیا ہے تو یہ

سرے سے کوئی امتحان ہی نہ ہوگا۔ اور اگر پہلے کی طرح تمہیں خالی الذہن کر کے اور حقیقت کو اوجھل رکھ کر تمہیں 1511 پھر دنیا میں پیدا کر دیا جائے تو نتیجہ پہلے امتحان سے کچھ مختلف نہ ہوگا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2 آیت۔ 17۔ کی وضاحت ایک حدیث سے ہوتی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ فراہم کر رکھا ہے جسے نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کبھی کسی کان نے سنا اور نہ کوئی انسان کبھی اس کا تصور کر سکا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3 آیت۔ 21۔ میں عذاب ادنیٰ سے مراد دنیا کے مصائب، آفات اور امراض وغیرہ ہیں اور عذاب اکبر سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو ان کے گناہوں پر متنبہ کرنے کے لئے دنیا میں ان پر مصائب مسلط کر دیتا ہے تاکہ وہ اپنے گناہوں سے باز آجائیں اور آخرت کے عذاب اکبر سے نجات پائیں۔ اس طرح گنہگاروں کے لئے دنیا کے مصائب اور تکالیف ایک قسم کی رحمت ہی ہیں کہ غفلت سے باز آ کر عذاب آخرت سے بچ جائیں۔ البتہ جو لوگ آفات پر بھی اللہ کی طرف رجوع نہ ہوں، ان کے لئے یہ دوہرا عذاب ہو جاتا ہے۔ ایک اسی دنیا میں نقد اور دوسرا آخرت کا عذاب اکبر۔ انبیاء اور اولیاء اللہ پر جو مصائب آتے ہیں ان کا معاملہ الگ ہے، وہ ان کے امتحان اور رفع درجات کے لئے ہوتے ہیں۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 23 تا 30

ترکیب (آیت۔ 23) مِنۡ لِّقَآئِهٖ میں ہ کی ضمیر کو موسیٰؑ کے لئے بھی مانا جا سکتا ہے اور الکتٰب کے لئے بھی۔ دونوں طرح ترجمے کئے گئے ہیں اور دونوں درست ہیں۔ ہم ضمیر کا مرجع کتاب کو ماننے کو ترجیح دیں گے۔ (آیت۔ 26) كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ یہ پورا فقرہ لَمۡ یَهۡدِ کا فاعل ہے۔

ترجمہ:

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى	الۡكِتٰبَ	فَلَا تَكُنۡ	فِىۡ مِرۡيَةٍ	مِّنۡ لِّقَآئِهٖ
اور بیشک ہم دے چکے ہیں موسیٰؑ کو	وہ کتاب (تورات)	تو آپؐ مت ہوں	کسی شبہ میں	اس (کتاب یعنی قرآن) کے ملنے سے

وَجَعَلۡنٰهُ	هُدًى	لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۚ﴿۲۳﴾	وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ	اَئِمَّةً	يَّهۡدُوۡنَ
اور ہم نے بنایا اُس (تورات کو)	ہدایت	بنی اسرائیل کے لئے	اور ہم نے بنائے ان میں سے	کچھ ایسے پیشوا	جو رہنمائی کرتے تھے

بِاَمۡرِنَا	لَمَّا	صَبَرُوۡا ؕ	وَكَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾	اِنَّ رَبَّكَ
ہمارے حکم کے مطابق	جب	ان لوگوں نے صبر کیا	اور وہ لوگ ہماری آیات پر یقین کیا کرتے تھے	بیشک آپؐ کا رب

هُوَ يَفۡصِلُ	بَيۡنَهُمۡ	يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ	فِيۡمَا	كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۲۵﴾
وہ ہی فیصلہ کرے گا	ان کے مابین	قیامت کے دن	اس میں	یہ لوگ جس میں اختلاف کرتے تھے

اَوَ لَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ	كَمۡ اَهۡلَكۡنَا	مِنۡ قَبۡلِهِمۡ	مِّنَ الۡقُرُوۡنِ	يَمۡشُوۡنَ 1511
اور کیا رہنمائی کی ہی نہیں ان کیلئے	(اس بات نے کہ) ہم کتنی ہی ہلاک کیں	ان سے پہلے	قوموں میں سے	یہ لوگ چلتے ہیں

فِیۡ مَسٰكِنِهِمۡ ؕ	اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ	اَفَلَا يَسۡمَعُوۡنَ ۝٢٦	اَوَ لَمۡ يَرَوۡا
ان کے گھروں میں	بیشک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں	تو کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں	اور کیا انہوں نے غور ہی نہیں کیا

اَنَّا نَسُوۡقُ	الۡمَآءَ	اِلَی الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ	فَنُخۡرِجُ بِهٖ	زَرۡعًا	تَاۡكُلُ مِنۡهُ
کہ ہم ہانکتے (رواں کرتے) ہیں	پانی کو	بنجر زمین کی طرف	پھر ہم نکالتے ہیں اس سے	ایک ایسی کھیتی	کھاتے ہیں جس سے

اَنۡعَامُهُمۡ	وَ اَنۡفُسُهُمۡ ؕ	اَفَلَا يُبۡصِرُوۡنَ ۝٢٧	وَ يَقُوۡلُوۡنَ	مَتٰی
ان کے مویشی	اور ان کی جانیں (خود بھی)	تو کیا ان کو سجھائی نہیں دیتا	اور وہ لوگ کہتے ہیں	کب ہے (ہوگا)

هٰذَا الۡفَتۡحُ	اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝٢٨	قُلۡ	يَوۡمَ الۡفَتۡحِ
یہ فیصلہ	اگر تم لوگ سچ کہنے والے ہو	آپؐ کہئے	فیصلے کے دن

لَا يَنۡفَعُ	الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا	اِيۡمَانُهُمۡ	وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ۝٢٩
نفع نہیں دے گا	ان کو جنہوں نے کفر کیا	ان کا ایمان	اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی

فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ	وَانۡتَظِرۡ	اِنَّهُمۡ	مُّنۡتَظِرُوۡنَ ۝٣٠ ع
پس آپؐ اعراض کریں ان سے	اور آپؐ انتظار کریں	بیشک یہ لوگ (بھی)	انتظار کرنے والے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔23۔ میں بظاہر خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اصل مخاطب وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کی رسالت میں اور آپ ﷺ پر کتاب الٰہی کے نازل ہونے میں شک کر رہے تھے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک بندے پر خدا کی طرف سے کتاب نازل ہونا کوئی نرالہ واقعہ تو نہیں ہے۔ اس سے پہلے متعدد انبیاء پر کتابیں نازل ہو چکی ہیں، جن میں مشہور ترین کتاب وہ ہے جو موسیٰؑ کو دی گئی تھی۔ اسی نوعیت کی ایک چیز آج تمہیں دی گئی ہے، تو اس میں انوکھی بات کیا ہے جس پر خواہ مخواہ شک کیا جائے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

خشک زمین کو سیراب کرنے اور اس میں نباتات اُگانے کا ذکر قرآن کریم میں جا بجا اس طرح آیا ہے کہ زمین پر بارش برستی ہے اس سے زمین تروتازہ ہو کر اُگانے کے قابل ہو جاتی ہے۔ مگر آیت۔27۔ میں بارش کے بجائے پانی کو زمین پر چلا کر خشک زمین کی طرف لے جانے اور اس سے نباتات اگانے کا ذکر فرمایا ہے۔ جہاں بارش نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے۔ (معارف القرآن)

مورخہ ۱۴/محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

بمطابق 24 جنوری 2008ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الاحزاب (33)

آیت نمبر (1 تا 5)

ج و ف

(س) جَوْفًا — اندر سے کھوکھلا ہونا۔

جَوْفٌ — مکان کا اندرونی حصہ۔ زیر مطالعہ آیت۔4۔

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ	اتَّقِ	اللّٰهَ	وَلَا تُطِعِ	الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
اے نبیؐ	آپؐ تقویٰ کریں	اللہ کا	اور آپؐ کہنا مت مانیں	کافروں کا اور منافقوں کا	بیشک اللہ

كَانَ	عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾	وَّاتَّبِعْ	مَا	يُوْحٰٓى	اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
ہے	جاننے والا حکمت والا	اور آپؐ پیروی کریں	اس کی جو	وحی کیا جاتا ہے	آپؐ کی طرف آپؐ کے رب (کی طرف) سے	بیشک اللہ

كَانَ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾	وَّتَوَكَّلْ	عَلَى اللّٰهِ ؕ	وَكَفٰى بِاللّٰهِ
ہے	اس کی جو تم لوگ کرتے ہو	خبر رکھنے والا	اور آپؐ بھروسہ رکھیں	اللہ پر	اور کافی ہے اللہ

وَكِيْلًا ﴿۳﴾	مَا جَعَلَ اللّٰهُ	لِرَجُلٍ	مِّنْ قَلْبَيْنِ	فِيْ جَوْفِهٖ ۚ
بطور کارساز کے	نہیں بنایا اللہ نے	کسی مرد کے لئے	کوئی بھی دو دل	اس کے اندرونی حصے (سینے) میں

وَمَا جَعَلَ	اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ	تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ	اُمَّهٰتِكُمْ ۚ	وَمَا جَعَلَ
اور اس نے نہیں بنایا	تمہاری اُن بیویوں کو	تم لوگ ظہار کرتے ہو جن سے	تمہاری مائیں	اور اس نے نہیں بنایا

اَدْعِيَآءَكُمْ	اَبْنَآءَكُمْ ؕ	ذٰلِكُمْ	قَوْلُكُمْ	بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ	وَاللّٰهُ يَقُوْلُ
تمہارے منہ بولے بیٹوں کو	تمہارے بیٹے	یہ	تم لوگوں کا کہنا ہے	اپنے مونہوں سے	اور اللہ کہتا ہے

الْحَقَّ	وَهُوَ يَهْدِي	السَّبِيْلَ ﴿۴﴾	اُدْعُوْهُمْ	لِاٰبَآئِهِمْ	هُوَ اَقْسَطُ
حق (بات)	اور وہ رہنمائی کرتا ہے	راستے کی	تم لوگ پکارو ان (لے پالکوں) کو	ان کے باپوں (کے نام) سے	یہ زیادہ انصاف ہے

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ	فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا	اٰبَآءَهُمْ	فَاِخْوَانُكُمْ	فِي الدِّيْنِ	وَمَوَالِيْكُمْ ؕ
اللہ کے نزدیک	پھر اگر تم لوگ نہ جانو	ان کے باپوں کو	تو (وہ) تمہارے بھائی ہیں	اس دین میں	اور تمہارے ساتھی ہیں

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ	جُنَاحٌ	فِيْمَآ	اَخْطَاْتُمْ	بِهٖ ۙ	وَلٰكِنْ	مَّا
اور تم لوگوں پر نہیں ہے	کوئی گناہ	اس میں	تم لوگ چوک گئے	جس میں	اور لیکن	اس میں (گناہ ہے) جس کا

تَعَمَّدَتْ	قُلُوْبُكُمْ ؕ	وَكَانَ اللّٰهُ	غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۵
پختہ ارادہ کیا	تمہارے دلوں نے	اور اللہ ہے	بخشنے والا رحم کرنے والا

نوٹ۔1

یہ آیات اس وقت نازل ہوئی تھیں جب حضرت زیدؓ بی بی زینبؓ کو طلاق دے چکے تھے۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی یہ محسوس فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا اشارہ بھی یہی تھا کہ منہ بولے رشتوں کے معاملہ میں جاہلیت کی رسوم پر ضرب لگانے کا یہ ٹھیک موقعہ ہے، اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود آگے بڑھ کر اپنے منہ بولے بیٹے (زیدؓ) کی مطلقہ سے نکاح کر لینا چاہئے تاکہ یہ رسم قطعی طور پر ٹوٹ جائے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لئے جھجک رہے تھے کہ کفار اور منافقین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لئے ایک زبردست ہتھیار مل جائے گا۔ یہ خوف اپنی بدنامی کے اندیشے سے نہ تھا بلکہ اس بنا پر تھا کہ اس سے اسلام کو زک پہنچے گی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خیال کرتے تھے کہ جاہلیت کی ایک رسم کو توڑنے کی خاطر ایسا قدم اٹھانا خلاف مصلحت ہے۔ چنانچہ تقریر کا آغاز کرتے ہوئے پہلے ہی فقرے میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اندیشوں کو رفع فرما دیا۔ ارشاد کا منشا یہ ہے کہ دین کی مصلحت کو ہم زیادہ جانتے ہیں۔ لہٰذا تم وہ طرز عمل اختیار نہ کرو جو کفار و منافقین کی مرضی کے مطابق ہو، بلکہ وہ کام کرو جو ہماری مرضی کے مطابق ہو۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

ایک آدمی بیک وقت مومن اور منافق، سچا اور جھوٹا، بدکار اور نیکوکار نہیں ہوسکتا۔ اس کے سینے میں دو دل نہیں ہیں کہ ایک دل میں اخلاص ہو اور دوسرے میں خدا سے بےخوفی۔ ایک وقت میں آدمی کی ایک ہی حیثیت ہوسکتی ہے۔ یا تو وہ مومن ہوگا یا منافق۔ یا تو وہ کافر ہوگا یا مسلم۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (6 تا 18)

ترجمہ:

اَلنَّبِيُّ	اَوْلٰى	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	مِنْ اَنْفُسِهِمْ	وَاَزْوَاجُهٗٓ
یہ نبیؐ	زیادہ قریب ہیں	مومنوں کے	ان کی جانوں سے (بھی زیادہ)	اور ان (نبی) کی بیویاں

اُمَّهٰتُهُمْ ؕ	وَاُولُوا الْاَرْحَامِ	بَعْضُهُمْ	اَوْلٰى	بِبَعْضٍ	فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ
ان (مومنوں) کی مائیں ہیں	اور رحمی رشتوں والے	ان کے بعض	زیادہ قریب ہیں	بعض کے	اللہ کی کتاب میں
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	وَالْمُهٰجِرِيْنَ	اِلَّآ اَنْ	تَفْعَلُوْٓا	اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ	مَّعْرُوْفًا ؕ
مومنوں میں سے	اور مہاجروں میں سے	سوائے اس کے کہ	تم لوگ کرو	اپنے رفیقوں کی طرف	کوئی بھلائی

كَانَ ذٰلِكَ	فِي الْكِتٰبِ	مَسْطُوْرًا ۶	وَاِذْ اَخَذْنَا	مِنَ النَّبِيّٖنَ
ہے یہ	کتاب میں	لکھا ہوا	اور جب ہم نے لیا	نبیوں سے

مِيْثَاقَهُمْ	وَمِنْكَ	وَمِنْ نُّوْحٍ	وَّاِبْرٰهِيْمَ	وَمُوْسٰى	وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ص
ان کا عہد	اور آپؐ سے	اور نوحؑ سے	اور ابراہیمؑ سے	اور موسیٰؑ سے	اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ سے

وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ	مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۷	لِّيَسْـَٔلَ	الصّٰدِقِيْنَ	عَنْ صِدْقِهِمْ ج
اور ہم نے لیا ان سے	ایک پختہ عہد	تاکہ وہ (اللہ) پوچھے	سچوں سے	ان کی سچائی کے بارے میں

وَاَعَدَّ	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابًا اَلِيْمًا ⑧
اور اس نے تیار کیا	کافروں کے لئے	ایک دردناک عذاب

نوٹ۔1

اگر دیکھا جائے تو مومن کا ایمان ایک شعارع ہے اس نور اعظم کی جو آفتابِ نبوت سے پھیلتا ہے۔ بنا بریں ایک مومن اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لئے غور وفکر شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پہلے اس کو نبی ﷺ کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بناء پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے، بلکہ مراتب کے لحاظ سے اس سے بھی بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ باپ بیٹے کے تعلق پر غور کرو تو اس کا حاصل یہ ہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے اور باپ کی تربیت وشفقت اوروں سے بڑھ کر ہے۔ جبکہ امتی کا ایمانی وروحانی وجود نبی کی روحانیت کبریٰ کا ایک پرتو ہوتا ہے اور جو شفقت وتربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے، ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی، لیکن نبی کے طفیل ابدی اور دائمی حیات ملتی ہے۔ نبی کریم ﷺ ہماری وہ ہمدردی اور خیر خواہانہ شفقت وتربیت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی اپنی نہیں کرسکتا۔ اسی لئے نبی کو ہماری جان ومال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ان ہی حقائق پر نظر کرتے ہوئے احادیث میں فرمایا تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک باپ، بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہوجاؤں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

آیت نمبر (9 تا 13)

ح ن ج ر

(رباعی) حَنْجَرَةً : گلا کاٹتے ہوئے سانس کی نالی تک کاٹ دینا۔ ذبح کرنا۔

حَنْجَرَةٌ : اسم ذات بھی ہے۔ نرخرہ (سانس کی نالی)۔ گلا۔ زیر مطالعہ آیت۔10۔

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اذْكُرُوْا	نِعْمَةَ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	اِذْ جَآءَتْكُمْ	جُنُوْدٌ
اے لوگوں جو ایمان لائے	تم لوگ یاد کرو	اللہ کی نعمت کو	تم لوگوں پر	جب آئے تمہارے پاس	کچھ لشکر

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ	رِيْحًا وَّجُنُوْدًا	لَّمْ تَرَوْهَا	وَكَانَ اللّٰهُ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرًا ⑨
تو ہم نے بھیجا ان پر	ایک ہوا اور کچھ لشکر	تم لوگ نہیں دیکھتے تھے جن کو	اور اللہ ہے	اس کو جو تم لوگ کرتے ہو	دیکھنے والا

اِذْ جَآءُوْكُمْ	مِّنْ فَوْقِكُمْ	وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ	وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ
جب وہ (لشکر) آئے تمہارے پاس	تمہارے اوپر سے	اور تم سے نیچے سے	اور جب کج ہوئیں (پتھرا گئیں) آنکھیں

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ	الْحَنَاجِرَ	وَ	تَظُنُّوْنَ	بِاللّٰهِ	الظُّنُوْنَا ⑩
اور پہنچے دل	گلوں تک	اس حال میں کہ	تم لوگ گمان کرتے تھے	اللہ کے بارے میں	بہت سے گمان

هُنَالِكَ	ابْتُلِيَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	وَزُلْزِلُوْا	زِلْزَالًا شَدِيْدًا ⑪	وَاِذْ يَقُوْلُ
وہیں	آزمائے گئے	ایمان لانے والے	اور ہلا مارے گئے	شدت سے ہلا مارنا	اور جب کہتے تھے
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	مَّا وَعَدَنَا	اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ	اِلَّا غُرُوْرًا ⑫
منافق اور وہ لوگ	جن کے دلوں میں	مرض تھا	نہیں وعدہ کیا ہم سے	اللہ نے اور اس کے رسول نے	مگر دھوکوں کا
وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ	لَا مُقَامَ	لَكُمْ	فَارْجِعُوْا ۚ
اور جب کہا ایک گروہ نے	ان میں سے	اے یثرب کے لوگو	کوئی ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے	تمہارے لئے	تو تم لوگ واپس چلو
وَيَسْتَاْذِنُ	فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ	النَّبِيَّ	يَقُوْلُوْنَ	اِنَّ	بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ
اور اجازت مانگی	ایک فریق نے ان میں سے	ان نبی ﷺ سے	کہتے ہوئے	کہ	ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں

وَمَا هِيَ	بِعَوْرَةٍ ۚ	اِنْ يُّرِيْدُوْنَ	اِلَّا فِرَارًا ⑬
حالانکہ وہ	غیر محفوظ نہیں تھے	وہ لوگ ارادہ نہیں رکھتے	مگر فرار ہونے کا

نوٹ۔1

اس میں اس اس سے اگلے رکوع میں غزوہ احزاب، جو جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے اور غزوہ بنوقریظہ پر تبصرہ ہے۔ ان کے حالات بہت معروف ہیں اس لئے ان کو دہرایا نہیں جائے گا۔

غزوہ احزاب میں کافروں کی شکست کے دنیاوی اسباب بھی متعدد تھے۔ ان میں سے دو زیادہ اہم ہیں۔ کافروں کے لشکر میں یہودیوں اور مشرکین مکہ کے علاوہ دوسرے قبائل دراصل کرائے کے فوجی تھے۔ جن کو مختلف نوعیت کے لالچ دے کر اور وعدے کر کے اس جنگ میں شرکت پر آمادہ کیا گیا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ عرب لوگ جنگجو تو تھے لیکن ان کی جنگ یہ ہوتی تھی کہ حملہ کیا، مار دھاڑ کی، لوٹ مار کی اور واپس چلے گئے۔ طویل جنگ کا ان کو کوئی تجربہ نہیں تھا اور نہ وہ اس کے لئے تیار ہو کر آئے تھے۔ ایک ماہ کے محاصرے کے دوران مدینہ والوں کی ضروریات کی پلائی معطل ہو گئی تھی، لیکن خود کافروں کی خوراک کی سپلائی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ (حافظ احمد یار صاحب کی کیسٹ سے ماخوذ)

آیت نمبر (14 تا 17)

ترکیب

(آیت۔14)۔ دَخَلَ۔ يَدْخُلُ فعل لازم ہے جس کا مجہول نہیں آتا، لیکن یہاں دُخِلَتْ فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔ یہ عربی کا مخصوص استعمال ہے کہ اس کا مجہول دُخِلَ۔ يُدْخَلُ اور باب سمع سے دَخِلَ۔ يَدْخَلُ دونوں فعل معروف کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں اور اس کے معنی ہوتے ہیں کسی جگہ کسی خرابی کا داخل ہونا۔ (المنجد)۔ دُخِلَتْ واحد مونث کا صیغہ ہے۔ اس کا فاعل اس میں شامل هِيَ کی ضمیر ہے جو جُنُوْدٌ کے لئے ہے۔ اَقْطَارِهَا میں هَا کی ضمیر یثرب کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور بیوت کے لئے بھی۔ ہم اس کو یثرب کے لئے ماننے کو ترجیح دیں گے۔

ترجمہ:

وَلَوْ دُخِلَتْ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ اَقْطَارِهَا	ثُمَّ سُئِلُوا	الْفِتْنَةَ
اور اگر (کچھ لشکر) گھس آتے	ان لوگوں پر	اس (یثرب) کے کناروں سے	پھر ان سے مانگا جاتا	فتنہ (یعنی ارتداد)

لَاٰتَوْهَا	وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ	اِلَّا يَسِيْرًا ⑭	وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا
تو یہ لوگ ضرور دے بیٹھتے وہ (مرتد ہو جاتے)	اور دیر نہ کرتے اس میں (مرتد ہونے میں)	مگر تھوڑی سی	اور یقیناً یہ لوگ معاہدہ کر چکے تھے

اللّٰهَ	مِنْ قَبْلُ	لَا يُوَلُّوْنَ	الْاَدْبَارَ ؕ	وَكَانَ	عَهْدُ اللّٰهِ	مَسْـُٔوْلًا ⑮	قُلْ
اللہ سے	پہلے سے	(کہ) وہ لوگ نہیں پھیریں گے	پیٹھوں کو	اور ہے	اللہ کا عہد	پوچھا جانے والا	آپؐ کہہ دیجئے

لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ	الْفِرَارُ	اِنْ فَرَرْتُمْ	مِّنَ الْمَوْتِ	اَوِ الْقَتْلِ	وَاِذًا
ہرگز نفع نہیں دے گا تم لوگوں کو	بھاگنا	اگر تم لوگ بھاگتے ہو	موت سے	یا قتل ہونے سے	اور تب تو

لَّا تُمَتَّعُوْنَ	اِلَّا قَلِيْلًا ⑯	قُلْ	مَنْ ذَا الَّذِيْ	يَعْصِمُكُمْ	مِّنَ اللّٰهِ
تم کو فائدہ نہیں اٹھانے دیا جائے گا	مگر تھوڑا سا (چند دن)	آپؐ کہئے	کون ہے وہ جو	بچائے گا تم کو	اللہ سے

اِنْ اَرَادَ	بِكُمْ	سُوْٓءًا	اَوْ اَرَادَ بِكُمْ	رَحْمَةً ؕ
اگر وہ ارادہ کرے	تمہارے بارے میں	کسی برائی کا	یا وہ ارادہ کرے تمہارے بارے میں	کسی رحمت کا

وَلَا يَجِدُوْنَ	لَهُمْ	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	وَلِيًّا	وَّلَا نَصِيْرًا ⑰
اور وہ نہیں پائیں گے	اپنے لئے	اللہ کے علاوہ	کوئی ولی	اور نہ کوئی مدد کرنے والا

نوٹ۔1

آیت۔۱۷۔ میں عربی کے معروف قاعدے کے مطابق اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً سے پہلے جملہ کا ایک حصہ محذوف ہے۔ پوری بات یوں ہے۔ اَوْ يُمْسِكُ رَحْمَتَهٗ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً۔ (یا اس کی رحمت کو روک سکے اگر وہ تم پر رحمت کرنا چاہے) عربی میں حذف کے اس اسلوب کی مثالیں بہت ہیں، لیکن اردو میں یہ اسلوب موجود نہیں ہے۔ (تدبر القرآن)

آیت نمبر 18 تا 20

ع و ق

(ن)	عَوْقًا	روکنا۔ باز رکھنا۔ منع کرنا۔
(تفعیل)	تَعْوِيْقًا	کثرت سے روکنا۔ بار بار منع کرنا۔
	مُعَوِّقٌ	اسم الفاعل ہے۔ روکنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔18۔

س ل ق

(ن)	سَلْقًا	(1) زبان درازی کرنا۔ طعنہ دینا۔ (2) چرب زبانی کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔19۔

ترجمہ:

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ	الْمُعَوِّقِيْنَ	مِنْكُمْ	وَالْقَآئِلِيْنَ	لِاِخْوَانِهِمْ	هَلُمَّ
جانتا رہا ہے اللہ	روکنے والوں کو	تم میں سے	اور کہنے والوں کو	اپنے بھائیوں سے	چلے آؤ

اِلَيۡنَا ۚ	وَلَا يَاۡتُوۡنَ	الۡبَاۡسَ	اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۱۸﴾	اَشِحَّةً	عَلَيۡكُمۡ ۖۚ	
ہماری طرف	اور وہ لوگ نہیں آئے	جنگ کے پاس	مگر تھوڑا سا (کبھی کبھی)	کنجوس کرنے والے ہوتے ہوئے	تم لوگوں پر	
فَاِذَا جَآءَ الۡخَوۡفُ	رَاَيۡتَهُمۡ	يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ	تَدُوۡرُ	اَعۡيُنُهُمۡ	كَالَّذِىۡ	
پھر جب آتا ہے خوف (کا وقت)	آپؐ دیکھتے ہیں ان کو	(کہ) وہ لوگ دیکھتے ہیں آپؐ کی طرف	گھومتی ہیں	ان کی آنکھیں	اس کی مانند	
يُغۡشٰى عَلَيۡهِ	مِنَ الۡمَوۡتِ ۚ	فَاِذَا ذَهَبَ	الۡخَوۡفُ	سَلَقُوۡكُمۡ		
ڈھانپ دیا جاتا ہے جس پر	موت میں سے	پھر جب چلا جاتا ہے	خوف (کا وقت)	تو یہ لوگ چرب زبانی کرتے ہیں تم لوگوں سے		
بِاَلۡسِنَةٍ حِدَادٍ	اَشِحَّةً	عَلَى الۡخَيۡرِ ؕ	اُولٰٓـئِكَ	لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا	فَاَحۡبَطَ اللّٰهُ	
تیز تیز زبانوں کے ساتھ	رال ٹپکانے والے ہوتے ہوئے	بھلائی (مال غنیمت) پر	یہ لوگ ہیں	جو ایمان لائے ہی نہیں	تو اکارت کیا اللہ نے	
اَعۡمَالَهُمۡ ؕ	وَكَانَ ذٰلِكَ	عَلَى اللّٰهِ	يَسِيۡرًا ﴿۱۹﴾	يَحۡسَبُوۡنَ	الۡاَحۡزَابَ	
ان کے اعمال کو	اور یہ ہے	اللہ پر	آسان	وہ لوگ سمجھتے ہیں	لشکروں کو	
لَمۡ يَذۡهَبُوۡا ۚ	وَاِنۡ يَّاۡتِ	الۡاَحۡزَابُ	يَوَدُّوۡا	لَوۡ اَنَّهُمۡ	بَادُوۡنَ	
(کہ) وہ گئے ہی نہیں	اور اگر آجاتے	لشکر	تو وہ لوگ آرزو کرتے	(کہ) کاش وہ لوگ	صحرانشین ہوتے	
فِى الۡاَعۡرَابِ	يَسۡاَلُوۡنَ	عَنۡ اَنۡۢبَآئِكُمۡ ؕ	وَلَوۡ كَانُوۡا	فِيۡكُمۡ	مَّا قٰتَلُوۡۤا	اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۲۰﴾
دیہاتوں میں	پوچھتے ہوتے	تمہاری خبروں کے بارے میں	اور اگر وہ ہوتے	تم لوگوں میں	تو وہ لوگ جنگ نہ کرتے	مگر تھوڑا سا

نوٹ۔1

آیت۔19۔ میں اُولٰٓـئِكَ لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا سے يَسِيۡرًا تک کا جو حصہ ہے یہ کچھ لوگوں کی بعض شدید قسم کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہے۔ بہت سے لوگ ارادے اور نیت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ان لوگوں کے خیال میں کسی کا کوئی عمل اگر اچھا ہے تو وہ لازماً آخرت میں بھی اس کا ثواب پائے گا۔ حالانکہ یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ کے ہاں کسی کے بڑے سے بڑے عمل کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے اگر وہ اس کی رضا کے لئے نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ ہر اس عمل کو قبول فرمائے گا جو اس کے احکام کے مطابق اور خالص اس کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے۔ اگر کوئی عمل اس کی رضا جوئی کے سوا کسی اور کی رضا یا کسی اور غرض کے لئے کیا جائے گا تو ایسے عمل کو اللہ تعالیٰ عمل کرنے والے کے منہ پر پھینک مارے گا کہ اس کا صلہ وہ ان سے لے جن کی خوشنودی کے لئے اس نے کیا ہے۔ بعض لوگوں کو یہ مغالطہ بھی ہوجاتا ہے کہ خدا بڑا مہربان و کریم ہے۔ اس وجہ سے جو کچھ بھی اور جس طرح بھی کوئی نیکی کا کام کردے گا اور اس کو قبول فرمائے گا۔ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ خدا بڑا ہی مہربان و کریم ہے، لیکن ساتھ ہی وہ نہایت غیور وغنی بھی ہے۔ اس وجہ سے ایسے لوگوں کے اعمال کو پامال کردینا اس پر ذرا بھی گراں نہیں ہوگا جن کا قبول کرنا اس کی غیرت کے منافی ہو۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر 21 تا 24

ن ح ب

(ض۔ن) نَحْبًا شرط لگانا۔نذر ماننا۔

نَحْبٌ نذر۔منت۔زیر مطالعہ آیت۔23۔

ترجمہ:

لَقَدْ كَانَ	لَكُمْ	فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ	اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	لِّمَنْ	كَانَ يَرْجُوا
یقیناً ہو چکا	تمہارے لئے	اللہ کے رسول میں	ایک بھلائی والا نمونہ	اس کے لئے جو	امید کرتا رہے
اللّٰهَ	وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ	وَذَكَرَ اللّٰهَ	كَثِيْرًا ﴿21﴾	وَلَمَّا	رَاَ
اللہ (کی رحمت) کی	اور آخری دن (کے اجر) کی	اور یاد کرے اللہ کو	کثرت سے	اور جب	دیکھا
الْمُؤْمِنُوْنَ	الْاَحْزَابَ ۙ	قَالُوْا	هٰذَا مَا	وَعَدَنَا	اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
مومنوں نے	لشکروں کو	تو انہوں نے کہا	یہ وہ ہے جو	وعدہ کیا ہم سے	اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے
وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ	وَمَا زَادَهُمْ	اِلَّآ اِيْمَانًا	وَّتَسْلِيْمًا ﴿22﴾		
اور سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے	اور اس نے زیادہ نہیں کیا ان کو	مگر بلحاظ ایمان لانے کے	اور بلحاظ فرمانبرداری کرنے کے		
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	رِجَالٌ	صَدَقُوْا	مَا	عَاهَدُوا اللّٰهَ	عَلَيْهِ ۚ
مومنوں میں سے	کچھ ایسے مرد ہیں	جنہوں نے سچ کر دیا	اس کو	انہوں نے معاہدہ کیا اللہ سے	جس پر
فَمِنْهُمْ مَّنْ	قَضٰى	نَحْبَهٗ	وَمِنْهُمْ مَّنْ	يَّنْتَظِرُ	وَمَا بَدَّلُوْا
تو ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے	پورا کیا	اپنی منت کو	اور ان میں وہ بھی ہیں جو	انتظار کرتے ہیں	اور انہوں نے تبدیلی نہیں کی
تَبْدِيْلًا ﴿23﴾ ۙ	لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ	الصّٰدِقِيْنَ	بِصِدْقِهِمْ	وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ	
کچھ بھی تبدیلی	نتیجتاً بدلہ دے گا اللہ	سچ کر دکھانے والوں کو	ان کی سچائی کے سبب سے	اور عذاب دے گا منافقوں کو	
اِنْ شَآءَ	اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ كَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿24﴾ ۚ	
اگر اس نے چاہا	یا توبہ قبول کرے گا ان کی	یقیناً اللہ ہے	بے انتہا بخشنے والا	ہر حال میں رحم کرنے والا	

نوٹ۔1

آیت۔12۔میں منافقوں کا قول گزر چکا ہے کہ دشمنوں کے ہجوم کو دیکھ کر انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے جو وعدے ہم سے کئے گئے وہ سب فریب ثابت ہوئے۔اب آیت۔22۔میں ان کے مقابل میں سچے مسلمانوں کا تاثر بیان ہوا ہے کہ انہوں نے دشمنوں کے نرغہ کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو وہی امتحان ہمیں پیش آیا ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول نے پہلے سے ہمیں خبر دی تھی۔یہ اشارہ قرآن کی ان متعدد آیات کی طرف ہے جن میں مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے۔مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت۔24۔میں ہے کہ تم لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی ایسے حالات پیش نہیں آئے جو اُن کو پیش آئے جو تم

سے پہلے تھے۔ یا سورۃ عنکبوت کی آیت۔2۔ میں ہے کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کررکھا ہے کہ وہ یہ کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا۔ وغیرہ۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر 25 تا 27

ص ی ص

ثلاثی مجرد سے فعل استعمال نہیں ہوتا

صِیْصَۃٌ ج صَیَاصِ۔ حفاظت کا ذریعہ۔ قلعہ۔ زیر مطالعہ آیت۔26۔

ترجمہ:

وَرَدَّ اللّٰہُ	الَّذِیْنَ کَفَرُوْا	بِغَیْظِھِمْ	لَمْ یَنَالُوْا	خَیْرًا
واپس کر دیا اللہ نے	ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا	ان کے غیظ وغضب کے ساتھ	انہوں نے حاصل نہیں کی	کوئی بھلائی

وَکَفَی اللّٰہُ	الْمُؤْمِنِیْنَ	الْقِتَالَ	وَکَانَ اللّٰہُ	قَوِیًّا	عَزِیْزًا ﴿۲۵﴾
اور کافی رہا اللہ	مومنوں کو	جنگ میں	اور اللہ ہے	قوت والا	بالادست

وَاَنْزَلَ	الَّذِیْنَ	ظَاھَرُوْھُمْ	مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ	مِنْ صَیَاصِیْھِمْ
اور اس نے اتارا	ان لوگوں کو جنہوں نے	مدد کی ان (کافروں) کی	اہل کتاب میں سے	ان کے قلعوں سے

وَقَذَفَ	فِیْ قُلُوْبِھِمُ	الرُّعْبَ	فَرِیْقًا	تَقْتُلُوْنَ	وَتَاْسِرُوْنَ	فَرِیْقًا ﴿۲۶﴾
اور اس نے پھینک مارا	ان کے دلوں میں	رعب کو	ایک فریق کو	تم لوگ قتل کرتے تھے	اور قیدی بناتے تھے	کسی فریق کو

وَاَوْرَثَکُمْ	اَرْضَھُمْ	وَدِیَارَھُمْ	وَاَمْوَالَھُمْ	وَاَرْضًا
اور اس نے وارث بنایا تم کو	ان کی زمین کا	اور ان کے گھروں کا	اور ان کے مالوں کا	اور ایک ایسی زمین کا جس کو

لَّمْ تَطَـُٔوْھَا	وَکَانَ اللّٰہُ	عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ	قَدِیْرًا ﴿۲۷﴾
تم نے قدموں سے نہیں روندا	اور اللہ ہے	ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا

نوٹ۔1

آیت۔26۔ میں اَلَّذِیْنَ ظَاھَرُوْھُمْ میں اشارہ ہے بنو قریظہ کی طرف جنہوں نے آنے والے لشکروں کی مدد کی تھی، لشکروں کی واپسی کے بعد بنو قریظہ کا محاصرہ کیا گیا جو تقریباً 25 دن جاری رہا۔ پھر یہودیوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کا حکم مان لیا کہ وہ جو فیصلہ کریں گے ان کو قبول ہوگا۔ حضرت سعدؓ نے فیصلہ دیا کہ ان کے تمام قابل جنگ افراد قتل کر دیئے جائیں اور باقی لوگوں کو غلام اور لونڈی بنا لیا جائے۔ آیت۔۲۷۔ لَمْ تَطَـُٔوْھَا میں مستقبل کی فتوحات کی بشارت ہے۔ خصوصاً خیبر کی فتح کی۔

آیت نمبر 28 تا 31

ترجمہ:

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ	قُلْ	لِّاَزْوَاجِكَ	اِنْ کُنْتُنَّ	تُرِدْنَ	الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا
اے نبیؐ	آپ کہہ دیجئے	اپنی ازواج سے	اگر تم لوگ ہو (کہ)	تم لوگ چاہتی ہو	دنیوی زندگی کو

وَزِيْنَتَهَا	فَتَعَالَيْنَ	اُمَتِّعْكُنَّ	وَاُسَرِّحْكُنَّ	سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾
اور اس کی زینت کو	تو تم سب آؤ	میں کچھ سامان دیتا ہوں تم سب کو	اور میں آزاد کرتا ہوں تم کو	خوبصورتی سے آزاد کرنا

وَاِنْ كُنْتُنَّ	تُرِدْنَ	اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ	فَاِنَّ اللّٰهَ	اَعَدَّ
اور اگر تم لوگ ہو (کہ)	تم لوگ چاہتی ہو	اللہ کو اور اس کے رسول ؐ کو	اور آخری گھر کو	تو بیشک اللہ نے	تیار کیا
لِلْمُحْسِنٰتِ	مِنْكُنَّ	اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾	يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ	مَنْ	يَّاْتِ
نیکی کرنے والیوں کے لئے	تم میں سے	ایک اجر عظیم	اے نبی ؐ کی خواتین	جو کوئی	کرے گی

مِنْكُنَّ	بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ	يُّضٰعَفْ	لَهَا	الْعَذَابُ	ضِعْفَيْنِ ۭ	وَكَانَ ذٰلِكَ
تم میں سے	کوئی کھلی بے حیائی	تو بڑھایا جائے گا	اس کے لئے	عذاب کو	دوگنا	اور یہ ہے

عَلَى اللّٰهِ	يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾	وَمَنْ يَّقْنُتْ	مِنْكُنَّ	لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
اللہ پر	آسان	اور جو کوئی فرمانبرداری کرے گی	تم میں سے	اللہ کی اور اس کے رسول کی

وَتَعْمَلْ	صَالِحًا	نُّؤْتِهَآ	اَجْرَهَا	مَرَّتَيْنِ ۙ	وَاَعْتَدْنَا لَهَا	رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾
اور عمل کرے گی	نیک	تو ہم دیں گے اس کو	اس کا اجر	دوبار	اور ہم نے تیار کیا اس کے لئے	عزت والی روزی

نوٹ۔1

غزوہ احزاب کے بعد بنونضیر، پھر بنوقریظہ کی فتوحات اور اموال غنیمت کی تقسیم نے مسلمانوں میں ایک گونہ خوشحالی پیدا کردی تھی۔ اس وقت ازواج مطہرات کو یہ خیال ہوا کہ ان اموال غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنا حصہ رکھا ہوگا۔ اس لئے انہوں نے خرچہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا۔ آیت۔28۔29۔ نے ازواج مطہرات کو اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو رسول اللہ ﷺ کی موجودہ حالت یعنی معاشی تنگی کے ساتھ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں یا طلاق حاصل کرکے آزاد ہوجائیں۔ قرآن کا یہ حکم سب ازواج کو سنایا گیا اور سب نے اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو اور آخرت کو اختیار کیا۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیات۔30۔31۔ میں ازواج مطہرات کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ اگر وہ کوئی غلط کام کریں گی تو ان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ کوئی نیک عمل کریں گی تو ان کو ثواب بھی دوہرا دیا جائے گا۔ ایک حیثیت سے یہ ان کے اس عمل کی جزاء ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زوجیت پر دنیا کی فراخی کو قربان کردیا۔

نوٹ۔3

آیت۔۳۱۔ کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں۔ مگر سورۂ آل عمران کی آیت سے بی بی مریم کا سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافی ہیں تم کو ساری عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد (ام المومنین) اور فاطمہ بنت محمد (ﷺ) اور آسیہ زوجہ فرعون۔ اس حدیث میں بی بی مریم کے ساتھ اور تین عورتوں کو نساء العالمین سے افضل فرمایا ہے۔ اس لئے مذکورہ آیات میں ازواج مطہرات کی فضیلت ایک خاص حیثیت سے ہے یعنی ازواج النبی ہونے کی حیثیت سے، جس میں وہ دوسری عورتوں سے افضل ہیں، لیکن اس سے عام فضیلت مطلقہ ثابت نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 32 تا 34

ترجمہ:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ	لَسْتُنَّ	كَاَحَدٍ	مِّنَ النِّسَآءِ	اِنِ اتَّقَيْتُنَّ	فَلَا تَخْضَعْنَ
اے نبی کی خواتین	تم لوگ نہیں ہو	کسی ایک کی مانند	عورتوں میں سے	اگر تم لوگ تقویٰ اختیار کرو	پس تم لوگ تواضع مت کرو

بِالْقَوْلِ	فَيَطْمَعَ	الَّذِيْ	فِيْ قَلْبِهٖ	مَرَضٌ	وَّقُلْنَ	قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٣٢﴾
بات سے	نتیجۃً لالچ کرے	وہ جس کے	دل میں	کوئی روگ ہو	اور تم لوگ کہو	معقول بات

وَقَرْنَ	فِيْ بُيُوْتِكُنَّ	وَلَا تَبَرَّجْنَ	تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى	وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ
اور تم لوگ قرار پکڑو	اپنے گھروں میں	اور خود کو نمایاں مت کرو	جیسے سابقہ جاہلیت کا نمایاں کرنا	اور قائم رکھو نماز کو

وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ	وَاَطِعْنَ	اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ	اِنَّمَا	يُرِيْدُ اللّٰهُ	لِيُذْهِبَ
اور پہنچاؤ زکوٰۃ	اور اطاعت کرو	اللہ اور اس کے رسول کی	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	اللہ چاہتا ہے	کہ وہ لے جائے

عَنْكُمُ	الرِّجْسَ	اَهْلَ الْبَيْتِ	وَيُطَهِّرَكُمْ	تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾	وَاذْكُرْنَ مَا
تم لوگوں سے	گندے (رواج) کو	اے اِس گھر والو	اور تاکہ وہ پاک کرے تم کو	جیسے پاک کرنا ہوتا ہے	اور یاد رکھو اس کو جو

يُتْلٰى	فِيْ بُيُوْتِكُنَّ	مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ	وَالْحِكْمَةِ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ كَانَ	لَطِيْفًا	خَبِيْرًا ﴿٣٤﴾
تلاوت کیا جاتا ہے	تمہارے گھروں میں	اللہ کی آیات میں سے	اور حکمت میں سے	بیشک اللہ ہے	باریک بین	باخبر

نوٹ۔1

حضرت ابن عباسؓ سے روایت منقول ہے کہ انہوں نے آیت۔33۔ میں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات کو قرار دیا اور استدلال میں اگلی آیت وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ پیش کی، لیکن حدیث کی متعدد روایات اس پر شاہد ہیں کہ اہل بیت میں حضرت فاطمہؓ اور علیؓ اور حضرت حسنؓ بھی شامل ہیں۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ درحقیقت ان دونوں اقوال میں جو ائمہ تفسیر سے منقول ہیں کوئی تضاد نہیں ہے۔ جن لوگوں نے یہ کہا کہ یہ آیت ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی اور اہل بیت سے وہ مراد ہیں، یہ اس کے منافی نہیں کہ دوسرے حضرات بھی اہل بیت میں شامل ہوں۔ اس لئے صحیح یہی ہے کہ لفظ اہل بیت میں ازواج مطہرت بھی داخل ہیں کیونکہ اس آیت کا شان نزول وہی ہیں اور ارشاد نبوی کے مطابق حضرت فاطمہ وعلی وحسن وحسین رضی اللہ عنہم بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ (معاف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔34۔ میں اٰيٰتُ اللّٰهِ سے مراد قرآن اور اَلْحِكْمَةِ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور سنت رسول ﷺ ہے۔ ابن عربی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ سے کوئی آیت قرآن یا حدیث سنے اس پر لازم ہے کہ وہ امت کو پہنچائے۔ یہاں تک کہ ازواج مطہرات پر بھی لازم ہو گیا کہ اللہ کی امانت امت کو پہنچائیں۔ (معارف القرآن) چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ نبی ﷺ کا علم وعمل جتنا آپؐ کی ازواج مطہرات کے ذریعہ سے پھیلا ہے اس کی مقدار صحابہ کرامؓ کے ذریعے پھیلے ہوئے علم سے کسی طرح کم نہیں ہے اور اس آیت سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اس مشن پر

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے خود مامور فرمایا تھا۔ ہمارے نزدیک یہ مصلحت بھی من جملہ ان 1511 مصالح کے ہے جن کی بنا پر آپ ﷺ کی تعداد ازواج کی خاص اجازت دی تھی۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔3

آیت۔ 34۔ میں حکمت کے لفظ کا اطلاق کتاب اللہ کی تعلیمات پر بھی ہوسکتا ہے۔ مگر صرف ان ہی کے ساتھ اس کو خاص کر دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ قرآن کی آیات سنانے کے علاوہ جس حکمت کی تعلیم نبی ﷺ اپنی سیرت پاک سے اور اپنے ارشادات سے دیتے تھے وہ بھی لامحالہ اس میں شامل ہے۔ بعض لوگ محض اس بنیاد پر کہ آیت میں مَا يُتْلٰى (جو تلاوت کی جاتی ہیں) کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آیات اللہ اور حکمت سے مراد صرف قرآن ہے۔ کیونکہ تلاوت کا لفظ اصطلاحاً قرآن کی تلاوت کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ تلاوت کے لفظ کو اصطلاح کے طور پر قرآن کی تلاوت کے لئے مخصوص کر دینا بعد کے لوگوں کا کام ہے۔ قرآن میں اس لفظ کو اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا۔ سورۃ البقرہ کی آیت۔ ۱۰۲ میں یہی لفظ جادو کے ان منتروں کے لئے استعمال کیا گیا جو شیاطین حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو سناتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن اس لفظ کو اس کے لغوی معنی میں استعمال کرتا ہے، کتاب اللہ کی آیات سنانے کے لئے اصطلاحاً مخصوص نہیں کرتا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (35 تا 36)

ترجمہ:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ	وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
بیشک تابعداری قبول کرنے والے اور تابعداری قبول کرنے والیاں	اور ایمان لانے والے اور ایمان لانے والیاں
وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ	وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ
اور تابعداری کرنے والے اور تابعداری کرنے والیاں	اور سچ کرنے والے اور سچ کرنے والیاں
وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ	وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ
اور ثابت قدم رہنے والے اور ثابت قدم رہنے والیاں	اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں
وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ	وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ
اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں	اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ	وَالْحٰفِظٰتِ	وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا
اور حفاظت کرنے والے اپنی شرمگاہوں کی	اور حفاظت کرنے والیاں	اور یاد کرنے والے اللہ کو کثرت سے

وَّالذّٰكِرٰتِ	اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ	مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۳۵	وَمَا كَانَ
اور یاد کرنے والیاں	اللہ نے تیار کیا ان کے لئے	ایک مغفرت اور ایک اجر عظیم	اور نہیں ہے

لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ	اِذَا قَضَى	اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ	اَمْرًا	اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ
کسی مومن مرد اور نہ ہی کسی مومن عورت کے لئے	جب فیصلہ کر دے	اللہ اور اس کا رسولؐ	کسی معاملہ کا	کہ ہو ان کے لئے

الْخِيَرَةُ	مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ	وَمَنْ يَّعْصِ	اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	فَقَدْ ضَلَّ	1511 ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ ﴿۳۶﴾
اختیار	ان کے کام میں	اور جو نافرمانی کرتا ہے	اللہ اور اس کے رسول کی	تو وہ بھٹک گیا ہے	صریحاً بھٹکنا

نوٹ۔1

آیت۔۳۶۔ اُس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زیدؓ کے لئے بی بی زینبؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تھا اور بی بی زینبؓ اور ان کے بھائی نے اسے نامنظور کر دیا تھا۔ ان لوگوں کو یہ بات ناگوار تھی کہ اتنے اونچے گھرانے کی لڑکی اور اپنی پھوپھی زاد بہن کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آزاد کردہ غلام کا پیغام دے رہے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اسے سنتے ہی بی بی زینبؓ اور ان کے خاندان والوں نے سر اطاعت خم کر دیا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح پڑھایا، یہ آیت اگرچہ ایک خاص موقعہ پر نازل ہوئی ہے مگر جو حکم اس میں بیان کیا گیا ہے وہ اسلامی آئینہ کا اصل الاصول ہے اور کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔ اس کی رو سے کسی مسلمان فرد یا قوم یا ادارے یا عدالت یا پارلیمنٹ یا ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہو اس میں وہ اپنی آزادیٔ رائے استعمال کرے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (37 تا 40)

ترجمہ:

وَاِذْ تَقُوْلُ	لِلَّذِيْٓ	اَنْعَمَ اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَاَنْعَمْتَ
اور جب آپؐ کہتے تھے	اس (شخص) سے	انعام کیا اللہ نے	جس پر	اور آپؐ نے انعام کیا
عَلَيْهِ	اَمْسِكْ	عَلَيْكَ	زَوْجَكَ	وَاتَّقِ اللّٰهَ
جس پر	(کہ) تو تھامے رکھ	اپنے پاس	اپنی بیوی کو	اور تو تقویٰ کر اللہ کا
وَتُخْفِيْ	فِيْ نَفْسِكَ	مَا	اللّٰهُ مُبْدِيْهِ	وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ
اور آپؐ چھپاتے تھے	اپنے جی میں	اس کو	اللہ ظاہر کرنے والا تھا جس کو	حاجت (یعنی طلاق دے دی)
وَاللّٰهُ اَحَقُّ	اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ	فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ	مِّنْهَا	وَطَرًا
اور اللہ سب سے زیادہ حقدار ہے	کہ آپؐ ڈریں اس سے	تو پھر جب پوری کی زیدؓ نے	اس (بیوی) سے	اور آپؐ ڈرتے تھے لوگوں سے

زَوَّجْنٰكَهَا	لِكَيْ لَا يَكُوْنَ	عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	حَرَجٌ
تو ہم نے جوڑا بنایا (نکاح کیا) آپؐ کا اُنؓ سے	تا کہ نہ ہو	مومنوں پر	کوئی حرج

فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ	اِذَا قَضَوْا	مِنْهُنَّ	وَطَرًا ؕ	وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ	مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾
اپنے منہ بولوں کی بیویوں میں	جب وہ پوری کریں	ان سے	حاجت	اور تھا اللہ کا حکم	کیا جانے والا

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ	مِنْ حَرَجٍ	فِيْمَا	فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ	سُنَّةَ اللّٰهِ
نہی ہے اِن نبیؐ پر	کوئی بھی حرج	اس میں جو	فرض کیا اللہ نے انؐ کے لئے	(آپؐ پائیں گے) اللہ کی سنت کو

فِی الَّذِیْنَ	خَلَوْا	مِنْ قَبْلُ ؕ	وَ کَانَ اَمْرُ اللّٰهِ	قَدَرًا	مَّقْدُوْرَا ۙ ﴿۳۸﴾ 1511	
ان (انبیاء) میں جو	گزرے	اس سے پہلے	اور ہے اللہ کا حکم	ایک اندازے سے	اندازہ کیا ہوا	
اِلَّذِیْنَ	یُبَلِّغُوْنَ	رِسٰلٰتِ اللّٰهِ	وَ یَخْشَوْنَهٗ	وَلَا یَخْشَوْنَ	اَحَدًا	
وہ لوگ جو	تبلیغ کرتے ہیں	اللہ کے پیغامات کی	اور وہ ڈرتے ہیں اس سے	اور وہ لوگ نہیں ڈرتے	کسی ایک سے	
اِلَّا اللّٰهَ ؕ	وَ کَفٰی بِاللّٰهِ	حَسِیْبًا ﴿۳۹﴾	مَا کَانَ	مُحَمَّدٌ	اَبَآ اَحَدٍ	مِّنْ رِّجَالِکُمْ
سوائے اللہ کے	اور کافی ہے اللہ	بطور حساب کرنے والے کے	نہیں ہیں	محمدؐ	کسی ایک کے والد	تمہارے مردوں میں سے
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ	وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ	وَ کَانَ اللّٰهُ	بِکُلِّ شَیْءٍ	عَلِیْمًا ﴿۴۰﴾		
اور لیکن اللہ کے رسول ہیں	اور نبیوں (کے سلسلہ) کو سیل بند کرنے والے ہیں	اور اللہ ہے	ہر چیز کا	جاننے والا		

نوٹ۔1

آیت۔40۔ میں ان لوگوں کے خیال کا رد ہے جو اپنی رسم جاہلیت کے مطابق بی بی زینبؓ سے نبی ﷺ کے نکاح پر طعن کرتے تھے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس کے رد کے لئے یہ کہہ دینا کافی تھا۔ آپ ﷺ زیدؓ کے باپ نہیں ہیں، بلکہ ان کے باپ حارثہ ہیں۔ مگر اس میں تاکید کے لئے فرمایا کہ آپ ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں ہیں۔ تو جس کی کوئی اولاد نرینہ نہ ہو اس کو یہ طعن دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ بی بی خدیجہؓ سے قاسم، طیب اور طاہر جبکہ ماریہ قبطیہؓ سے ابراہیم پیدا ہوئے لیکن یہ سب بچپن میں ہی وفات پا گئے اور ان میں سے کوئی بھی رجال کی حد میں داخل نہیں ہوا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نزول آیت کے وقت آپ ﷺ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ قاسم، طیب اور طاہر کی وفات ہو گئی تھی اور ابراہیم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس وضاحت کے ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ گو آپ ﷺ کسی مرد کے نسبی باپ نہیں ہیں، لیکن ایک امت کے روحانی باپ ﷺ ہیں کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (معارف القرآن)

آج کل خاتم النبیین کے معنی و مفہوم کے متعلق کافی غلط فہمیاں پیدا کر دی گئی ہیں اور اچھے خاصے مخلص مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی اس کے بارے میں مختلف تحفظات پائے جاتے ہیں۔ ایسے اصحاب کو ہمارا مشورہ ہے کہ وہ اس آیت کی تشریح میں مولانا مودودیؒ کا لکھا ہوا ضمیمہ تفہیم القرآن سے پڑھ لیں۔ پھر بھی تسلی نہ ہو تو مفتی محمد شفیعؒ کی کتاب ''ختم نبوت'' پڑھ لیں جس میں ایک سو آیات اور دو سو سے زائد احادیث ہیں۔ یوں ہی رجماً بالغیب کر کے وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے، صرف اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے۔ یہاں پر میں صرف دو باتیں ذہن نشین کروانا چاہتا ہوں۔

اولاً یہ کہ مختلف مسائل میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف رائے ہوتا تھا۔ اور خلیفہ وقت فیصلہ کرتا تھا کہ کس رائے پر عمل کیا جائے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد کچھ قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ اس وقت ایک رائے یہ تھی کہ زکوٰۃ کا انکار کرنے سے یہ لوگ کافر ہو گئے اس لئے ان سے جنگ کی جائے دوسری رائے یہ تھی کہ حالات کی سنگینی کے پیش مصلحت سے کام لیا جائے اور جنگ نہ کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مسیلمہ کذاب کے مسئلہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشاورت طلب کی تھی۔ اس وقت بلا استثناء تمام صحابہ کرامؓ کا متفقہ فیصلہ تھا کہ مسیلمہ کافر ہو گیا ہے اس لئے اس

سے جنگ کی جائے۔اس سے یہ بات سوا نیرے پر دمکتے ہوئے سورج کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ خاتم النبیین کے معنی اور مفہوم کے بارے میں کسی ایک بھی صحابی کے ذہن میں کوئی ابہام نہیں تھا۔

ثانیاً یہ کہ دورِ صحابہؓ کے صدیوں بعد اور آج سے صدیوں پہلے امام غزالیؒ نے اس آیت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اسے ہم معارف القرآن سے نقل کر رہے ہیں اور وہ ذہن کی آنکھ کھولنے کے لئے کافی ہے۔امام صاحب فرماتے ہیں کہ ''اس آیت میں کسی تاویل یا تخصیص کی گنجائش نہیں ہے اور جو شخص تاویل کر کے اس میں کوئی تخصیص نکالے اس کا کلام ہذیان (یعنی کسی مخبوط الحواس کی بڑبڑاہٹ) کی قسم سے ہے اور یہ تاویل اس کو کافر کہنے سے نہیں روک سکتی کیونکہ وہ اس آیت کی تکذیب کر رہا ہے۔''

آیت نمبر (8 تا 13)

ترجمہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اذْكُرُوا اللّٰهَ	ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ﴿41﴾	وَّ سَبِّحُوْهُ	بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿42﴾
اے لوگو جو ایمان لائے	تم لوگ یاد کرو اللہ کو	جیسے کثرت سے یاد کرنے کا حق ہے	اور تسبیح کرو اس کی	صبح اور شام

هُوَ الَّذِيْ	يُصَلِّيْ	عَلَيْكُمْ	وَمَلٰٓئِكَتُهٗ	لِيُخْرِجَكُمْ	مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ
وہ، وہ ہے جو	شفقت کرتا ہے	تم لوگوں پر	اور اس کے فرشتے (دعا کرتے ہیں)	تا کہ وہ نکالے تم لوگوں کو	اندھیروں سے نور کی طرف

وَكَانَ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	رَحِيْمًا ﴿43﴾	تَحِيَّتُهُمْ	يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ	سَلٰمٌ ۚ
اور وہ ہے	مومنوں پر	رحم کرنے والا	اور ان کی دعا	جس دن وہ ملیں گے اُس سے	سلام ہوگی

وَاَعَدَّ لَهُمْ	اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿44﴾	يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ	اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ	شَاهِدًا
اور اس نے تیار کیا ان کے لئے	ایک باعزت اجر	اے نبی	بیشک ہم نے بھیجا آپؐ کو	گواہ ہوتے ہوئے

وَّمُبَشِّرًا	وَّنَذِيْرًا ۙ﴿45﴾	وَّدَاعِيًا	اِلَى اللّٰهِ
اور بشارت دینے والا ہوتے ہوئے	اور خبردار کرنے والا ہوتے ہوئے	اور بلانے والا ہوتے ہوئے	اللہ کی طرف

بِاِذْنِهٖ	وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿46﴾	وَبَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	بِاَنَّ لَهُمْ
اس کی اجازت سے	اور روشن چراغ ہوتے ہوئے	اور آپؐ بشارت دیں	مومنوں کو	کہ ان کے لئے

مِّنَ اللّٰهِ	فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿47﴾	وَلَا تُطِعِ	الْكٰفِرِيْنَ
اللہ (کی طرف) سے	بڑا فضل ہے	اور آپؐ کہنا مت مانیں	کافروں کا

وَالْمُنٰفِقِيْنَ	وَدَعْ	اَذٰىهُمْ	وَتَوَكَّلْ	عَلَى اللّٰهِ ؕ	وَكَفٰى بِاللّٰهِ	وَكِيْلًا ﴿48﴾
اور منافقوں کا	اور آپؐ چھوڑ دیں	ان کے ستانے کو	اور آپ بھروسہ کریں	اللہ پر	اور اللہ کافی ہے	بطور کارساز کے

نوٹ۔1

آیت۔41۔42۔ میں مسلمانوں کو مخالفین کی محاذ آرائی کے مقابل میں ثابت قدم رہنے کی تدبیر یہ بتائی ہے کہ ان کے غوغا سے بے پرواہ ہو کر تم زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔ یہ امر واضح رہے کہ شیطان اور اس کے ذریات کے مقابل میں مومن کی اصلی سپر اللہ تعالیٰ کی یاد ہی ہے۔اس لئے ذکر تو سانس کی طرح ہر وقت مطلوب ہے۔(تدبر قرآن)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے بندوں کے سوا کوئی ایسا فرض عائد نہیں کیا جس کی کوئی حد مقرر نہ ہو۔ نماز پانچ وقت کی اور ہر نماز کی رکعات متعین ہیں۔ روزے ماہ رمضان کے مقرر ہیں۔ حج بھی خاص مقام پر اعمال مقررہ کرنے کا نام ہے۔ زکوٰۃ بھی سال میں ایک ہی مرتبہ فرض ہوتی ہے۔ مگر ذکر اللہ ایسی عبادت ہے، نہ اس کے لئے طاہر اور باوضو ہونا شرط ہے۔ ہر وقت اور ہر حال میں بکثرت ذکر اللہ کرنے کا حکم ہے۔ اس کے علاوہ دوسری عبادات میں بیماری اور مجبوری کے حالات میں عبادت میں کمی یا معافی کی رخصتیں بھی ہیں مگر ذکر اللہ کے لئے اللہ نے کوئی شرط نہیں رکھی اس لئے اس کو ترک کرنے کے لئے کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔(معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔45۔ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ بعض لوگ اس کو یہ معنی پہناتے ہیں کہ آپ ﷺ آخرت میں لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے اور اس سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام لوگوں کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ ورنہ بے دیکھے شہادت کیسے دیں گے، لیکن قرآن کی رو سے یہ تاویل بالکل غلط ہے، قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اعمال پر شہادت قائم کرنے کے لئے اللہ نے ایک دوسرا انتظام فرمایا ہے۔ اس کے فرشتے ہر شخص کا نامہ اعمال تیار کر رہے ہیں۔ (سورہ ق آیات۔17۔18۔ اور الکہف آیت۔۴۹) اور وہ لوگوں کے اعضاء سے بھی گواہی لے لے گا۔ (یٰسین 65 حٰم السجدہ۔20۔21) رہے انبیاء علیہم السلام تو ان کا کام بندوں کے اعمال پر گواہی دینا نہیں بلکہ اس بات پر گواہی دینا ہے کہ بندوں تک حق پہنچا دیا گیا تھا۔(المائدہ۔109۔117۔سورہ البقرہ۔143) اس کے علاوہ النحل کی آیت۔89۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز، نبی ﷺ کی شہادت اُس شہادت سے مختلف نہ ہوگی جسے ادا کرنے کے لئے ہر امت پر گواہی دینے والے گواہوں کو بلایا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ شہادت اعمال کی ہو تو ان سب کا حاضر و ناضر ہونا لازم آتا ہے۔ اس کی تائید وہ احادیث بھی کرتی ہیں جن کی بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور امام احمد نے بہت سے صحابہ کرامؓ سے نقل کیا ہے جن کا مشترک مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ قیامت کے روز اپنے بعض اصحاب (یعنی امتی) کو دیکھیں گے کہ وہ لائے جا رہے ہیں۔ مگر وہ آپؐ کی طرف آنے کے بجائے دوسرے رخ پر جا رہے ہوں گے یا دھکیلے جا رہے ہوں گے۔ آپ ﷺ ان کو دیکھ کر عرض کریں گے خدایا یہ تو میرے صحابی (امتی) ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کرتوت کئے ہیں۔ یہ مضمون اتنے صحابہ سے اتنی کثیر سندوں کے ساتھ نقل ہوا ہے کہ صحت میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر 49 تا 52

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اِذَا نَكَحْتُمُ	الْمُؤْمِنٰتِ	ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ
اے لوگو! جو ایمان لائے	جب تم لوگ نکاح کرتے ہو	مومن عورتوں سے	پھر تم لوگ طلاق دیتے ہو ان کو

مِنْ قَبْلِ اَنْ	تَمَسُّوْهُنَّ	فَمَا لَكُمْ	عَلَيْهِنَّ	مِنْ عِدَّةٍ
اس سے پہلے کہ	تم لوگ چھوؤ ان کو	تو نہیں ہے تمہارے لئے	ان عورتوں پر	کوئی بھی گنتی کرنا

تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ	فَمَتِّعُوْهُنَّ	وَسَرِّحُوْهُنَّ	سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾
تم لوگ اہتمام سے گنتے ہو جس کو (یعنی عدت)	تو سامان (تحفہ) دو ان کو	اور آزاد کرو ان کو	خوبصورتی سے آزاد کرنا

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ	اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ	اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ	اٰتَيْتَ	اُجُوْرَهُنَّ	وَمَا
اے نبیؐ	بیشک ہم نے حلال کیں آپؐ کے لئے	آپؐ کی ان بیویوں کو جن کو	آپؐ نے دیا	ان کا اجر (مہر)	اور ان کو جن کے

مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ	مِمَّآ	اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ	وَبَنٰتِ عَمِّكَ
مالک ہوئے آپؐ کے داہنے ہاتھ (کنیزیں)	ان میں سے جن کو	لوٹایا اللہ نے آپؐ پر (مال غنیمت میں)	اور آپؐ کے چچا کی بیٹیاں

وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ	وَبَنٰتِ خَالِكَ	وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ	الّٰتِيْ
اور آپؐ کے پھوپھیوں کی بیٹیاں	اور آپؐ کے ماموں کی بیٹیاں	اور آپؐ کی خالاؤں کی بیٹیاں	جنہوں نے

هَاجَرْنَ مَعَكَ	وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً	اِنْ وَّهَبَتْ	نَفْسَهَا
ہجرت کی آپؐ کے ساتھ	اور ایسی مومن عورت کو (حلال کیا) جو	اگر معاوضہ کے بغیر بخش دے	اپنی جان کو

لِلنَّبِيِّ	اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ	اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ
ان نبیؐ کے لئے	اگر ارادہ کریں یہ نبیؐ	کہ وہ نکاح کریں اس سے

خَالِصَةً لَّكَ	مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ	قَدْ عَلِمْنَا	مَا فَرَضْنَا	عَلَيْهِمْ
خالص ہوتے ہوئے آپؐ کے لئے	تمام مومنوں کے علاوہ	ہم جانتے ہیں	اس کو جو ہم نے فرض کیا	ان لوگوں (مومنوں) پر

فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ	وَمَا	مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ	لِكَيْلَا يَكُوْنَ	عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ
ان کی بیویوں (کے بارے) میں	اور ان (کے بارے) میں جن کے	مالک ہوئے ان کے داہنے ہاتھ	تاکہ نہ ہو	آپؐ پر کوئی الزام

وَكَانَ اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾	تُرْجِيْ	مَنْ تَشَاۗءُ	مِنْهُنَّ
اور اللہ ہے	بے انتہا بخشنے والا	ہمیشہ رحم کرنے والا	آپؐ موخر کریں	اس کو جس کو آپؐ چاہیں	ان میں سے

وَتُـْٔوِيۡۤ	اِلَيۡكَ	مَنۡ تَشَآءُ ؕ	وَمَنِ ابۡتَغَيۡتَ	مِمَّنۡ	1543 عَزَلۡتَ
اور آپؐ ٹھہرائیں	اپنے پاس	جس کو آپؐ چاہیں	اور جس کو آپؐ چاہیں	ان میں سے جن کو	آپؐ نے کنارے کیا

فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكَ ؕ	ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى	اَنۡ تَقَرَّ	اَعۡيُنُهُنَّ	وَلَا يَحۡزَنَّ
تو کوئی بھی الزام نہیں ہے آپؐ پر	یہ زیادہ قریب ہے	کہ ٹھنڈی ہوں	ان (ازواج) کی آنکھیں	اور وہ غمگین نہ ہوں

وَيَرۡضَيۡنَ	بِمَاۤ	اٰتَيۡتَهُنَّ	كُلُّهُنَّ ؕ	وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ	مَا	فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ
اور وہ راضی ہوں	اس سے جو	آپؐ دیں ان کو	وہ سب کی سب	اور اللہ جانتا ہے	اس کو جو	تم سب کے دلوں میں ہے

وَكَانَ اللّٰهُ	عَلِيۡمًا	حَلِيۡمًا ﴿۵۱﴾	لَا يَحِلُّ لَكَ	النِّسَآءُ	مِنۡۢ بَعۡدُ
اور ہے اللہ	جاننے والا	تحمل والا	حلال نہیں ہوں گی آپؐ کے لئے	عورتیں	اس کے بعد سے

وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ	مِنۡ اَزۡوَاجٍ	وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ	حُسۡنُهُنَّ
اور نہ یہ کہ آپؐ تبدیل کریں ان کے بدلے	بیویوں سے	اور اگرچہ بھلا لگے آپؐ کو	ان کا حسن

اِلَّا مَا	مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ ؕ	وَكَانَ اللّٰهُ	عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ	رَّقِيۡبًا ﴿۵۲﴾ ع
سوائے اس کے جس کے	مالک ہوئے آپؐ کے داہنے ہاتھ	اور ہے اللہ	ہر چیز پر	نگہبانی کرنے والا

نوٹ۔1

نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے طلاق دینے کا سوال خاص طور پر اس زمانے میں اس لئے پیدا ہوا ہوگا جب سورہ نساء میں چار سے زیادہ شادیوں پر پابندی لگا دی گئی۔ اس حکم کی تعمیل میں طلاق کے واقعات بکثرت پیش آئے ہوں گے۔ اور طلاق دینے والوں نے زیادہ بہتر یہی سمجھا ہوگا کہ اپنی ان منکوحات کو طلاق دیں جن کی رخصتی ابھی نہیں ہوئی ہے۔ آیت 49 نے ان کے لئے مبنی بر عدل سہولت مہیا کر دی کہ ایسی عورتوں کے معاملہ میں عدت کے لحاظ کی ضرورت نہیں ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

سورہ کی مذکورہ آیت کے نزول کے بعد جن مسلمانوں کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں تھیں انہوں نے زائد بیویوں کو طلاق دے دی، لیکن نبی ﷺ سے کسی بیوی کو طلاق دینا ثابت نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے یہ ہے کہ اس وقت آپؐ کے نکاح میں چار ہی بیویاں تھیں۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ نے بی بی زینبؓ سے نکاح کیا تو مخالفین نے اعتراض کیا کہ آپؐ نے اپنے لئے الگ دوسروں کے لئے الگ شریعت بنا رکھی ہے۔ آیات 50 تا 52 میں اللہ تعالیٰ نے اس خاص اجازت کی وضاحت فرمائی جو ازواج کے معاملہ میں آپ ﷺ کو اللہ نے دی تھی۔ اس خاص اجازت کے نمایاں پہلو یہ ہیں۔ (1) وہ ازواج جن کے مہر آپ ﷺ ادا کر چکے وہ جائز کی گئیں۔ (2) غنیمت میں جو کنیزیں حاصل ہوں اگر آپ ﷺ ان میں سے کسی کو آزاد کر کے ان سے کاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ (3) آپ ﷺ کے قریبی رشتہ کی جن خواتین نے دین کی خاطر ہجرت کی ہے، ان میں سے کسی سے بھی آپ ﷺ نکاح کر سکتے ہیں۔ (4) اگر کوئی مومنہ خود کو ہبہ کر دے اور آپ ﷺ اس سے نکاح کرنا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ (5) یہ خصوصی اجازت تمام تر مصلحت دین کی خاطر ہیں اس لئے حقوق زوجیت کے معاملہ میں آپ ﷺ پر سے وہ پابندیاں اٹھالی گئیں جو دوسروں پر تھیں۔ (6) اس دائرے کے باہر آپ ﷺ کوئی نکاح نہیں کر سکتے۔ (7) ان ازواج سے دوسری ازواج بدل نہیں سکتے۔ (تدبر قرآن، ج6، ص248، 249)

یہ بات ملحوظ خاطر رہنی چاہئے کہ مذکورہ بالا وضاحت سے مقصود کفار و منافقین کو مطمئن کرنا نہیں 1543 تھا بلکہ ان مسلمانوں کو مطمئن کرنا تھا جن کے دلوں میں مخالفین اسلام وسوسے ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انہیں چونکہ یقین تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اس لئے ایک آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ چار بیویوں کے عام قانون سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم نے مستثنیٰ کیا ہے۔ اِنَّآ اَحۡلَلۡنَا لَکَ کا دوسرے الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے چار کی قید لگانے والے بھی ہم ہی ہیں۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قید سے مستثنیٰ کرنے والے بھی ہم خود ہیں۔ اگر وہ قید لگانے کے ہم مجاز تھے تو آخر اس استثناء کے مجاز ہم کیوں نہیں ہیں۔ (تفہیم القرآن)

بی بی زینبؓ بنت حجش سے نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو چار بیویاں تھیں وہ یہ ہیں۔ بی بی سودہؓ جن سے ۳ قبل ہجرت میں نکاح ہوا۔ بی بی عائشہؓ جن سے نکاح ۳ قبل ہجرت میں ہوا اور رخصتی ۱ھ میں ہوئی۔ بی بی حفصہؓ سے نکاح ۳ میں ہوا۔ بی بی ام سلمہؓ جن سے نکاح ۴ھ میں ہوا جبکہ بی بی خدیجہؓ اور بی بی زینبؓ بنت خزیمہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ کنیزوں میں غزوہ بنی قریظہ سے بی بی ریحانہؓ، غزوہ بنی مصطلق سے بی بی جویریہؓ اور غزوہ خیبر سے بی بی صفیہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں آئیں۔ ان تینوں کو آزاد کر کے آپؐ ان سے نکاح کیا۔ حکمران مصر کی طرف سے تحفہ میں آئی ہوئی بی بی ماریہ قبطیہؓ کو آزاد کر کے نکاح کرنا ثابت نہیں ہے۔ دین کی خاطر ہجرت کرنے والی کزن بہنوں میں سے بی بی اُم حبیبہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۷ھ میں نکاح فرمایا۔ خود کو ہبہ کرنے والی خواتین میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی میمونہؓ سے 7ھ میں نکاح کیا لیکن ان کی خواہش اور مطالبہ کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مہر عطا فرمایا۔ (تفہیم القرآن اور تدبر قرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (8 تا 13)

ترجمہ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	لَا تَدۡخُلُوۡا	بُیُوۡتَ النَّبِیِّ	اِلَّآ اَنۡ یُّؤۡذَنَ	لَکُمۡ
اے لوگو! جو ایمان لائے	تم لوگ داخل مت ہو	ان نبیؐ کے گھروں میں	سوائے اس کے کہ اجازت دی جائے	تمہیں

اِلٰی طَعَامٍ	غَیۡرَ نٰظِرِیۡنَ	اِنٰىهُ ۙ	وَلٰکِنۡ اِذَا	دُعِیۡتُمۡ	فَادۡخُلُوۡا
کھانے کی طرف	بغیر دیکھنے والے ہوتے ہوئے	اس کے تیار ہونے کو	اور لیکن جب	بلایا جائے تم لوگوں کو	تو داخل ہو

فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ	فَانۡتَشِرُوۡا	وَلَا مُسۡتَاۡنِسِیۡنَ	لِحَدِیۡثٍ ؕ	اِنَّ	ذٰلِکُمۡ
پھر جب کھالو تم لوگ	تو اِبکھر جاؤ	اور نہ سننے کی خواہش کرنے والے	کسی بات کے لئے	بیشک	یہ (رویہ)

کَانَ یُؤۡذِیۡ	النَّبِیَّ	فَیَسۡتَحۡیٖ	مِنۡکُمۡ	وَاللّٰهُ لَا یَسۡتَحۡیٖ	مِنَ الۡحَقِّ ؕ
تکلیف دیتا ہے	ان نبیؐ کو	تو وہ حیا کرتے ہیں	تم لوگوں سے	اور اللہ حیا نہیں کرتا	حق (کہنے) سے

وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ	مَتَاعًا	فَسۡـَٔلُوۡهُنَّ	مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ	ذٰلِکُمۡ	اَطۡهَرُ
اور جب کبھی تم لوگ مانگو ان (ازواجؓ) سے	کوئی سامان	تو مانگو ان سے	پردہ کے پیچھے سے	یہ	زیادہ پاکیزہ

لِقُلُوۡبِکُمۡ	وَقُلُوۡبِهِنَّ ؕ	وَمَا کَانَ لَکُمۡ	اَنۡ تُؤۡذُوۡا	رَسُوۡلَ اللّٰهِ
تمہارے دلوں کے لئے	اور ان کے دلوں کے لئے	اور (جائز) نہیں ہے تمہارے لئے	کہ تم لوگ تکلیف دو	اللہ کے رسولؐ کو

وَلَآ اَنۡ تَنۡكِحُوۡۤا	اَزۡوَاجَهٗ	مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ	اَبَدًا ؕ	اِنَّ	ذٰلِكُمۡ	كَانَ 1543	عِنۡدَ اللّٰهِ
اور نہ (جائز ہے) کہ تم لوگ نکاح کرو	ان ؐ کی بیویوں سے	ان کے بعد	کبھی بھی	بیشک	یہ (بات)	ہے	اللہ کے یہاں

عَظِيۡمًا ﴿۵۳﴾	اِنۡ تُبۡدُوۡا	شَيۡـئًا	اَوۡ تُخۡفُوۡهُ	فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ	بِكُلِّ شَىۡءٍ	عَلِيۡمًا ﴿۵۴﴾
بہت بڑی	اگر تم لوگ ظاہر کرو	کوئی چیز	یا خفیہ رکھو اس کو	تو بیشک اللہ ہے	ہر چیز کا	علم رکھنے والا

نوٹ۔1

نبی ﷺ کسی تقریب پر صحابہ کرامؓ کو اپنے ہاں کھانے پر بلاتے رہتے۔ایسے مواقع پر آپؐ ایسے لوگوں کو بھی تالیفِ قلب کی خاطر بلاتے جو مبتلائے نفاق تھے۔اور اگر نہ بھی بلاتے تو بھی ان میں سے بعض بن بلائے مہمان بن کر خود ہی پہنچ جاتے۔اول تو یہ لوگ وقت سے پہلے جا کر بیٹھ جاتے اور کھانے کے بعد بھی باتوں میں لگے بیٹھے رہتے۔اس سے آپؐ کو تکلیف پہنچتی لیکن آپؐ مروت کے سبب سے نظر انداز فرماتے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس باب میں واضح ہدایات دیں۔اللہ تعالیٰ نے اس مرحلہ پر بھی منافقین کا پردہ نہیں اٹھانا چاہا اس لئے عام صیغے میں بات کی ہے۔ہدایات یہ ہیں۔(1) گھروں میں اجازت کے بغیر داخل مت ہو۔(2) دعوت میں بن بلائے مت جاؤ۔(3) وقت سے پہلے مت جاؤ۔(4) جب کھا چکو تو وہاں سے منتشر ہو جاؤ۔(تدبر قرآن سے ماخوذ)

یہ ہدایات اس عام حکم کی تمہید ہیں جو تقریباً ایک سال بعد سورہ نور کی آیت 27 تا 29 میں دیا گیا۔قدیم زمانے میں اہل عرب بے تکلف ایک دوسرے کے گھروں میں چلے جاتے تھے۔یہ جاہلانہ طریقہ بہت سی خرابیوں کا موجب تھا۔اس لئے پہلے نبی ﷺ کے گھروں میں یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ کوئی شخص آپ ﷺ کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہو پھر سورہ نور میں اس قاعدے کو تمام مسلمانوں کے گھروں میں رائج کرنے کا حکم دے دیا گیا۔(تفہیم القران)

آیت نمبر 55 تا 58

ترجمہ:

لَا جُنَاحَ	عَلَيۡهِنَّ	فِىۡۤ اٰبَآئِهِنَّ	وَلَاۤ اَبۡنَآئِهِنَّ	وَلَاۤ اِخۡوَانِهِنَّ
کوئی گناہ نہیں ہے	ان خواتین پر	اپنے باپوں (کے سامنے ہونے) میں	اور نہ اپنے بیٹوں میں	اور نہ اپنے بھائیوں میں

وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِهِنَّ	وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ	وَلَا نِسَآئِهِنَّ	وَلَا مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُنَّ ۚ
اور نہ اپنے بھائیوں کے بیٹوں میں	اور نہ اپنی بہنوں کے بیٹوں میں	اور نہ اپنی خواتین میں	اور نہ ان میں جن کے مالک ہوئے ان کے داہنے ہاتھ

وَاتَّقِيۡنَ اللّٰهَ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ كَانَ	عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ	شَهِيۡدًا ﴿۵۵﴾	اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۤئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ
اور تم خواتین اللہ کا تقویٰ اختیار کرو	یقیناً اللہ ہے	ہر چیز پر	ہمیشہ موجود رہنے والا	بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں

عَلَى النَّبِىِّ ؕ	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا	صَلُّوۡا	عَلَيۡهِ	وَسَلِّمُوۡا	تَسۡلِيۡمًا ﴿۵۶﴾
ان نبی ! پر	اے لوگو! جو ایمان لائے	تم لوگ درود بھیجو	اُن پر	اور سلامتی کی دعا کرو	جیسا سلامتی کی دعا کرنے کا حق ہے

اِنَّ الَّذِيۡنَ	يُؤۡذُوۡنَ	اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ	لَعَنَهُمُ اللّٰهُ	فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ
بیشک جو لوگ	تکلیف دیتے ہیں	اللہ کو اور اس کے رسول کو	لعنت کی ان پر اللہ نے	دنیا اور آخرت میں

وَاَعَدَّ لَهُمْ	عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٥٧﴾	وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ 1543
اوراس نے تیار کیا ان کے لئے	ایک ذلیل کرنے والا عذاب	اور جولوگ تکلیف دیتے ہیں	مومن مردوں کو

وَالْمُؤْمِنٰتِ	بِغَيْرِ مَا	اكْتَسَبُوْا	فَقَدِ احْتَمَلُوْا	بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٥٨﴾ ع
اور مومن عورتوں کو	اس کے بغیر جو	انہوں نے کمایا	تو انہوں نے بوجھ اٹھایا ہے	بہتان اور کھلے گناہ کا

نوٹ۔1

ازواج مطہرات کے گھروں میں دوسرے کے داخل ہونے پر جو پابندی عائد کی گئی ہے اس سے جو لوگ مستثنٰی تھے۔ آیت۔55۔ میں ان کا ذکر ہے پھر سورہ نور کی آیت۔31۔ میں اسے مسلمانوں کے لئے عام کیا گیا۔

آیت۔56۔ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو لوگ نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں وہ آپ ﷺ پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ اللہ اور اس کے فرشتوں کی ہمنوائی کر کے وہ خود اپنے آپ کو سزاوار رحمت بناتے ہیں۔ جہاں تک نبی ﷺ کا تعلق ہے، جب آپ ﷺ کو اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائیں حاصل ہیں تو وہ دوسروں کی دعاؤں کے محتاج نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنا مرضِ نفاق کا علاج ہے۔ یہاں جس محل میں درود وسلام کی ہدایت فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ منافقوں کی طرح نبی ﷺ کو ایذاء پہنچانے کے بجائے اہل ایمان کی نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنا چاہئے۔ اس سے یہ بات واضح طور پر نکلتی ہے کہ جو لوگ درود کا اہتمام رکھتے ہیں ان کے اندر نفاق راہ نہیں پا سکتا۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آیت۔53 میں تھا کہ مومنوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کو دکھ دیں۔ اب آیت۔57۔ میں بتایا کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو دکھ دینے سے کیا مراد ہے؟ اس پر اگر سوچا جائے تو ہر سنت کی خلاف ورزی بھی ایذارسول بنتی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی فارسی میں سیرت پر ایک کتاب ''مدارج النبوۃ'' ہے۔ اس میں ایک باب میں انہوں نے حضور ﷺ کی محبت سے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ محبت ایک مخفی حقیقت ہے وہ دیکھی نہیں جاسکتی۔ البتہ اس کا اظہار اعمال سے ہوتا ہے۔ اگر یہ دیکھنا ہو کہ کس کے دل میں محبت رسول کتنی ہے تو اس کے اعمال دیکھو۔ پھر اس ضمن میں انہوں نے بیس نکات بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو کسی مسلمان کو دکھ دیتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے دل میں رسول ﷺ کی کوئی محبت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے دل میں رسول ﷺ کا لحاظ ہوتا یا حیا ہوتی تو وہ امت کے کسی آدمی کو دکھ نہ دیتا۔ (حافظ احمد یار صاحب کے کیسٹ سے ماخوذ)

آیت نمبر (59 تا 62)

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ	لِّاَزْوَاجِكَ	وَبَنٰتِكَ	وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ	يُدْنِيْنَ
اے نبی! آپ کہہ دیجئے	اپنی بیویوں سے	اور اپنی بیٹیوں سے	اور مومنوں کی عورتوں سے	تو وہ قریب کرلیں گی

عَلَيْهِنَّ	مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط	ذٰلِكَ	اَدْنٰٓى	اَنْ يُّعْرَفْنَ	فَلَا يُؤْذَيْنَ ط
اپنے اوپر	اپنی اُڑھنیوں میں سے	یہ	زیادہ بہتر ہے	کہ وہ پہچانی جائیں	نتیجۃً وہ ستائی نہ جائیں گی
وَكَانَ اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾	لَئِنْ	لَّمْ يَنْتَهِ	الْمُنٰفِقُوْنَ
اور ہے اللہ	بے انتہا بخشنے والا	ہمیشہ رحم کرنے والا	بیشک اگر	باز نہ آئے	منافق لوگ

وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	وَّالْمُرْجِفُوْنَ	فِي الْمَدِيْنَةِ	لَنُغْرِيَنَّكَ
اور وہ لوگ جن کے دلوں میں	کوئی روگ ہے	اور افواہ پھیلانے والے	مدینہ میں	تو ہم لازماً حاوی کر دیں گے آپؐ کو
بِهِمْ	ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ	فِيْهَآ	اِلَّا قَلِيْلًا ۝٦٠	مَّلْعُوْنِيْنَ
ان پر	پھر یہ لوگ پڑوسی نہیں رہیں گے آپؐ کے	اس (مدینہ) میں	مگر تھوڑا سا (عرصہ)	لعنت کئے ہوئے

اَيْنَمَا	ثُقِفُوْٓا	اُخِذُوْا	وَقُتِّلُوْا	تَقْتِيْلًا ۝٦١	سُنَّةَ اللّٰهِ
جہاں کہیں	پائے جائیں	تو پکڑے جائیں	اور قتل کئے جائیں	جیسا قتل کئے جانے کا حق ہے	(آپؐ پائیں گے) اللہ کی سنت
فِي الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ قَبْلُ	وَلَنْ تَجِدَ	لِسُنَّةِ اللّٰهِ	تَبْدِيْلًا ۝٦٢
ان لوگوں میں جو	گزرے	اس سے پہلے	اور آپؐ ہرگز نہیں پائیں گے	اللہ کی سنت میں	کوئی تبدیلی

نوٹ۔1

پردے کا حکم دینے کے ساتھ اس کی علت بھی بیان کر دی گئی ہے اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ اس ٹکڑے سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ایک وقتی تدبیر تھی جو شریر لوگوں کی شرارت سے مسلمان خواتین کو محفوظ رکھنے کے لئے اختیار کی گئی تھی اور اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اول تو احکام جتنے بھی نازل ہوئے ہیں سب محرکات کے تحت ہی نازل ہوئے ہیں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ محرکات نہ ہوں تو وہ احکام کالعدم ہو جائیں گے۔ (تدبر قرآن)

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اب وہ حالات نہیں رہے، اُن کی بات اس حد تک تو درست ہے کہ حالات واقعی بہت زیادہ تبدیل ہو چکے ہیں، لیکن وہ لوگ اس سے جو تاثر دیتے ہیں کہ وہ حالات نہیں رہے تو وہ ''شرارت'' بھی نہیں رہی، یہ تاثر نہ صرف غلط ہے بلکہ درحقیقت فریب دہی کی ایک دانشورانہ کوشش ہے، کسی پر اگر دانشوری کا بھوت نہیں سوار ہے تو وہ تعصب کی عینک اتار کر دیکھ لے کہ جب دنیا کے مہذب ممالک میں پردے کا رواج تھا، اس وقت ان ممالک میں جنسی جرائم کا کیا ریکارڈ تھا اور اب جبکہ دنیا کے انتہائی مہذب ممالک نے پردے کا رواج ختم کر کے سر پر رومال لینے کو بھی غیر قانونی قرار دے دیا ہے تو ان ممالک میں جنسی جرائم کا کیا ریکارڈ ہے۔ اس طرح اس کی سمجھ میں آجائے گا کہ حالات کی تبدیلی نے کیا رخ اختیار کیا ہے اور وہ ''شرارت'' اب کتنی گھناؤنی ہو گئی ہے۔

آیت نمبر (63تا68)

ترجمہ:

يَسْـَٔلُكَ	النَّاسُ	عَنِ السَّاعَةِ	قُلْ	اِنَّمَا	عِلْمُهَا
پوچھتے ہیں آپؐ سے	لوگ	اس گھڑی (قیامت) کے بارے میں	آپؐ کہئے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	اس کا علم

عِنْدَ اللّٰهِ	وَمَا يُدْرِيْكَ	لَعَلَّ	السَّاعَةَ	تَكُوْنُ	قَرِيْبًا ۝٦٣	اِنَّ اللّٰهَ
اللہ کے پاس ہے	اور آپؐ کیا جانیں	شاید	وہ گھڑی	ہو	نزدیک	بیشک اللہ نے

لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ	وَاَعَدَّ لَهُمْ	سَعِيْرًا ۝٦٤	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا
لعنت کی کافروں پر	اور اس نے تیار کی ان کے لئے	شعلوں والی آگ	ہمیشہ رہنے والے	اس میں	دائمی طور پر
لَا يَجِدُوْنَ	وَلِيًّا	وَّلَا نَصِيْرًا ۝٦٥	يَوْمَ تُقَلَّبُ	وُجُوْهُهُمْ	فِي النَّارِ
وہ لوگ نہیں پائیں گے	کوئی کارساز	اور نہ کوئی مددگار	جس دن الٹے پلٹے جائیں گے	ان کے چہرے	آگ میں

يَقُوْلُوْنَ	يٰلَيْتَنَآ	اَطَعْنَا اللّٰهَ	وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾	وَقَالُوْا	1543 رَبَّنَآ
(تب) وہ لوگ کہیں گے	اے کاش	ہم اطاعت کرتے اللہ کی	اور اطاعت کرتے ان رسول کی	اور کہیں گے	اے ہمارے رب

اِنَّآ اَطَعْنَا	سَادَتَنَا	وَ كُبَرَآءَنَا	فَاَضَلُّوْنَا	السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾
بیشک ہم نے اطاعت کی	اپنے سرداروں کی	اور اپنے بڑوں کی	تو ان لوگوں نے بکا دیا ہم کو	راستے سے

رَبَّنَآ	اٰتِهِمْ	ضِعْفَيْنِ	مِنَ الْعَذَابِ	وَالْعَنْهُمْ	لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ ع
اے ہمارے رب	تو دے ان کو	دوگنا	عذاب میں سے	اور تو لعنت بھیج ان پر	جیسے بڑی لعنت بھیجنے کا حق ہے

نوٹ۔1

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ فعل اَدْرٰ۔ یُدْرِیْ سے جن چیزوں کے لئے فعل ماضی اَدْرٰ آیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کے متعلق جانتے تھے۔ اور جن چیزوں کے لئے فعل مضارع یُدْرِیْ آیا ہے آپؐ ان کے متعلق نہیں جانتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ مَآ اَدْرٰكَ میں مَآ اَدْرٰكَ میں اَدْرٰ کو اگر فعل ماضی مانا جائے تو ترجمہ ہوگا آپؐ کیا جانیں یعنی آپؐ کو نہیں معلوم لیکن اس کو فعل تعجب مانا جائے تو ترجمہ ہوگا آپؐ کتنا جاننے والے ہیں، یعنی آپؐ خوب جانتے ہیں، لیکن فعل مضارع یُدْرِیْ کو فعل تعجب نہیں مانا جا سکتا۔ اس لئے اس کا ایک ہی ترجمہ ممکن ہے کہ آپؐ کیا جانیں یعنی آپؐ نہیں جانتے۔ (حافظ احمد یار صاحب مرحوم)

حافظ صاحب کا کیسٹ سن کر میں نے پھر معجم سے چیک کیا تو معلوم ہوا کہ مَآ اَدْرٰكَ قرآن مجید میں۔ 13۔ جگہ آیا ہے۔ اور جن چیزوں کے لئے آیا ہے وہ یہ ہیں۔ اَلْحَآقَّةُ (69۔3)۔ سَقَرُ (74۔27)۔ يَوْمُ الْفَصْلِ۔ (77۔14) يَوْمُ الدِّيْنِ (دو مرتبہ۔ 82۔17/18) سِجِّيْنٌ۔ (83۔8) عِلِّيُّوْنَ۔ (83۔19) اَلطَّارِقُ (86۔2)۔ اَلْعَقَبَةُ۔ (90۔12) لَيْلَةُ الْقَدْرِ (97۔2)۔ اَلْقَارِعَةُ (101۔3) هَاوِيَةٌ (101۔8) (101۔9/5) اَلْحُطَمَةُ۔ (104۔19)۔ ظاہر ہے کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا گیا بلکہ ان میں سے اکثر کا آپؐ کو شب معراج میں مشاہدہ بھی کرایا گیا۔ فعل مضارع یُدْرِیْ قرآن مجید میں تین جگہ آیا ہے۔ زیر مطالعہ آیت۔ 63۔ کے علاوہ 42/17۔ اور 80/3 میں۔

نوٹ۔2

آیت۔ 67 میں سَادَتَنَا اور كُبَرَآءَنَا کے دو لفظ آئے ہیں۔ سادۃ سے مراد تو ظاہر ہے کہ لیڈر اور سردار ہیں اور کُبَرَاء سے مراد ان کے خاندانی اور مذہبی پیشوا ہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی آنکھ بند کر کے اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو حق و باطل میں امتیاز کے لئے عقل عطا فرمائی ہے۔ اس وجہ سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اس کسوٹی سے کام لے۔ جو اس سے کام لے گا، اگر وہ کہیں ٹھوکر بھی کھائے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو سہارا دے اور معاف فرمائے لیکن جو آنکھیں بند کر کے اپنی باگ دوسروں کے ہاتھ میں پکڑا دے گا اس کا حشر وہی ہوگا جو یہاں بیان ہوا ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر 69 تا 73

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	اٰذَوْا	مُوْسٰى	فَبَرَّاَهُ
اے لوگو! جو ایمان لائے	تم لوگ مت ہو جانا	انکی مانند جنہوں نے	ستایا	موسیٰ کو	تو بری قرار دیا ان کو

اللّٰهُ	مِمَّا	قَالُوْا ط	وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ	وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اللہ نے	اس سے جو	انہوں نے کہا	اور وہ تھے اللہ کے نزدیک	بلند رتبہ	اے لوگو! جو ایمان لائے

اتَّقُوا اللّٰهَ	وَقُوْلُوْا	قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ﴿٧٠﴾	يُّصْلِحْ	لَكُمْ	1543 اَعْمَالَكُمْ
تم لوگ تقویٰ اختیار کرو اللہ کا	اور کہو	ٹھیک بات	تو وہ اصلاح کرے گا	تمہارے لئے	تمہارے اعمال کی

وَيَغْفِرْ لَكُمْ	ذُنُوْبَكُمْ ؕ	وَمَنْ يُّطِعِ	اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	فَقَدْ فَازَ
اور وہ بخش دے گا تمہارے لئے	تمہارے گناہوں کو	اور جو اطاعت کرتا ہے	اللہ کی اور اس کے رسول کی	تو وہ کامیاب ہو گیا ہے

فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾	اِنَّا عَرَضْنَا	الْاَمَانَةَ	عَلَى السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَالْجِبَالِ
جیسے عظیم کامیابی کا حق ہے	بیشک ہم نے پیش کیا	اس امانت کو	آسمانوں پر	اور زمین پر	اور پہاڑوں پر

فَاَبَيْنَ	اَنْ يَّحْمِلْنَهَا	وَاَشْفَقْنَ	مِنْهَا	وَحَمَلَهَا	الْاِنْسَانُ ؕ
تو سب نے انکار کیا	کہ وہ اٹھائیں اس کو	اور وہ سب ڈر گئے	اس سے	اور اٹھایا اس کو	انسان نے

اِنَّهٗ كَانَ	ظَلُوْمًا	جَهُوْلًا ۙ﴿٧٢﴾	لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ	الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ
بیشک وہ ہے	بہت ظلم کرنے والا	بڑا نادان	تاکہ عذاب دے اللہ	منافق مردوں اور منافق عورتوں کو

وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ	وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ	وَكَانَ اللّٰهُ	غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٣﴾ ع
اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو	اور تاکہ توبہ قبول کرے اللہ	مومن مردوں اور مومن عورتوں کی	اور ہے اللہ	بے انتہا بخشنے والا رحم والا

نوٹ۔1

شاہ عبدالقادرؒ نے آیات۔70۔71۔ کا جو ترجمہ کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدھی بات کا عادی ہونے پر اصلاح اعمال کا جو وعدہ ہے وہ صرف دینی اعمال ہی نہیں ہیں بلکہ دنیا کے سب کام بھی اس میں داخل ہیں۔ جو شخص قولِ سدید کا عادی ہو جائے یعنی جھوٹ نہ بولے، سوچ سمجھ کر بات کرے، کسی کو فریب نہ دے، دل خراش بات نہ کرے، اس کے اعمالِ آخرت بھی درست ہو جائیں گے اور دنیا کے کام بھی بن جائیں گے۔ شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ یہ ہے ''کہو بات سیدھی کہ سنوار دے تم کو تمہارے کام۔''

(منقول از معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔72۔ میں امانت سے مراد خلافت ہے جو قرآن مجید کی رو سے انسان کو زمین میں عطا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اطاعت و معصیت کی جو آزادی بخشی ہے، اور اس آزادی کو استعمال کرنے کے لئے اسے اپنی بے شمار مخلوقات پر تصرف کے جو اختیارات عطا کئے ہیں، ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان اپنے اختیاری اعمال کا ذمہ دار قرار پائے اور اپنے صحیح طرزِ عمل پر اجر کا اور غلط طرزِ عمل پر سزا کا مستحق بنے۔ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر اسے خلافت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہاں اسی کے لئے امانت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ امانت کتنی اہم اور بارِ گراں ہے، اس کا تصور دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آسمان اور زمین اپنی ساری عظمت کے باوجود اور پہاڑ اپنی زبردست جسامت کے باوجود اس کے اٹھانے کی ہمت نہ رکھتے تھے مگر انسان نے اپنی ذرا سی جان پر یہ بوجھ اٹھا لیا ہے۔ (تفہیم القرآن)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة سبا (34)

آیت نمبر (1 تا 5)

ترجمہ:

اَلۡحَمۡدُ	لِلّٰهِ الَّذِىۡ	لَهٗ	مَا فِى السَّمٰوٰتِ	وَمَا فِى الۡاَرۡضِ
تمام شکروسپاس	اس اللہ کے لئے ہے	جس کے لئے ہی ہے	وہ جو آسمانوں میں ہے	اوروہ جو زمین میں ہے

وَلَهُ الۡحَمۡدُ	فِى الۡاٰخِرَةِ ؕ	وَهُوَ	الۡحَكِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ①	يَعۡلَمُ	مَا يَلِجُ
اوراس کے لئے ہی تمام شکروسپاس ہے	آخرت میں (بھی)	اوروہ ہی	حکمت والا ہے باخبر ہے	وہ جانتا ہے	اس کو جو گھستا ہے

فِى الۡاَرۡضِ	وَمَا يَخۡرُجُ	مِنۡهَا	وَمَا يَنۡزِلُ	مِنَ السَّمَآءِ	وَمَا يَعۡرُجُ فِيۡهَا ؕ
زمین میں	اوراس کو جو نکلتا ہے	اس میں سے	اوراس کو جو اترتا ہے	آسمان سے	اوراس کو جو چڑھتا ہے اس میں

وَهُوَ الرَّحِيۡمُ	الۡغَفُوۡرُ ②	وَقَالَ الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا	لَا تَاۡتِيۡنَا	السَّاعَةُ ؕ
اوروہ ہی رحم کرنے والا ہے	بے انتہا بخشنے والا ہے	اور کہاان لوگوں نے جنہوں نے	انکار کیا	نہیں آئے گی ہمارے پاس	وہ گھڑی (قیامت)

قُلۡ بَلٰى	وَرَبِّىۡ	لَتَاۡتِيَنَّكُمۡ ۙ	عٰلِمِ الۡغَيۡبِ ۚ	لَا يَعۡزُبُ
آپؐ کہئے کیوں نہیں	میرے اس رب کی قسم	وہ لازماً آئے گی تم لوگوں کے پاس	جو عالم الغیب ہے	پوشیدہ نہیں ہوتی

عَنۡهُ	مِثۡقَالُ ذَرَّةٍ	فِى السَّمٰوٰتِ	وَلَا فِى الۡاَرۡضِ	وَلَاۤ اَصۡغَرُ
اس سے	کسی ذرہ کے ہم وزن (چیز)	آسمانوں میں	اورنہ زمین میں	اورنہ چھوٹی (چیز)

مِنۡ ذٰلِكَ	وَلَاۤ اَكۡبَرُ	اِلَّا	فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ③ ۙ	لِّيَجۡزِىَ
اس سے	اورنہ بڑی	مگر (یہ کہ)	(وہ سب) ایک واضح کتاب میں ہیں	تاکہ وہ بدلہ دے

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمۡ	مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ④
ان لوگوں کو جوایمان لائے	اورعمل کئے نیکیوں کے	یہ لوگ ہیں	جن کے لئے ہے	مغفرت اورباعزت روزی

وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡ	فِىۡۤ اٰيٰتِنَا	مُعٰجِزِيۡنَ	اُولٰٓئِكَ
اورجن لوگوں نے بھاگ دوڑ کی	ہماری آیات (احکام) میں	(ان کو) عاجز کرنے والے ہوتے ہوئے	یہ لوگ ہیں

لَهُمۡ	عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ ⑤
جن کے لئے ہے	گندگی میں سے ایک دردناک عذاب

نوٹ۔1

آیت۔5۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کافر تو ہو مگر دین حق کے مقابلے میں عناد ومخالفت کی روش بھی اختیار نہ کرے، وہ عذاب سے تو نہ بچے گا مگر بدترین عذاب اس کے لئے نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (6 تا 9)

م ز ق

(ن)۔ض	مَزْقًا	کسی چیز کو پھاڑ دینا۔
تفعیل	تَمْزِيْقًا	ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دینا۔ پراگندہ کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔7۔
	مُمَزَّقٌ	اسم المفعول ہے۔ بکھیرا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت۔7۔

ترکیب

(آیت۔6) يَرَى کا فاعل اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ہے جبکہ اَلَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اس کا مفعول اول ہے اور هُوَ الْحَقَّ اس کا مفعول ثانی ہے۔ اگر یہ خبر ہوتا تو اَلْحَقُّ آتا۔ اس کی نصب بتا رہی ہے کہ یہ يَرَى کا مفعول ہے۔ اس پر لام جنس ہے اور هُوَ ضمیر فاصل ہے (آیت۔7) كُلَّ کی نصب کی وجہ سے كُلَّ مُمَزَّقٍ کو مُزِّقْتُمْ کا مفعول مطلق مانا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں مُمَزَّقٍ مصدر ہوگا اور ترجمہ اس لحاظ سے ہوگا۔ قاعدہ یہ ہے کہ ابواب مزید فیہ کے اسم المفعول ظرف کے طور پر بھی آتے ہیں اور مصدر میمی کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ كُلَّ کی نصب حال ہونے کی وجہ سے بھی مانی جاسکتی ہے۔ ایسی صورت میں مُمَزَّقٍ اسم المفعول ہی رہے گا اور ترجمہ اس لحاظ سے ہوگا۔ ہم دوسری صورت کو ترجیح دیں گے۔ (آیت۔8) اَفْتَرٰى میں ہمزہ استفہام کا ہے اور ہمزہ الوصل لکھنے میں بھی گر گیا ہے یعنی یہ دراصل اَاِفْتَرٰى ہے۔

ترجمہ:

وَيَرَى	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ	الَّذِيْٓ	اُنْزِلَ اِلَيْكَ	مِنْ رَّبِّكَ
اور دیکھتے ہیں	وہ لوگ جن کو	دیا گیا	علم	اس کو جو	اتارا گیا آپؐ کی طرف	آپؐ کے رب (کی طرف) سے

هُوَ الْحَقَّ ۙ	وَيَهْدِيْٓ	اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۞6
(وہ پاتے ہیں اس کو ہی) کل حق	اور وہ رہنمائی کرتا ہے	حمد کئے ہوئے بالا دست کے راستے کی طرف

وَقَالَ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	هَلْ نَدُلُّكُمْ	عَلٰى رَجُلٍ	يُّنَبِّئُكُمْ
اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے	انکار کیا	کیا ہم رہنمائی کریں تم لوگوں کی	ایک ایسے شخص پر جو	خبر دیتا ہے تم لوگوں کو

اِذَا مُزِّقْتُمْ	كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ	اِنَّكُمْ	لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۞7
(کہ) جب بکھیر دیئے جاؤ گے تم لوگ	بالکل ریزہ ریزہ کئے ہوئے	تو بیشک تم لوگ	ضرور ایک نئی مخلوق میں (زندہ) ہوگے

اَفْتَرٰى	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اَمْ بِهٖ	جِنَّةٌ ۭ	بَلِ الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ
کیا اس نے گھڑا	اللہ پر	کوئی جھوٹ	یا اس کے ساتھ	کوئی جنون ہے	بلکہ وہ لوگ جو	ایمان نہیں لاتے

بِالْاٰخِرَةِ	فِي الْعَذَابِ	وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۞8	اَفَلَمْ يَرَوْا	اِلٰى مَا
آخرت پر	عذاب میں	اور دور والی گمراہی میں ہیں	تو کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا	اس کی طرف جو

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	وَمَا خَلْفَهُمْ	مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ	اِنْ نَّشَاْ
ان کے سامنے ہے	اور جو ان کے پیچھے ہے	آسمان اور زمین سے	اگر ہم چاہتے

نَخۡسِفۡ بِهِمُ	الۡاَرۡضَ	اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَيۡهِمۡ	1543 كِسَفًا
تو ہم دھنسا دیتے ان کو	زمین میں	یا ہم گرا دیتے ان پر	کوئی ٹکڑا
مِّنَ السَّمَآءِ ؕ	اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ۹
آسمان سے	بیشک اس میں	یقیناً ایک نشانی ہے	ہر رجوع کرنے والے بندے کے لئے

نوٹ۔1

آیت۔6۔ میں اَلَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ میں اہل کتاب بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں اور صحیفوں کے علم کو محفوظ رکھا اور وہ اہل عرب بھی شامل ہیں جو بت پرستی عام ہو جانے کے باوجود اس سے کنارہ کش رہے اور دین ابراہیمی پر قائم رہے، جن کو حنفَاءُ کہا جاتا تھا۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (10 تا 14)

س ر د

(ن۔ض) سَرۡدًا کسی سخت چیز کو سینا۔ چمڑا سینا۔ لوہے کی کڑیاں جوڑنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 11۔

ج ف ن

(ن) جَفۡنًا بڑے بڑے پیالوں میں کھلانا۔

جَفۡنَةٌ ج جِفَانٌ۔ بڑا پیالہ۔ لگن۔ طشت۔ (زیر مطالعہ آیت۔13)

ترکیب

(آیت۔10) اَلطَّيۡرَ اگر اَلطَّيۡرُ ہوتا تو اس کو يٰجِبَالُ پر عطف مانا جا سکتا تھا لیکن اس پر نصب ہونے کی وجہ سے اس سے پہلے کوئی فعل محذوف ماننا ہوگا جو کہ كَذٰلِكَ اَمَرۡنَا یا حَكَمۡنَا ہو سکتا ہے، اَلطَّيۡرَ پر لام جنس ہے اس لئے اس کا ترجمہ جمع میں ہوگا۔ اَلَنَّا دراصل اَلۡيَنۡنَا (مادہ ل ی ن۔ باب افعال) تھا۔ قاعدے کے مطابق یَا گر گئی اور نُوۡن کا ادغام ہو گیا تو اَلَنَّا استعمال ہوا۔ (آیت۔12) اَلرِّيۡحَ کی نصب بتا رہی ہے کہ اس سے پہلے فعل سَخَّرۡنَا محذوف ہے۔ (آیت۔13) مادہ ''ج و ب'' سے لفظ جَوَابٌ بنتا ہے جو اردو میں عام مستعمل ہے اور قرآن مجید میں بھی چار جگہ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖ کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے لیکن اس آیت میں كَالۡجَوَابِ وہ لفظ جَوَابٌ نہیں ہے بلکہ جَوَابٍ ہے۔ مادہ ''ج ب ی'' سے اسم الفاعل جَابِيَةٌ آتا ہے۔ اس کی جمع اصلاً تو جَوَابِیٌ ہے جو قاعدہ کے مطابق تبدیل ہو کر حالت رفع اور حالت جر دونوں میں جَوَابٍ آتی ہے۔ جَوَابٌ اور جَوَابٍ میں تمیز کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسی آیت میں كَالۡجَوَابِ کو جَوَابٌ مان کر ترجمہ کریں تو معنی نہیں بنیں گے اور جَوَابٍ مان کر ترجمہ کریں تو مفہوم واضح ہو جائے گا۔ یہ بھی نوٹ کر لیں کہ جَوَابٍ قرآن مجید میں صرف ایک مرتبہ اسی آیت میں آیا ہے۔

ترجمہ:

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا	دَاوٗدَ	مِنَّا	فَضۡلًا ؕ	يٰجِبَالُ	اَوِّبِىۡ
اور بیشک ہم دے چکے	داؤدؑ کو	اپنے پاس سے	ایک فضیلت	اے پہاڑو	ہمنوائی کرو

مَعَهٗ	وَالطَّيۡرَ ۚ	وَاَلَنَّا	لَهُ	الۡحَدِيۡدَ ۙ ۱۰	اَنِ اعۡمَلۡ
انؑ کے ساتھ	اور (ہم نے یہی حکم دیا) پرندوں کو	اور ہم نے نرم کیا	انؑ کے لئے	لوہے کو	کہ آپؑ عمل کریں (یعنی بنائیں)

سٰبِغٰتٍ	وَّقَدِّرْ	فِي السَّرْدِ	وَاعْمَلُوْا	صَالِحًا ؕ	1543 اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
زرہیں	آپؑ اندازے مقرر کریں	کڑیاں بنانے میں	اور تم سب عمل کرو	نیک	بیشک میں اس کو جو تم لوگ کرتے ہو

بَصِيْرٌ ⑪	وَلِسُلَيْمٰنَ	الرِّيْحَ	غُدُوُّهَا	شَهْرٌ	وَّرَوَاحُهَا
دیکھنے والا ہوں	اور (ہم نے مسخر کیا) سلیمانؑ کے لئے	ہوا کو	اس کا صبح کو چلنا	ایک مہینہ تھا	اور اس کا شام کو واپس ہونا

شَهْرٌ ۚ	وَاَسَلْنَا	لَهٗ	عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ	وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ	يَّعْمَلُ	بَيْنَ يَدَيْهِ
ایک مہینہ تھا	اور ہم نے پگھلایا	انؑ کے لئے	تانبے کے چشمے کو	اور جنوں میں سے وہ بھی تھے جو	عمل کرتے تھے	ان کے سامنے

بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ	وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ	عَنْ اَمْرِنَا	نُذِقْهُ	مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫
ان کے رب کی اجازت سے	اور جو پھرتا ان میں سے	ہمارے حکم سے	تو ہم چکھا دیتے اس کو	بھڑکتی آگ کے عذاب میں سے

يَعْمَلُوْنَ	لَهٗ	مَا يَشَآءُ	مِنْ مَّحَارِيْبَ	وَتَمَاثِيْلَ	وَجِفَانٍ
وہ سب عمل کرتے تھے	انؑ کے لئے	جو وہ چاہتے	جیسے محرابیں	اور مجسمے	اور طشت

كَالْجَوَابِ	وَقُدُوْرٍ	رّٰسِيٰتٍ ؕ	اِعْمَلُوْٓا	اٰلَ دَاوٗدَ	شُكْرًا ؕ
تالاب کی مانند	اور دیگیں	جمی ہوئی (اپنی جگہ پر)	عمل کرو	اے داوٗدؑ کے پیروکارو	شکر گزاری کا

وَقَلِيْلٌ	مِّنْ عِبَادِيَ	الشَّكُوْرُ ⑬	فَلَمَّا	قَضَيْنَا	عَلَيْهِ الْمَوْتَ	مَا دَلَّهُمْ
اور تھوڑے ہیں	میرے بندوں میں سے	شکر کرنے والے	پھر جب	ہم نے فیصلہ کیا	ان پر موت کا	تو رہنمائی نہیں کی ان کی

عَلٰى مَوْتِهٖٓ	اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ	تَاْكُلُ	مِنْسَاَتَهٗ ۚ	فَلَمَّا خَرَّ	تَبَيَّنَتِ	الْجِنُّ
ان کی موت پر	مگر زمین کے کیڑے نے	وہ کھاتا تھا	انؑ کی لاٹھی کو	پھر جب وہ گر پڑے	تو معلوم کیا	جنوں نے

اَنْ لَّوْ	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ	الْغَيْبَ	مَا لَبِثُوْا	فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ⑭
کہ اگر	وہ جانتے ہوتے	غیب کو	تو وہ نہ ٹھہرتے	ذلیل کرنے والے اس عذاب میں

نوٹ۔1

حضرت داوٗدؑ کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح لوہے کے استعمال کا فن تعلیم فرمایا جس سے انہوں نے اپنی بری قوت میں اضافہ کیا۔ اسی طرح حضرت سلیمانؑ کو ہوا کے کنٹرول کرنے کا فن عطا فرمایا جس سے انہوں نے اپنے بحری بیڑے کو اس قدر ترقی دی کہ ان کے بحری جہاز مہینوں کا سفر بے روک ٹوک جاری رکھتے۔ (تدبر قرآن) بائبل اور جدید تاریخی تحقیقات سے اس پر جو روشنی پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنے دور حکومت میں بڑے پیمانے پر بحری تجارت کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ ایک طرف عصیون جابر سے ان کے تجارتی جہاز بحر احمر میں یمن اور دوسرے ممالک کی طرف جاتے تھے اور دوسری طرف بحر روم کی بندگاہوں سے ان کا بیڑہ (جسے بائبل میں ترسیسی بیڑہ کہا گیا ہے) مغربی ممالک کی طرف جایا کرتا تھا۔ (تفہیم القرآن، ج3، ص176)

نوٹ۔2

آیت۔13۔ میں لفظ تماثیل استعمال ہوا ہے جو تمثال کی جمع ہے۔ تمثال عربی میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی قدرتی شئے

کے مشابہ بنائی جائے قطع نظراس سے کہ وہ کوئی انسان یا حیوان، کوئی درخت ہو یا پھول یا دریا یا کوئی دوسری بے جان چیز۔اس لئے قرآن مجید کے اس بیان سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت سلیمانؑ کے لئے جو تماثیل بنائی جاتی تھیں 1543 وہ ضرور انسانوں اور حیوانوں کی تصاویر یا ان کے مجسمے ہی ہوں، ہوسکتا ہے کہ وہ پھول پتیاں، قدرتی مناظر اور مختلف قسم کے نقش و نگار ہوں جن سے حضرت سلیمانؑ نے اپنی عمارتوں کو آراستہ کرایا ہو، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے انبیاء اور ملائکہ کی تصویریں بنوائی تھیں۔ یہ باتیں ان مفسرین نے بنی اسرائیل کی روایت سے اخذ کیں اور پھر ان کی توجیہ یہ کی کہ پچھلی شریعتوں میں اس قسم کی تصویریں بنانا ممنوع نہ تھا۔ حالانکہ حضرت سلیمانؑ جس شریعت موسوی کے پیرو تھے اس میں بھی انسانی اور حیوانی تصاویر اور مجسمے اسی طرح حرام تھے جس طرح شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حرام ہیں۔ دراصل بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو حضرت سلیمانؑ سے جو عداوت تھی اس کی بنا پر انہوں نے انؑ پر شرک، بت پرستی، جادوگری اور دیگر الزامات لگائے۔ اس لئے ان کی روایات پر اعتماد کر کے ایک جلیل القدر پیغمبر کے بارے میں کوئی ایسی بات قبول نہیں کی جاسکتی جو خدا کی بھیجی ہوئی شریعت کے خلاف پڑتی ہو۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (15 تا 21)

ع ر م

(س۔ک) عَرَامَةً: شوخ ہونا۔ شدید ہونا

عَرِمٌ: صفت ہے۔ شوخ۔ شدید۔ زیر مطالعہ آیت۔16۔

خ م ط

(س) خَمْطًا: کسی چیز کی بو یعنی مہک میں تغیر آ جانا۔

خَمْطٌ: کھٹی یا کڑوی چیز۔ زیر مطالعہ آیت۔16۔

ء ث ل

(ک) اَثَالَةً: زمین میں یا شرافت میں جڑ پکڑنا

اَثْلٌ: ایک خاردار درخت جس کا پھل کھانے کے قابل نہیں ہوتا، اسے بکریاں کھاتی ہیں۔ اردو میں اسے جھاؤ کا درخت کہتے ہیں۔ زیر مطالعہ آیت۔16۔

س د ر

(ن۔ض) سَدْرًا: بالوں کو لٹکانا

سِدْرٌ: بیری کا درخت۔ زیر مطالعہ آیت۔16۔

اَلسِّدْرَةٌ: بیری کا مخصوص درخت۔ عرش الٰہی کے داہنی جانب بیری کا درخت جو ملائکہ کی پہنچ کی آخری حد ہے۔ ﴿اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝۱۶﴾ (53/النجم:16) ''جو چھایا بیری کے درخت پر وہ جو چھایا۔''

ترجمہ:

لَقَدْ كَانَ	لِسَبَاٍ	فِيْ مَسْكَنِهِمْ	اٰيَةٌ	جَنَّتٰنِ
بیشک ہو چکی	(قوم) سبا کے لئے	ان کے رہنے کی جگہ (یعنی بستی) میں	ایک نشانی	دو باغات تھے

عَنۡ يَّمِيۡنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ	كُلُوۡا	مِنۡ رِّزۡقِ رَبِّكُمۡ	وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ	1543 بَلۡدَةٌ طَيِّبَةٌ
داہنے اور بائیں سے	تم لوگ کھاؤ	اپنے رب کے رزق میں سے	اور شکر کرو اس کا	(تمہارا شہر) ایک پاکیزہ شہر ہے
وَّ رَبٌّ غَفُوۡرٌ ﴿۱۵﴾	فَاَعۡرَضُوۡا	فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ	سَيۡلَ الۡعَرِمِ	وَبَدَّلۡنٰهُمۡ
اور (تمہارا رب) بے انتہا بخشنے والا رب ہے	پھر ان لوگوں نے اعراض کیا	تو ہم نے بھیجا ان پر	شدت کا سیلاب	ہم نے بدلے میں دیا ان کو
بِجَنَّتَيۡهِمۡ	جَنَّتَيۡنِ	ذَوَاتَىۡ اُكُلٍ خَمۡطٍ	وَّ اَثۡلٍ	وَّ شَىۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِيۡلٍ ﴿۱۶﴾
ان کے دو باغات کے بدلے	دو ایسے باغات جو	کڑوے پھل والے تھے	اور جھاؤ کے درخت والے	اور تھوڑی سی چیز والے بیری میں سے
ذٰلِكَ جَزَيۡنٰهُمۡ	بِمَا كَفَرُوۡا ؕ	وَهَلۡ نُجٰزِىۡۤ	اِلَّا الۡـكَفُوۡرَ ﴿۱۷﴾	وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمۡ
یہ ہم نے بدلہ دیا ان کو	اس کے سبب سے جو انہوں نے ناشکری کی	اور ہم سزا نہیں دیتے	مگر بہت ہی ناشکرے کو	اور ہم نے بنائیں ان کے درمیان
وَبَيۡنَ الۡقُرَى الَّتِىۡ	بٰرَكۡنَا فِيۡهَا	قُرًى ظَاهِرَةً	وَّقَدَّرۡنَا فِيۡهَا	السَّيۡرَ ؕ
اور ان بستیوں کے درمیان	ہم نے برکت دی جن میں	کچھ نظر آنے والی بستیاں	اور ہم نے مقرر کیں ان میں (منزلیں)	سفر کرنے کے لئے
سِيۡرُوۡا فِيۡهَا	لَيَالِىَ	وَاَيَّامًا	اٰمِنِيۡنَ ﴿۱۸﴾	فَقَالُوۡا رَبَّنَا
تم لوگ سفر کرو ان میں	راتوں کے وقت	اور دنوں کے وقت	امن میں ہونے والے ہوتے ہوئے	پھر ان لوگوں نے کہا اے ہمارے رب
بٰعِدۡ	بَيۡنَ اَسۡفَارِنَا	وَظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ	فَجَعَلۡنٰهُمۡ	اَحَادِيۡثَ
تو دور کر دے (فاصلے)	ہمارے سفروں کے درمیان	اور انہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر	ہم نے بنا دیا ان کو	افسانے
وَمَزَّقۡنٰهُمۡ	كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ	اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّـكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ ﴿۱۹﴾
اور ہم نے بکھیر دیا ان کو	بالکل ریزہ ریزہ کئے ہوئے	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ہر ثابت قدم رہنے والے شکر کرنے والے کے لئے

وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ	اِبۡلِيۡسُ	ظَنَّهٗ	فَاتَّبَعُوۡهُ	اِلَّا فَرِيۡقًا	مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۰﴾
اور بیشک سچ کر دکھایا ان پر	ابلیس نے	اپنے گمان کو	تو انہوں نے پیروی کی اس کی	سوائے ایک ایسے فریق کے جو	ایمان لانے والوں سے تھا
وَمَا كَانَ لَهٗ	عَلَيۡهِمۡ	مِّنۡ سُلۡطٰنٍ	اِلَّا لِنَعۡلَمَ	مَنۡ	يُّؤۡمِنُ
اور نہیں تھا اس کے لئے	ان پر	کوئی بھی اختیار	سوائے اس کے کہ ہم جان لیں	اس کو جو	ایمان لاتا ہے

بِالۡاٰخِرَةِ	مِمَّنۡ هُوَ	مِنۡهَا	فِىۡ شَكٍّ ؕ	وَرَبُّكَ	عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ	حَفِيۡظٌ ﴿۲۱﴾ ع
آخرت پر	ان میں سے جو کہ وہی	اس (آخرت) سے	شک میں ہے	اور آپ کا رب	ہر چیز پر	نگران ہے

نوٹ۔1

برکت والی بستیوں سے مراد شام اور فلسطین کا علاقہ ہے جن کے ساتھ اہل سبا کے تجارتی تعلقات تھے۔ نمایاں بستیوں سے مراد وہ بستیاں ہیں جو تجارتی شاہراہ پر آباد تھیں اور وہ ان کے لئے منزلوں کا کام دیتی تھیں۔ یہاں یہ حقیقت ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسائشوں کے اہتمام کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ اس حقیقت کا بیان ہے کہ اس دنیا میں انسان کو جو کچھ بھی حاصل ہوتا ہے وہ اللہ کے فضل ہی سے ملتا ہے۔ لیکن انسان اپنی ناشکری کے باعث اسے اپنی سعی اور تدبیر کا کرشمہ سمجھنے لگتا ہے۔ اس زمانے کی عام گمراہی کا اصل سبب بھی یہی ہے اور سائنس کی ایجادات نے اس میں اضافہ کر دیا ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب زوال نعمت کا دور شروع ہوا تو سبا کے مختلف قبیلے وطن چھوڑ کر عرب کے مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ غسانیوں نے اردن اور شام کا رخ کیا۔ اوس اور خزرج یثرب (مدینہ) میں جا بسے۔ اسی طرح باقی قبائل بھی عرب کے مختلف علاقوں میں نکل گئے۔ حتیٰ کہ سبا نام کی کوئی قوم ہی دنیا میں باقی نہ رہی۔ صرف اس کا ذکر افسانوں میں رہ گیا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

آیت۔20۔ میں اشارہ ابلیس کے اس گمان کی طرف ہے جس کا اظہار اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کے وقت کیا تھا۔ اس وقت اس نے یہ کہا تھا کہ میں اولادِ آدم پر اس طرح گھیرے ڈالوں گا کہ ان کی اکثریت تیری جگہ میری پیروی کرے گی اور تو ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہیں پائے گا۔ (الاعراف۔ 17) یہاں اس کا حوالہ دینے سے مقصود اس کے انجام کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جواب دیا تھا کہ جو تیری پیروی کریں گے میں ان سب کو جہنم میں بھر دونگا۔ آگے آیت۔۲۱۔ میں بتا دیا کہ شیطان کو لوگوں پر یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ جس کو چاہے گمراہ کر دے۔ اس کو صرف اس بات کی مہلت ملی ہے کہ وہ لوگوں کو بدی کے راستہ کی دعوت دے سکتا ہے اور یہ مہلت اس کو اس لئے دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا امتحان کرنا چاہتا ہے کہ کون آخرت پر ایسا مضبوط ایمان رکھتا ہے کہ شیطان کے بہکائے میں نہیں آتا اور کون شک میں مبتلا ہو کر اس کے بہکاوے میں آجاتا ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (22 تا 30)

ترجمہ:

قُلِ	ادۡعُوا	الَّذِيۡنَ	زَعَمۡتُمۡ	مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۚ	لَا يَمۡلِكُوۡنَ
آپؐ کہئے	تم لوگ پکارو	ان لوگوں کو جن پر	تم لوگوں نے زعم کیا	اللہ کے علاوہ	وہ لوگ مالک نہیں ہیں

مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ	فِى السَّمٰوٰتِ	وَلَا فِى الۡاَرۡضِ	وَمَا لَهُمۡ	فِيۡهِمَا
کسی ذرہ کے ہم وزن (چیز) کے	آسمانوں میں	اور نہ ہی زمین میں	اور نہیں ہے ان لوگوں کے لئے	ان دونوں (جگہوں) میں

مِنۡ شِرۡكٍ	وَّمَا لَهٗ	مِنۡهُمۡ	مِّنۡ ظَهِيۡرٍ ۝۲۲
کوئی بھی شراکت	اور نہیں ہے اس (اللہ تعالیٰ) کے لئے	ان لوگوں میں سے	کوئی بھی مدد کرنے (ہاتھ بٹانے) والا
وَلَا تَنۡفَعُ	الشَّفَاعَةُ	عِنۡدَهٗۤ	اِلَّا لِمَنۡ
اور نفع نہیں دیتی	شفاعت	اس کے پاس	سوائے اس کے لئے
اَذِنَ	لَهٗ ؕ	حَتّٰٓى اِذَا	فُزِّعَ
اس نے اجازت دی	جس کے لئے	یہاں تک کہ جب	دہشت دور کر دی جائے گی

عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ	قَالُوۡا	مَاذَا ۙ قَالَ	رَبُّكُمۡ ؕ	قَالُوا	الۡحَقَّ ۚ
ان کے دلوں سے	تو کہیں گے	کیا کہا	تمہارے رب نے	وہ لوگ کہیں گے	(اس نے کہا) حق ہی
وَهُوَ الۡعَلِىُّ	الۡكَبِيۡرُ ۝۲۳	قُلۡ	مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ	مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ	قُلِ
اور وہ ہی بلند ہے	بڑا ہی	آپؐ کہئے	کون رزق دیتا ہے تم لوگوں کو	آسمانوں اور زمین سے	آپؐ کہہ دیجئے

اللّٰہُ	وَاِنَّآ	اَوْ اِيَّاكُمْ	لَعَلٰى هُدًى	1543 اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾
(وہ) اللہ ہی ہے	اور بیشک ہم لوگ	یا تم لوگ	ضرور ہدایت پر ہیں	یا کسی کھلی گمراہی میں ہیں

قُلْ	لَّا تُسْـَٔلُوْنَ	عَمَّآ	اَجْرَمْنَا	وَلَا نُسْـَٔلُ	عَمَّا
آپؐ کہئے	تم لوگوں سے نہیں پوچھا جائے گا	اس کے بارے میں جو	ہم نے جرم کیا	اور ہم سے نہیں پوچھا جائے گا	اس کے بارے میں جو

تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾	قُلْ	يَجْمَعُ	بَيْنَنَا	رَبُّنَا	ثُمَّ يَفْتَحُ
تم لوگ کرتے ہو	آپؐ کہئے	جمع کرے گا	ہمارے مابین (سب کو)	ہمارا رب	پھر وہ فیصلہ کرے گا

بَيْنَنَا	بِالْحَقِّ ؕ	وَهُوَ الْفَتَّاحُ	الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾	قُلْ
ہمارے درمیان	حق کے ساتھ	اور وہی سارے فیصلے کرنے والا	سب کچھ جاننے والا ہے	آپؐ کہئے

اَرُوْنِيَ	الَّذِيْنَ	اَلْحَقْتُمْ	بِهٖ	شُرَكَآءَ
تم لوگ دکھاؤ مجھے	وہ لوگ جن کو	تم لوگوں نے جوڑ دیا	اس کے ساتھ	بطور شریک کے

كَلَّا ؕ	بَلْ هُوَ اللّٰهُ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾	وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ	اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ
ہرگز نہیں	بلکہ وہ ہی اللہ ہے	بالادست ہے	حکمت والا ہے	اور ہم نے نہیں بھیجا آپؐ کو	مگر سارے کے سارے لوگوں کے لئے

بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا	وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾
خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا ہوتے ہوئے	اور لیکن لوگوں کی اکثریت	جانتی نہیں

وَيَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا الْوَعْدُ	اِنْ كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾	قُلْ	لَّكُمْ
اور وہ لوگ کہتے ہیں	کب ہے	وہ وعدہ	اگر تم لوگ ہو	سچ کہنے والے	آپؐ کہئے	تم لوگوں کے لئے

مِّيْعَادُ يَوْمٍ	لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ	عَنْهُ	سَاعَةً	وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع
ایک ایسے دن کا وعدہ ہے	تم لوگ پیچھے نہیں رہو گے	جس سے	ایک گھڑی (لمحہ بھر) بھی	اور نہ آگے ہو گے

نوٹ۔1

آیت۔23۔ میں حکم ربانی کے نزول کے وقت جو فرشتوں کا مدہوش ہو جانا پھر آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کرنے کا ذکر ہے، اس کا بیان بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے اس طرح آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان سے کوئی حکم نافذ فرماتے ہیں تو فرشتے خشوع وخضوع سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں (اور مدہوش جیسے ہو جاتے ہیں) جب ان کے دلوں سے ہیبت و جلال کا اثر دور ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ دوسرے کہتے ہیں فلاں حکم حق ارشاد فرمایا ہے۔

(معارف القرآن)

نوٹ۔2

زیر مطالعہ آیت۔28۔ سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ صرف اپنے ملک یا اپنے زمانے کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک پوری نوع بشر کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ یہی بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے۔ مثلاً الانعام۔197۔ الاعراف۔158۔الانبیاء107۔الفرقان۔1۔ وغیرہ یہی مضمون نبی ﷺ نے خود بھی بہت سی احادیث میں مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ہے۔ مثلا ارشاد ہے کہ میں کالے اور گورے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ میں عمومیت کے ساتھ تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں حالانکہ مجھ سے پہلے جو بھی نبی گزرا ہے وہ اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔

(تفہیم القرآن)

آیت نمبر 31 تا 33

ترجمہ:

وَقَالَ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَنْ نُّؤْمِنَ	بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ
اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے	انکار کیا	ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے	اس قرآن پر

وَلَا بِالَّذِيْ	بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ	وَلَوْ تَرٰٓى	اِذِ الظّٰلِمُوْنَ	مَوْقُوْفُوْنَ
اور نہ اس پر جو	اس کے آگے (پہلے) ہے	اور اگر آپ ﷺ دیکھتے	جب یہ ظلم کرنے والے	ٹھہرائے ہوئے ہوں گے

عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ	يَرْجِعُ	بَعْضُهُمْ	اِلٰى بَعْضِ	ۨالْقَوْلَ ۚ	يَقُوْلُ الَّذِيْنَ
اپنے رب کے پاس	لوٹائیں گے	ان کے کوئی	کسی کی طرف	بات کو	کہیں گے وہ لوگ جن کو

اسْتُضْعِفُوْا	لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا	لَوْلَآ اَنْتُمْ	لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝31
کمزور سمجھا گیا	ان سے جو بڑے بنے	اگر نہ ہوتے تم لوگ	تو ہم ضرور ہوتے ایمان لانے والے
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا	لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا	اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ	عَنِ الْهُدٰى
کہیں گے وہ جو بڑے بنے	ان سے جن کو کمزور سمجھا گیا	کیا ہم نے روکا تھا تم کو	ہدایت سے
بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ	بَلْ كُنْتُمْ	مُّجْرِمِيْنَ ۝32	وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا
اس کے بعد کہ جب وہ پہنچی تمہارے پاس	بلکہ تم لوگ تھے	جرم کرنے والے	اور کہیں گے وہ جن کو کمزور سمجھا گیا
لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا	بَلْ	مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ	اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ
ان سے جو بڑے بنے	(نہیں) بلکہ	دن اور رات کی (تمہاری) چالبازی	جب تم لوگ حکم دیتے تھے ہم کو

اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ	وَنَجْعَلَ لَهٗٓ	اَنْدَادًا ۭ	وَاَسَرُّوا	النَّدَامَةَ
کہ ہم انکار کریں اللہ (کے حکم) کا	اور ہم بنائیں اس کے	کچھ ہم پلہ	اور وہ چھپائیں گے	ندامت کو
لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ	وَجَعَلْنَا	الْاَغْلٰلَ	فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ۭ
جب وہ دیکھیں گے عذاب کو	اور ہم بنائیں (ڈالیں) گے	کچھ طوق	ان کی گردنوں میں جنہوں نے	کفر کیا

هَلْ يُجْزَوْنَ	اِلَّا مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝33
ان کو کیا بدلہ دیا جائے گا	سوائے اس کے جو	وہ لوگ عمل کرتے تھے

نوٹ۔1

آیت۔23۔ میں اَسَرُّو النَّدَامَةَ آیا ہے۔اس سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ سوال وجواب کے بعد جب وہ دیکھیں گے کہ سامنے عذاب کھڑا ہے تو سخت پشیمان ہوں گے۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا یہ عذر نہیں سنا جائے گا کہ وہ اپنے لیڈروں کی سازشوں کے سبب سے ہدایت کی پیروی سے محروم رہے، بلکہ ان کو عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔اس وقت ان کے سامنے یہ

بات کھل کر آ جائے گی کہ انہوں نے اپنے ضمیر کے خلاف اپنے لیڈروں کی پیروی کی۔ جو آدمی اپنے ضمیر کے خلاف کسی باطل کی پیروی کرتا ہے، جب اس کا نتیجہ سامنے آتا ہے تو اس کو صرف نتیجہ کی تلخی ہی سے سابقہ نہیں پڑتا بلکہ اپنے ضمیر کی لعنت سے بھی اسے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اس کی مصیبت دوچند ہو جاتی ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (34 تا 39)

ترجمہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا	فِیْ قَرْيَةٍ	مِّنْ نَّذِيْرٍ	اِلَّا قَالَ
اور ہم نے نہیں بھیجا	کسی بستی میں	کوئی بھی خبردار کرنے والا	سوائے اس کے کہ کہا

مُتْرَفُوْهَآ	اِنَّا بِمَآ	اُرْسِلْتُمْ	بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ۝۳۴	وَقَالُوْا
اس کے خوشحال لوگوں نے	بیشک ہم اس سے	تم بھیجے گئے	جس کے ساتھ	انکار کرنے والے ہیں	اور انہوں نے کہا

نَحْنُ اَكْثَرُ	اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا	وَّمَا نَحْنُ	بِمُعَذَّبِيْنَ ۝۳۵	قُلْ	اِنَّ رَبِّیْ
ہم زیادہ ہیں	بلحاظ مال اور اولاد کے	اور ہم نہیں ہیں	عذاب دیئے جانے والے	آپ ؐ کہئے	بیشک میرا رب

يَبْسُطُ الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَيَقْدِرُ	وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۶
کشادہ کرتا ہے رزق کو	اس کے لئے جس کے لئے	وہ چاہتا ہے	اور اندازے سے دیتا ہی	اور لیکن لوگوں کی اکثریت	جانتی نہیں ہے

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ	وَلَآ اَوْلَادُكُمْ	بِالَّتِیْ	تُقَرِّبُكُمْ	عِنْدَنَا	زُلْفٰٓی	اِلَّا مَنْ
اور نہیں ہیں تمہارے مال	اور نہ ہی تمہاری اولاد	وہ جو	نزدیک کردیں تم کو	ہمارے پاس	بلحاظ زیادہ قریب ہونے کے	مگر وہ جو

اٰمَنَ	وَعَمِلَ صَالِحًا	فَاُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	جَزَآءُ الضِّعْفِ	بِمَا
ایمان لایا	اور عمل کیا نیک	تو وہ لوگ ہیں	جن کے لئے ہے	دوگنے کا (دوہرا) بدلہ	بسبب اس کے جو

عَمِلُوْا	وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ	اٰمِنُوْنَ ۝۳۷	وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ	فِیْٓ اٰيٰتِنَا
انہوں نے عمل کیا	اور وہ لوگ بالاخانوں میں	امن میں ہونے والے ہیں	اور جو لوگ بھاگ دوڑ کرتے ہیں	ہماری نشانیوں میں

مُعٰجِزِيْنَ	اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ	مُحْضَرُوْنَ ۝۳۸	قُلْ اِنَّ رَبِّیْ
عاجز کرنے والے ہوتے ہوئے	وہ لوگ عذاب میں	حاضر کئے ہوئے ہوں گے	آپ ؐ کہئے بیشک میرا رب

يَبْسُطُ الرِّزْقَ	لِمَنْ يَّشَآءُ	مِنْ عِبَادِهٖ	وَيَقْدِرُ لَهٗ	وَمَآ اَنْفَقْتُمْ
کشادہ کرتا ہے رزق کو	جس کے لئے وہ چاہتا ہے	اپنے بندوں میں سے	اور اندازے سے دیتا ہے جس کے لئے (چاہے)	اور جو تم لوگ خرچ کرتے ہو

مِّنْ شَیْءٍ	فَهُوَ يُخْلِفُهٗ	وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۳۹
کوئی بھی چیز	تو وہ اس کا عوض دیتا ہے	اور وہ رزق دینے والوں کا بہترین ہے

نوٹ۔1

آیت۔39۔ کا مطلب یہ ہے کہ تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے تمہیں اس کا بدل دیتا ہے کبھی دنیا میں، کبھی آخرت میں اور کبھی دونوں جگہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز جب لوگ صبح میں داخل ہوتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور بخل کرنے والے کا مال ضائع کردے۔

(معارف القرآن)

آیت نمبر(40تا45)

ترجمہ:

وَيَوْمَ	يَحْشُرُهُمْ	جَمِيْعًا	ثُمَّ يَقُوْلُ	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اَهٰٓؤُلَآءِ	
اور جس دن	وہ اکٹھا کرے گا ان کو	سب کے سب کو	پھر وہ کہے گا	فرشتوں سے	کیا یہ لوگ	
اِيَّاكُمْ	كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝٤٠	قَالُوْا	سُبْحٰنَكَ	اَنْتَ	لِيُّنَا	
تم لوگوں کی ہی	بندگی کیا کرتے تھے	وہ سب کہیں گے	پاکیزگی تیری ہے	تو ہی	ہمارا کارساز ہے	
مِنْ دُوْنِهِمْ ج	بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ	الْجِنَّ ج	اَكْثَرُهُمْ	بِهِمْ	مُّؤْمِنُوْنَ ۝٤١	
ان کے بجائے	بلکہ یہ لوگ بندگی کرتے تھے	جنوں کی	ان کے اکثر	ان (جنوں) پر ہی	ایمان رکھنے والے تھے	
فَالْيَوْمَ	لَا يَمْلِكُ	بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ	نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط	وَنَقُوْلُ		
پس آج کے دن	اختیار نہیں رکھتا	تمہارا کوئی کسی کے لئے	کسی نفع کا اور نہ کسی تکلیف کا	اور ہم کہیں گے		
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	ذُوْقُوْا	عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ	كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝٤٢	وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ		
ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا	تم لوگ چکھو	اس آگ کے عذاب کو	تم لوگ جس کو جھٹلایا کرتے تھے	اور جب پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو		
اٰيٰتُنَا	بَيِّنٰتٍ	قَالُوْا	مَا هٰذَآ	اِلَّا رَجُلٌ	يُّرِيْدُ	اَنْ يَّصُدَّكُمْ
ہماری آیات	واضح ہوتے ہوئے	تو وہ لوگ کہتے ہیں	نہیں ہے یہ	مگر ایک ایسا مرد	جو ارادہ رکھتا ہے	کہ وہ روک دے تم لوگوں کو
عَمَّا	كَانَ يَعْبُدُ	اٰبَآؤُكُمْ ج	وَقَالُوْا	مَا هٰذَآ	اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ط	
ان سے جن کی	بندگی کرتے تھے	تمہارے باپ دادا	اور وہ کہتے ہیں	نہیں ہے یہ (قرآن)	مگر ایک گھڑا ہوا جھوٹ	
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لِلْحَقِّ	لَمَّا جَآءَهُمْ لا	اِنْ هٰذَآ	اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٤٣		
اور وہ لوگ کہتے ہیں جنہوں نے انکار کیا	حق کا	جب وہ آیا ان کے پاس	نہیں ہے یہ	مگر ایک کھلا جادو		
وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ	مِّنْ كُتُبٍ	يَّدْرُسُوْنَهَا	وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ	قَبْلَكَ		
اور ہم نے نہیں دیں ان لوگوں کو	کوئی بھی ایسی کتابیں	یہ لوگ سبق لیتے جن سے	اور ہم نے نہیں بھیجا ان کی طرف	آپ ؐ سے پہلے		
مِنْ نَّذِيْرٍ ۝٤٤ ط	وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ لا	وَمَا بَلَغُوْا	مِعْشَارَ مَآ		
کوئی بھی خبردار کرنے والا	اور جھٹلایا انہوں نے جو	ان سے پہلے تھے	اور یہ لوگ نہیں پہنچے	اس (مال و دولت) کے دسویں حصے کو جو		
اٰتَيْنٰهُمْ	فَكَذَّبُوْا	رُسُلِيْ قف	فَكَيْفَ كَانَ	نَكِيْرِ ع ۝٤٥		
ہم نے دیا ان (پہلوں) کو	تو انہوں نے جھٹلایا	میرے رسولوں کو	تو کیسی تھی	میری ناواقفیت		

نوٹ۔1

آیت۔41۔میں جن سے مراد شیاطین جن ہیں۔اورفرشتوں کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر تو یہ ہمارے 1543 نام لے کراوراپنے تخیلات کے مطابق ہماری صورتیں بنا کر گویا ہماری عبادت کرتے تھے،لیکن دراصل یہ ہماری نہیں بلکہ شیاطین کی بندگی کر رہے تھے،کیونکہ شیاطین ہی نے ان کو یہ راستہ دکھایا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا حاجت روا سمجھواوران کے آگے نذرونیاز پیش کرو۔اس سے معلوم ہوگیا کہ عبادت صرف پرستش اور پوجا پاٹ ہی کا نام نہیں ہے بلکہ کسی کے حکم پر چلنا اوراس کی بے چوں وچرا اطاعت کرنا بھی عبادت ہی ہے۔اس کے ساتھ ہی یہ آیت صریح طور پران لوگوں کے خیال کی غلطی واضح کردیتی ہے جو''جن'' کو پہاڑی علاقوں کے باشندوں یا دہقانوں کے معنی میں لیتے ہیں۔کیا کوئی صاحب عقل اس آیت کو پڑھ کر یہ تصور کرسکتا ہے کہ لوگ صحرائی،پہاڑی یا دیہاتی آدمیوں کی عبادت کیا کرتے تھےاوران ہی پر ایمان لائے ہوئے تھے۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر(46تا54)

ن و ش

(ن)	نَوْشًا	کسی چیز کو پکڑنا۔طلب کرنا۔
(تفاعل)	تَنَاوُشًا	کسی چیز کو پکڑ لینا۔حاصل کرلینا۔زیر مطالعہ آیت۔۵۲۔

ترجمہ:

قُلۡ	اِنَّمَاۤ	اَعِظُكُمۡ	بِوَاحِدَةٍ ۚ	اَنۡ تَقُوۡمُوۡا
آپؐ کہئے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	میں نصیحت کرتا ہوں تم لوگوں کو	ایک(بات)کی	کہ تم لوگ کھڑے ہو

لِلّٰهِ	مَثۡنٰى	وَفُرَادٰى	ثُمَّ تَتَفَكَّرُوۡا ۚ	مَا بِصَاحِبِكُمۡ	مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ
اللہ کے واسطے	دودو	اورایک ایک	پھرغوروفکرکرو	کیا تمہارے ساتھی کو	کسی بھی قسم کا کوئی جنون ہے

اِنۡ هُوَ	اِلَّا نَذِيۡرٌ	لَّكُمۡ	بَيۡنَ يَدَىۡ عَذَابٍ شَدِيۡدٍ ﴿۴۶﴾	قُلۡ	مَا سَاَلۡتُكُمۡ
نہیں ہے وہ	مگرایک خبردارکرنے والا	تم کو	ایک سخت عذاب سے پہلے	آپؐ کہئے	جو میں نے مانگا تم سے

مِّنۡ اَجۡرٍ	فَهُوَ لَكُمۡ ؕ	اِنۡ اَجۡرِىَ	اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ	وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ
کوئی بھی اجر	تو وہ تمہارے لئے ہے	نہیں ہے میرا اجر	مگر اللہ پر	اور وہ ہر چیز پر

شَهِيۡدٌ ﴿۴۷﴾	قُلۡ	اِنَّ رَبِّىۡ	يَقۡذِفُ	بِالۡحَـقِّ ۚ	عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ﴿۴۸﴾
موجودرہنے والا ہے	آپؐ کہئے	بیشک میرا رب	ڈالتا(القاکرتا)ہے	حق کو	(وہ)غیبوں کا خوب جاننے والا ہے

قُلۡ جَآءَ الۡحَـقُّ	وَمَا يُبۡدِئُ	الۡبَاطِلُ	وَمَا يُعِيۡدُ ﴿۴۹﴾	قُلۡ اِنۡ ضَلَلۡتُ
آپؐ کہئے آگیا حق	اورابتدا نہیں کرتے(تخلیق کی)	سارے باطل(غیراللہ)	اورنہ وہ دوبارہ لاتے ہیں(مخلوق کو)	آپؐ کہئے اگر میں بھٹک گیا

فَاِنَّمَاۤ	اَضِلُّ	عَلٰى نَفۡسِىۡ ۚ	وَاِنِ اهۡتَدَيۡتُ	فَبِمَا
تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	میں بھٹکتا ہوں	اپنے نفس پر(یعنی نفس کے سبب سے)	اوراگر میں نے ہدایت پائی	تو بسبب اس کے جو

يُوْحِيْٓ اِلَيَّ	رَبِّيْ ۭ	اِنَّهٗ	سَمِيْعٌ	قَرِيْبٌ ۝۵۰
وحی کرتا ہے میری طرف	میرا رب	بیشک وہ	سننے والا ہے	قریب ہے

وَلَوْ تَرٰٓي	اِذْ فَزِعُوْا	فَلَا فَوْتَ
اور اگر آپؐ دیکھتے	جب وہ لوگ دہشت زدہ ہوں گے	تو کوئی بھی بھاگ نکلنا نہیں ہوگا

وَاُخِذُوْا	مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝۵۱ۙ	وَّقَالُوْٓا	اٰمَنَّا بِهٖ ۚ	وَاَنّٰى لَهُمُ
اور وہ پکڑے جائیں گے	قریبی جگہ سے	اور وہ کہیں گے	ہم ایمان لائے اس پر	حالانکہ اب کہاں ہوگا ان کے لئے

التَّنَاوُشُ	مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝۵۲ۚۖ	وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ
حاصل کر لینا (مقبول ایمان کو)	(اتنی) دور والی جگہ سے	اس حال میں کہ وہ انکار کر چکے ہیں اس کا

مِنْ قَبْلُ ۚ	وَيَقْذِفُوْنَ	بِالْغَيْبِ	مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝۵۳	وَحِيْلَ
اس سے پہلے	اور وہ پھینکیں گے	غیب میں (اندھیرے ہیں)	دور والی جگہ سے	اور حائل کی جائے گی (رکاوٹ)

بَيْنَهُمْ	وَبَيْنَ مَا	يَشْتَهُوْنَ	كَمَا فُعِلَ
ان کے درمیان	اور اس کے درمیان جو	وہ لوگ چاہتے ہوں گے	اسکے مانند جو کیا گیا
بِاَشْيَاعِهِمْ	مِّنْ قَبْلُ ۭ	اِنَّهُمْ كَانُوْا	فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝۵۴ۧ
ان کی (ہم عقیدہ) جماعتوں کے ساتھ	اس سے پہلے	بیشک وہ لوگ تھے	ایک الجھا دینے والے شک میں

نوٹ۔1

آیت۔46۔ میں تحقیق حق کا ایک راستہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ دو۔ دو اور ایک ایک۔ یہاں کھڑے ہونے سے مراد حسی کھڑا ہونا نہیں بلکہ اس سے مراد کام کا پورا اہتمام کرنا ہے۔ قیام کے ساتھ لفظ لِلّٰہِ بڑھا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ خالص اللہ کی رضا کے لئے خالی الذہن ہو کر حق کی تلاش میں لگو۔ اور دو۔ دو یا ایک ایک میں کوئی خاص عدد مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ غور کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ ایک تنہائی میں خود غور کرنا دوسرا اپنے احباب و اکابر سے باہم بحث و تمحیص کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنا۔ ان دونوں طریقوں کو یا ان میں سے جو پسند ہو اس کو اختیار کرو۔ لفظ صَاحِبِكُمْ میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ تمہارے شہر کے رہنے والے اور دن رات کے تمہارے ساتھ ہیں جن کی کوئی حالت و کیفیت تم سے پوشیدہ نہیں ہے اور اس سے پہلے تم نے بھی کبھی ان پر جنون کا شبہ نہیں کیا۔ (معارف القرآن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ فاطر (35)

آیت نمبر (1 تا 4)

ترجمہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ	فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	جَاعِلِ الْمَلٰۗىِٕكَةِ	رُسُلًا
تمام شکر و سپاس اللہ کے لئے ہے	جو زمین اور آسمانوں کو وجود میں لانے والا ہے	جو فرشتوں کو بنانے والا ہے	پیغامبر

اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ	مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ	یَزِیۡدُ	1543 فِی الۡخَلۡقِ
جو پروں والے ہیں	دو دو اور تین تین اور چار چار	وہ زیادہ کرتا ہے	پیدا کرنے میں
مَا یَشَآءُ ؕ	اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ	قَدِیۡرٌ ①	مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ
جو وہ چاہتا ہے	بیشک اللہ ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے	جو کھول دے اللہ

لِلنَّاسِ	مِنۡ رَّحۡمَۃٍ	فَلَا مُمۡسِکَ	لَہَا ۚ	وَ مَا یُمۡسِکۡ ۙ
لوگوں کے لئے	کسی رحمت میں سے	تو کوئی بھی روکنے والا نہیں ہے	اس کو	اور جو وہ روک لے
فَلَا مُرۡسِلَ	لَہٗ	مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ	وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ	الۡحَکِیۡمُ ②
تو کوئی بھی بھیجنے والا نہیں ہے	اس کو	اس (روک) کے بعد	اور وہ ہی بالا دست ہے	حکمت والا ہے
یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ	اذۡکُرُوۡا	نِعۡمَتَ اللّٰہِ	عَلَیۡکُمۡ ؕ	ہَلۡ مِنۡ خَالِقٍ
اے لوگو!	تم لوگ یاد کرو	اللہ کی نعمت کو	اپنے اوپر	کیا کوئی بھی ایسا خالق ہے
غَیۡرُ اللّٰہِ	یَرۡزُقُکُمۡ	مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ	لَاۤ اِلٰہَ	اِلَّا ہُوَ ۫ۖ
اللہ کے علاوہ	جو رزق دیتا ہے تم لوگوں کو	آسمان اور زمین سے	کوئی بھی اِلٰہ نہیں ہے	مگر وہ

فَاَنّٰی	تُؤۡفَکُوۡنَ ③	وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ	فَقَدۡ کُذِّبَتۡ
تو کہاں سے	تم لوگ پھیرے جاتے ہو	اور اگر یہ لوگ جھٹلاتے ہیں آپ کو	تو جھٹلائے جا چکے ہیں
رُسُلٌ	مِّنۡ قَبۡلِکَ ؕ	وَ اِلَی اللّٰہِ	تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ④
رسول لوگ	آپؐ سے پہلے	اور اللہ ہی کی طرف	لوٹائے جائیں گے تمام معاملات

نوٹ۔1

ہمارے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ فرشتوں کے بازوؤں اور پروں کی کیفیت کیا ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے دوسرے الفاظ کے بجائے وہ لفظ استعمال فرمایا ہے جو انسانی زبان میں پرندوں کے بازوؤں کے لئے آتا ہے تو یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہماری زبان کا یہی لفظ اصل کیفیت سے قریب تر ہے۔ دو دو اور تین تین اور چار چار بازوؤں کے ذکر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف درجہ کی طاقتیں عطا فرمائی ہیں اور جس سے جیسی خدمت لینی مطلوب ہوتی ہے اس کو ویسی ہی سرعت رفتار اور قوت کار سے آراستہ فرمایا گیا ہے۔ (تفہیم القران)

آیت نمبر (5تا8)

ترجمہ:

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ	اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ	حَقٌّ	فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ	الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ٝ
اے لوگو!	یقیناً اللہ کا وعدہ	برحق ہے	تو ہرگز دھوکہ نہ دے تم لوگوں کو	دنیوی زندگی

وَ لَا یَغُرَّنَّکُمۡ	بِاللّٰہِ	الۡغَرُوۡرُ ⑤	اِنَّ الشَّیۡطٰنَ	لَکُمۡ عَدُوٌّ
اور ہرگز دھوکہ نہ دے تم لوگوں کو	اللہ کے بارے میں	وہ انتہائی دھوکے باز	بیشک شیطان	تمہارے لئے دشمن ہے

فَاتَّخِذُوْهُ	عَدُوًّا ؕ	اِنَّمَا يَدْعُوْا	حِزْبَهٗ	لِيَكُوْنُوْا	1543 مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ ۶
پس تم لوگ بناؤ (سمجھو) اس کو	دشمن (ہی)	وہ تو بس دعوت دیتا ہے	اپنے گروہ کو	تا کہ وہ سب ہو جائیں	آگ والوں میں سے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ۬	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جن لوگوں نے انکار کیا	ان کے لئے ایک سخت عذاب ہے	اور جو لوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے نیکیوں کے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ	وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۷ ع	اَفَمَنْ	زُيِّنَ لَهٗ	سُوْٓءُ عَمَلِهٖ	فَرَاٰهُ
ان کے لئے مغفرت ہے	اور بڑا اجر ہے	تو کیا وہ	سجایا گیا جس کے لئے	اس کے عمل کی برائی کو	تو اس نے دیکھا اس کو
حَسَنًا ؕ	فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ	مَنْ يَّشَآءُ	وَيَهْدِيْ	مَنْ يَّشَآءُ ۖ	فَلَا تَذْهَبْ
اچھا (بھلا)	تو بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے	اس کو جس کو وہ چاہتا ہے	اور وہ ہدایت دیتا ہے	اس کو جس کو وہ چاہتا ہے	پس چاہیے کہ نہ جائے

نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ	حَسَرٰتٍ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ	بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۸
آپؐ کی جان ان پر	حسرتیں کرتے ہوئے	بیشک اللہ جاننے والا ہے	اس کو جو یہ لوگ کاریگری کرتے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔8۔ میں اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا کے بعد جواب بر بنائے قرینہ محذوف ہے۔ اگر اس حذف کو کھول دیجئے تو پوری بات یوں ہوگی، کیا وہ جس کی نگاہوں میں اس کی بدعملی کھبا دی گئی ہے اور وہ اپنی بدی کو نیکی سمجھنے لگا ہے تم اس کو ہدایت دینے والے بن سکتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا ہدایت پانا سنتِ الٰہی کے خلاف ہے تو ایسے لوگوں کی فکر میں اپنے کو گھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کرنا چاہئے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (9 تا 11)

ترجمہ:

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ	اَرْسَلَ الرِّيٰحَ	فَتُثِيْرُ سَحَابًا	فَسُقْنٰهُ
اور اللہ وہ ہے جو	بھیجتا ہے ہواؤں کو	تو وہ اٹھاتی ہیں بادل کو	پھر ہم ہانک دیتے ہیں اس کو

اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ	فَاَحْيَيْنَا بِهِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ	كَذٰلِكَ	النُّشُوْرُ ۹
کسی مردہ شہر کی طرف	پھر ہم زندہ کرتے ہیں اس سے	زمین کو	اس کے مردہ ہو جانے کے بعد	اس طرح	دوبارہ زندہ ہونا ہے
مَنْ كَانَ يُرِيْدُ	الْعِزَّةَ	فَلِلّٰهِ	الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ	اِلَيْهِ يَصْعَدُ	الْكَلِمُ الطَّيِّبُ
جو ارادہ کرتا رہتا ہے	عزت (حاصل کرنے) کا	تو اللہ ہی کے لئے ہے	عزت ساری کی ساری	اس کی طرف ہی چڑھتا ہے	پاکیزہ کلام

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ	يَرْفَعُهٗ ؕ	وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ	السَّيِّاٰتِ	لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ
اور نیک عمل	بلند کرتا ہے اس کو	اور جو لوگ خفیہ تدبیر کرتے ہیں	برائیوں کی	ان کے لئے ایک سخت عذاب ہے
وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ	هُوَ يَبُوْرُ ۱۰	وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ	مِّنْ تُرَابٍ	ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ
اور ان لوگوں کی چالبازی	وہ ہی تباہ و برباد ہوگی	اور اللہ نے پیدا کیا تم کو	ایک مٹی سے	پھر ایک نطفہ سے

1543

ثُمَّ جَعَلَكُمْ	اَزْوَاجًا ؕ	وَمَا تَحْمِلُ	مِنْ اُنْثٰى	وَلَا تَضَعُ
پھراس نے بنایا تم کو	جوڑے جوڑے	اور نہیں اٹھاتی (حمل)	کوئی بھی مونث	اور نہ وہ جنتی ہے

اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ	وَمَا يُعَمَّرُ	مِنْ مُّعَمَّرٍ	وَّلَا يُنْقَصُ
مگر اس کے علم سے	اور عمر نہیں دی جاتی	کسی بھی عمر دیئے ہوئے کو	اور نہ کمی کی جاتی ہے

مِنْ عُمُرِهٖٓ	اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ	اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ	يَسِيْرٌ ⑪
اس کی عمر میں سے	سوائے اس کے کہ ایک کتاب میں (وہ لکھا) ہے	بیشک یہ اللہ پر	آسان ہے

نوٹ۔1 آیت۔9۔ میں آفاقی صداقت کا بیان ہے اس لئے اس میں افعال ماضی کا ترجمہ حال میں کیا گیا ہے۔(دیکھیں آیات۔2/49، نوٹ۔2) آیت۔10۔ میں مَنْ شرطیہ ہے اس لئے كَانَ يُرِيْدُ (ماضی استمراری) کا ترجمہ بھی حال میں ہوا ہے۔

نوٹ۔2 جولوگ عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ عزت تمام تر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اسی کے تعلق سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ اسے حاصل کرنے کا طریقہ یہ بتایا کہ بندوں کی طرف سے اللہ کی طرف عروج کرنے والی چیز کلمۂ طیب، یعنی کلمۂ ایمان ہے۔اس کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں جو خدا سے قربت کا ذریعہ بن سکے۔اس کلمۂ ایمان کو جو چیز رفعت بخشتی ہے وہ عمل صالح ہے۔عمل صالح کے بغیر کلمۂ ایمان مرجھا کے رہ جاتا ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ سے کلمۂ ایمان ہی مراد لیا ہے اور یہاں اس کے پہلو بہ پہلو عمل صالح کا ذکر خود اس بات کی شہادت ہے کہ اس سے کلمہ ایمان ہی مراد ہے۔فلسفۂ دین میں یہی کلمہ تمام علم و حکمت کی جڑ ہے اور یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ ایمان اور عمل صالح دونوں لازم و ملزوم ہیں۔جس طرح ایمان کے بغیر عمل کی کوئی بنیاد نہیں۔ اسی طرح عمل کے بغیر ایمان ایک بے جان شئے ہے۔(تدبر قرآن)

نوٹ۔3 آیت۔11۔کا جو حصہ وَمَا يُعَمَّرُ سے فِيْ كِتٰبٍ تک ہے، اس کا مفہوم جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو طویل عمر عطا فرماتے ہیں وہ پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔اسی طرح جس کی عمر کم رکھی جاتی ہے وہ بھی لوح محفوظ میں درج ہے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ کلام فرد واحد کے بجائے نوع انسانی کے متعلق ہے کہ اس کے کسی فرد کو طویل عمر دی جاتی ہے اور کسی کو اس سے کم۔

امام نسائی نے اس آیت کی تفسیر میں حدیث نقل کی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت اور عمر میں زیادتی ہو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی سے عمر بڑھ جاتی ہے۔مگر اس کا مطلب ایک دوسری حدیث نے خود واضح کر دیا ہے کہ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس (مضمون) کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (عمر تو اللہ کے نزدیک ایک ہی مقرر ہے) جب مقررہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو کسی شخص کو ذرہ بھی مہلت نہیں دی جاتی بلکہ عمر کے زیادہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اولاد صالح عطا فرما دیتا ہے۔وہ اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے۔یہ شخص نہیں ہوتا اور ان لوگوں کی دعائیں اس کو قبر میں ملتی رہتی ہیں۔یعنی مرنے کے بعد بھی ان کو وہ فائدہ پہنچتا رہتا ہے جو خود زندہ رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔اس طرح گویا اس کی عمر بڑھ گئی۔خلاصہ یہ ہے کہ جن احادیث میں بعض اعمال کے متعلق یہ آیا ہے کہ ان سے عمر بڑھ جاتی ہے اس سے مراد عمر کی برکت کا بڑھنا ہے۔(معارف القرآن)

آیت نمبر (12 تا 14)

ترجمہ:

وَمَا يَسْتَوِي	الْبَحْرٰنِ ۖ	هٰذَا	عَذْبٌ	فُرَاتٌ	سَآئِغٌ	شَرَابُهٗ
اور برابر نہیں ہوتے	دونوں سمندر	یہ	میٹھا ہے	نہایت شیریں ہے	خوشگوار ہے	اس کا پینا

وَهٰذَا	مِلْحٌ	اُجَاجٌ ؕ	وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ	لَحْمًا طَرِيًّا	وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ
اور یہ	کھاری ہے	نہایت کڑوا ہے	اور ہر ایک میں سے تم لوگ کھاتے ہو	کچھ تازہ گوشت	اور نکالتے ہو

حِلْيَةً	تَلْبَسُوْنَهَا ۚ	وَتَرَى الْفُلْكَ	فِيْهِ	مَوَاخِرَ
ایک ایسا زیور	تم لوگ پہنتے ہو جس کو	اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو	اس میں	پانی چیرنے والیاں ہوتی ہوئے

لِتَبْتَغُوْا	مِنْ فَضْلِهٖ	وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝	يُوْلِجُ الَّيْلَ	فِي النَّهَارِ
تا کہ تم لوگ تلاش کرو	اس کے فضل میں سے (روزی)	اور شاید کہ تم لوگ شکر کرو	وہ گھساتا ہے رات کو	دن میں

وَيُوْلِجُ النَّهَارَ	فِي الَّيْلِ ۙ	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ	كُلٌّ يَّجْرِيْ
اور وہ گھساتا ہے دن کو	رات میں	اور اس نے مسخر کیا	سورج کو اور چاند کو	ہر ایک رواں دواں ہے

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ	ذٰلِكُمُ اللّٰهُ	رَبُّكُمْ	لَهُ	الْمُلْكُ ؕ	وَالَّذِيْنَ
خاتمے کے ایک مقررہ وقت کے لئے	یہ اللہ	تم لوگوں کا رب ہے	اس کے لئے ہی ہے	کل بادشاہت	اور وہ لوگ جن کو

تَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	مَا يَمْلِكُوْنَ	مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ ۝	اِنْ تَدْعُوْهُمْ
تم لوگ پکارتے ہو	اس کے علاوہ	وہ اختیار نہیں رکھتے	کھجور کی گٹھلی پر جھلی جتنا بھی	اگر تم لوگ پکارو گے ان کو

لَا يَسْمَعُوْا	تَدْعُوْهُمْ ۚ	وَلَوْ سَمِعُوْا	مَا اسْتَجَابُوْا	لَكُمْ ؕ
تو وہ نہیں سنیں گے	تمہاری پکار کو	اور اگر سنیں گے	تو جواب نہیں دیں گے	تمہارے لئے

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	يَكْفُرُوْنَ	بِشِرْكِكُمْ ؕ	وَلَا يُنَبِّئُكَ	مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ ع
اور قیامت کے دن	وہ لوگ انکار کریں گے	تمہارے شرک کا	اور خبر نہیں دے گا آپ کو (کوئی)	خبر رکھنے والے کی طرح

نوٹ۔ 1

آیت۔ 14۔ کا مطلب یہ ہے کہ یہ بت یا بعض انبیاء یا فرشتے جن کو تم مصیبت کے وقت پکارو گے تو اولاً یہ تمہاری بات سن ہی نہ سکیں گے، کیونکہ بتوں میں تو سننے کی صلاحیت ہے ہی نہیں، انبیاء اور فرشتوں میں اگرچہ صلاحیت ہے مگر نہ وہ ہر جگہ موجود ہیں اور نہ ہر ایک کے کلام کو سنتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اگر بالفرض وہ سن بھی لیں تو پھر بھی وہ تمہاری درخواست پوری نہ کریں گے ان کو خود قدرت نہیں اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (15 تا 26)

ترجمہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ	الْفُقَرَآءُ	اِلَى اللّٰهِ ۚ	وَاللّٰهُ	هُوَ الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ ⑮
اے لوگو! تم لوگ ہی	محتاج ہو	اللہ کے	اور اللہ!	وہی بے نیاز ہے	حمد کیا ہوا ہے
اِنْ يَّشَاْ	يُذْهِبْكُمْ	وَيَاْتِ	بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑯ ۚ	وَمَا ذٰلِكَ	عَلَى اللّٰهِ
اگر وہ چاہے	تو لے جائے تم لوگوں کو	اور وہ لے آئے	ایک نئی مخلوق کو	اور نہیں ہے یہ	اللہ پر

بِعَزِيْزٍ ⑰	وَلَا تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ	وَاِنْ تَدْعُ
کچھ بھاری	اور نہیں اٹھائے گی	کوئی اٹھانے والی (جان)	کسی دوسری (جان) کا بوجھ	اور اگر پکارے گی

مُثْقَلَةٌ	اِلٰى حِمْلِهَا	لَا يُحْمَلْ	مِنْهُ	شَيْءٌ	وَّلَوْ كَانَ
کوئی بوجھل کی ہوئی (جان)	اپنے بوجھ کی طرف	تو نہیں اٹھایا جائے گا	اس (بوجھ) میں سے	کچھ بھی	اور اگرچہ وہ ہو

ذَا قُرْبٰى ؕ	اِنَّمَا تُنْذِرُ	الَّذِيْنَ	يَخْشَوْنَ	رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ
قرابت والا	آپؐ تو بس خبردار کرتے ہیں	ان لوگوں کو جو	ڈرتے ہیں	اپنے رب سے بن دیکھے

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ	وَمَنْ تَزَكّٰى	فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى	لِنَفْسِهٖ ؕ
اور قائم کرتے ہیں نماز کو	اور جو اپنا تزکیہ کرتا ہے	تو وہ تو بس اپنا تزکیہ کرتا ہے	اپنی جان (کے بھلے) کے لئے

وَاِلَى اللّٰهِ	الْمَصِيْرُ ⑱	وَمَا يَسْتَوِي	الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ⑲	وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ⑳
اور اللہ کی طرف ہی	لوٹنا ہے	اور برابر نہیں ہوتے	اندھا اور بصارت والا	اور نہ اندھیرے اور نور

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ㉑ ۚ	وَمَا يَسْتَوِي	الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ
اور نہ سایہ اور نہ تیز دھوپ	اور برابر نہیں ہوتے	زندہ لوگ اور نہ مردے	بیشک اللہ سناتا ہے
مَنْ يَّشَآءُ ۚ	وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ	مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ㉒	اِنْ اَنْتَ
اس کو جس کو وہ چاہتا ہے	اور آپؐ سنانے والے نہیں ہیں	ان کو جو قبروں میں ہیں	آپؐ نہیں ہیں

اِلَّا نَذِيْرٌ ㉓	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ	بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ
مگر ایک خبردار کرنے والے	بیشک ہم نے بھیجا آپؐ کو حق کے ساتھ	بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ	اِلَّا خَلَا فِيْهَا	نَذِيْرٌ ㉔	وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ	فَقَدْ كَذَّبَ
اور نہیں ہے کوئی بھی امت	مگر (یہ کہ) گزرا اس میں	کوئی خبردار کرنے والا	اور اگر یہ لوگ جھٹلاتے ہیں آپ کو	تو جھٹلا چکے ہیں

الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ	جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	وَبِالزُّبُرِ	وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ㉕
وہ لوگ جو	ان سے پہلے تھے	آئے ان کے پاس ان کے رسول	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	اور صحیفوں کے ساتھ	اور روشن کتاب کے ساتھ

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَكَيْفَ كَانَ	نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ ع 1543
پھر میں نے پکڑا ان کو جنہوں نے	انکار کیا	تو کیسا تھا	میرا عدم عرفان

نوٹ۔1

وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ میں اشارہ اقامتِ صلوٰۃ کے فائدے کی طرف ہے کہ کوئی مثقلۃ یعنی گناہوں سے بوجھل کی ہوئی جان اگر اپنے گناہوں کے بوجھ سے سبکدوش ہونا چاہتی ہے اور اپنا تزکیہ کر کے پاکیزہ ہونا چاہتی ہے تو وہ نماز کا اہتمام کرے۔ یہ چیز اس کو گناہوں سے پاک کرے گی۔ اور جس نے پاکیزگی حاصل کی وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اس لئے کہ اللہ کسی کی عبادت واطاعت کا محتاج نہیں ہے بلکہ بندے خود ہی اس کے محتاج ہیں۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

یہ بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر فرمائی گئی ہے کہ دنیا میں کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث نہ فرمائے ہوں۔ مگر اس سلسلہ میں دو باتیں سمجھ لینی چاہئیں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ اول یہ کہ ایک نبی کی تبلیغ جہاں جہاں تک پہنچ سکتی ہو وہاں کے لئے وہی نبی کافی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ہر بستی اور ہر ہر قوم میں الگ الگ انبیاء بھیجے جائیں۔ دوم یہ کہ ایک نبی کی دعوت وہدایت کے آثار اور اس کی رہنمائی کے نقوش قدم جب تک محفوظ رہیں اس وقت تک کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (27 تا 30)

ترجمہ:

اَلَمْ تَرَ	اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ	مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ	فَاَخْرَجْنَا بِهٖ
کیا تو نے غور ہی نہیں کیا	کہ اللہ نے اتارا	آسمان سے کچھ پانی	تو ہم نے نکالے اس سے

ثَمَرٰتٍ	مُّخْتَلِفًا	اَلْوَانُهَا ۭ	وَمِنَ الْجِبَالِ	جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ
کچھ پھل	مختلف ہوتے ہوئے	ان کے رنگ	اور پہاڑوں میں سے	سرخ وسفید راستے ہیں
مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا	وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾	وَمِنَ النَّاسِ	وَالدَّوَآبِّ	وَالْاَنْعَامِ
مختلف ہیں ان کے رنگ	اور کچھ بھجنگ کالے ہیں	اور لوگوں میں سے	اور جانداروں میں سے	اور مویشیوں میں سے

مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ	كَذٰلِكَ ۭ	اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ
مختلف ہیں ان کے رنگ	اسی طرح ہے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ ڈرتے ہیں اللہ سے

مِنْ عِبَادِهِ	الْعُلَمٰۗؤُا ۭ	اِنَّ اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾	اِنَّ الَّذِيْنَ
اس کے بندوں میں سے	علم والے	بیشک اللہ	بالادست ہے	بے انتہا بخشنے والا	بیشک جو لوگ

يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ	وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ	وَاَنْفَقُوْا	مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
تلاوت کرتے ہیں اللہ کی کتاب کی	اور قائم کرتے ہیں نماز	اور خرچ کرتے ہیں	اس میں سے جو ہم نے عطا کیا ان کو

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً	يَّرْجُوْنَ	تِجَارَةً	لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾
چھپاتے ہوئے اور علانیہ	وہ لوگ امید کرتے ہیں	ایک ایسی تجارت کی جو	ہرگز برباد نہیں ہوگی

لِيُوَفِّيَهُمْ	اُجُوْرَهُمْ	وَيَزِيْدَهُمْ	مِّنْ فَضْلِهٖ ط	اِنَّهٗ غَفُوْرٌ	1543 شَكُوْرٌ ۳۰
نتیجۃً وہ پورا پورا دے گا ان کو	ان کے اجر	اور زیادہ دے گا ان کو	اپنے فضل سے	یقیناً وہ بے انتہا بخشنے والا ہے	انتہائی قدردان ہے

نوٹ۔1

آیت۔28۔ میں علماء سے مراد کسی دینی ادارے یا یونیورسٹی کے سند یافتہ عالم دین نہیں ہیں۔ یہاں پر یہ لفظ ہر اُس شخص کے لئے آیا ہے جو محض ظاہر پرست نہیں ہوتا بلکہ ظاہر سے باطن اور مجاز سے حقیقت تک پہنچنے کی انسانی صلاحیت کو استعمال کرتا ہے اور اس دنیا کے نظام پر غور فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ اُس نے گویا علم کی جڑ پکڑ لی۔ یہ علم انسان میں اللہ کی خشیت پیدا کرتا ہے۔ یہی معرفت اور خشیت انسان کے تمام علوم وافکار میں حقیقی زندگی پیدا کرتی ہے۔ جن سے علوم وفنون دنیا کے لئے موجب خیر و برکت بنتے ہیں۔ اگر یہ چیز نہ ہو تو انسان کی ساری ذہانت شیطان کی مقصد براری میں صرف ہوتی ہے۔

(تدبر قرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (31 تا 35)

ل غ ب

(ف۔ک) لُغُوْبًا بہت تھکنا

لُغُوْبٌ اسم ذات بھی ہے۔ تھکاوٹ۔ درماندگی۔ زیر مطالعہ آیت۔۳۵۔

ترجمہ:

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ	مِنَ الْكِتٰبِ	هُوَ الْحَقُّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا
اور وہ جو ہم نے وحی کیا آپؐ کی طرف	کتاب میں سے	وہی حق ہے	تصدیق کرنے والی ہوتے ہوئے	اس کی جو

بَيْنَ يَدَيْهِ ط	اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ	لَخَبِيْرٌۢ	بَصِيْرٌ ۳۱	ثُمَّ اَوْرَثْنَا
اس سے پہلے ہے	بیشک اللہ اپنے بندوں سے	یقیناً باخبر ہے	دیکھنے والا ہے	پھر ہم نے وارث بنایا

الْكِتٰبَ	الَّذِيْنَ	اصْطَفَيْنَا	مِنْ عِبَادِنَا ج	فَمِنْهُمْ	ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ج
کتاب کا	ان لوگوں کو جنہیں	ہم نے چن لیا	اپنے بندوں میں سے	تو ان میں سے	کوئی ظلم کرنے والا ہے اپنی جان پر

وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ج	وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ	بِالْخَيْرٰتِ	بِاِذْنِ اللّٰهِ ط	ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۳۲ ط
اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے	اور ان میں سے کوئی سبقت کرنے والا ہے	بھلائی پر	اللہ کی اجازت سے	یہ ہی بڑا فضل ہے

جَنّٰتُ عَدْنٍ	يَّدْخُلُوْنَهَا	يُحَلَّوْنَ فِيْهَا	مِنْ اَسَاوِرَ	مِنْ ذَهَبٍ
(ان کے لیے) عدن کے باغات ہیں	وہ لوگ داخل ہوں گے ان میں	وہ لوگ آراستہ کئے جائیں گے ان میں	کچھ ایسے کنگنوں سے جو	سونے کے ہوں گے

وَّلُؤْلُؤًا ج	وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا	حَرِيْرٌ ۳۳	وَقَالُوا	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ الَّذِيْٓ	اَذْهَبَ عَنَّا
اور موتی سے	اور ان کا لباس ان میں	باریک ریشم ہے	اور وہ کہیں گے	تمام شکروسپاس	اس اللہ کے لئے ہے جو	لے گیا ہم سے

الْحَزَنَ ط	اِنَّ رَبَّنَا	لَغَفُوْرٌ	شَكُوْرُ ۳۴ لا	الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا	دَارَ الْمُقَامَةِ
سارے غم	بیشک ہمارا رب	یقیناً بے انتہا بخشنے والا ہے	انتہائی قدردان ہے	جس نے اتارا ہم کو	ٹھہرائے جانے کے گھر میں

لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾ 1543	وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا	نَصَبٌ	لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا	مِنْ فَضْلِهٖ ۚ
کوئی تھکان	اورنہیں چھوئے گی ہم کو اس میں	کوئی مشقت	نہیں چھوئے گی ہم کو اس میں	اپنے فضل سے

نوٹ۔1

کتاب کا وارث بنائے جانے والوں سے مراد مسلمان ہیں۔ اگرچہ یہ کتاب پیش تو کی گئی ہے سارے انسانوں کے سامنے مگر جنہوں نے آگے بڑھ کر اسے قبول کرلیا وہی اس شرف کے لئے منتخب کر لئے گئے کہ قرآن کے وارث بنیں۔ یہ مسلمان سب ایک ہی طرح کے نہیں ہیں، بلکہ تین طبقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ اولاً اپنے نفس پر ظلم کرنے والے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کو اللہ کی کتاب اور محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تو مانتے ہیں مگر عملاً کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی پیروی کا حق ادا نہیں کرتے۔ مومن ہیں مگر گناہ گار اور مجرم ہیں مگر باغی نہیں ہیں۔ اس لئے ان کو ظَالِمٌ لِنَفْسِہٖ ہونے کے باوجود وارثین کتاب میں داخل اور خدا کے چنے ہوئے بندوں میں شامل کیا گیا ہے۔ ثانیاً میانہ رو لوگ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس وراثت کا حق کم و بیش ادا تو کرتے ہیں۔ ان کی زندگی اچھے اور برے دونوں طرح کے اعمال کا مجموعہ ہوتی ہے۔ ثالثاً نیکیوں میں سبقت کرنے والے۔ یہ لوگ اس وراثت کا حق ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اتباع کتاب وسنت میں، اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے میں اور بھلائی کے ہر کام میں پیش پیش ہوتے ہیں۔

مفسرین کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ امت کے یہ تینوں گروہ بالآخر جنت میں داخل ہوں گے خواہ محاسبہ کے بغیر یا محاسبہ کے بعد یا کوئی سزا پانے کے بعد۔ اس کی تائید نبی ﷺ کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے وہ جنت میں کسی حساب کے بغیر داخل ہوں گے۔ اور جو میانہ رو ہیں ان کا محاسبہ ہوگا مگر ہلکا محاسبہ۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا وہ محشر کے پورے عرصہ میں روکے رکھے جائیں گے۔ پھر اللہ ان کو اپنی رحمت میں لے لے گا اور یہی لوگ ہیں جو کہیں گے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر خود بیان فرما دی ہے۔ محشر کے پورے عرصہ میں روکے جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے۔ بلکہ ان کو ''تابرخاستِ عدالت'' کی سزا دی جائے گی اور روز محشر کی پوری طویل مدت ان پر اپنی ساری سختیوں کے ساتھ گزر جائے گی۔

(تفہیم القرآن)

اس سلسلہ میں میرا ذہن جس بات کی طرف منتقل ہوتا ہے وہ جمہور مفسرین کی رائے سے مختلف ہے، لیکن میری رائے ایک ایسے فرد واحد کی رائے ہے جس کی مفسرین کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے، اس لئے پہلے ان کی رائے نقل کر دی ہے تاکہ امانت ادا ہو جائے، ویسے میری رائے یہ بنتی ہے کہ اس امت میں سے جن لوگوں کو اللہ نے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا کر دی ان کو گویا اس نے کتاب کا وارث بنانے کے لئے چن لیا۔ پھر اس علم کے لوگ تین طبقات میں تقسیم ہوتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی زندگی میں اعمال صالحہ اور اتباع سنت کی تو کمی نہیں ہوتی، لیکن ان لوگوں کو علم کا ہیضہ ہو جاتا ہے اور وہ مناظرہ، بحث ومباحثہ وغیرہ میں الجھ کر اپنے علم کو اپنی انا کی تسکین کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور ان کا علم نافع نہیں رہتا۔ یہ لوگ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے طبقہ میں آتے ہیں۔ ان کے اعمال صالحہ اور اتباع سنت ان کو دوزخ میں جانے سے روک دیں گے اور علم کو نفع بخش نہ بنانے کی غلطی کی سزا کے طور پر تابرخاست عدالت ان کو عرصۂ محشر میں روک لیا جائے گا۔ کچھ لوگ اپنے نفس کو قابو میں رکھتے ہیں اور اپنے علم کی مونچھ کا بال نہیں بناتے، لیکن کبھی ان کا نفس ان پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اپنے علم کو لوگوں کے لئے نفع بخش بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں ٹھوکریں بھی کھاتے ہیں، سنبھلتے بھی ہیں۔ یہ مقتصد لوگ ہیں۔ جن کا محاسبہ ہوگا مگر ہلکا سا۔ اور الحمدللہ اس امت میں ایسے علماء کرام پہلے بھی بہت تھے اور آج بھی ہیں۔ جن کو زندگی میں اعمال صالحہ اور اتباع سنت کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اور وہ پورے خلوص سے اپنے علم کو لوگوں کے لئے نفع بخش بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ سابق بالخیرات ہیں اور جنت میں کسی حساب کے بغیر داخل ہوں گے۔

آیت نمبر (36 تا 40)

ترجمہ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ	لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ	فَيَمُوْتُوْا
اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا	ان کے لئے جہنم کی آگ ہے	کام تمام نہیں کیا جائے گا ان کا	کہ وہ مرہی جائیں
وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ	مِّنْ عَذَابِهَا ۭ	كَذٰلِكَ نَجْزِيْ	كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ ۳۶
اور تخفیف نہیں کی جائے گی اس میں	اس (آگ) کے عذاب میں سے	اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں	ہر ایک ناشکرے کو

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ	رَبَّنَآ	اَخْرِجْنَا	نَعْمَلْ صَالِحًا	غَيْرَ الَّذِيْ
اور وہ لوگ چلائیں گے اس میں	اے ہمارے رب	تو نکال ہم کو	تو ہم عمل کریں گے نیک	اس کے علاوہ جو

كُنَّا نَعْمَلُ ۭ	اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ	مَّا	يَتَذَكَّرُ فِيْهِ	مَنْ	تَذَكَّرَ
ہم عمل کیا کرتے تھے	اور کیا ہم نے عمر نہیں دی تم لوگوں کو	اتنا عرصہ	یاد دہانی حاصل کرتا جس میں	وہ جو	یاد دہانی حاصل کرنا چاہئے

وَجَآءَكُمُ	النَّذِيْرُ ۭ	فَذُوْقُوْا	فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ نَّصِيْرٍ ۳۷ ع
اور آیا تمہارے پاس	خبردار کرنے والا	تو (اب) چکھو	پس نہیں ہے ظالموں کے لئے	کوئی بھی مددگار

اِنَّ اللّٰهَ	عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ	اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۳۸
بیشک اللہ	زمین اور آسمانوں کے غیب کا جاننے والا ہے	بیشک وہ جاننے والا ہے	سینوں والی (بات) کو

هُوَ الَّذِيْ	جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ	فِي الْاَرْضِ ۭ	فَمَنْ كَفَرَ	فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ
وہ، وہ ہے جس نے	بنایا تم کو خلیفہ	زمین میں	تو جس نے کفر کیا	تو اس پر ہے اس کا کفر
وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ	كُفْرُهُمْ	عِنْدَ رَبِّهِمْ	اِلَّا مَقْتًا ۚ	وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ
اور زیادہ نہیں کرتا کافروں کو	ان کا کفر	ان کے رب کے پاس	سوائے بیزاری کے	اور زیادہ نہیں کرتا کافروں کو
كُفْرُهُمْ	اِلَّا خَسَارًا ۳۹	قُلْ اَرَءَيْتُمْ	شُرَكَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ
ان کا کفر	سوائے خسارے کے	آپؐ کہئے کیا تم لوگوں نے غور کیا	اپنے اُن شریکوں پر جن کو	تم لوگ پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ	اَرُوْنِيْ	مَاذَا خَلَقُوْا	مِنَ الْاَرْضِ
اللہ کے علاوہ	تم لوگ دکھاؤ مجھ کو	کیا انہوں نے تخلیق کیا	زمین میں سے

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ	فِي السَّمٰوٰتِ ۚ	اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا	فَهُمْ عَلٰي بَيِّنَتٍ	مِّنْهُ ۚ
یا ان کے لئے کوئی شراکت ہے	آسمانوں میں	یا ہم نے دی ان کو کوئی کتاب	تو وہ کسی دلیل پر ہیں	اس (کتاب) میں سے

بَلۡ اِنۡ يَّعِدُ	الظّٰلِمُوۡنَ	بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا	اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۴۰﴾
بلکہ وعدہ نہیں کرتے	ظالم لوگ	ان کا کوئی کسی سے	سوائے فریبوں کے

نوٹ۔1

آیت۔۳۷۔ میں جس مہلت عمر کی بات ہے اس سے مراد عمر بلوغ اور اس سے آگے کی عمر ہے۔ جس شخص کو عمر بلوغ ملی اس کو قدرت نے اتنا سامان دے دیا کہ حق و باطل میں تمیز کر سکے۔ جس نے نہیں کیا وہ عذاب کا مستحق ہے۔ جس کو جتنی زیادہ عمر ملی اس پر اللہ تعالیٰ کی اتنی زیادہ حجت پوری ہوئی اور وہ اتنا ہی زیادہ مستحق عذاب ہوا۔ آگے فرمایا وَجَآءَكُمُ النَّذِيۡرُ۔ اس میں اشارہ ہے کہ اپنے خالق و مالک کو پہچاننے اور ماننے کے لئے خود انسانی عقل کافی تھی مگر اللہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس عقل کی امداد کے لئے نذیر بھی بھیجے۔ معروف معنی کے اعتبار سے اس سے مراد انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائب علماء ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کو بالغ ہونے کے بعد سے جتنے حالات پیش آتے ہیں۔ اس کے اپنے وجود اور اگر دو پیش میں جو تغیرات اور انقلاب آتے ہیں، وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نذیر اور انسان کو متنبہ کرنے والے ہیں۔ (معارف القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (41 تا 43)

ترجمہ:

اِنَّ اللّٰهَ يُمۡسِكُ	السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ	اَنۡ تَزُوۡلَا ۚ	وَلَئِنۡ
بیشک اللہ تھامتا ہے	آسمانوں کو اور زمین کو	کہ (کہیں) وہ دونوں کھسک جائیں	اور یقیناً اگر

زَالَتَاۤ	اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا	مِنۡ اَحَدٍ	مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ	اِنَّهٗ كَانَ
وہ دونوں کھسک گئے	تو نہیں تھام سکے گا دونوں کو	کوئی ایک بھی	اس (اللہ) کے بعد	یقیناً وہ ہے

حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۱﴾	وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ	جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ	لَئِنۡ جَآءَهُمۡ
بردبار بے انتہا بخشنے والا ہے	اور انہوں نے قسم کھائی اللہ کی	اپنی قسموں کا زور لگاتے ہوئے	یقیناً اگر آیا ان کے پاس

نَذِيۡرٌ	لَّيَكُوۡنُنَّ	اَهۡدٰى	مِنۡ اِحۡدَى الۡاُمَمِ ۚ	فَلَمَّا جَآءَهُمۡ	نَذِيۡرٌ
کوئی خبردار کرنے والا	تو وہ لوگ لازماً ہوں گے	زیادہ ہدایت والے	امتوں کی کسی ایک سے (بھی)	پھر جب آیا ان کے پاس	ایک خبردار کرنے والا

مَّا زَادَهُمۡ	اِلَّا نُفُوۡرَا ۙ ﴿۴۲﴾	اۨسۡتِكۡبَارًا	فِى الۡاَرۡضِ	وَمَكۡرَ السَّيِّئِ ؕ
تو زیادہ نہیں کیا ان کو	مگر بیزاریوں میں	بڑا بننے کے لئے	زمین میں	اور برائی کی تدبیر کے لئے

وَلَا يَحِيۡقُ	الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ	اِلَّا بِاَهۡلِهٖ ؕ	فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ	اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۚ
اور گھیرے میں نہیں لیتی	بری تدبیر (کسی کو)	سوائے اپنے لوگوں کے	تو یہ لوگ (اب) کیا انتظار کرتے ہیں	سوائے اگلوں کے دستور کے

فَلَنۡ تَجِدَ	لِسُنَّتِ اللّٰهِ	تَبۡدِيۡلًا ۚ	وَلَنۡ تَجِدَ	لِسُنَّتِ اللّٰهِ	تَحۡوِيۡلًا ﴿۴۳﴾
تو آپؐ ہرگز نہیں پائیں گے	اللہ کی سنت میں	کچھ تبدیل کرنا	اور آپؐ ہرگز نہیں پائیں گے	اللہ کی سنت میں	کوئی تغیر لانا

نوٹ۔1

وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ اس کا حاصل یہ ہے کہ بری تدبیر کا وبال اور کسی پر نہیں پڑتا، بلکہ خود ایسی تدبیر کرنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ یعنی جو شخص دوسروں کا برا چاہتا ہے وہ خود برائی کا شکار ہو جاتا ہے۔ (معارف القرآن)

دوسروں کو زک پہنچانے کی کوشش کرنے والا کبھی کامیاب ہوجاتا ہے اور کبھی ناکام رہتا ہے۔ دونوں صورتوں میں وہ مجرم ہے۔ آخرت میں اس کا یہ جرم حقوق العباد کے زمرے میں آئے گا اور اس کے وبال سے وہ نہیں بچ سکے گا، الا یہ کہ مرنے سے پہلے اس نے اپنے قصور معاف کرالئے ہوں۔ اسی طرح سے دنیا میں بھی دونوں صورتوں میں بری تدبیر کرنے کے برے اثرات تدبیر کرنے والے کی شخصیت پر بھی اور اس کی زندگی کے حالات اور معاملات پر بھی لازماً مرتب ہوتے ہیں۔ البتہ ان کا نتیجہ ظاہر ہونے میں کچھ وقفہ حائل ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسانی ذہن عموماً سبب اور اس کی نتیجہ کے درمیان ربط قائم کرنے میں ناکام رہتا ہے، ورنہ یہ قاعدہ کلیہ اپنی جگہ اٹل ہے کہ بری تدبیر ایسی تدبیر کرنے والے کو ہی گھیرے میں لیتی ہے۔ کسی کا محدود مدت پر محیط کوئی جزوی مشاہدہ اس قاعدہ کلیہ کی تردید یا اس میں استثناء کی دلیل نہیں بن سکتا۔

آیت نمبر (44تا45)

ترجمہ:

اَوَ لَمۡ یَسِیۡرُوۡا	فِی الۡاَرۡضِ	فَیَنۡظُرُوۡا	کَیۡفَ کَانَ	عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ
اور کیا انہوں نے سیر نہیں کی	زمین میں	نتیجۃً وہ دیکھتے	کیسا تھا	ان لوگوں کا انجام جو

مِنۡ قَبۡلِهِمۡ	وَ كَانُوۡۤا	اَشَدَّ مِنۡهُمۡ	قُوَّةً ؕ	وَمَا كَانَ اللّٰهُ	لِيُعۡجِزَهٗ
ان سے پہلے تھے	حالانکہ وہ لوگ تھے	ان سے زیادہ شدید	بلحاظ قوت کے	اور نہیں ہے اللہ	کہ عاجز کر سکے اس کو

مِنۡ شَیۡءٍ	فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ	اِنَّهٗ كَانَ	عَلِيۡمًا قَدِيۡرًا ﴿۴۴﴾
کوئی بھی چیز	آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں	بیشک وہ ہے	جاننے والا قدرت والا

وَ لَوۡ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ	النَّاسَ	بِمَا كَسَبُوۡا	مَا تَرَكَ	عَلٰى ظَهۡرِهَا
اور اگر مواخذہ کرتا اللہ	لوگوں کا	بسبب اس کے جو انہوں نے کمایا	تو وہ نہ چھوڑتا	اس کی پیٹھ پر

مِنۡ دَآبَّةٍ	وَّ لٰكِنۡ يُّؤَخِّرُهُمۡ	اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ	فَاِذَا جَآءَ
کوئی بھی جاندار	اور لیکن وہ مؤخر کرتا ہے ان کو	ایک مقررہ خاتمے کے وقت تک	پھر جب آتا ہے

اَجَلُهُمۡ	فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ	بِعِبَادِهٖ	بَصِيۡرًا ﴿۴۵﴾
ان کے خاتمے کا وقت	تو بیشک اللہ ہے	اپنے بندوں کو	دیکھنے سمجھنے والا ہے

1544

1543

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ یٰسٓ (36)

آیت نمبر 1 تا 12

ق	م	ح

(ن) قُمُوۡحًا اونٹ کا سیراب ہو کر پینے سے رک جانا اور حوض سے سر اونچا کرنا۔

(افعال) اِقۡمَاحًا اونٹ کا سر اونچا کر کے پیچھے سے باندھ دینا۔ گردن اکڑا دینا۔

مُقۡمَحٌ اسم المفعول ہے۔ سر باندھا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۸۔

ترجمہ:

یٰسٓ ۚ ①	وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَكِيۡمِ ۙ ②	اِنَّكَ	لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۙ ③
۔	اس حکمت والے قرآن کی قسم ہے	بیشک آپؐ	یقیناً بھیجے ہوؤں میں سے ہیں

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ؕ ④	تَنۡزِيۡلَ الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ ۙ ⑤	لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا
ایک سیدھے راستے پر	اُس رحیم بالا دست کا نازل کرنا ہوتے ہوئے	تاکہ آپؐ خبردار کریں ایک ایسی قوم کو

مَّاۤ اُنۡذِرَ	اٰبَآؤُهُمۡ	فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ ⑥	لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ
خبردار نہیں کیا گیا	جن کے آباؤ اجداد کو	تو وہ لوگ غافل ہیں	بیشک ثابت ہو چکی وہ بات

عَلٰۤى اَكۡثَرِهِمۡ	فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ⑦	اِنَّا جَعَلۡنَا	فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ	اَغۡلٰلًا
ان کے اکثر پر	تو وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے	بیشک ہم نے بنائے	ان کی گردنوں میں	کچھ طوق

فَهِىَ اِلَى الۡاَذۡقَانِ	فَهُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ ⑧	وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ
پھر وہ (طوق) ٹھوڑیوں تک ہیں	تو وہ لوگ گردن جکڑا دیئے ہوئے ہیں	اور ہم نے بنائی ان کے سامنے سے

سَدًّا	وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ	سَدًّا	فَاَغۡشَيۡنٰهُمۡ	فَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ ⑨
ایک آڑ	اور ان کے پیچھے سے	ایک آڑ	پھر ہم نے ڈھانپ دیا ان کو	تو وہ لوگ بصیرت نہیں رکھتے

وَسَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ	ءَ	اَنۡذَرۡتَهُمۡ	اَمۡ	لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ	لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ⑩
اور برابر ہے ان پر	خواہ	آپؐ خبردار کریں ان کو	یا	آپؐ خبردار نہ کریں ان کو	تو وہ لوگ بصیرت نہیں رکھتے

اِنَّمَا تُنۡذِرُ	مَنِ	اتَّبَعَ	الذِّكۡرَ	وَخَشِىَ الرَّحۡمٰنَ	بِالۡغَيۡبِ ۚ
آپؐ کو بس خبردار کرتے ہیں	اس کو جس نے	پیروی کی	اس یاددہانی (قرآن) کی	اور جو ڈرا رحمان سے	بن دیکھے

فَبَشِّرۡهُ	بِمَغۡفِرَةٍ	وَّاَجۡرٍ كَرِيۡمٍ ⑪	اِنَّا نَحۡنُ نُحۡىِ	الۡمَوۡتٰى	وَنَكۡتُبُ
تو آپؐ بشارت دیں اس کو	مغفرت کی	اور باعزت اجر کی	بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں	مردوں کو	اور ہم لکھتے ہیں

مَا قَدَّمُوْا	وَاٰثَارَهُمْ	وَكُلَّ شَيْءٍ	اَحْصَيْنٰهُ	فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾
جوانہوں نے آگے بھیجا	اوران کے نقوشِ قدم پر	اور ہر چیز!	ہم نے مکمل شمار کیا اس کو	ایک واضح ریکارڈ میں

نوٹ۔1 رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سورہ یٰسین قرآن کا دل ہے۔امام غزالیؒ نے فرمایا کہ سورہ یٰسین کو قرآن کا دل فرمانے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ اس سورہ میں قیامت اور حشر ونشر کے مضامین خاص تفصیل اور بلاغت کے ساتھ آئے ہیں اور اصول ایمان میں سے عقیدہ آخرت وہ چیز ہے جس پر انسان کے اعمال کی صحت موقوف ہے۔خوفِ آخرت ہی انسان کو عمل صالح کے لئے مستعد کرتا ہے اور وہی اس کو ناجائز خواہشات اور حرام سے روکتا ہے۔جس طرح بدن کی صحت قلب کی صحت پر موقوف ہے اسی طرح ایمان کی صحت آخرت پر موقوف ہے۔(معارف القرآن)

نوٹ۔2 آیت۔12۔سے معلوم ہوا کہ انسان کا نامہ اعمال تین قسم کے اندراجات پر مشتمل ہے۔ایک یہ کہ ہر شخص جو کچھ بھی اچھا یا برا عمل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے۔دوسرے اپنے گردوپیش کی اشیاء اور خود اپنے جسم کے اعضاء پر جو نقوش انسان مرتسم کرتا ہے وہ سب کے سب ثبت ہو جاتے ہیں اور یہ سارے نقوش ایک وقت اس طرح ابھر آئیں گے کہ اس کی اپنی آواز سنی جائے گی، اس کے اپنے خیالات، نیتوں اور ارادوں کی پوری داستان اس لوحِ ذہن پر لکھی نظر آئے گی اور اس کی تمام حرکات و سکنات کی تصویریں سامنے آجائیں گی۔تیسرے اپنے مرنے کے بعد اپنی آئندہ نسل پر، اپنے معاشرے پر اور پوری انسانیت پر اپنے اچھے اور برے اعمال کے جو اثرات وہ چھوڑ گیا ہے، وہ جس وقت تک اور جہاں جہاں تک کارفرما رہیں گے وہ سب اس کے حساب میں لکھے جاتے رہیں گے۔(تفہیم القرآن)

اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی ثواب ملے گا اور جتنے آدمی اس طریقہ پر عمل کریں گے اسکا بھی ثواب اس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی گناہ ہوگا اور جتنے آدمی اس برے طریقے پر عمل کرتے رہیں گے، ان کا گناہ بھی اس کو ہوتا رہے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔(معارف القرآن)

آیت نمبر (13 تا 19)

ترجمہ:

وَاضْرِبْ لَهُمْ	مَّثَلًا	اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ	اِذْ جَآءَهَا	الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾
اور آپؐ بیان کریں ان کے لئے	ایک مثال	جو اُس بستی والوں کی ہے	جب آئے اس (بستی) میں	بھیجے ہوئے (رسول)
اِذْ اَرْسَلْنَآ	اِلَيْهِمُ	اثْنَيْنِ	فَكَذَّبُوْهُمَا	فَعَزَّزْنَا
جب ہم نے بھیجا	ان کی طرف	دو (رسولوں) کو	تو انہوں نے جھٹلایا دونوں کو	تو ہم نے (ان کو) تقویت دی
بِثَالِثٍ	فَقَالُوْٓا	اِنَّآ اِلَيْكُمْ	مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾	قَالُوْا
ایک تیسرے (رسول) سے	تو انہوں نے کہا	کہ ہم تمہاری طرف	بھیجے ہوئے ہیں	ان لوگوں نے کہا
مَآ اَنْتُمْ	اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا	وَمَآ اَنْزَلَ	الرَّحْمٰنُ	مِنْ شَيْءٍ
تم لوگ نہیں ہو	مگر بشر ہمارے جیسے	اور نہیں اتاری	رحمان نے	کوئی بھی چیز

اِنۡ اَنۡتُمۡ	اِلَّا تَكۡذِبُوۡنَ ۝١٥	قَالُوۡا	رَبُّنَا يَعۡلَمُ	اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ
تم لوگ نہیں ہو	سوائے اس کے کہ تم لوگ جھوٹ کہتے ہو	انہوں نے کہا	ہمارا رب جانتا ہے	کہ ہم تمہاری طرف
لَمُرۡسَلُوۡنَ ۝١٦	وَمَا عَلَيۡنَاۤ	اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ۝١٧	قَالُوۡۤا	اِنَّا تَطَيَّرۡنَا
یقیناً بھیجے ہوئے ہیں	اور ہم (کوئی ذمہ داری) نہیں ہے	سوائے واضح طور پر پہنچا دینے کے	ان لوگوں نے کہا	کہ ہم منحوس سمجھتے ہیں
بِكُمۡ ۚ	لَئِنۡ	لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا	لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ	وَلَيَمَسَّنَّكُمۡ
تم لوگوں کو	بیشک اگر	تم باز نہ آئے	تو ہم لازماً سنگسار کریں گے تم سب کو	اور لازماً چھوئے گا تم کو
مِّنَّا	عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝١٨	قَالُوۡا	طَآئِرُكُمۡ	مَّعَكُمۡ ؕ
ہم سے	ایک دردناک عذاب	انہوں نے کہا	تمہاری نحوست	تمہارے ساتھ ہے

اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ ؕ	بَلۡ اَنۡتُمۡ	قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ۝١٩
کیا اگر یاد دہانی کرائی جائے تم کو (تب بھی)	بلکہ تم لوگ	حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو

نوٹ۔1

قدیم مفسرین بالعموم اس طرف گئے ہیں کہ آیت۔13۔ میں القریہ سے مراد شام کا شہر انطاکیہ ہے اور جن رسولوں کا ذکر ہے انہیں حضرت عیسیٰؑ نے تبلیغ کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن یہ سارا قصہ عیسائیوں کی غیر مستند روایات سے اخذ کیا گیا ہے اور تاریخی حیثیت سے بالکل بے بنیاد ہے۔ (تفہیم القرآن)

سہل اور بے غبار بات وہی ہے جسے مولانا تھانویؒ نے بیان القرآن میں اختیار فرمایا ہے کہ ان آیات کا مضمون سمجھنے کے لئے اس بستی کا تعین ضروری نہیں ہے۔ اور قرآن کریم نے اس کو مبہم رکھا ہے تو ضرورت ہی کیا ہے اس کے تعین پر اتنا زور خرچ کیا جائے۔ سلف صالحین کا ارشاد ہے کہ جس چیز کو اللہ نے مبہم رکھا ہے تم بھی اسے مبہم ہی رہنے دو۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (20 تا 32)

ترکیب

(آیت۔22) مَالِيَ دراصل مَالِيۡ ہے۔ اس کو اگر مَالِيۡ ہی پڑھیں تو اس پر وقف آ جاتا ہے اور یہ اگلی عبارت لَاۤ اَعۡبُدُ سے منفصل ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں معنی ہو جاتے ہیں ''مجھے کیا ہے! میں عبادت نہیں کرتا یا نہیں کروں گا''۔ لیکن اس کو اگر لَاۤ اَعۡبُدُ سے متصل مانیں تو پھر اسے وقف کے بغیر پڑھنا ہوگا اور ایسی صورت میں معنی ہوں گے ''مجھے کیا ہے کہ میں عبادت نہ کروں''۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہاں اس کو وقف کے بغیر پڑھنا ہے اسے مَالِيۡ کے بجائے مَالِيَ پڑھتے ہیں۔

(آیت۔23) فعل مضارع يُرِيۡدُ حرف شرط اِنۡ کی وجہ سے مجزوم ہو کر يُرِدۡ آیا ہے۔ اس کے آگے نون وقایہ ہے یعنی نِ دراصل ضمیر مفعولی نِيۡ ہے جس کی ی گری ہوئی ہے۔ جبکہ لَا تُغۡنِ میں نون وقایہ نہیں ہے بلکہ یہ مادے کی نون ہے۔ یہ دراصل فعل مضارع لَا تُغۡنِيۡ ہے۔ جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہوا ہے تو ی گر گئی ہے۔ لیکن لَا يُنۡقِذُوۡنَ میں بھی نون وقایہ ہے۔ یہ دراصل لَا يُنۡقِذُوۡنَ نِيۡ ہے۔ جواب شرط ہونے کی وجہ سے مضارع کا نون اعرابی گرا ہوا ہے اور ضمیر مفعولی کی ی گری ہوئی ہے۔

ترجمہ:

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ	رَجُلٌ يَّسْعٰى	قَالَ يٰقَوْمِ	اتَّبِعُوا	الْمُرْسَلِيْنَ ۲۰
اور آیا شہر کے زیادہ دور سے	ایک شخص دوڑتا ہوا	اس نے کہا اے میری قوم	تم لوگ پیروی کرو	بھیجے ہوؤں کی

اتَّبِعُوْا مَنْ	لَّا يَسْئَلُكُمْ	اَجْرًا	وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۲۱
پیروی کروان کی جو	نہیں مانگتے تم سے	کوئی اُجرت	اور وہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں

وَمَا لِيَ	لَآ اَعْبُدُ	الَّذِيْ	فَطَرَنِيْ	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ۲۲
اور مجھے کیا ہے کہ	میں بندگی نہ کروں	اس کی جس نے	وجود بخشا مجھ کو	اور اس کی طرف ہی	تم سب لوٹائے جاؤ گے

ءَاَتَّخِذُ	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اٰلِهَةً	اِنْ يُّرِدْنِ	الرَّحْمٰنُ	بِضُرٍّ
کیا میں بناؤں	اس کے سوا	کچھ ایسے الٰہ	(کہ) اگر ارادہ کرے میرے بارے میں	رحمان	کسی تکلیف کا

لَّا تُغْنِ عَنِّيْ	شَفَاعَتُهُمْ	شَيْـًٔا	وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ۲۳	اِنِّيْٓ اِذًا
تو کام نہ آئے گی میرے	ان کی شفاعت	کچھ بھی	اور نہ وہ بچائیں گے مجھ کو	بیشک میں تب تو

لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۲۴	اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ	بِرَبِّكُمْ	فَاسْمَعُوْنِ ۲۵	قِيْلَ
یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں	بیشک میں ایمان لایا	تم لوگوں کے رب پر	تو تم سب سن لو مجھ سے	اس سے کہا گیا

ادْخُلِ الْجَنَّةَ	قَالَ يٰلَيْتَ	قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۲۶	بِمَا
تو داخل ہو جنت میں	اس نے کہا اے کاش	میری قوم جانتی ہوتی	اس کو جس سبب سے

غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ	وَجَعَلَنِيْ	مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۲۷	وَمَآ اَنْزَلْنَا	عَلٰى قَوْمِهٖ
بخشا مجھ کو میرے رب نے	اور اس نے بنایا مجھ کو	عزت دیئے ہوؤں میں سے	اور ہم نے نہیں اتارا	اس کی قوم پر

مِنْ بَعْدِهٖ	مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ	وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ۲۸	اِنْ كَانَتْ
اس کے بعد	کوئی بھی لشکر آسمان سے	اور نہ ہم اتارنے والے تھے	وہ نہیں تھی

اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً	فَاِذَا	هُمْ خٰمِدُوْنَ ۲۹	يٰحَسْرَةً	عَلَى الْعِبَادِ
مگر ایک (ہی) چنگھاڑ	تو جب ہی	وہ سب بجھنے والے ہو گئے	(کہا گیا) ہائے افسوس	ان بندوں پر

مَا يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ رَّسُوْلٍ	اِلَّا	كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۳۰	اَلَمْ يَرَوْا
نہیں پہنچا ان کے پاس	کوئی بھی رسول	مگر	وہ لوگ اس سے مذاق کرتے تھے	کیا انہوں نے دیکھا ہی نہیں

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ	مِّنَ الْقُرُوْنِ	اَنَّهُمْ	اِلَيْهِمْ	لَا يَرْجِعُوْنَ ۳۱
ہم نے کتنی ہی ہلاک کیں ان سے پہلے	قوموں میں سے	کہ وہ (قومیں)	ان کی طرف	لوٹیں گی نہیں

وَاِنْ كُلٌّ	لَّمَّا جَمِيْعٌ	لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾
اور بیشک ہر ایک	یقیناً سب کے سب	ہمارے پاس حاضر کئے جانے والے ہیں

نوٹ۔1

آیات۔26۔27۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو قتل کر دیا گیا اور شہادت نصیب ہوتے ہی اسے جنت کی بشارت دے دی گئی۔جن لوگوں نے اسے قتل کیا تھا ان کے خلاف کوئی جذبہ انتقام اس کے دل میں نہ تھا۔اس کے بجائے وہ اب بھی ان کی خیر خواہی کر رہا تھا۔مرنے کے بعد اس کے دل میں اگر کوئی تمنا پیدا ہوئی تو وہ بس یہ تھی کہ کاش میری قوم میرے اس نیک انجام سے باخبر ہو جائے اور راہِ راست اختیار کر لے، وہ شریف انسان اپنے قاتلوں کے لئے بھی جہنم نہ چاہتا تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ وہ ایمان لا کر جنت کے مستحق بنیں۔اسی کی تعریف کرتے ہوئے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ ''اس شخص نے جیتے جی بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مر کر بھی۔(تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

یہ آیت بھی منجملہ ان آیات کے ہے جن سے حیاتِ برزخ کا ثبوت ملتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد سے قیامت تک کا زمانہ خالص عدم اور کامل نیستی کا زمانہ نہیں ہے، جیسا کہ بعض کم علم لوگ گمان کرتے ہیں، بلکہ اس زمانہ میں جسم کے بغیر روح زندہ رہتی ہے، کلام کرتی ہے اور کلام سنتی ہے، جذبات و احساسات رکھتی ہے، خوشی اور غم محسوس کرتی ہے اور اہل دنیا کے ساتھ بھی اس کی دلچسپیاں باقی رہتی ہیں۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر(33تا40)

ترجمہ:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ	الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ	اَحْيَيْنٰهَا	وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا
اور ایک نشانی ہے ان کے لئے	یہ مردہ زمین	ہم نے زندہ کیا اس کو	اور ہم نے نکالا اس میں سے

حَبًّا	فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿٣٣﴾	وَجَعَلْنَا فِيْهَا	جَنّٰتٍ	مِّنْ نَّخِيْلٍ	وَّاَعْنَابٍ
دانے (اناج)	تو اس میں سے یہ لوگ کھاتے ہیں	اور ہم نے بنائے ان میں	کچھ باغات	جیسے کھجور کے	اور انگور کے

وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا	مِنَ الْعُيُوْنِ ۙ﴿٣٤﴾	لِيَاْكُلُوْا	مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ	وَ	مَا عَمِلَتْهُ
اور ہم نے جاری کئے اس میں	چشموں میں سے	تا کہ یہ لوگ کھائیں	اس کے پھل میں سے	حالانکہ	عمل نہیں کیا اس کا

اَيْدِيْهِمْ ۭ	اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾	سُبْحٰنَ الَّذِيْ	خَلَقَ الْاَزْوَاجَ
ان کے ہاتھوں نے	تو کیا پھر (بھی) شکر نہیں کریں گے	پاکیزگی اس کی ہے جس نے	پیدا کیا جوڑوں کو

كُلَّهَا	مِمَّا	تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ	وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ	وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾
ان کے ہر ایک کو	اس میں سے جو	اُگاتی ہے زمین	اور ان کی جانوں میں سے	اور اس میں سے جو یہ لوگ نہیں جانتے

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ	الَّيْلُ ښ	نَسْلَخُ	مِنْهُ النَّهَارَ	فَاِذَا هُمْ	مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾
اور ایک نشانی ہے ان کے لئے	رات	ہم کھینچ لیتے ہیں	اس میں سے دن کو	تو جب ہی وہ لوگ	اندھیرے میں ہونے والے ہیں

وَالشَّمۡسُ	تَجۡرِىۡ	لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ	ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ؕ ﴿۳۸﴾
اورسورج	وہ رواں ہے	اپنے ٹھہرنے کی جگہ کے لئے	یہ علم والے بالا دست کا طے شدہ امر ہے

وَالۡقَمَرَ	قَدَّرۡنٰهُ	مَنَازِلَ	حَتّٰى عَادَ	كَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِيۡمِ ﴿۳۹﴾
اور چاند	ہم نے مقرر کیں اس کی	منزلیں	یہاں تک کہ وہ پھر سے ہوجائے	پرانی ٹہنی کی مانند

لَا الشَّمۡسُ	يَنۡۢبَغِىۡ لَهَاۤ	اَنۡ تُدۡرِكَ	الۡقَمَرَ	وَلَا الَّيۡلُ
یہ سورج ہے	(کہ) شایانِ شان ہو اس کے لئے	کہ وہ آن پکڑے	چاند کو	اور نہ رات ہے

سَابِقُ النَّهَارِ ؕ	وَكُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ	يَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۴۰﴾
دن کے آگے نکلنے والی	اور سب کسی مدار میں	تیرتے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔35۔ میں وَمَا عَمِلَتۡهُ اَيۡدِيۡهِمۡ کے جملے نے غافل انسان کو متنبہ کیا ہے کہ ذرا اپنے کام اور محنت پر غور کر کہ تیرا کام اس باغ و بہار میں اس کے سوا کیا ہے کہ تو نے زمین میں بیج ڈال دیا اس، اس پر پانی ڈال دیا، زمین کو نرم کر دیا کہ کونپل نکلنے میں رکاوٹ نہ ہو، مگر اس بیج میں سے درخت اگانا، درخت پر پتے اور شاخیں نکالنا، پھر اس پر طرح طرح کے پھل پیدا کرنا، ان سب چیزوں میں تیرا کیا دخل ہے۔ یہ تو خالص قادرِ مطلق کا ہی فعل ہے۔ اس لئے تیرا فرض ہے کہ ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتے وقت اس کے خالق و مالک کو فراموش نہ کرے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔38۔ میں مستقر سے مراد وہ جگہ بھی ہوسکتی ہے جہاں جا کر سورج کو آخر کار ٹھہر جانا ہے اور وہ وقت بھی ہوسکتا ہے جب وہ ٹھہر جائے گا۔ اس آیت کا صحیح مفہوم انسان اسی وقت متعین کر سکتا جب اسے کائنات کے حقائق کا ٹھیک ٹھیک علم حاصل ہو جائے، لیکن انسانی علم کا حال یہ ہے کہ وہ ہر زمانے میں بدلتا رہا ہے۔ آج جو کچھ اسے معلوم ہے اس کے بدل جانے کا ہر وقت امکان ہے۔ سورج کے متعلق قدیم زمانے کے لوگ عینی مشاہدے کی بنا پر یقین رکھتے تھے کہ وہ زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ پھر مزید تحقیق کے بعد یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ وہ اپنی جگہ ساکن ہے اور نظام شمسی کے سیارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں، لیکن یہ نظریہ بھی مستقل ثابت نہیں ہوا۔ بعد کے مشاہدات سے پتہ چلا کہ نہ صرف سورج بلکہ وہ تمام تارے جن کو ثوابت (Fixed Stars) کہا جاتا ہے، ایک رخ پر چلے جا رہے ہیں۔ ثوابت کی رفتار کا اندازہ دس سے لے کر ایک سو میل فی سیکنڈ تک کیا گیا ہے۔ اور سورج کے متعلق موجودہ زمانہ کے ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ وہ اپنے پورے نظام شمسی کو لئے ہوئے تقریباً بارہ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہے۔ ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ لفظ اسٹار اور لفظ سن۔ (تفہیم القرآن)

مذکورہ نظریہ حتمی ہے یا اس میں پھر کوئی تبدیلی ہو جائے گی، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے، لیکن نظریات کی تبدیلی سے اس حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس آیت میں لفظ مستقر سے ہر دور کا انسان آسانی سے سمجھ سکتا تھا اور آج بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ نظام شمسی ایک دن ختم ہونے والا ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔

آیت نمبر (41تا50)

ترجمہ:

وَاٰیَةٌ لَّهُمۡ	اَنَّا حَمَلۡنَا	ذُرِّیَّتَهُمۡ	فِی الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ ﴿۴۱﴾
اور ایک نشانی ہے ان کے لئے	کہ ہم نے سوار کیا	ان کی اولاد (اولادِ آدم) کو	بھری ہوئی کشتی میں

وَخَلَقۡنَا لَهُمۡ	مِّنۡ مِّثۡلِهٖ	مَا	یَرۡكَبُوۡنَ ﴿۴۲﴾	وَاِنۡ نَّشَاۡ
اور ہم نے پیدا کیا ان کے لئے	اس (کشتی) جیسی	وہ (سواریاں) جس پر	یہ لوگ سواری کرتے ہیں	اور اگر ہم چاہیں

نُغۡرِقۡهُمۡ	فَلَا صَرِیۡخَ لَهُمۡ	وَلَا هُمۡ یُنۡقَذُوۡنَ ﴿۴۳﴾	اِلَّا رَحۡمَةً
تو ہم غرق کر دیں ان کو	پھر کوئی بھی فریاد رس نہ ہوگا ان کے لئے	اور نہ وہ بچائے جائیں گے	سوائے رحمت ہوتے ہوئے

مِّنَّا	وَمَتَاعًا	اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۴۴﴾	وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمُ	اتَّقُوۡا	مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡكُمۡ
ہمارے پاس سے	اور سامان ہوتے ہوئے	ایک وقت تک	اور جب کہا جاتا ہے ان سے	تم لوگ بچو	اس سے جو تمہارے آگے ہے

وَمَا خَلۡفَكُمۡ	لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۵﴾	وَمَا تَاۡتِیۡهِمۡ	مِّنۡ اٰیَةٍ	مِّنۡ اٰیٰتِ رَبِّهِمۡ
اور جو تمہارے پیچھے ہے	شاید تم لوگوں پر رحم کیا جائے	اور نہیں پہنچتی ان کے پاس	کوئی بھی نشانی	ان کے رب کی نشانیوں میں سے

اِلَّا كَانُوۡا	عَنۡهَا	مُعۡرِضِیۡنَ ﴿۴۶﴾	وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ	اَنۡفِقُوۡا	مِمَّا رَزَقَكُمُ
مگر وہ لوگ ہیں	ان سے	اعراض کرنے والے	اور جب کہا جاتا ہے ان سے	تم لوگ خرچ کرو	اس میں سے جو روزی دی تم کو

اللّٰهُ	قَالَ الَّذِیۡنَ	كَفَرُوۡا	لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا	اَنُطۡعِمُ	مَنۡ	لَّوۡ یَشَآءُ اللّٰهُ
اللہ نے	تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے	انکار کیا	ان لوگوں سے جو ایمان لائے	کیا ہم کھلائیں	انہیں	اگر چاہے گا اللہ

اَطۡعَمَهٗۤ	اِنۡ اَنۡتُمۡ	اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۴۷﴾	وَیَقُوۡلُوۡنَ	مَتٰی	هٰذَا الۡوَعۡدُ
تو وہ کھلائے گا ان کو	نہیں ہو تم لوگ	مگر ایک کھلی گمراہی میں	اور وہ لوگ کہتے ہیں	کب ہے	یہ وعدہ

اِنۡ كُنۡتُمۡ	صٰدِقِیۡنَ ﴿۴۸﴾	مَا یَنۡظُرُوۡنَ	اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً	تَاۡخُذُهُمۡ
اگر تم لوگ ہو	سچ کہنے والے	وہ انتظار نہیں کرتے	مگر ایک ایسی چنگھاڑ کا	جو پکڑے گی ان کو

وَهُمۡ	یَخِصِّمُوۡنَ ﴿۴۹﴾	فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ	تَوۡصِیَةً	وَّلَاۤ اِلٰۤی اَهۡلِهِمۡ	یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۵۰﴾
اس حال میں کہ وہ	جھگڑ رہے ہوں گے	تو نہیں استطاعت نہ ہوگی	کوئی وصیت کرنے کی	اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف	وہ لوٹیں گے

نوٹ۔1

بھری ہوئی کشتی سے مراد حضرت نوحؑ کی کشتی ہے۔ اس کشتی میں بظاہر تو حضرت نوحؑ کے چند ساتھی ہی بیٹھے تھے، مگر درحقیقت قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان اس پر سوار تھے۔ کیونکہ طوفان نوحؑ میں ان کے سوا باقی پوری اولادِ آدم کو غرق کر دیا گیا تھا اور بعد کی انسانی نسل ان ہی کشتی والوں سے چلی ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت۔42۔ سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ تاریخ میں پہلی کشتی جو بنی وہ حضرت نوحؑ والی کشتی تھی۔ اس سے پہلے انسان کو دریاؤں

اور سمندروں کو عبور کرنے کا طریقہ معلوم نہ تھا۔ اس طریقے کی تعلیم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو دی پھر آئندہ ان کی نسل نے بحری سفر کے لئے کشتیاں بنانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ (تفہیم القرآن)۔ ایک رائے یہ ہے کہ مِّنْ مِّثْلِهٖ کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی سواری اور باربرداری کے لئے صرف کشتی ہی نہیں بلکہ اور بھی سواری بنائی ہے۔ اس سے اہل عرب نے اپنی عادت کے مطابق اونٹ کی سواری مراد لی ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ قرآن نے اس جگہ کسی خاص سواری کا نام نہیں لیا ہے بلکہ مبہم چھوڑا ہے تا کہ قیامت تک ایجاد ہونے والی سب سواریاں اس میں شامل ہو جائیں۔ (معارف القرآن)

آیت۔ ۴۴۔ میں واضح کر دیا گیا کہ انسان کو یہ جو کچھ بھی حاصل ہے، نہ اس کے باپ دادا کی میراث ہے اور نہ اس کی اپنی قابلیت کا کرشمہ ہے بلکہ یہ محض خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے جس سے ایک خاص وقت تک کے لئے اس نے انسان کو بہرہ مند کیا ہے۔ بالآخر وہ وقت آنے والا ہے جب اللہ تعالیٰ ان تمام نعمتوں کے متعلق پرسٹ کرے گا کہ ان کا شکر اور حق ادا کیا تھا یا نہیں۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (51 تا 58)

ج د ث

X	X	ثلاثی مجرد سے فعل نہیں آتا۔
	جَدَثٌ	ج اَجْدَاثٌ۔ قبر۔ زیر مطالعہ آیت۔ 51۔

ش غ ل

(ف)	شُغُلًا	کام میں لگانا۔ مصروف رکھنا۔ ﴿شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا﴾ (48/الفتح: 11) ''ہمیں مصروف رکھا ہمارے اموال نے اور ہمارے گھروں نے۔''
	شُغُلٌ	مصروفیت۔ شغل۔ زیر مطالعہ آیت۔ 55

ف ک ہ

(س)	فَكَهًا	خوش طبع ہونا۔ ہنسنے ہنسانے والا ہونا۔
	فَكِهٌ	صفت ہے۔ خوش طبع۔ خود پسند۔ اکڑباز۔ ﴿وَ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ﴾ (83/المطففین: 31) ''اور جب بھی وہ پلٹتے ہیں اپنے گھر والوں کی طرف تو پلٹتے ہیں اکڑباز ہوتے ہوئے۔''
	فَاكِهٌ	اسم الفاعل ہے۔ ہنسنے ہنسانے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 55
	فَكِهَةٌ	ج فَوَاكِهُ۔ یہ فَاكِهٌ کا مونث ہے۔ ہر قسم کا پھل جس کو کھا کر طبیعت خوش ہو۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۵۷۔ ﴿لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ﴾ (23/المومنون: 19) ''تمہارے لئے ان میں کثرت سے پھل ہیں۔''
(تفعل)	تَفَكُّهًا	باتیں بنانا۔ پشیمان ہونا۔ ﴿لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ﴾ (56/الواقعہ: 65) ''اگر ہم چاہیں تو بنا دیں اس کو روندا ہوا پھر تم لوگ رہ جاؤ باتیں بناتے۔''

ع ر ک

(ن)	اُرُوْكًا	اونٹ کا پیلو کے درخت کے پتے کھانا۔

اَرِيْكَةٌ ج اَرَائِكُ۔ آراستہ ومزین تخت۔ (تخت کو سجانے کے لئے جو چھپر کھٹ لگایا جاتا ہے وہ پیلو کے درخت کی لکڑی کا ہوتا ہے) زیر مطالعہ آیت۔56

ترجمہ:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ	فَاِذَا هُمْ	مِّنَ الْاَجْدَاثِ	اِلٰى رَبِّهِمْ	يَنْسِلُوْنَ ﴿٥١﴾
اور پھونکا جائے گا صور میں	تو جب ہی وہ لوگ	قبروں سے	اپنے رب کی طرف	دوڑتے ہوں گے

قَالُوْا	يٰوَيْلَنَا	مَنْۢ بَعَثَنَا	مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ	هٰذَا مَا	وَعَدَ الرَّحْمٰنُ
وہ کہیں گے	ہائے ہماری شامت	کس نے اٹھایا ہم کو	ہماری آرام گاہ سے	یہ وہ ہے جو	وعدہ کیا رحمان نے

وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٢﴾	اِنْ كَانَتْ اِلَّا	صَيْحَةً وَّاحِدَةً	فَاِذَا هُمْ	جَمِيْعٌ
اور سچ کہا بھیجے ہوؤں (رسولوں) نے	نہیں ہوگی وہ مگر	ایک (ہی) چنگھاڑ	پھر جب ہی وہ لوگ	سب کے سب

لَّدَيْنَا	مُحْضَرُوْنَ ﴿٥٣﴾	فَالْيَوْمَ	لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ	شَيْـًٔا	وَّلَا تُجْزَوْنَ
ہمارے پاس	حاضر کئے ہوئے ہوں گے	تو آج کے دن	ظلم نہیں کیا جائے گا کسی جان پر	ذرا بھی	اور تم لوگوں کو بدلہ نہیں دیا جائے گا

اِلَّا مَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٤﴾	اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ	الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ	فٰكِهُوْنَ ﴿٥٥﴾ ج
سوائے اس کے جو	تم لوگ کیا کرتے تھے	بیشک جنت والے	آج کے دن کسی مشغلہ میں	ہنسنے ہنسانے والے ہوں گے

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ	فِيْ ظِلٰلٍ	عَلَى الْاَرَآئِكِ	مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿٥٦﴾	لَهُمْ فِيْهَا
وہ اور ان کے جوڑے	سایوں میں	سجائے ہوئے تختوں پر	ٹیک لگانے والے ہوں گے	ان کے لئے ہوگا اس میں

فَاكِهَةٌ	وَّلَهُمْ مَّا	يَدَّعُوْنَ ﴿٥٧﴾ ج	سَلٰمٌ ۣ قف	قَوْلًا	مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿٥٨﴾
پھل	اور ان کے لئے ہوگا وہ جو	وہ مانگیں گے	سلامتی ہے	قول ہوتے ہوئے	ایک رحیم رب سے

نوٹ۔1

آیت۔55۔ کو سمجھنے کے لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ صالح اہل ایمان میدانِ حشر میں روک کر نہیں رکھے جائیں گے بلکہ ابتدا ہی میں ان کو بلا حساب، یا ہلکی حساب فہمی کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا کیونکہ ان کا ریکارڈ صاف ہوگا۔ انہیں دوران عدالت انتظار کی تکلیف دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں جواب دہی کرنے والوں کو بتائے گا کہ جن لوگوں کو تم دنیا میں بے وقوف سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے وہ اپنی عقلمندی کی بدولت آج جنت کے مزے لوٹ رہے ہیں اور تم یہاں کھڑے جوابدہی کر رہے ہو۔ (تفہیم القرآن)

یہاں اصحابِ جنت کا حال ذکر فرمایا ہے کہ وہ اپنی تفریحات میں مشغول ہوں گے۔ ممکن ہے اس جگہ فِيْ شُغُلٍ (کسی مصروفیت میں) کا لفظ اس خیال کو دفع کرنے کے لئے بڑھایا ہو کہ جنت میں جبکہ نہ کوئی عبادت ہوگی، نہ کوئی فرض وواجب اور نہ کسب معاش کا کوئی کام، تو کیا اس بیکاری میں آدمی کا جی نہ گھبرائے گا۔ اس لئے فرمایا کہ ان کو اپنی تفریحات کا ہی بڑا شغل ہوگا، جی گھبرانے کا کیا سوال ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔1

آیت۔58۔ میں اس سب سے بڑی سرفرازی کا ذکر ہے جو اہل جنت کو جنت میں حاصل ہوگی کہ رب رحیم 1575 کی طرف سے ان کو سلام کہلایا جائے گا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہوں گے اور اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچائیں گے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (59 تا 67)

م س خ

(ف) مَسْخًا شکل وصورت بگاڑ دینا۔ عادت واطوار خراب کر دینا۔ زیر مطالعہ آیت۔67۔

ترجمہ:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ	أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ٥٩	أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ
اور تم لوگ الگ ہو جاؤ آج کے دن	اے جرم کرنے والو	کیا میں نے تاکید نہیں کی تھی تم لوگوں کو

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	اَنْ لَّا تَعْبُدُوا	الشَّيْطٰنَ ج	اِنَّهٗ لَكُمْ	عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ٦٠ لا	وَّاَنِ
اے اولادِ آدمؑ	کہ تم لوگ بندگی مت کرنا	شیطان کی	بیشک وہ تمہارے لئے	ایک کھلا دشمن ہے	اور یہ کہ

اعْبُدُوْنِيْ ط	هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ٦١	وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ	جِبِلًّا كَثِيْرًا ط
تم لوگ بندگی کرو میری	یہ سیدھا راستہ ہے	اور بیشک اس نے گمراہ کیا ہے تم میں سے	بہت سی خلقتوں کو

اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا	تَعْقِلُوْنَ ٦٢	هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ	كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٦٣
تو کیا تم لوگ نہیں تھے	(کہ) عقل سے کام لیتے	یہ وہ جہنم ہے جس سے	تم لوگ ڈرائے جاتے تھے

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ	بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ٦٤	اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ	عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ
تم لوگ گرو اس میں آج کے دن	ان کے ہاتھ	اور گواہی دین گے ان کے پاؤں	اس کی جو وہ لوگ کمائی کرتے تھے

وَتُكَلِّمُنَآ	اَيْدِيْهِمْ	وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ	بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٦٥
اور کلام کریں گے ہم سے	ان کے ہاتھ	اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں	اس کی جو وہ لوگ کمائی کرتے تھے

وَلَوْ نَشَآءُ	لَطَمَسْنَا	عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ	فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ
اور اگر ہم چاہتے	تو ہم مٹا دیتے	ان کی آنکھوں کو	پھر وہ دوڑ لگاتے راستے کے لئے

فَاَنّٰى	يُبْصِرُوْنَ ٦٦	وَلَوْ نَشَآءُ	لَمَسَخْنٰهُمْ	عَلٰى مَكَانَتِهِمْ
تو کہاں سے	انہیں سجھائی دیتا	اور اگر ہم چاہتے	تو ہم ان کے چہرے مہرے بگاڑ دیتے	ان کے ٹھکانے پر

فَمَا اسْتَطَاعُوْا	مُضِيًّا	وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ٦٧ ع
تو وہ استطاعت نہ رکھتے	(آگے) گزرنے کی	اور نہ وہ واپس لوٹتے

نوٹ۔1

آیت۔60۔ سے معلوم ہوا کہ تمام اولاد آدمؑ کو مخاطب کر کے قیامت میں کہا جائے گا کہ کیا دنیا میں تم کو شیطان کی عبادت

کرنے سے منع نہیں کیا تھا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کفار عموماً شیطان کی تو عبادت نہ کرتے، بلکہ بتوں یا دوسری چیزوں کو پوجتے تھے۔ اس لیے ان پر شیطان کی عبادت کا الزام کیسے عائد ہوا۔ جواب یہ ہے کہ کسی کی اطاعت مطلقہ کہ ہر کام میں ہر حال میں اس کا کہنا ماننے، اسی کا نام عبادت ہے، چونکہ ان لوگوں نے ہمیشہ شیطانی تعلیم ہی کی پیروی کی اس لئے ان کو شیطان کا عابد کہا گیا۔ جیسا کہ حدیث میں اس شخص کو جو مال یا بیوی کی محبت میں آ کر ہر وہ کام کرنے لگے جس سے مال بڑھے یا بیوی راضی ہو، اگرچہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو، ایسے شخص کو حدیث میں عبدالدرہم اور عبدالزوجہ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔65۔ میں میدان حشر کا نقشہ ہے کہ حساب کتاب کے وقت مشرکین قسمیں کھا کر اپنے شرک وکفر سے مکر جائیں گے اور بعض یہ بھی کہیں گے کہ فرشتوں نے ہمارے نامہ اعمال میں جو کچھ لکھ دیا ہے ہم تو اس سے بری ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے کہ بول نہ سکیں اور خود ان ہی کے ہاتھ پاؤں کو بولنے کی صلاحیت دے دیں گے اور وہ ان کے تمام اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس آیت میں تو ہاتھ پاؤں کا بولنا مذکور ہے جبکہ دوسری آیات میں انسان کے کان، آنکھ اور کھال کا بولنا بھی مذکور ہے۔ اور ایک جگہ ہے کہ خود ان کی زبانیں گواہی دیں گے۔ یہ اس کے منافی نہیں کہ ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی، کیونکہ مہر لگانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کچھ نہ بول سکیں گے۔ البتہ ان کی زبان ان کی مرضی کے خلاف چلے گی اور شہادت دے گی۔

(معارف القرآن)

آیت نمبر (68 تا 76)

ترجمہ:

وَمَنْ	نُّعَمِّرْهُ	نُنَكِّسْهُ	فِي الْخَلْقِ ط	اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾
اور وہ	ہم (طویل) عمر دیتے ہیں جس کو	تو ہم الٹا پھیرتے ہیں اس کو	پیدائش میں	تو کیا یہ لوگ عقل استعمال نہیں کرتے

وَمَا عَلَّمْنٰهُ	الشِّعْرَ	وَمَا يَنْۢبَغِيْ	لَهٗ ط	اِنْ هُوَ اِلَّا	ذِكْرٌ
اور ہم نے نہیں سکھایا ان کو	شعر کہنا	اور یہ شایانِ شان نہیں ہے	ان کے لئے	نہیں ہے یہ مگر	ایک یاددہانی

وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾ لا	لِّيُنْذِرَ	مَنْ كَانَ	حَيًّا	وَّيَحِقَّ	الْقَوْلُ	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾
اور ایک واضح قرآن	تاکہ وہ (قرآن) خبردار کرے	اس کو جو ہو	زندہ	اور تاکہ ثابت ہو	بات	کافروں پر

اَوَلَمْ يَرَوْا	اَنَّا خَلَقْنَا	لَهُمْ	مِّمَّا	عَمِلَتْ	اَيْدِيْنَآ	اَنْعَامًا
اور کیا انہوں نے دیکھا ہی نہیں	کہ ہم نے پیدا کئے	انکے لئے	اس میں سے جن پر	عمل کیا	ہمارے ہاتھوں نے	کچھ مویشی

فَهُمْ لَهَا	مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾	وَذَلَّلْنٰهَا	لَهُمْ	فَمِنْهَا	رَكُوْبُهُمْ
تو وہ لوگ ان کے	مالک ہونے والے ہیں	اور ہم نے مطیع کیا ان (مویشیوں) کو	ان کے لئے	تو ان میں سے (بعض پر)	ان کی سواریاں ہیں

وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾	وَلَهُمْ فِيْهَا	مَنَافِعُ	وَمَشَارِبُ ط	اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾
اور ان میں سے وہ کھاتے ہیں	اور ان کے لئے ان میں	فائدے ہیں	اور پینے کے مقامات ہیں	تو کیا یہ لوگ شکر نہیں کریں گے

وَاتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اٰلِهَةً	لَّعَلَّهُمْ	يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾
اورانہوں نے بنائے	اللہ کے سوا	کچھ الٰہ	(کہ) شاید ان کی	مدد کی جائے
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	نَصْرَهُمْ	وَهُمْ لَهُمْ	جُنْدٌ	مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾
وہ (اِلٰہ) استطاعت نہیں رکھتے	ان کی مدد کرنے کی	اوروہ ان کے لئے	ایک ایسا لشکر ہیں جو	حاضر کئے گئے ہیں
فَلَا يَحْزُنْكَ	قَوْلُهُمْ	اِنَّا نَعْلَمُ	مَا يُسِرُّوْنَ	وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾
تو غمگین نہ کرے آپؐ کو	ان کی بات	بیشک ہم جانتے ہیں	اس کو جو یہ لوگ چھپاتے ہیں	اوراس کو جو یہ لوگ اعلان کرتے ہیں

نوٹ۔1

الٹا پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑھاپے میں آدمی کی حالت بچوں کی سی کر دیتا ہے۔اسی طرح وہ چلنے پھرنے سے معذور ہوجاتا ہے۔اسی طرح اسے اٹھاتے بٹھاتے اور سہارا دے کر چلاتے ہیں۔اسی طرح دوسرے اسے کھلاتے پلاتے ہیں۔اسی طرح وہ ناسمجھی کی باتیں کرتا ہے جس پر لوگ ہنستے ہیں۔غرض جس کمزوری کی حالت سے اس نے اس دنیا میں اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا اختتامِ زندگی پر وہ اسی حالت کو پہنچ جاتا ہے۔(تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

ہاتھوں کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ معاذ اللہ وہ ذاتِ پاک جسم رکھتی ہے،اور انسانوں کی طرح ہاتھ سے کام کرتی ہے، بلکہ اس سے یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے خود بنایا ہے۔ان کی تخلیق میں کسی دوسرے کا ذرہ برابر دخل نہیں ہے۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (77 تا 83)

ر م م

(ض) رَمًّا: کسی چیز کا بوسیدہ ہونا۔

رَمِیْمٌ: صفت ہے۔بوسیدہ۔زیر مطالعہ آیت۔78

ترجمہ:

اَوَ لَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ	اَنَّا خَلَقْنٰهُ	مِنْ نُّطْفَةٍ	فَاِذَا هُوَ
اورکیا دیکھا ہی نہیں انسانوں نے	کہ ہم نے پیدا کیا اس کو	ایک بوند سے	پھر تب ہی وہ

خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾	وَضَرَبَ لَنَا	مَثَلًا	وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ	قَالَ
ایک کھلا جھگڑالو (ہوجاتا) ہے	اوراس نے بیان کیا ہمارے لئے	ایک مثال	اور بھول گیا اپنی پیدائش کو	اس نے کہا

مَنْ يُّحْيِ	الْعِظَامَ	وَهِيَ	رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾	قُلْ	يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ
کون زندہ کرے گا	ہڈیوں کو	اس حال میں کہ وہ	بوسیدہ ہیں	آپؐ کہئے	وہ زندہ کرے گا ان کو جس نے

اَنْشَاَهَآ	اَوَّلَ مَرَّةٍ	وَهُوَ	بِكُلِّ خَلْقٍ	عَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾
بنایا ان کو	پہلی مرتبہ	اوروہ	پیدا کرنے کے ہر ایک (طریقہ) کو	ہر حال میں جاننے والا

الَّذِیْ	جَعَلَ لَكُمْ	مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ	نَارًا	1575 فَاِذَآ اَنْتُمْ
وہ جس نے	بنایا تمہارے لئے	ہرے (بھرے) درخت میں سے	ایک آگ	پھر تب ہی تم لوگ

مِّنْهُ	تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾	اَوَلَيْسَ الَّذِيْ	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اس سے	آگ بھڑکاتے ہو	اور کیا وہ جس نے	پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

بِقٰدِرٍ	عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ	مِثْلَهُمْ ؕ	بَلٰى	وَهُوَ الْخَلّٰقُ
قدرت رکھنے والا نہیں ہے	اس پر کہ وہ پیدا کرے	ان کے جیسا	کیوں نہیں	اور وہ (کچھ) پیدا کرنے والا ہے

الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾	اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ	اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا	اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾
ہمیشہ (سب کچھ) جاننے والا ہے	اس کا حکم تو بس یہ ہے	جب کبھی وہ ارادہ کرے کسی چیز کا	کہ وہ کہتا ہے اس سے	تو ہو جا	تو وہ ہو جاتی ہے

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ	بِيَدِهٖ	مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ	وَّاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾
تو پاکیزگی اس کی ہے	جس کے ہاتھ میں	ہر چیز کی بادشاہت ہے	اور اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

نوٹ۔1

آیت۔80۔ کا یا تو یہ مطلب ہے کہ اس نے ہرے بھرے درختوں میں وہ آتش گیر مادہ رکھا ہے جس کی بدولت تم آگ جلاتے ہو۔ یا پھر یہ اشارہ ہے مرخ اور عفار نامی ان دو درختوں کی طرف جن کی ہری بھری ٹہنیوں کو لے کر اہل عرب ایک دوسرے پر مارتے تھے تو ان سے آگ جھڑنے لگتی تھی۔ قدیم زمانے میں عرب کے بدو آگ جلانے کے لئے یہی چقماق استعمال کرتے تھے اور ممکن ہے آج بھی کرتے ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الصفت (37)

آیت نمبر (1 تا 21)

ز ج ر

(ن) زَجْرًا: چلا کر روکنا۔ جھڑکنا۔ دھتکارنا۔

زَاجِرٌ: روکنے والا۔ جھڑکنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔2

زَجْرَةٌ: جھڑکی۔ ڈانٹ۔ ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ (37/الصافات:198) ''پھر وہ تو بس ایک جھڑکی ہوگی۔''

(افتعال) اِزْدِجَارًا: اہتمام سے روکنا۔ دھتکارنا۔ ﴿وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿٩﴾﴾ (54/القمر:9) ''اور انہوں نے کہا مجنوں ہے اور اس کو دھتکارا گیا۔''

مُزْدَجَرٌ اسم المفعول ہے۔جس کو روکا گیا۔اور جس چیز سے روکا گیا، دونوں کے لئے آتا ہے۔﴿ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۙ﴾[1575] (54/القمر:4)''اور بیشک آچکی ہیں ان کے پاس خبروں میں سے وہ جس میں روکی ہوئی بات ہے۔''

ث	ق	ب

(ن) **ثَقْبًا** کسی چیز کا روشن ہونا۔چمکنا

ثَاقِبٌ فاعل کے وزن پر صفت ہے۔روشن ہونے والا۔چمکنے والا یعنی روشن۔چمکدار، زیر مطالعہ آیت۔۱۰۔

ل	ز	ب

(ن) **لَزُوْبًا** مضبوطی سے قائم ہونا۔چمٹنا

لَازِبٌ اسم الفاعل ہے۔چمٹنے والا۔زیر مطالعہ آیت۔۱۱۔

ترجمہ:

وَالصّٰٓفّٰتِ	صَفًّا ۙ﴿۱﴾	فَالزّٰجِرٰتِ	زَجْرًا ۙ﴿۲﴾
قسم ہے قطار بنانے والیوں کی	جیسا قطار بنانے کا حق ہے	پھر قسم ہے جھڑکنے والیوں کی	جیسا جھڑکنے کا حق ہے

فَالتّٰلِيٰتِ	ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾	اِنَّ اِلٰهَكُمْ	لَوَاحِدٌ ۭ﴿۴﴾
پھر قسم ہے تلاوت کرنے والیوں کی	یاد رکھنے کے لئے	بیشک تمہارا الٰہ	یقیناً ایک (ہی) ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَمَا بَيْنَهُمَا	وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۭ﴿۵﴾
(وہ) آسمانوں اور زمین کا رب ہے	اور اس کا جو ان دونوں کے درمیان ہے	اور سارے مشرقوں کا رب ہے

اِنَّا زَيَّنَّا	السَّمَآءَ الدُّنْيَا	بِزِيْنَةِ	الْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾	وَحِفْظًا
بیشک ہم نے زینت دی	دنیوی آسمانوں کو	ایک زینت سے	جو ستارے ہیں	اور حفاظت کے لئے

مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾	لَا يَسَّمَّعُوْنَ	اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى
ہر ایک سرکشی کرنے والے شیطان سے	وہ کان نہیں لگا پاتے	(فرشتوں کی) اعلیٰ مجلس کی طرف

وَيُقْذَفُوْنَ	مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾	دُحُوْرًا وَّ	لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾
اور ان پر پھینک مارا جاتا ہے	ہر طرف سے	کھدیڑنے کے لئے	اور ان کے لئے ایک دائمی عذاب ہے

اِلَّا مَنْ	خَطِفَ	الْخَطْفَةَ	فَاَتْبَعَهٗ	شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾
سوائے اس کے کہ جس نے	اچک لیا	ایک اچکی ہوئی بات	تو پیچھے لگتا ہے اس کے	ایک چمکدار انگارہ

فَاسْتَفْتِهِمْ	اَهُمْ اَشَدُّ	خَلْقًا	اَمْ مَّنْ	خَلَقْنَا ۭ	اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ
تو آپ فتویٰ مانگیں ان سے	کیا یہ لوگ زیادہ سخت (مضبوط) ہیں	بلحاظ مخلوق کے	یا وہ سب جن کو	ہم نے پیدا کیا	بیشک ہم نے پیدا کیا ان کو

مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾	بَلْ عَجِبْتَ	وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ 1575
ایک چپکنے والے گارے سے	بلکہ آپؐ نے تعجب کیا	حالانکہ وہ مذاق کرتے ہیں

وَاِذَا ذُكِّرُوْا	لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾	وَاِذَا رَاَوْا	اٰيَةً	يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾
اور جب کبھی ان کو یاددہانی کرائی جاتی ہے	تو وہ لوگ یاد نہیں کرتے	اور جب کبھی وہ دیکھتے ہیں	کوئی نشان	تو مذاق اڑاتے ہیں

وَقَالُوْٓا	اِنْ هٰذَآ اِلَّا	سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾	ءَاِذَا مِتْنَا	وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
اور کہتے ہیں	نہیں ہے یہ مگر	ایک کھلا جادو	کیا جب ہم مر گئے	اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں

ءَاِنَّا	لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾	اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾	قُلْ نَعَمْ	وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾
تو کیا ہم	ضرور اٹھائے جائیں گے	اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا (بھی)	آپؐ کہہ دیجئے کہ ہاں	اور تم لوگ ذلیل ہونے والے ہو

فَاِنَّمَا هِيَ	زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ	فَاِذَا هُمْ	يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾	وَقَالُوْا	يٰوَيْلَنَا
پس وہ تو بس	ایک (ہی) جھڑکی ہوگی	تو جب ہی وہ	دیکھتے ہوں گے	اور کہیں گے	ہائے ہماری تباہی

هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾	هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ	كُنْتُمْ بِهٖ	تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾
یہ (تو) بدلے کا دن ہے	یہ فیصلے کا وہ دن ہے	تم لوگ جس کو	جھٹلاتے تھے

نوٹ۔1

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو قسمیں کھائی ہیں یہ تعظیم کے لئے نہیں بلکہ مقسم علیہ پر شہادت کے لئے ہیں۔ قسم کے اس مفہوم کی روشنی میں وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا کا ترجمہ ''شاہد ہیں صفیں باندھے ہوئے حاضر رہنے والے فرشتے'' کیا جائے تو یہ قسم کے مفہوم کو بالکل ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والا ہوگا۔ آیات ایک تا تین میں فرشتوں کی تین صفات بیان ہوئی ہیں۔ ان صفات میں اسی طرح کی ترتیب ہے جس طرح کی ترتیب ہماری نمازوں میں ہوتی ہے۔ جس طرح ہم خدا کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں، پھر شیطان سے تعوذ کرتے ہیں، پھر اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں، اسی طرح ملائکہ بھی عرش الٰہی کے اردگرد صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں، پھر شیاطین کو زجر کرتے ہیں، پھر اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں۔ (تدبر قرآن)

مفسرین کی اکثریت کی رائے ہے کہ ان تینوں گروہوں سے مراد فرشتوں کے گروہ ہیں۔ اس میں قطار در قطار صف باندھنے کا اشارہ اس طرف ہے کہ تمام فرشتے جو نظام کائنات کی تدبیر کر رہے ہیں، وہ اللہ کے بندے اور غلام ہیں اور اس کی اطاعت و بندگی میں صف بستہ ہیں۔ پھٹکارنے والوں سے مراد یہ ہے کہ ان ہی فرشتوں میں سے ایک گروہ وہ بھی ہے جو نافرمانوں اور مجرموں کو پھٹکارتا ہے اور یہ پھٹکار صرف لفظی ہی نہیں ہوتی بلکہ انسانوں پر وہ حوادثِ طبعی اور آفات تاریخی کی شکل میں برستی ہے۔ کلام نصیحت سنانے والوں سے مراد یہ ہے کہ ان ہی میں وہ بھی ہیں جو امر حق کی طرف توجہ دلاتے ہیں، حوادث زمانہ کی شکل میں بھی جن سے عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کرتے ہیں اور ان تعلیمات کی صورت میں بھی جو ان کے ذریعہ سے انبیاء پر نازل ہوئیں اور ان الہامات کی صورت میں بھی جو ان کے واسطہ سے نیک انسانوں پر ہوتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

پہلی تین آیات میں ملائکہ کا ذکر ہوا کہ نادانوں نے ان کو خدائی کا درجہ دے رکھا ہے جبکہ ان کے اعلیٰ سرداروں تک کا حال

یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے آگے صف بستہ اور اس کی حمد و تسبیح میں سرگرم رہتے ہیں۔ پھر آیات چھ تا دس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جنوں کی رسائی ملاء اعلیٰ تک نہیں ہو پاتی کہ وہاں سے وہ غیب کی کوئی خبر معلوم کر سکیں۔ اس وجہ سے جو لوگ فرشتوں کو پوج رہے ہیں وہ بھی احمق ہیں اور جو جنوں کو علم غیب کا وسیلہ سمجھ کر ان سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی احمق ہیں۔

(تدبر قرآن)

آیت نمبر (22 تا 34)

ترجمہ:

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	وَاَزْوَاجَهُمْ	وَمَا	كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾
ان لوگوں کو جمع کرو جنہوں نے	ظلم کیا	اور ان کے جوڑوں (ساتھیوں) کو	اور ان کو جن کی	یہ لوگ بندگی کرتے تھے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	فَاهْدُوْهُمْ	اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾	وَ	قِفُوْهُمْ
اللہ کے سوا	پھر ان کی رہنمائی کرو	دوزخ کے راستہ کی طرف	اور	تم لوگ ٹھہراؤ ان کو
اِنَّهُمْ	مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾	مَا لَكُمْ	لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾	بَلْ هُمُ الْيَوْمَ
بیشک یہ لوگ	پوچھے جانے والے ہیں	تم لوگوں کو کیا ہو گیا	(کہ) ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ہو	بلکہ وہ لوگ آج کے دن
مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾	وَاَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ	يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾	
سرنگوں ہونے والے ہیں	اور سامنے آئے گا	ان کا کوئی کسی کے	ایک دوسرے سے پوچھتے ہوئے	
قَالُوْٓا اِنَّكُمْ	كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا	عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾	قَالُوْا بَلْ	لَّمْ تَكُوْنُوْا
کہیں گے بیشک تم لوگ	آتے تھے ہمارے پاس	داہنی طرف سے (بڑے ٹھسّے سے)	وہ لوگ کہیں گے بلکہ	تم لوگ تھے ہی نہیں
مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾	وَمَا كَانَ لَنَا	عَلَيْكُمْ	مِّنْ سُلْطٰنٍ	بَلْ كُنْتُمْ
ایمان لانے والے	اور نہیں تھا ہمارے لئے	تم لوگوں پر	کچھ بھی اختیار	بلکہ تم لوگ تھے
قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾	فَحَقَّ عَلَيْنَا	قَوْلُ رَبِّنَآ	اِنَّا	لَذَآىِٕقُوْنَ ﴿۳۱﴾
سرکشی کرنے والی قوم	تو ثابت ہوا ہم پر	ہمارے رب کا قول	بیشک ہم	(اب) ضرور چکھنے والے ہیں
فَاَغْوَيْنٰكُمْ	اِنَّا كُنَّا	غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾	فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ	فِي الْعَذَابِ
تو ہم نے گمراہ کیا تم کو	(کہ) بیشک ہم ہی تھے	گمراہ ہونے والے	تو بیشک وہ سب اس دن	اس عذاب میں
مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾	اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ	بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾		
مشترک ہونے والے ہیں	بیشک اسی طرح ہم کرتے ہیں	مجرموں کے ساتھ		

نوٹ۔1

ازواج کے لفظی معنی "جوڑے" ہے۔ یہاں یہ ہم مشربوں کے لئے آیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ یہاں اَزْوَاجَهُمْ سے مراد ان کے جیسے لوگ ہیں۔ چنانچہ سود خور دوسرے سود خوروں کے ساتھ، شراب پینے والے دوسرے شراب پینے والوں کے ساتھ جمع کئے جائیں گے۔ (معارف القرآن)

معبودوں سے مراد دو قسم کے معبود ہیں۔ ایک وہ انسان اور شیاطین جن کی اپنی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ لوگ ان کی بندگی

کریں۔ دوسرے وہ اصنام اور شجر و حجر جن کی پرستش دنیا میں کی جاتی رہی ہے۔ ان میں سے پہلی قسم کے معبود تو خود مجرمین میں شامل ہوں گے اور انہیں سزا کے طور پر جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا۔ دوسری قسم کے معبود اپنے پرستاروں کے ساتھ اس لئے جہنم میں ڈالے جائیں گے کہ وہ انہیں دیکھ کر اپنی حماقتوں کا ماتم کرتے رہیں ان کے علاوہ ایک تیسری قسم کے معبود وہ بھی ہیں جنہیں دنیا میں پوجا تو گیا ہے مگر خود ان کا اپنا ایمان ہرگز یہ نہ تھا کہ ان کی پرستش کی جائے بلکہ اس کے برعکس وہ ہمیشہ انسانوں کو غیر اللہ کی پرستش سے منع کرتے رہے، مثلاً فرشتے، انبیاء اور اولیاء۔ اس قسم کے معبود ان معبودوں میں شامل نہ ہوں گے جنہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔ (تفہیم القرآن)

| نوٹ۔2 |

میدانِ حشر میں جمع ہونے کے بعد کافروں کے سردار اپنی پیروی کرنے والوں کے سامنے آئیں گے تو ایک دوسرے کی مدد کرنے کی بجائے آپس میں بحث و تکرار شروع کر دیں گے۔ یہاں اسی بحث و تکرار کا کچھ نقشہ کھینچ کر فریقین کا انجام یہ بیان کیا گیا ہے۔ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو گناہ پر آمادہ کرنے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے تو اسے دعوتِ گناہ کا عذاب تو بیشک ہوگا، لیکن جس نے اس کی دعوت کو اپنے اختیار سے قبول کر لیا تو وہ بھی گناہ سے بری نہیں ہو سکتا۔ وہ آخرت میں یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں پا سکتا مجھے تو فلاں نے گمراہ کیا تھا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (35 تا 49)

| ک ع س |

X	X	فعل استعمال نہیں ہوتا۔
	كَاْسٌ	پینے کا برتن جبکہ اس میں پینے کی چیز موجود ہو۔ پھر یہ صرف پینے کے برتن کے لئے بھی آتا ہے اور صرف پینے کی چیز کے لئے بھی۔ (1) پیالہ۔ جام (2) شربت، شراب۔ ﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا﴾ (52/الطور: 23) ''وہ لوگ باہم کھینچا تانی کریں گے اس (جنت) میں جام کے لئے۔'' ﴿وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴾ (76/الدھر: 17) ''اور ان کو پلائی جائے گی اس (جنت) میں ایک ایسی شراب جس کا مزاج ادرک کا ہوگا۔''

| ل ذ ذ |

(س)	لَذَاذَةً	مزے دار ہونا۔ لذیذ ہونا۔ ﴿وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ﴾ (43/الزخرف: 71) ''اور اس میں وہ ہے جس کی خواہش کریں گے جی اور مزے دار ہو جائیں گی آنکھیں۔''
	لَذَّةٌ	اسم ذات ہے۔ مزہ۔ لذت۔ زیر مطالعہ آیت۔ 46

| غ و ل |

(ن)	غَوْلًا	اچانک پکڑ لینا۔ شراب سے مدہوش ہو جانا۔
	غَوْلٌ	اسم ذات ہے۔ مدہوشی۔ دردسر۔ زیر مطالعہ آیت۔ 47۔

| ن ز ف |

(ض)	نَزْفًا	کنویں کا سارا پانی نکال لینا۔ کسی کو بے عقل کرنا۔ بدمست کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 47۔

(افعال) اِنْزَافًا کنویں کا سارا پانی نکل جانا۔ بے عقل ہونا۔﴿ وَلَا یُنْزِفُوْن ﴾ (الواقعہ: 1575/56) ''اور نہ وہ لوگ بدمست ہوں گے۔''

ترجمہ:

اِنَّهُمْ	كَانُوْٓا	اِذَا	قِيْلَ لَهُمْ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا اللّٰهُ ۙ
بیشک وہ لوگ	(ایسے) تھے	(کہ) جب کبھی	کہا جاتا تھا ان سے	کوئی الٰہ نہیں ہے	سوائے اللہ کے

يَسْتَكْبِرُوْنَ ۙ ۳۵	وَيَقُوْلُوْنَ	اَئِنَّا	لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا	لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۭ ۳۶
تو وہ تکبر کرتے تھے	اور کہتے تھے	کیا (بھلا) ہم	کہیں اپنے الٰہوں کو چھوڑنے والے ہیں	ایک مجنون شاعر کے لئے

بَلْ جَاۗءَ	بِالْحَقِّ	وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۳۷	اِنَّكُمْ	لَذَاۗىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۚ ۳۸
بلکہ (جبکہ) وہ آئے	حق کے ساتھ	اور انہوں نے تصدیق کی رسولوں کی	بیشک تم لوگ	دردناک عذاب کو ضرور چکھنے والے ہو

وَمَا تُجْزَوْنَ	اِلَّا مَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ ۳۹	اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۴۰
اور تم کو بدلہ نہیں دیا جائے گا	سوائے اس کے جو	تم لوگ کرتے تھے	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے

اُولٰۗىِٕكَ	لَهُمْ	رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۙ ۴۱	فَوَاكِهُ ۚ	وَهُمْ	مُّكْرَمُوْنَ ۙ ۴۲
وہ لوگ ہیں	جن کے لئے	ایک معلوم رزق ہے	جو پھل ہیں	اور وہ لوگ ہی	عزت دیئے ہوئے ہوں گے

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۙ ۴۳	عَلٰي سُرُرٍ	مُّتَقٰبِلِيْنَ ۴۴	يُطَافُ عَلَيْهِمْ
تروتازگی کے باغات میں	تختوں پر	ایک دوسرے کے آمنے سامنے	گردش میں لایا جائے گا ان پر

بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ ۴۵	بَيْضَاۗءَ	لَذَّةٍ	لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ ۴۶
ایسے جاری پانی میں کا جام جو	سفید ہوگا	لذت ہوگا	پینے والوں کے لئے

لَا فِيْهَا	غَوْلٌ	وَّلَا هُمْ عَنْهَا	يُنْزَفُوْنَ ۴۷	وَعِنْدَهُمْ
نہیں ہوگی اس میں	کوئی سرگرانی	اور نہ وہ اس سے	بدمست کئے جائیں گے	اور ان کے پاس ہوں گی

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ	عِيْنٌ ۙ ۴۸	كَاَنَّهُنَّ	بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۴۹
آنکھ کی پلک نیچے رکھنے والیاں	بڑی آنکھوں والیاں	جیسے کہ وہ ہیں	محفوظ کئے ہوئے انڈے

نوٹ۔1

لفظ ''فَوَاكِهُ'' کے ذریعہ قرآن نے جنت کے رزق کی خود تفسیر فرمادی ہے کہ وہ رزق میوں پر مشتمل ہوگا۔ عربی میں فَاكِهَةٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بھوک کی ضرورت رفع کرنے کے لئے نہیں بلکہ لذت حاصل کرنے کے لئے کھائی جائے۔ اردو میں اس کا ترجمہ ''میوہ'' اس لئے کردیا جاتا ہے کہ میوہ بھی لذت حاصل کرنے کے لئے کھایا جاتا ہے۔ ورنہ درحقیقت فَاكِهَةٌ کا مفہوم میوے کے مفہوم سے زیادہ عام ہے۔ امام رازیؒ نے اسی لفظ سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ جنت میں جتنی غذائیں دی جائیں گی وہ سب لذت بخشنے کے لئے دی جائیں گے، بھوک کی حاجت رفع کرنے کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ جنت میں انسان کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہوگی۔ وہاں اسے اپنی زندگی برقرار رکھنے کے لئے یا حفظان صحت کے لئے کسی بھی غذا کی ضرورت نہیں ہوگی اور جنت کی تمام نعمتوں کا مقصد لذت عطا کرنا ہوگا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (50 تا 61)

1575

ترجمہ:

فَاَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ عَلٰى	بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (50)	قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ
پھر سامنے آئے گا	ان کا کوئی کسی کے	ایک دوسرے سے پوچھتے ہوئے	کہے گا ایک کہنے والا ان میں سے

اِنِّىْ	كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ (51)	يَّقُوْلُ	اَئِنَّكَ	لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ (52)
بیشک	میرا ایک ساتھی تھا	وہ کہا کرتا تھا	کیا بیشک (واقعی) تو	ضرور تصدیق کرنے والوں میں سے ہے

ءَاِذَا مِتْنَا	وَكُنَّا تُرَابًا	وَّعِظَامًا	ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ (53)	قَالَ هَلْ اَنْتُمْ
کیا جب ہم مرجائیں گے	اور ہوجائیں گے مٹی	اور ہڈیاں	تو کیا بیشک ہم ضرور حساب لئے جانے والے ہیں	اس نے کہا کیا تم لوگ

مُّطَّلِعُوْنَ (54)	فَاطَّلَعَ	فَرَاٰهُ	فِىْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (55)	قَالَ تَاللّٰهِ
جھانکنے والے ہو	پھر اس نے جھانکا	تو اس نے دیکھا اس کو	دوزخ کے بیچ میں	اس نے کہا اللہ کی قسم

اِنْ	كِدْتَّ	لَتُرْدِيْنِ (56)	وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّىْ	لَكُنْتُ	مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (57)
یقیناً	قریب تھا کہ تو	ضرور گڑھے میں گرا دیتا مجھ کو	اور اگر نہ ہوتی میرے رب کی نعمت	تو میں ضرور ہوتا	حاضر کئے ہوؤں میں سے

اَفَمَا نَحْنُ	بِمَيِّتِيْنَ (58)	اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى	وَمَا نَحْنُ	بِمُعَذَّبِيْنَ (59)
تو کیا (اب) ہم لوگ	مردہ نہیں ہونگے	سوائے ہماری پہلی موت کے	اور ہم لوگ	عذاب دیئے ہوئے نہیں ہیں

اِنَّ هٰذَا	لَهُوَ	الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (60)	لِمِثْلِ هٰذَا	فَلْيَعْمَلِ	الْعٰمِلُوْنَ (61)
بیشک یہ	یقیناً یہی	شاندار کامیابی ہے	اس کی جیسی کے لئے	چاہیے کہ عمل کریں	عمل کرنے والے

نوٹ۔1

آیات۔51۔57۔ میں دو اشخاص کا ذکر کرنے سے قرآن کا حاصل منشاء لوگوں کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ اپنے حلقہ احباب کا جائزہ لے کر یہ دیکھیں کہ اس میں کوئی ایسا شخص تو نہیں ہے جو انہیں کشاں کشاں دوزخ کی طرف لے جا رہا ہو۔ بری صحبت سے جو تباہی آسکتی ہے اس کا صحیح اندازہ آخرت ہی میں ہوگا اور اس وقت تباہی سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ اس لئے دنیا میں تعلقات دیکھ بھال کر قائم کرنے چاہئیں۔ بسا اوقات کسی نافرمان شخص سے تعلقات قائم کرنے کے بعد انسان غیر محسوس طریقے پر اس کے افکار و نظریات اور طرز زندگی سے متاثر ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ چیز آخرت کے انجام کے لئے خطرناک ہوتی ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (62 تا 74)

ز ق م

(ن) زَقْمًا : لقمہ نگلنا تھوہر کھانا۔

زَقُّوْمٌ : تھوہر کا درخت۔ دوزخ کے ایک درخت کا نام، زیر مطالعہ آیت۔62۔

ش و ب

1575

(ن) شَوْبًا — ایک چیز میں دوسری چیز ملانا۔خلط ملط کرنا۔

شَوْبٌ — وہ چیز جو کسی چیز میں ملائی جائے۔ملاوٹ، زیر مطالعہ آیت۔67

ترجمہ:

اَذٰلِكَ خَيْرٌ	نُّزُلًا	اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾	اِنَّا جَعَلْنٰهَا
کیا یہ بہتر ہے	بطور ابتدائی مہمان نوازی کے	یا تھوہر کا درخت	بیشک ہم نے بنایا اس کو

فِتْنَةً	لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾	اِنَّهَا شَجَرَةٌ	تَخْرُجُ	فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾
ایک آفت	ظالموں کے لئے	بیشک وہ ایک ایسا درخت ہے جو	نکلتا ہے	دوزخ کی بنیاد میں

طَلْعُهَا	كَاَنَّهٗ	رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾	فَاِنَّهُمْ	لَاٰكِلُوْنَ	مِنْهَا
اس کا خوشہ	جیسے کہ وہ ہے	شیطانوں کے سر	تو وہ لوگ	یقیناً کھانے والے ہیں	اس میں سے
فَمَالِـُٔوْنَ	مِنْهَا	الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾	ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ	عَلَيْهَا	لَشَوْبًا
پھر بھرنے والے ہیں	اس سے	پیٹوں کو	پھر بیشک ان کے لئے	اس پر	یقیناً آمیزش ہوگی

مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾	ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ	لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾	اِنَّهُمْ اَلْفَوْا	اٰبَآءَهُمْ
کسی گرم (پانی) سے	پھر بیشک ان کا لوٹنا	یقیناً دوزخ کی طرف ہے	بیشک انہوں نے پایا	اپنے باپ دادا کو

ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾	فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ	يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾	وَلَقَدْ ضَلَّ
گمراہ ہونے والے	پھر وہ ان کے نقوش قدم پر	بے سدھ دوڑائے جاتے ہیں	اور بیشک گمراہ ہو چکے
قَبْلَهُمْ	اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾
ان سے پہلے	اگلوں کے اکثر	اور بیشک ہم بھیج چکے	ان میں خبردار کرنے والے

فَانْظُرْ	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾	اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾
تو آپؐ دیکھیں	کیسا تھا	خبردار کئے جانے والوں کا انجام	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے

نوٹ۔1

کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ شیطان کا سر کس نے دیکھا ہے جو زقوم کے شگوفوں کو اس سے تشبیہ دی گئی۔ دراصل یہ تخیلی نوعیت کی تشبیہ ہے اور عام طور پر ہر زبان کے ادب میں اس سے کام لیا جاتا ہے۔مثلاً ایک عورت کی انتہائی خوبصورتی کا تصور دلانے کے لئے کہتے ہیں کہ وہ تو پری ہے۔ اور انتہائی بدصورتی بیان کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ وہ تو چڑیل ہے یا بھتنی ہے۔ کسی کی نورانی شکل کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتہ صورت ہے۔ (تفہیم القرآن)

رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ کی تشبیہ نہایت بلیغ ہے۔ بعض مرتبہ تشبیہ کسی خیالی چیز کی دی جاتی ہے لیکن وہ مرئی وشاہد چیزوں سے زیادہ ذہنوں کے قریب ہوتی ہے۔مثلاً آپ کسی پراگندہ حال اور پراگندہ حال شخص کو کہیں کیا بھوت کی سی شکل بنا رکھی ہے۔ بھوت اگرچہ ایک خیالی چیز ہے لیکن اس کا ایک تصور ہر شخص کے ذہن میں موجود ہے۔ اس وجہ سے یہ تشبیہ اس شخص کو جس خوبی کے ساتھ مصور کرے گی

کوئی دوسری تشبیہ مشکل ہی سے کر سکے گی۔ اسی طرح یہاں زقوم کے پتوں کو شیاطین کے سروں سے تشبیہ دی ہے ہر چند یہ ایک خیالی تشبیہ ہے لیکن ذہنوں میں شیاطین کا ایک خوفناک تصور موجود ہے۔ اس وجہ سے اس کو سن کر دل پر ایک کپکپی[157] طاری ہوتی ہے۔

(تدبر قرآن)

آیت نمبر (75 تا 98)

س ق م

(ن۔ك) سَقْمًا بیمار ہونا۔

سَقِيْمٌ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ بیمار۔ زیر مطالعہ آیت۔ 89

ر و غ

(ن) رَوْغًا (1) بچ بچ کر چلنا۔ چپکے سے کسی طرف مائل ہونا۔ اس کے لئے عموماً الٰی کا صلہ آتا ہے۔ آیت زیر مطالعہ۔ 91

ز ف ف

(ض) زَفًّا تیز دوڑنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 94

ترجمہ:

وَلَقَدْ نَادٰىنَا	نُوْحٌ	فَلَنِعْمَ	الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾	وَنَجَّيْنٰهُ
اور بیشک پکار چکے ہم کو	نوحؑ	تو یقیناً کیا ہی اچھے ہیں (ہم)	قبول کرنے والے	اور ہم نے نجات دی اُن کو

وَاَهْلَهٗ	مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾	وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ	هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾
اور انکے گھر والوں کو	اس بڑے دکھ سے	اور ہم نے بنایا ان کی اولاد کو	ہی باقی رہنے والے
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ	فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾	سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ	فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾
اور ہم نے چھوڑی ان کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثناء)	سلام ہے نوحؑ پر	تمام جہانوں میں
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾	اِنَّهٗ	مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾
بیشک اسی طرح ہم جزاء دیتے ہیں	خوب کاروں کو	بیشک وہ ہیں	ہمارے مومن بندوں میں سے
ثُمَّ اَغْرَقْنَا	الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾	وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ	لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾
پھر ہم نے غرق کیا	دوسروں کو	اور بیشک ان کے گروہ میں سے	ہی ابراہیمؑ ہیں

اِذْ جَآءَ	رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾	اِذْ قَالَ	لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ	مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾
جب وہ آئے اپنے رب کے پاس	قلبِ سلیم کے ساتھ	جب انہوں نے کہا	اپنے والد اور اپنی قوم سے	تم لوگ کس کی بندگی کرتے ہو

اَئِفْكًا	اٰلِهَةً	دُوْنَ اللّٰهِ	تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٦﴾	فَمَا ظَنُّكُمْ	بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾
ایک گھڑے ہوئے جھوٹ کے لئے	کچھ الٰہ	اللہ کے علاوہ	تم لوگ چاہتے ہو	تو تم لوگوں کا کیا گمان ہے	تمام جہانوں کے پروردگار کے بارے میں

فَنَظَرَ	نَظْرَةً	فِي النُّجُوْمِ ۙ ﴿٨٨﴾	فَقَالَ	اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿٨٩﴾	1575 فَتَوَلَّوْا عَنْهُ
پھرانہوں نے دیکھا	ایک نظر	ستاروں میں	پھرانہوں نے کہا	بیشک میں بیمار ہوں	توان لوگوں نے منہ موڑا ان سے

مُدْبِرِيْنَ ﴿٩٠﴾	فَرَاغَ	اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ	فَقَالَ	اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٩١﴾	مَا لَكُمْ
پیٹھ دینے والے ہوتے ہوئے	پھر وہ چپکے سے آئے	ان کے خداؤں کی طرف	پھر کہا	کیا تم لوگ کھاتے نہیں	تم لوگوں کو کیا ہے

لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿٩٢﴾	فَرَاغَ عَلَيْهِمْ	ضَرْبًا	بِالْيَمِيْنِ ﴿٩٣﴾	فَاَقْبَلُوْٓا
بولتے نہیں ہو	پھر وہ ٹوٹ پڑے ان پر	مارتے ہوئے	داہنے ہاتھ سے	تو وہ لوگ سامنے آئے

اِلَيْهِ	يَزِفُّوْنَ ﴿٩٤﴾	قَالَ	اَتَعْبُدُوْنَ	مَا	تَنْحِتُوْنَ ۙ ﴿٩٥﴾
ان (ابراہیمؑ) کی طرف	بھاگتے ہوئے	انہوں نے کہا	کیا تم لوگ بندگی کرتے ہو	اس کی جس کو	تم لوگ (خود) تراشتے ہو

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ	وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾	قَالُوا	ابْنُوْا	لَهٗ	بُنْيَانًا
حالانکہ اللہ نے پیدا کیا تم کو	اور اس کو جو تم لوگ کرتے ہو	ان لوگوں نے کہا	تم لوگ تعمیر کرو	اس کے لئے	ایک عمارت

فَاَلْقُوْهُ	فِي الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾	فَاَرَادُوْا	بِهٖ	كَيْدًا	فَجَعَلْنٰهُمُ	الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾
پھر ڈال دو اس کو	آگ کے ڈھیر میں	پھر انہوں نے ارادہ کیا	ان کے بارے میں	ایک چالبازی کا	تو ہم نے کر دیا ان لوگوں کو	پست ترین

نوٹ۔1

اکثر مفسرین کے نزدیک آیت۔۷۷۔ کا مطلب یہ ہے کہ طوفان نوحؑ کے بعد ساری دنیا کی نسل حضرت نوحؑ ہی کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث سے چلی۔ جو لوگ حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار ہو کر طوفان سے بچ گئے تھے ان میں سے کسی اور سے کوئی نسل نہیں چلی۔ اس کی تائید بعض احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سام اہل عرب کا باپ ہے، حام اہل حبشہ کا باپ ہے اور یافث اہل روم کا۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔78۔ میں حضرت نوحؑ کی دعوت کی کامیابی کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے دشمنوں کی مخالفت کے علی الرغم اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت کو فروغ دیا۔ ان کے بعد ان ہی کی دعوت کو آگے بڑھانے والے انبیاء اور علماء پیدا ہوئے۔ حضرت نوحؑ کے بعد سب سے زیادہ جلیل القدر نبی و رسول حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ جس ملت کے داعی حضرت نوحؑ تھے اسی ملت کے داعی بن کر حضرت ابراہیمؑ اٹھے۔ (تدبر قرآن سے ماخوذ)

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان میں جو عہد گزرا اس میں صرف دو نبی ہوئے۔ ایک حضرت ہودؑ اور دوسرے حضرت صالحؑ۔ (تفسیر نعیمی)

نوٹ۔3

یہ تو ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج اور ستاروں میں کچھ ایسی خاصیتیں رکھی ہیں جو انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض خصوصیات ایسی ہیں جن کا ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے۔ مثلاً سورج کے قرب و بعد سے گرمی اور سردی کا پیدا ہونا۔ چاند کے اتار چڑھاؤ سے سمندر میں مدوجزر وغیرہ۔ اب بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ ان ستاروں کو خصوصیات صرف اتنی ہی ہیں جتنی عام مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کے علاوہ بھی ستاروں کی گردش کے کچھ ایسے خواص ہوتے ہیں جو انسان کی زندگی کے اکثر معاملات پر اثر ڈالتے ہیں۔ پھر بعض لوگ تو ان ستاروں ہی کو کامیابیوں اور ناکامیوں کے معاملہ میں موثر حقیقی مانتے ہیں۔ بلاشبہ ان کا خیال غلط اور باطل ہے اور یہ عقیدہ انسان کو شرک کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس

عقیدے کی سخت تردید فرمائی ہے جس کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ موثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، مگر اس نے ستاروں کو ایسے خواص عطا کر دیئے ہیں اس لئے دنیا کے دوسرے اسباب کی طرح وہ بھی انسان کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا ایک سبب ہوتے ہیں۔ جس طرح بارش برسانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن اس کا ظاہری سبب بادل ہیں۔ اسی طرح تمام کامیابیوں اور ناکامیوں کا اصل سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی ہے لیکن یہ ستارے ان کا سبب بن جاتے ہیں۔ یہ خیال شرک نہیں ہے اور قرآن وحدیث سے اس خیال کی نہ تصدیق ہوتی ہے اور نہ تردید۔ لہٰذا یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی گردش اور انکے طلوع وغروب میں کچھ ایسے اثرات رکھے ہوں لیکن ان اثرات کی جستجو کرنے کے لئے علم نجوم کی تحصیل۔ اس علم پر اعتماد اور اس کی بنا پر مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا بہر حال ممنوع اور ناجائز ہے اور احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تقدیر کا ذکر چھڑ جائے تو رک جاؤ (یعنی اس میں زیادہ غور وخوض اور بحث ومباحثہ نہ کرو) اور جب ستاروں کا ذکر چھڑے تو رک جاؤ۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ ستاروں کے علم سے اتنا علم حاصل کرو جس کے ذریعہ تم خشکی اور سمندر میں راستے جان سکو اس کے بعد رک جاؤ۔ اس ممانعت سے تاروں کے خواص وآثار کا انکار لازم نہیں آتا۔ لیکن ان خواص وآثار کے پیچھے پڑنے اور ان کی جستجو کرنے کو منع کیا گیا ہے۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اس پر مفصل بحث کرتے ہوئے اس ممانعت کی متعدد حکمتیں بتائی ہیں۔ پہلی حکمت تو یہ ہے کہ جب اس علم میں انسان کا انہماک بڑھتا ہے تو تجربہ یہ ہے کہ وہ رفتہ رفتہ ستاروں کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے اور یہ چیز اسے کشاں کشاں مشرکانہ عقیدے کی طرف لے جاتی ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ اگر ستاروں میں اللہ تعالیٰ نے کچھ خواص وآثار رکھے بھی ہیں تو ان کے یقینی علم کا ہمارے پاس سوائے وحی کے کوئی راستہ نہیں ہے۔ حضرت ادریسؑ کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا کوئی علم عطا فرمایا تھا لیکن اب وہ علم جس کی بنیاد وحی الٰہی پر تھی دنیا سے مٹ چکا ہے۔ اب علم نجوم کے ماہرین کے پاس جو کچھ ہے وہ محض قیاسات، اندازے اور تخمینے ہیں، جن سے کوئی یقینی علم حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نجومیوں کی بے شمار پیشنگوئیاں آئے دن غلط ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ جن بڑے بڑے لوگوں نے اس علم کی تحصیل میں اپنی عمریں کھپائی ہیں وہ آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اس علم کا انجام قیاس وتخمین سے آگے کچھ نہیں۔ اور اس میں غلطیوں کے بے حساب احتمالات ہوتے ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ اس علم کی تحصیل میں لگتے ہیں وہ اسے بالکل قطعی اور یقینی علم کا درجہ دے بیٹھتے ہیں۔ اسی کی بناء پر مستقبل کے فیصلے کرتے ہیں اور بعض اوقات علم غیب کے دعوے کرنے لگتے ہیں۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ یہ عمرِ عزیز کو ایک بے فائدہ کام میں صرف کرنے کے مترادف ہے جب اس سے یقینی طور پر کوئی نتیجہ حاصل نہیں کیا جاسکتا تو یہ دنیا کے کاموں میں مددگار ثابت نہیں ہوسکتا اور ایک بے فائدہ چیز کے پیچھے پڑنا اسلامی شریعت کی روح اور مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے یہ ممنوع ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 99 تا 113

ق س م

(ن)   تَلًّا   پچھاڑنا۔ لٹا دینا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 103۔

ترکیب

(آیت 113) وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ میں عَلَيْهِ کی ضمیر کو حضرت ابراہیمؑ کے لئے بھی مانا جا سکتا تھا اور ان کے پہلے بیٹے حضرت اسمٰعیل کے لئے بھی۔ گرامر کے لحاظ سے دونوں کی گنجائش موجود تھی لیکن آگے مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا میں هُمَا کو ضمیر نے واضح کر دیا کہ عَلَيْهِ کی ضمیر حضرت اسمٰعیل کے لئے ہے۔ یہ اگر حضرت ابراہیمؑ کے لئے ہوتی تو پھر مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ آتا۔

ترجمہ:

وَقَالَ	اِنِّيْ ذَاهِبٌ	اِلٰى رَبِّيْ	سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾	رَبِّ
اور انہوں نے کہا	کہ میں جانے والا ہوں	اپنے رب کی طرف	وہ رہنمائی کرے گا میری	اے میرے رب
هَبْ لِيْ	مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾	فَبَشَّرْنٰهُ	بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾	فَلَمَّا
تو بخش دے مجھ کو	نیکوں میں سے	تو ہم نے خوشخبری دی ان کو	ایک بردبار لڑکے کی	پھر جب

بَلَغَ	مَعَهُ	السَّعْيَ	قَالَ	يٰبُنَيَّ	اِنِّيْٓ اَرٰى	فِي الْمَنَامِ
وہ (لڑکا) پہنچا	ان کے ساتھ	دوڑنے کو	تو انہوں نے کہا	اے میرے بچے	میں دیکھتا ہوں	سونے کے وقت میں

اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ	فَانْظُرْ	مَاذَا تَرٰى ؕ	قَالَ	يٰٓاَبَتِ	افْعَلْ
کہ میں ذبح کرتا ہوں تجھ کو	پس تو دیکھ	تیری کیا رائے ہے	اس (لڑکے) نے کہا	اے میرے والد	آپ کریئے

مَا	تُؤْمَرُ	سَتَجِدُنِيْٓ	اِنْ شَآءَ اللّٰهُ	مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾
وہ جس کا	آپ کو حکم دیا جاتا ہے	آپ پائیں گے مجھ کو	اگر چاہا اللہ نے	ثابت قدم رہنے والوں میں سے

فَلَمَّآ	اَسْلَمَا	وَتَلَّهٗ	لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ ج	وَنَادَيْنٰهُ	اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ لا
پھر جب	وہ دونوں فرمانبردار ہوئے	اور انہوں نے لٹا دیا اس (لڑکے) کو	پیشانی کے بل	اور ہم نے پکارا ان کو	کہ اے ابراہیمؑ

قَدْ صَدَّقْتَ	الرُّءْيَا ج	اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾	اِنَّ هٰذَا
آپ سچ کر چکے	خواب کو	بیشک ہم اس طرح جزا دیتے ہیں	خوبکاروں کو	بیشک یہ

لَهُوَ	الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾	وَفَدَيْنٰهُ	بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾
یقیناً یہی	صریح آزمائش تھی	اور ہم نے مشکل میں سے نکالا ان کو	ایک عظیم ذبیحہ کے بدلے
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ	فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ صلے	سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾	كَذٰلِكَ نَجْزِي
اور ہم نے چھوڑی ان کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثنا)	سلام ہے ابراہیمؑ پر	اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾	اِنَّهٗ	مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١١﴾	وَبَشَّرْنٰهُ
خوب کاروں کو	بیشک وہ ہیں	ہمارے ایمان لانے والے بندوں میں سے	اور ہم نے بشارت دی ان کو

بِاِسْحٰقَ	نَبِيًّا	مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٢﴾	وَ بٰرَكْنَا	عَلَيْهِ
اسحاقؑ کی	نبی ہوتے ہوئے	نیک لوگوں میں سے	اور ہم نے برکت دی	اس لڑکے (اسمٰعیلؑ) پر

وَعَلٰۤی اِسۡحٰقَ ؕ	وَمِنۡ ذُرِّیَّتِہِمَا	مُحۡسِنٌ	وَظَالِمٌ لِّنَفۡسِہٖ مُبِیۡنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع 1575
اور اسحاقؑ پر	اور ان دونوں کی اولاد سے	کوئی نیکی کرنے والا ہے	اور اپنے آپ پر کوئی صریح ظلم کرنے والا ہے

نوٹ۔1

آیات۔100۔101۔ میں ہے کہ اپنے وطن سے ہجرت کرتے وقت حضرت ابراہیمؑ نے ایک صالح بیٹے کی دعا کی تھی اور اس کے جواب میں اللہ نے ان کو ایک غلام حلیم کی بشارت دی جبکہ قرآن مجید میں جہاں حضرت اسحٰقؑ کی بشارت دی گئی ہے وہاں ان کے لئے غلام علیم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو صاحبزادوں کی دو نمایاں صفات الگ الگ تھیں۔ آیات زیر مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ غلام حلیم یعنی اسمٰعیل جب دوڑنے کے قابل ہو گئے تب ابراہیمؑ کو خواب میں انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر جب ابراہیمؑ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تب ان کو ایک اور بیٹے اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دی گئی۔ واقعات کی یہ ترتیب قطعی طور پر فیصلہ کر دیتی ہے کہ جن صاحبزادے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا وہ حضرت اسحاقؑ نہ تھے بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے جو ان سے کئی برس پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (115 تا 138)

ترجمہ:

وَلَقَدۡ مَنَنَّا	عَلٰی مُوۡسٰی وَہٰرُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ ۚ	وَنَجَّیۡنٰہُمَا
اور بیشک ہم احسان کر چکے	موسیٰؑ اور ہارونؑ پر	اور ہم نے نجات دی ان دونوں کو
وَقَوۡمَہُمَا	مِنَ الۡکَرۡبِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۱۱۵﴾ ۚ	وَنَصَرۡنٰہُمۡ
اور ان دونوں کی قوم کو	اس بڑے دکھ سے	اور ہم نے نصرت دی ان لوگوں کو
فَکَانُوۡا ہُمُ الۡغٰلِبِیۡنَ ﴿۱۱۶﴾ ۚ	وَاٰتَیۡنٰہُمَا	الۡکِتٰبَ الۡمُسۡتَبِیۡنَ ﴿۱۱۷﴾ ۚ
تو وہ لوگ ہی ہوئے غالب	اور ہم نے دی ان دونوں کو	وہ واضح ہو جانے والی کتاب

وَہَدَیۡنٰہُمَا	الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ﴿۱۱۸﴾ ۚ	وَتَرَکۡنَا عَلَیۡہِمَا	فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾ ۙ
اور ہم نے ہدایت دی ان دونوں کو	اس سیدھے راستے کی	اور ہم نے چھوڑی ان دونوں کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثنا)
سَلٰمٌ عَلٰی مُوۡسٰی وَہٰرُوۡنَ ﴿۱۲۰﴾	اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی	الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾	اِنَّہُمَا
سلام ہے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر	بیشک ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں	خوب کاروں کو	بیشک وہ دونوں

مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۲۲﴾	وَاِنَّ اِلۡیَاسَ	لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾ ؕ
ہمارے ایمان لانے والے بندوں میں سے ہیں	اور بیشک الیاسؑ	یقیناً بھیجے ہوؤں (رسولوں) میں سے ہیں

اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِہٖۤ	اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾	اَتَدۡعُوۡنَ	بَعۡلًا	وَّتَذَرُوۡنَ
جب انہوں نے کہا اپنی قوم سے	کیا تم لوگ تقویٰ اختیار نہیں کرو گے	کیا تم لوگ پکارتے ہو	بعل (بت) کو	اور چھوڑتے ہو

اَحۡسَنَ الۡخَالِقِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾ ۙ	اللّٰہَ	رَبَّکُمۡ	وَرَبَّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾
تخلیق کرنے والوں کے بہترین کو	جو اللہ ہے	جو تم لوگوں کا رب ہے	اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد کا رب ہے

فَكَذَّبُوْهُ	فَاِنَّهُمْ	لَمُحْضَرُوْنَ ۙ﴿۱۲۷﴾	1575 اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾
تو ان لوگوں نے جھٹلایا ان کو	تو بیشک وہ لوگ	یقیناً حاضر کئے جانے والے ہیں	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ	فِي الْاٰخِرِيْنَ ۙ﴿۱۲۹﴾	سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾
اور ہم نے چھوڑی ان کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثنا)	سلام ہے الیاسؑ پر

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾	اِنَّهٗ	مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾
ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں	خوب کاروں کو	بیشک وہ ہیں	ہمارے ایمان لانے والے بندوں میں سے

وَاِنَّ لُوْطًا	لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ؕ	اِذْ نَجَّيْنٰهُ	وَاَهْلَهٗٓ
اور بیشک لوطؑ	یقیناً بھیجے ہوؤں (رسولوں) میں سے ہیں	جب ہم نے نجات دی ان کو	اور ان کے گھر والوں کو

اَجْمَعِيْنَ ۙ﴿۱۳۴﴾	اِلَّا عَجُوْزًا	فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾	ثُمَّ دَمَّرْنَا	الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
سب کو	سوائے ایک بڑھیا کے	پیچھے رہ جانے والوں میں	پھر ہم نے ہلاک کیا	دوسروں کو

وَاِنَّكُمْ	لَتَمُرُّوْنَ	عَلَيْهِمْ	مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾	وَبِالَّيْلِ ؕ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ع
اور بیشک تم لوگ	یقیناً گزرتے ہو	ان پر سے	صبح کرتے ہوئے	اور رات کو	تو کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے

نوٹ۔1

قرآن کریم میں حضرت الیاسؑ کا ذکر صرف دو مقامات پر آیا ہے۔ سورہ انعام کی آیت۔85۔ میں تو صرف انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں آپ کا اسم گرامی شمار کر دیا گیا ہے اور کوئی واقعہ مذکورہ نہیں ہے۔ البتہ یہاں نہایت اختصار کے ساتھ آپ کی دعوت و تبلیغ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ قرآن کریم میں حضرت الیاسؑ کے حالات تفصیل سے مذکورہ نہیں ہیں اور نہ احادیث میں آپؑ کے حالات آئے ہیں، اس لئے آپ کے بارے میں کتب تفسیر میں مختلف اقوال ملتے ہیں جن میں سے بیشتر بنی اسرائیل کی روایات سے ماخوذ ہیں۔ لیکن تاریخی اور اسرائیلی روایات اس بات پر تقریباً متفق ہیں کہ آپ بنی اسرائیل کی طرف اس زمانے میں مبعوث ہوئے جب حضرت سلیمانؑ کے جانشینوں کی بدکاری کی وجہ سے بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک حصہ یہوداہ اور دوسرا حصہ اسرائیل کہلاتا تھا۔ اسرائیل کے بادشاہ کی بیوی بعل نامی ایک بت کی پرستار تھی۔ اس کے کہنے پر بادشاہ نے اسرائیل میں بعل کے نام پر ایک بڑی قربان گاہ تعمیر کر کے تمام بنو اسرائیل کو بت پرستی کے راستہ پر لگا دیا۔ حضرت الیاسؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ وہ اس خطہ میں جا کر توحید کی تعلیم دیں اور اسرائیلیوں کو بت پرستی سے روکیں۔ (معارف القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (139 تا 160)

ء ب ق

(ض) اَبَقَ غلام کا آقا کے پاس سے بھاگ جانا۔ زیر مطالعہ آیت۔140۔

س ھ م

(ف) سُھُوْمًا قرعہ اندازی میں غالب آنا۔

(مفاعله) مُسَاهَمَةً قرعہ اندازی کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔141۔

ل ق م

(س) لَقْمًا جلدی جلدی کھانا

(افتعال) اِلْتِقَامًا کسی چیز کو نگل لینا۔ زیر مطالعہ آیت۔142۔

ترجمہ:

وَاِنَّ يُوْنُسَ	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿139﴾	اِذْ اَبَقَ	اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿140﴾
اور بیشک یونسؑ	یقیناً بھیجے ہوؤں میں سے ہیں	جب وہ چل دیئے	اس بھری ہوئی کشتی کی طرف

فَسَاهَمَ	فَكَانَ	مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿141﴾	فَالْتَقَمَهُ	الْحُوْتُ	وَهُوَ
پھر قرعہ اندازی کی	تو وہ تھے	پھسلائے جانے والوں میں سے	پھر نگل لیا ان کو	مچھلی نے	اس حال میں کہ وہ

مُلِيْمٌ ﴿142﴾	فَلَوْلَآ	اَنَّهٗ كَانَ	مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿143﴾	لَلَبِثَ
اس کے پیٹ میں	لوگوں کو اٹھائے جانے کے دن تک	پھر ہم نے پھینک دیا ان کو	کھلے میدان میں	اس حال میں کہ وہ بیمار تھے

فِيْ بَطْنِهٖٓ	اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿144﴾	فَنَبَذْنٰهُ	بِالْعَرَآءِ	وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿145﴾
اور ہم نے اگایا ان پر	ایک پودا	کدوں کی بیل میں سے	اور ہم نے بھیجا ان کو	ایک لاکھ (لوگوں) کی طرف
وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ	شَجَرَةً	مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿146﴾	وَاَرْسَلْنٰهُ	اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ
اور ہم نے اگایا ان پر	ایک پودا	کدو کی بیل میں سے	اور ہم نے بھیجا ان کو	ایک لاکھ (لوگوں) کی طرف

اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿147﴾	فَاٰمَنُوْا	فَمَتَّعْنٰهُمْ	اِلٰى حِيْنٍ ﴿148﴾
یا وہ لوگ کچھ زیادہ ہوں گے	پھر وہ لوگ ایمان لائے	تو ہم نے برتنے کا سامان دیا ان لوگوں کو	ایک وقت تک
فَاسْتَفْتِهِمْ	اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ	وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿149﴾	اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ
تو آپؐ ان لوگوں سے پوچھیں	کیا آپؐ کے رب کے لئے بیٹیاں ہیں	اور ان کے لئے بیٹے ہیں	یا ہم نے پیدا کیا فرشتوں کو

اِنَاثًا	وَّهُمْ	شٰهِدُوْنَ ﴿150﴾	اَلَآ	اِنَّهُمْ	مِّنْ اِفْكِهِمْ	لَيَقُوْلُوْنَ ﴿151﴾
مونث ہوتے ہوئے	اس حال میں کہ وہ لوگ	موقعہ پر موجود تھے	خبردار!	بیشک یہ لوگ	اپنے گھڑے ہوئے جھوٹ سے	یقیناً کہتے ہیں (کہ)

وَلَدَ اللّٰهُ	وَاِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ﴿152﴾	اَصْطَفَى الْبَنَاتِ	عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿153﴾
بچہ ہوا اللہ کے ہاں	اور بیشک یہ لوگ	یقیناً جھوٹ کہنے والے ہیں	کیا اس نے ترجیح دیا بیٹیوں کو	بیٹوں پر

مَا لَكُمْ	كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿154﴾	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿155﴾	اَمْ لَكُمْ
تمہیں کیا ہوا ہے	کیسا تم لوگ حکم لگاتے ہو	تو کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑو گے	یا تمہارے لئے
سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿156﴾	فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ	اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿157﴾	وَجَعَلُوْا
کوئی واضح دلیل ہے	تو تم لوگ لاؤ اپنی کتاب	اگر تم لوگ سچ کہنے والے	اور ان لوگوں نے بنایا

بَيْنَهٗ	وَبَيْنَ الْجِنَّةِ	نَسَبًا	وَلَقَدْ عَلِمَتِ	الْجِنَّةُ	اِنَّهُمْ	لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
اس کے (اللہ کے درمیان	اور جنوں کے درمیان	ایک رشتہ داری	اور بیشک جان چکے ہیں	جن لوگ	کہ وہ لوگ	یقیناً حاضر کئے جانے والے ہیں

سُبْحٰنَ اللّٰهِ	عَمَّا	يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾	اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾
اللہ کی پاکیزگی ہے	اس سے جو	یہ لوگ بتاتے ہیں	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے

نوٹ۔1

قرعہ اندازی اس وقت کی گئی جب کشتی طوفان میں گھر گئی اور وزن کی زیادتی سے اس کے ڈوبنے کا اندیشہ ہو گیا اور طے یہ پایا کہ وزن کم کرنے کے لئے ایک شخص کو دریا میں پھینک دیا جائے۔ قرعہ یہ متعین کرنے کے لئے ڈالا گیا کہ وہ شخص کون ہو۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ نہ کسی کو مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ کسی کا حق ثابت کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً قرعہ کے ذریعے کسی کو چور ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر دو آدمیوں میں یہ اختلاف ہو کہ فلاں جائیداد کس کی ملکیت ہے تو قرعہ کے ذریعہ اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں قرعہ اندازی اس موقع پر جائز بلکہ بہتر ہے جہاں ایک شخص کو اختیار حاصل ہو کہ وہ چند جائز راستوں میں سے کسی بھی راستے کو اختیار کر لے، اب وہ اپنی مرضی سے کوئی راستہ متعین کرنے کے بجائے قرعہ ڈال کر فیصلہ کرے۔ حضرت یونسؑ کے واقعہ میں بھی قرعہ اندازی سے کسی کو مجرم ثابت کرنا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ پوری کشتی کو بچانے کے لئے کسی کو بھی دریا میں ڈالا جا سکتا تھا۔ قرعہ کے ذریعہ فیصلہ کیا گیا کہ کس کو ڈالا جائے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

بہت سے عقلیت کے مدعی حضرات یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں جا کر کسی انسان کا زندہ نکل آنا غیر ممکن ہے۔ لیکن اس نام نہاد عقلیت کے گڑھ (انگلستان) کے ساحل کے قریب ایک واقعہ پیش آ چکا ہے جو اس دعوے کی تردید کرتا ہے۔ اگست 1891ء میں Stare of the east نامی ایک جہاز میں کچھ مچھیرے وہیل مچھلی کے شکار کے لئے گہرے سمندر میں گئے۔ وہاں انہوں نے ایک بہت بڑی مچھلی کو جو بیس فٹ لمبی، پانچ فٹ چوڑی اور ایک سو ٹن وزنی تھی، سخت زخمی کر دیا۔ مگر اس سے جنگ کرتے ہوئے جیمز بارٹلے نامی ایک مچھیرے کو اس کے ساتھیوں کی آنکھوں کے سامنے مچھلی نے نگل لیا۔ دوسرے روز وہی مچھلی اس جہاز کے لوگوں کو مری ہوئی مل گئی۔ انہوں نے بمشکل اسے جہاز پر چڑھایا۔ پھر طویل جدوجہد کے بعد جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو جیمز بارٹلے اس کے اندر سے زندہ برآمد ہو گیا۔ یہ شخص مچھلی کے پیٹ میں پورے ساٹھ گھنٹے رہا۔ (اردو ڈائجسٹ، فروری 1964ء) غور کرنے کی بات ہے کہ اگر معمولی حالات میں فطری طور پر ایسا ہونا ممکن ہے تو غیر معمولی حالات میں اللہ تعالیٰ کے معجزے کے طور پر ایسا ہونا کیوں غیر ممکن ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

آیت۔147۔ میں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہے۔ اس کو اشک کے اظہار کی کیا ضرورت ہے کہ ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ آدمی تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ عام لوگوں کی مناسبت سے کہا گیا ہے۔ یعنی ایک عام آدمی انہیں دیکھتا تو یہ کہتا کہ ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ اوپر ہے اور حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ یہاں شک کا اظہار مقصود ہی نہیں ہے۔ انہیں ایک لاکھ بھی کہا جا سکتا ہے اور اس سے زیادہ بھی۔ اور وہ اس طرح کہ اگر کسر (Fraction) کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ اور اگر کسر کو بھی شمار کیا جائے تو ایک لاکھ سے زیادہ۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (161 تا 182)

س و ح

X	x	فعل استعمال نہیں ہوتا۔
سَاحَةٌ		آبادی میں کھلی جگہ۔ پلاٹ۔ پارک۔ میدان۔ آنگن۔ زیر مطالعہ آیت۔۱۷۷۔

ترجمہ:

فَاِنَّكُمْ	وَمَا	تَعْبُدُوْنَ ﴿١٦١﴾	مَآ اَنْتُمْ	عَلَيْهِ	بِفٰتِنِيْنَ ﴿١٦٢﴾
پس بیشک تم لوگ	اور وہ جس کی	تم لوگ بندگی کرتے ہو	تم لوگ	اس (باطل عقیدے) پر	پھیلانے والے نہیں ہو

اِلَّا مَنْ	هُوَ	صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿١٦٣﴾	وَمَا مِنَّآ	اِلَّا لَهٗ	مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿١٦٤﴾
مگر اس کو جو ہے (کہ)	وہ	بھڑکتی آگ کو سینکنے والے	اور (فرشتے کہتے ہیں) ہم میں سے نہیں ہے (کوئی)	مگر اس کے لئے	ایک معلوم مقام ہے

وَّ اِنَّا	لَنَحْنُ	الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾	وَ اِنَّا	لَنَحْنُ	الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿١٦٦﴾
اور یہ کہ	یقیناً ہم لوگ	صف باندھنے والے ہیں	اور یہ کہ	یقیناً ہم لوگ	تسبیح کرنے والے ہیں

وَاِنْ	كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾	لَوْ اَنَّ	عِنْدَنَا	ذِكْرًا	مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾
اور بیشک	یہ (کافر) لوگ یقیناً کہا کرتے تھے	اگر یہ کہ	ہمارے پاس	کوئی نصیحت ہوتی	اگلے لوگوں سے

لَكُنَّا	عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾	فَكَفَرُوْا بِهٖ	فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾
تو ہم یقیناً ہوتے	ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے	پھر (بھی) انہوں نے انکار کیا اس (قرآن) کا	تو عنقریب یہ لوگ جان لیں گے

وَلَقَدْ سَبَقَتْ	كَلِمَتُنَا	لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾	اِنَّهُمْ	لَهُمُ
اور بیشک پہلے طے ہو چکا	ہمارا فرمان	ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے	یہ کہ	یقیناً یہ لوگ

الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾	وَاِنَّ جُنْدَنَا	لَهُمُ	الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾	فَتَوَلَّ عَنْهُمْ
نصرت دیئے ہوئے ہیں	اور بیشک ہمارا لشکر	یقیناً وہ	غالب ہونے والے ہیں	تو آپؐ رخ پھیر لیں ان سے

حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾	وَّ اَبْصِرْهُمْ	فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾	اَفَبِعَذَابِنَا
ایک وقت تک	اور آپؐ دیکھتے رہیں ان کو	تو عنقریب وہ دیکھ لیں گے	تو کیا ہمارے عذاب کی

يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٧٦﴾	فَاِذَا	نَزَلَ	بِسَاحَتِهِمْ	فَسَآءَ	صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٧﴾
یہ لوگ جلدی مچاتے ہیں	پھر جب	وہ نازل ہوگا	ان کے آنگن پر	تو بری ہوگی	خبردار کئے جانے والوں کی صبح

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ	حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٨﴾	وَّ اَبْصِرْ	فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٩﴾
اور آپؐ رخ پھیر لیں ان سے	ایک وقت تک	اور آپؐ دیکھتے رہیں	تو عنقریب وہ دیکھ لیں گے

سُبْحٰنَ رَبِّكَ	رَبِّ الْعِزَّةِ	عَمَّا	يَصِفُوْنَ ﴿١٨٠﴾	وَسَلٰمٌ
آپؐ کے رب کی پاکیزگی ہے	جو ساری عزت کا مالک ہے	اس سے جو	یہ لوگ بتاتے ہیں	اور سلام ہے

عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾	وَالْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ 1575 ع
بھیجے ہوؤں (رسولوں) پر	اور تمام شکر وسپاس	اللہ کے لئے ہے	جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة صٓ (38)

آیت نمبر (1 تا 14)

ل و ت

(ن) لَوْتًا — پوچھے بغیر خبر دینا۔

لَاتَ حِيْنَ — یہ موقعہ نہیں۔ یہ وقت نہیں۔ زیر مطالعہ آیت۔ 3۔(لات زیادہ تر لائے نفئ جنس کی طرح استعمال ہوتا ہے)

ن و ص

(ن) نَوْصًا — بچنا۔ بھاگنا۔

مَنَاصٌ — اسم الظرف ہے۔ بھاگنے کی جگہ۔ پناہ گاہ۔ زیر مطالعہ آیت۔3۔

و ت د

(ض) وَتْدًا — میخ گاڑنا

وَتْدٌ — ج اَوْتَادٌ۔ اسم ذات ہے۔ میخ۔ زیر مطالعہ آیت۔12۔

ترجمہ:

صٓ	وَالْقُرْاٰنِ	ذِي الذِّكْرِ ﴿۱﴾	بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾
۔	قسم ہے اس قرآن کی	جو نصیحت والا ہے	بلکہ وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا	گھمنڈ اور مخالفت میں ہیں
كَمْ اَهْلَكْنَا	مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّنْ قَرْنٍ	فَنَادَوْا	وَّ
ہم نے کتنی ہی ہلاک کیں	ان لوگوں سے پہلے	جماعتوں میں سے	تو ان لوگوں نے پکارا	حالانکہ

لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾	وَعَجِبُوْٓا	اَنْ جَآءَهُمْ	مُّنْذِرٌ	مِّنْهُمْ
پناہ گاہ (تلاش کرنے) کا کوئی بھی وقت نہیں تھا	اور وہ حیرت زدہ ہوئے	کہ آیا ان کے پاس	ایک خبردار کرنے والا	ان میں سے

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ	هٰذَا سٰحِرٌ	كَذَّابٌ ﴿۴﴾	اَجَعَلَ	الْاٰلِهَةَ
اور کہا انکار کرنے والوں نے	یہ ایک جادو کرنے والا ہے	انتہائی جھوٹا ہے	کیا اس نے بنالیا	سارے خداؤں کو
اِلٰهًا وَّاحِدًا	اِنَّ هٰذَا	لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾	وَانْطَلَقَ	الْمَلَاُ مِنْهُمْ
ایک تنہا الٰہ	بیشک یہ	یقیناً ایک انتہائی حیران کن چیز ہے	اور چل پڑے	سردار لوگ ان میں سے

اَنِ امْشُوْا	وَاصْبِرُوْا	عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ	اِنَّ هٰذَا	1575 لَشَیْءٌ
کہ تم لوگ چلتے رہو (اپنے طریقہ پر)	اور تم لوگ ثابت قدم رہو	اپنے خداؤں پر	بیشک یہ	یقیناً ایک ایسی چیز ہے

یُّرَادُ ۝6	مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا	فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ	اِنْ هٰذَا	اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝7
جس کی خواہش کی گئی ہے	ہم نے نہیں سنا اس کو	(اپنے سے پہلوں کی) آخری ملت میں	نہیں ہے یہ	مگر جھوٹ گھڑنا

ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ	الذِّكْرُ	مِنْۢ بَیْنِنَا	بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ	مِّنْ ذِكْرِیْ
کیا اتارا گیا اس پر	اس نصیحت کو	ہمارے درمیان سے	بلکہ یہ لوگ شک میں ہیں	میری نصیحت سے

بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا	عَذَابِ ۝8	اَمْ عِنْدَهُمْ	خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ	الْعَزِیْزِ
بلکہ انہوں نے ابھی تک نہیں چکھا	میرے عذاب کو	کیا ان کے پاس	آپؐ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں	جو بالا دست ہے

الْوَهَّابِ ۝9	اَمْ لَهُمْ	مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَمَا بَیْنَهُمَا
بار بار بخشش کرنے والا ہے	یا ان کے لئے	آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے	اور اس کی جو ان دونوں کے درمیان ہے

فَلْیَرْتَقُوْا	فِی الْاَسْبَابِ ۝10	جُنْدٌ مَّا	هُنَالِكَ	مَهْزُوْمٌ
تو انہیں چاہئے کہ چڑھیں	رسیوں میں	کوئی بھی لشکر ہو	وہیں	شکست دیا جانے والا ہے

مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝11	كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ	قَوْمُ نُوْحٍ	وَّعَادٌ
مضبوط جتھوں میں سے	جھٹلایا ان سے پہلے	نوحؑ کی قوم نے	اور عاد نے

وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝12	وَثَمُوْدُ	وَقَوْمُ لُوْطٍ	وَّاَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ
اور میخوں والے فرعون نے	اور ثمود نے	اور لوطؑ کی قوم نے	اور گھنے درخت والوں نے

اُولٰٓئِكَ	الْاَحْزَابُ ۝13	اِنْ كُلٌّ	اِلَّا	كَذَّبَ	الرُّسُلَ	فَحَقَّ	عِقَابِ ۝14
یہ ہیں	وہ مضبوط جتھے	نہیں ہیں یہ سب	مگر یہ کہ	انہوں نے جھٹلایا	رسولوں کو	تو ثابت ہوا	میرا سزا دینا

نوٹ۔1

فرعون کے لئے میخوں والا یا تو اس معنی میں استعمال کیا گیا کہ اس کی سلطنت ایسی مضبوط تھی گویا میخ زمین میں ٹھکی ہوئی ہو۔ یا اس بنا پر کہ اس کے کثیر التعداد لشکر جہاں ٹھہرتے تھے وہاں ہر طرف خیموں کی میخیں نظر آتی تھیں۔ یا اس بنا پر کہ وہ جس سے ناراض ہوتا تھا اسے میخیں ٹھونک کر عذاب دیا کرتا تھا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (15 تا 22)

ق ط ط

(ن) قَطًّا قلم وغیرہ کو تراشنا۔

قِطٌّ (1) حساب کا رجسٹر۔ چارج شیٹ۔ (2) جزا و سزا کا حصہ۔ نصیب۔ زیر مطالعہ آیت۔16۔

ترجمہ:

وَمَا يَنۡظُرُ	هٰٓؤُلَآءِ	اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً	مَّا لَهَا
اور راہ نہیں دیکھتے	یہ لوگ	مگر ایک چنگھاڑ کی	نہیں ہوگا جس میں

مِنۡ فَوَاقٍ ⑮	وَقَالُوۡا	رَبَّنَا	عَجِّلۡ	لَّنَا	قِطَّنَا
کوئی بھی وقفہ	اور یہ لوگ کہتے ہیں	اے ہمارے رب	تو جلدی کردے	ہمارے لئے	ہمارا حصہ

قَبۡلَ يَوۡمِ الۡحِسَابِ ⑯	اِصۡبِرۡ	عَلٰى مَا	يَقُوۡلُوۡنَ	وَاذۡكُرۡ	عَبۡدَنَا دَاوٗدَ
حساب کے دن سے پہلے	آپ صبر کریں	اس پر جو	یہ لوگ کہتے ہیں	اور آپؐ یاد کریں	ہمارے بندے داؤدؑ کو

ذَا الۡاَيۡدِ ۚ	اِنَّهٗۤ	اَوَّابٌ ⑰	اِنَّا سَخَّرۡنَا	الۡجِبَالَ
جو قوت والے تھے	بیشک وہ	بار بار رجوع کرنے والے تھے	بیشک ہم نے مطیع کیا	پہاڑوں کو

مَعَهٗ يُسَبِّحۡنَ	بِالۡعَشِىِّ وَالۡاِشۡرَاقِ ۙ ⑱	وَالطَّيۡرَ	مَحۡشُوۡرَةً ؕ
انؑ کے ساتھ وہ سب تسبیح کرتے تھے	شام اور صبح کو	اور پرندوں کو (مطیع کیا)	جمع کئے ہوئے

كُلٌّ	لَّهٗۤ	اَوَّابٌ ⑲	وَشَدَدۡنَا	مُلۡكَهٗ	وَاٰتَيۡنٰهُ
سب	اس (اللہ) کے لئے	بار بار رجوع کرنے والے تھے	اور ہم نے مضبوط کیا	ان کی سلطنت کو	اور ہم نے دی ان کو

الۡحِكۡمَةَ	وَفَصۡلَ الۡخِطَابِ ⑳	وَهَلۡ اَتٰٮكَ	نَبَؤُا الۡخَصۡمِ ۘ
دانائی	اور بات کا فیصلہ کرنا	اور کیا پہنچی آپؐ کے پاس	مخالف فریقوں کی خبر

اِذۡ تَسَوَّرُوا	الۡمِحۡرَابَ ۙ ㉑	اِذۡ دَخَلُوۡا	عَلٰى دَاوٗدَ	فَفَزِعَ
جب انہوں نے پھلانگا	محراب کو	جب وہ داخل ہوئے	داؤد پر	تو وہ گھبرائے

مِنۡهُمۡ	قَالُوۡا	لَا تَخَفۡ ۚ	خَصۡمٰنِ	بَغٰى	بَعۡضُنَا	عَلٰى بَعۡضٍ
ان سے	انہوں نے کہا	آپؑ خوف مت کریں	(ہم) دو فریق مخالف ہیں	زیادتی کی	ہمارے کسی نے	کسی پر

فَاحۡكُمۡ بَيۡنَنَا	بِالۡحَقِّ	وَلَا تُشۡطِطۡ	وَاهۡدِنَاۤ	اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ㉒
تو آپؑ فیصلہ کریں ہمارے درمیان	حق کے ساتھ	اور آپؑ زیادتی مت کریں	اور آپؑ ہماری رہنمائی کریں	راستہ کے درمیان

نوٹ۔1

کفار کی تکذیب و استہزاء سے رسول اللہ ﷺ کو جو صدمہ ہوتا اسے دور کرنے اور تسلی دینے کے لئے عموماً اللہ تعالیٰ نے پچھلے انبیاء علیہم السلام کے واقعات سنائے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی آپ ؐ کو صبر کی تلقین فرما کر بعض انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔ جن میں پہلا واقعہ حضرت داؤدؑ کا ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (23 تا 26)

ن ع ج

(س) نَعْجًا — خالص سفید رنگ ہونا۔

نَعْجَةٌ — ج نِعَاجٌ۔ بھیڑ۔ زیر مطالعہ آیت۔23۔24۔

ترجمہ:

اِنَّ هٰذَآ	اَخِيْ قف	لَهٗ	تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ	نَعْجَةً	وَّلِيَ
بیشک یہ	میرا بھائی ہے	اس کے لئے	ننانوے	بھیڑیں ہیں	اور میرے لئے

نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ قف	فَقَالَ	اَكْفِلْنِيْهَا	وَعَزَّنِيْ	فِي الْخِطَابِ ۲۳
ایک بھیڑ ہے	پھر اس نے کہا	تو میری کفالت میں دے اس کو	اور وہ غالب ہوا مجھ پر	بات میں

قَالَ	لَقَدْ ظَلَمَكَ	بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ	اِلٰى نِعَاجِهٖ ط
انہوںؑ نے کہا	بیشک اس نے ظلم کیا ہے تجھ پر	تیری بھیڑ کو مانگنے سے	اپنی بھیڑوں کی طرف

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ	لَيَبْغِيْ	بَعْضُهُمْ	عَلٰى بَعْضٍ	اِلَّا الَّذِيْنَ
بیشک شریک کاروں میں سے اکثر	یقیناً زیادتی کرتے ہیں	ان کا کوئی	کسی پر	سوائے ان کے جو

اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	وَقَلِيْلٌ مَّا	هُمْ ط	وَظَنَّ دَاوٗدُ
ایمان لائے	اور عمل کئے نیکیوں کے	اور بہت ہی تھوڑے ہیں	وہ لوگ	اور گمان کیا داؤدؑ نے

اَنَّمَا	فَتَنّٰهُ	فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ	وَخَرَّ
کہ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	ہم نے آزمائش میں ڈالا انؑ کو	تو انہوں نے مغفرت مانگی اپنے رب سے	اور وہ گر پڑے

رَاكِعًا	وَّاَنَابَ ۲۴ السجدة	فَغَفَرْنَا	لَهٗ	ذٰلِكَ ط
عاجزی سے جھکنے والے ہوتے ہوئے	اور انہوں نے رجوع کیا	تو ہم نے معاف کیا	ان کے لئے	اس (بات) کو

وَاِنَّ لَهٗ	عِنْدَنَا	لَزُلْفٰى	وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۲۵	يٰدَاوٗدُ	اِنَّا جَعَلْنٰكَ
اور بیشک ان کے لئے ہے	ہمارے پاس	یقیناً زیادہ قریب ہونا	اور ٹھکانے کا حسن	اے داؤدؑ	بیشک ہم نے بنایا آپؑ کو

خَلِيْفَةً	فِي الْاَرْضِ	فَاحْكُمْ	بَيْنَ النَّاسِ	بِالْحَقِّ	وَلَا تَتَّبِعِ
خلیفہ	زمین میں	تو آپؑ فیصلہ کریں	لوگوں کے درمیان	حق کے ساتھ	اور آپؑ پیروی مت کریں

الْهَوٰى	فَيُضِلَّكَ	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط	اِنَّ الَّذِيْنَ	يَضِلُّوْنَ
من مانی (بات) کی	نتیجۃً وہ بھٹکا دے گی آپؑ کو	اللہ کی راہ سے	بیشک جو لوگ	بھٹکتے ہیں

عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ	لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ	بِمَا	نَسُوۡا	يَوۡمَ الۡحِسَابِ ۲۶
اللہ کی راہ سے	ان کے لیے ایک شدید عذاب ہے	بسبب اس کے جو	انہوں نے بھلایا	اِس حساب کے دن کو

1602

نوٹ۔1

ان آیات میں باری تعالیٰ نے حضرت داوٗدؑ کا واقعہ جس انداز میں بیان کیا ہے اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت گاہ میں دو فریقوں کو بھیج کر ان کا کوئی امتحان کیا تھا۔ حضرت داوٗدؑ نے اس پر متنبہ ہو کر استغفار کیا اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی۔ قرآن کریم کا اصل مقصد چونکہ یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ حضرت داوٗدؑ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرماتے تھے اور کبھی ذرا سی لغزش بھی ہو جائے تو فوراً استغفار کرتے تھے، اس لئے یہاں تفصیل بیان نہیں کی گئی کہ وہ امتحان کیا تھا۔ (معارف القرآن)۔ رہے وہ قصے جو تفسیر کی بعض کتابوں میں نقل ہوئے ہیں ان کی نسبت ہماری دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو معاف کرے جو اپنی کتابوں میں ان کو نقل کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (تدبر قرآن)

حضرت تھانویؒ نے اس آزمائش کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ مقدمہ کے دو فریق دیوار پھاند کر داخل ہوئے اور طرز مخاطبت بھی انتہائی گستاخانہ اختیار کیا کہ شروع ہی میں حضرت داوٗدؑ کو انصاف کرنے اور ظلم نہ کرنے کی نصیحت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ امتحان لیا کہ وہ شہنشاہی جلال میں آ کر ان کو گستاخی کی سزا دیتے ہیں یا پیغمبرانہ عفو و تحمل سے کام لے کر ان کی بات سنتے ہیں۔ حضرت داوٗدؑ اس امتحان میں پورے اترے لیکن اتنی سی فروگذاشت ہو گئی کہ فیصلہ سناتے وقت ظالم کو خطاب کرنے کے بجائے مظلوم کو مخاطب فرمایا جس سے ایک گونہ جانبداری مترشح ہوئی تھی مگر اس پر فوراً متنبہ ہوئے اور سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ بعض مفسرین نے لغزش کی یہ تشریح کی ہے کہ حضرت داوٗدؑ نے مدعا علیہ (ظالم) کا بیان سنے بغیر صرف مدعی (مظلوم) کی بات سن کر اپنی نصیحت میں ایسی بات فرما دی جس سے مدعی کی تائید ہوتی تھی، حالانکہ پہلے مدعا علیہ سے پوچھنا چاہیے تھا کہ اس کا مؤقف کیا ہے۔ اسی بات پر متنبہ ہو کر وہ سجدہ ریز ہوئے۔ (معارف القرآن) ان ہی آیات میں حضرت داوٗدؑ کو معاف کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نصیحت کی ہے وہ یہ ہے کہ اے داوٗدؑ ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جس لغزش کی طرف اشارہ ہے اس کا تعلق مقدمہ سے ہے۔ اب اس کا تو امکان نہیں ہے کہ حضرت داوٗدؑ سے نعوذ باللہ کوئی غلط فیصلہ ہو گیا ہو گا۔ اس لئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ سننے اور فیصلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقہ کار کے اطلاق میں کہیں کوئی خلا یا جھول رہ گیا تھا جس کا حضرت داوٗدؑ کو خود بھی احساس ہو گیا تھا۔ اس لحاظ سے مذکورہ بالا تشریحات میں کافی وزن محسوس ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

آیت نمبر 27 تا 29

ترجمہ:

وَمَا خَلَقۡنَا	السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ	وَمَا بَيۡنَهُمَا
اور ہم نے نہیں پیدا کیا	اِس آسمان کو اور اس زمین کو	اور اس کو جو ان دونوں کے درمیان ہے

بَاطِلًا ؕ	ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيۡنَ	كَفَرُوۡا ۚ	فَوَيۡلٌ	لِّلَّذِيۡنَ
بے مقصد	یہ ان لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے	انکار کیا	تو تباہی ہے	ان کے لئے جنہوں نے

كَفَرُوْا	مِنَ النَّارِ ؕ	اَمْ نَجْعَلُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	1602 وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
انکار کیا	آگ سے	کیا ہم بنائیں گے	ان کو جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے نیکیوں کے

كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۡ	اَمْ نَجْعَلُ	الْمُتَّقِيْنَ	كَالْفُجَّارِ ۲۸
اِس زمین میں نظم بگاڑنے والوں کے جیسا	یا ہم بنائیں گے	تقویٰ اختیار کرنے والوں کو	فاجروں کے جیسا

كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	اِلَيْكَ	مُبٰرَكٌ	لِّيَدَّبَّرُوْٓا
(یہ) ایک کتاب ہے	ہم نے اتارا جس کو	آپؐ کی طرف	جو برکت دی ہوئی ہے	تا کہ یہ لوگ غور وفکر کریں

اٰيٰتِهٖ	وَلِيَتَذَكَّرَ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ۲۹
اس کی آیتوں میں	اور تا کہ نصیحت حاصل کریں	خالص عقل والے

نوٹ۔1

ان آیات میں اسلام کے بنیادی عقائد، خاص طور سے آخرت کا اثبات کیا گیا ہے۔ یہ آیات حصرت داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے واقعات کے درمیان انتہائی لطیف ترتیب کے ساتھ آئی ہیں۔ اگر کوئی شخص ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہ سمجھ رہا ہو تو حکیمانہ طریقہ یہ ہے کہ زیر بحث موضوع چھوڑ کر کوئی دوسری بات شروع کر دی جائے اور جب اس کا ذہن پہلی بات سے ہٹ جائے تو باتوں ہی باتوں میں اسے پھر پہلی بات کی طرف لایا جائے۔ یہاں آخرت کے اثبات کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ حضرت داوٗدؑ کے واقعہ سے پہلے کفار کی ہٹ دھرمی کا ذکر چل رہا تھا جو اس آیت پر ختم ہوا کہ اے ہمارے رب تو حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حساب چکا دے۔ (آیت۔16) اس کا حاصل یہ تھا کہ یہ لوگ آخرت کا انکار کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس کے فوراً بعد یہ ارشاد ہوا کہ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داوٗدؑ کو یاد کیجئے۔ اس طرح ایک نئی بات شروع کر دی گئی، لیکن حضرت داوٗدؑ کے واقعہ کو اس بات پر ختم کیا گیا کہ اے داوٗدؑ ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا تم لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کرتے رہنا۔ یہاں ایک غیر محسوس طریقے پر آخرت کا اثبات کر دیا گیا کہ جو ذات زمین میں اپنے خلیفہ کو عدل وانصاف قائم کرنے میں حکم دے رہی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ بدکاروں کو سزا ملے اور نیکوں کو راحت، کیا وہ خود اس کائنات میں عدل و انصاف قائم نہیں کرے گی؟ یقیناً اس کی حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اچھے اور برے لوگوں کو ایک لاٹھی سے ہانکنے کے بجائے بدکاروں کو سزا دے اور نیکوکاروں کو انعام دے۔ یہی اس کائنات کی تخلیق کا مقصد ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے قیامت اور آخرت کا وجود ناگزیر ہے۔ جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ گویا زبان حال سے یہ کہتے ہیں کہ یہ کائنات بے مقصد پیدا کر دی گئی ہے اور اس میں اچھے برے تمام لوگ زندگی گزار کر مر جائیں گے اور پھر ان سے کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ حالانکہ انسانی عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی۔

(معارف القرآن)

آیت نمبر (30 تا 40)

ص ف ن

صُفُوْنًا: گھوڑے کا تین ٹانگوں پر کھڑا ہونا اور چوتھی ٹانگ کے کُھر کا صرف سرا زمین پر ٹکانا۔ جب چلیں تو نہایت تیز رفتار۔

صَافِنٌ: ج صَافِنَاتٌ۔ تین ٹانگوں پر کھڑا ہونے والا گھوڑا۔ تیز رفتار گھوڑا۔ زیر مطالعہ آیت۔31۔

1602

ر خ ی

(س)

رَخَا — نرم ہونا۔آسان ہوا۔

رُخَاءٌ — نرمی۔ہوا کی ایسی نرمی جو کسی چیز کو نہ ہلائے۔زیر مطالعہ آیت۔36

ترجمہ:

وَوَهَبۡنَا	لِدَاوٗدَ	سُلَيۡمٰنَ ؕ	نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ	اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ ﴿۳۰﴾
اور ہم نے عطا کیا	داؤدؑ کو	سلیمانؑ	کیا ہی اچھا بندہ	بیشک وہ بار بار رجوع کرنے والے تھے

اِذۡ عُرِضَ عَلَيۡهِ	بِالۡعَشِىِّ	الصّٰفِنٰتُ الۡجِيَادُ ۙ﴿۳۱﴾	فَقَالَ	اِنِّىۡۤ اَحۡبَبۡتُ
جب پیش کئے گئے انؑ پر	شام کو	بہترین تیز رفتار گھوڑے	تو انہوںؑ نے کہا	کہ میں نے محبت کی

حُبَّ الۡخَيۡرِ	عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّىۡ ۚ	حَتّٰى تَوَارَتۡ	بِالۡحِجَابِ ﴿۳۲﴾
اس مال کے پیار سے	اپنے رب کی یاد کے سبب سے	یہاں تک کہ وہ (گھوڑے) چھپ گئے	اوٹ میں

رُدُّوۡهَا	عَلَىَّ ؕ	فَطَفِقَ مَسۡحًۢا	بِالسُّوۡقِ	وَالۡاَعۡنَاقِ ﴿۳۳﴾
تم لوگ لوٹاؤ ان (گھوڑوں) کو	مجھ پر	تو وہ ہاتھ پھیرنے لگے	پنڈلیوں پر	اور گردنوں پر

وَلَقَدۡ فَتَنَّا	سُلَيۡمٰنَ	وَاَلۡقَيۡنَا	عَلٰى كُرۡسِيِّهٖ	جَسَدًا
اور بیشک ہم آزمائش میں ڈال چکے	سلیمانؑ کو	اور ہم نے ڈالا	ان کے تخت پر	ایک بے جان جسم

ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾	قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡ لِىۡ	وَ	هَبۡ	لِىۡ	مُلۡكًا
پھر انہوں نے رجوع کیا	انہوں نے کہا اے میرے رب بخش دے مجھ کو	اور	تو عطا کر	مجھ کو	ایک ایسی سلطنت جو

لَّا يَنۡۢبَغِىۡ لِاَحَدٍ	مِّنۡۢ بَعۡدِىۡ ۚ	اِنَّكَ اَنۡتَ	الۡوَهَّابُ ﴿۳۵﴾
کسی ایک کے (بھی) لائق نہ ہو	میرے بعد	بیشک تو ہی	بار بار عطا کرنے والا ہے

فَسَخَّرۡنَا لَهُ	الرِّيۡحَ	تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖ	رُخَآءً	حَيۡثُ اَصَابَ ۙ﴿۳۶﴾
تو ہم نے مطیع کیا ان کے لئے	ہوا کو	وہ چلتی تھی ان کے حکم سے	نرمی کے ساتھ	جہاں وہ پہنچے

وَالشَّيٰطِيۡنَ	كُلَّ بَنَّآءٍ	وَّغَوَّاصٍ ۙ﴿۳۷﴾	وَّاٰخَرِيۡنَ	مُقَرَّنِيۡنَ
اور شیطانوں کو	سارے معماروں کو	اور غوطہ خوروں کو (مطیع کیا)	اور کچھ دوسروں کو (بھی)	باندھے ہوئے

فِى الۡاَصۡفَادِ ﴿۳۸﴾	هٰذَا عَطَآؤُنَا	فَامۡنُنۡ	اَوۡ اَمۡسِكۡ
بیڑیوں میں	یہ ہماری بخشش ہے	تو (اب) آپؐ احسان کریں (کسی پر)	یا آپؐ روک لیں (کسی سے)

بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾	وَاِنَّ لَهٗ	عِنۡدَنَا	لَزُلۡفٰى	وَحُسۡنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ ع
کسی حساب کتاب کے بغیر	اور بیشک ان کے لئے ہے	ہمارے پاس	یقیناً زیادہ قریب ہونا	اور ٹھکانے کا حسن

نوٹ۔1

آیات۔31۔32۔33۔ کے ترجمہ اور تفسیر میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا یہ مطلب بیان کرتا ہے کہ 1602 حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کے معاملہ میں اس قدر مشغول ہوئے کہ عصر کی عبادت بھول گئے یہاں تک کہ سورج چھپ گیا۔ تب انہوں نے گھوڑوں کو واپس لانے کا حکم دیا اور تلوار سے ان کو قربان کرنا شروع کر دیا کیونکہ وہ ذکر الٰہی سے غفلت کا موجب بن گئے تھے۔ یہ تفسیر اگرچہ بعض اکابر مفسرین نے کی ہے لیکن یہ اس وجہ سے قابل ترجیح نہیں ہے کہ اس میں مفسر کو تین باتیں اپنی طرف سے بڑھانی پڑتی ہیں جن کا کوئی ماخذ نہیں ہے۔ اولاً وہ فرض کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی عصر کی عبادت اس شغل میں چھوٹ گئی۔ حالانکہ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ کا ترجمہ یہ تو کیا جا سکتا ہے کہ میں نے اس مال کو اتنا پسند کیا کہ اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا لیکن اس میں عصر کی کوئی خاص عبادت مراد لینے کے لئے کوئی قرینہ نہیں ہے۔ ثانیاً وہ یہ بھی فرض کرتا ہے کہ سورج چھپ گیا۔ حالانکہ یہاں سورج کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ کے الفاظ پڑھ کر آدمی کا ذہن الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ثالثاً وہ یہ بھی فرض کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر خالی مسح نہیں کیا بلکہ تلوار سے مسح کیا حالانکہ قرآن میں بالسیف کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور کوئی قرینہ بھی ایسا موجود نہیں ہے جس کی بنا پر مسح سے مسح بالسیف مراد لیا جا سکے اصول یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ سے زائد کوئی مطلب لینا چار ہی صورتوں میں درست ہو سکتا ہے۔ یا تو قرآن ہی کی عبارت میں اس کے لئے کوئی قرینہ موجود ہو۔ یا قرآن میں کسی دوسرے مقام پر اس کی طرف کوئی اشارہ ہو۔ یا کسی حدیث میں اس اجمال کی شرح ملتی ہو یا اس کا اور کوئی قابل اعتبار ماخذ ہو، مثلاً تاریخ کا معاملہ ہو تو تاریخ میں تفصیلات ملتی ہوں یا آثار کائنات کا ذکر ہے تو مستند علمی تحقیقات سے اس کی تشریح ہو رہی ہو، وغیرہ۔ یہاں ان میں سے کوئی بھی بات موجود نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (41 تا 48)

ح ن ث

(س)

حِنْثًا: (1) باطل کی طرف مائل ہونا۔ نافرمانی کرنا۔ (2) قسم توڑنا۔ زیر مطالعہ آیت۔44۔

حِنْثٌ: نافرمانی۔ گناہ۔ ﴿وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ﴾ (56/الواقعہ:46) ''اور وہ لوگ اڑتے تھے اس بڑے گناہ پر۔''

ترجمہ:

وَاذْكُرْ	عَبْدَنَآ	اَيُّوْبَ	اِذْ نَادٰى	رَبَّهٗٓ	اَنِّيْ	مَسَّنِيَ
اور آپؐ یاد کریں	ہمارے بندے	ایوبؑ کو	جب انہوں نے پکارا	اپنے رب کو	کہ میں ہوں کہ	چھوا مجھ کو
الشَّيْطٰنُ	بِنُصْبٍ	وَّعَذَابٍ ﴿41﴾	اُرْكُضْ	بِرِجْلِكَ	هٰذَا	مُغْتَسَلٌ
شیطان نے	تکلیف سے	اور عذاب سے	آپؑ رگڑیں	اپنے پیر سے	یہ	نہانے کی جگہ ہے

بَارِدٌ	وَّشَرَابٌ ﴿42﴾	وَوَهَبْنَا	لَهٗٓ اَهْلَهٗ	وَمِثْلَهُمْ	مَّعَهُمْ
ٹھنڈا کرنے والی ہے	اور پینے کی چیز ہے	اور ہم نے عطا کئے	اس کو اس کے گھر والے	اور ان کے جیسے	ان کے ساتھ

رَحْمَةً مِّنَّا	وَذِكْرٰى	لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿43﴾	وَخُذْ بِيَدِكَ
ہماری طرف سے رحمت ہوتے ہوئے	اور یاددہانی ہوتے ہوئے	خالص عقل والوں کے لئے	اور آپؑ پکڑیں اپنے ہاتھ میں

ضِغْثًا	فَاضْرِبْ بِّهٖ	وَلَا تَحْنَثْ ؕ	اِنَّا وَجَدْنٰهُ	1602 صَابِرًا ؕ
ایک مٹھی گھاس	پھر آپؑ ماریں اس سے	اور آپؑ قسم مت توڑیں	بیشک ہم نے پایا ان کو	صبر کرنے والا

نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ	اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾	وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ	اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
کیا ہی اچھا بندہ	بیشک وہ بار بار رجوع کرنے والے تھے	اور آپؑ یاد کریں ہمارے بندوں کو	ابراہیمؑ کو اور اسحاقؑ کو اور یعقوبؑ کو

اُولِي الْاَيْدِيْ	وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾	اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ	بِخَالِصَةٍ
جو قوت والے تھے	اور بصیرت والے تھے	بیشک ہم نے الگ کیا (ممتاز کیا) ان سب کو	ایک خالص (بات) سے

ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ ج	وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا	لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ ؕ
جو اس (آخرت کے) گھر کی یاد دہانی تھی	اور بیشک وہ سب ہمارے پاس	یقیناً چنے ہوئے بہت خیر والوں میں سے تھے

وَاذْكُرْ	اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ	وَكُلٌّ	مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ ؕ
اور آپؑ یاد کریں	اسمٰعیلؑ کو اور الیسعؑ کو اور ذوالکفلؑ کو	اور وہ سب	بہت خیر والوں میں سے تھے

نوٹ۔1

قرآن کریم میں اتنا تو بتایا گیا ہے کہ حضرت ایوبؑ کو ایک شدید قسم کا مرض لاحق ہو گیا تھا لیکن اس مرض کی نوعیت نہیں بتائی گئی احادیث میں بھی اس کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ البتہ بعض آثارِ صحابہؓ میں اس کی تفصیل ملتی ہے لیکن وہ قابل اعتماد نہیں۔

(معارف القرآن)

نوٹ۔2

قرآن مجید کے الفاظ سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت ایوبؑ نے بیماری کی حالت میں ناراض ہو کر کسی کو مارنے کی قسم کھائی تھی اور اس قسم میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اتنے کوڑے ماروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطا فرمائی تو ان کو یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ قسم پوری کرتا ہوں تو ایک بے گناہ کو مارنا پڑے گا اور قسم توڑتا ہوں تو یہ بھی ایک گناہ ہے۔ اس مشکل سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح نکالا کہ انہیں حکم دیا کہ ایک جھاڑو لو جس میں اتنے ہی تنکے ہوں جتنے کوڑے مارنے کی تم نے قسم کھائی تھی اور اس جھاڑو سے اس شخص کو بس ایک ضرب لگا دو تاکہ تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے اور اسے ناروا تکلیف بھی نہ پہنچے۔ بعض لوگوں نے اس آیت کو حیلہ شرعی کے لئے دلیل قرار دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک حیلہ ہی تھا جو حضرت ایوبؑ کو بتایا گیا تھا۔ لیکن وہ کسی فرض سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ ایک برائی سے بچنے کے لے بتایا گیا تھا۔ لہٰذا شریعت میں صرف وہی حیلے جائز ہیں جو آدمی کو اپنی ذات سے یا کسی دوسرے شخص سے گناہ اور برائی کو دفع کرنے کے لئے اختیار کئے جائیں۔ ورنہ حرام کو حلال کرنے یا فرائض کو ساقط کرنے یا نیکی سے بچنے کے لئے حیلہ سازی گناہ در گناہ ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (49 تا 54)

ترجمہ:

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ	وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ	لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ لا
یہ ایک یاد دہانی ہے	اور بیشک تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے	یقیناً ٹھکانے کا حسن ہے

جَنّٰتِ عَدْنٍ	مُّفَتَّحَةً	لَّهُمُ	الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ ج	مُتَّكِـِٕيْنَ	فِيْهَا
عدن کے باغات ہیں	کھولے ہوئے ہیں	ان کے لئے	(اس کے) دروازے	ٹیک لگا کر بیٹھنے والے ہوتے ہوئے	ان میں

يَدۡعُوۡنَ	فِيۡهَا	بِفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ	وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾	وَعِنۡدَهُمۡ	قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ
وہ لوگ طلب کریں گے	ان میں	بہت سے میوے	اور مشروبات	اور ان کے پاس ہوں گی	آنکھ کی پلک کو نیچا رکھنے والیاں

اَتۡرَابٌ ﴿۵۲﴾	هٰذَا مَا	تُوۡعَدُوۡنَ	لِيَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۵۳﴾
ہم جھولیاں	یہ وہ ہے جو	تم لوگوں سے وعدہ کیا گیا	حساب کتاب کے دن کے لئے
اِنَّ هٰذَا	لَرِزۡقُنَا	مَا لَهٗ	مِنۡ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾
بیشک یہ	ہماری بخشش ہوگی	نہیں ہوگا جس کے لئے	کبھی بھی ختم ہونا

نوٹ۔1

انبیاء علیہم السلام کے واقعات سنانے کے بعد خلاصہ بحث سامنے رکھ دیا ہے کہ یہ ایک یاد دہانی ہے۔ یعنی یہ محض ماضی کے قصے نہیں ہیں بلکہ تمہارے لئے بھی یہ درس موعظت ہیں اور یہ یاد رکھو کہ خدا کے ہاں اچھا ٹھکانہ خدا سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (55 تا 64)

ق ح م

(ن)	قَحۡمًا	بلا سوچے سمجھے داخل ہونا۔ بلا تامل کود پڑنا۔
(افتعال)	اِقۡتِحَامًا	کسی تکلیف دہ جگہ میں گھس جانا۔ ﴿فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ﴾ (90/البلد: 11) ''تو وہ بلا تامل نہیں کودا اس گھاٹی میں۔''
	مُقۡتَحِمٌ	اسم الفاعل ہے۔ گھس جانے والا۔ آیت زیر مطالعہ۔59۔

ترکیب

(آیت۔57) حَمِيۡمٌ اور غَسَّاقٌ کو ہم فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ کی ضمیر مفعولی ہٗ کا بدل نہیں مان سکتے کیونکہ ایسی صورت میں یہ حالت نصب میں حَمِيۡمًا اور غَسَّاقًا ہوتے۔ ان کی رفع بتا رہی ہے کہ یہ خبریں ہیں۔ آیت کے شروع میں هٰذَا کو انکا مبتدا مانا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں هٰذَا کے بعد وقف نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ هٰذَا کو مستقل اشارہ مانا جائے۔ ایسی صورت میں هٰذَا کے بعد وقف ہوگا جیسے آیت۔55۔ کے شروع میں هٰذَا پر وقف ہے اور حَمِيۡمٌ وَّ غَسَّاقٌ سے پہلے ان کے مبتدا هٰذَا کو محذوف مانا جائے۔ ترجمہ میں ہم دوسری صورت کو ترجیح دیں گے۔ (آیت۔59) مَرۡحَبًا کی نصب ظرف ہونے کی وجہ سے ہے۔ (آیت۔60) قَدَّمۡتُمُوۡهُ میں ضمیر مفعولی ہٗ النَّار یا جہنم کے لئے نہیں ہو سکتی ورنہ ضمیر هَا آتی کیونکہ وہ مونث ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہٗ کی ضمیر اس وقت کی مجموعی صورتحال یعنی عذاب کے لئے ہے۔ (آیت۔61) قَدَّمَ لَنَا هٰذَا میں اسم اشارہ هٰذَا بھی اس عذاب کے لئے ہے۔ (آیت۔63) اَتَّخَذۡنٰا دراصل اَاِتَّخَذۡنَا ہے جس میں پہلا ہمزہ استفہامیہ ہے اور دوسرا افتعال کا ہے۔ قاعدے کے مطابق اِتَّخَذَ کا ہمزۃ الوصل صامت ہونے کے ساتھ لکھنے میں بھی گر گیا ہے۔

ترجمہ:

هٰذَا ط	وَاِنَّ لِلطّٰغِيۡنَ	لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾	جَهَنَّمَ ج	يَصۡلَوۡنَهَا ج
یہ ہے (متقین کے لئے)	اور بیشک سرکشی کرنے والوں کے لئے	یقیناً ٹھکانے کی برائی ہے	جو جہنم ہے	وہ لوگ گریں گے اس میں

فَبِئۡسَ	الۡمِهَادُ ﴿۵۶﴾	هٰذَا لا	فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ	حَمِيۡمٌ	وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ لا
تو کیا ہی بری ہے	یہ آرام گاہ	یہ ہے (طاغین کے لئے)	پس چاہیے کہ وہ چکھیں اس کو	(یہ) کھولتا پانی ہے	اور (یہ) پیپ ہے

وَّاٰخَرُ	مِنْ شَكْلِهٖٓ	اَزْوَاجٌ ؕ ۵۸	هٰذَا فَوْجٌ	مُّقْتَحِمٌ	مَّعَكُمْ ۚ 1602
اور دوسرے	ان کے ملتے جلتے سے	کچھ جوڑے	یہ ایک گروہ ہے	گھس جانے والا ہے	تمہارے ساتھ
لَا مَرْحَبًۢا	بِهِمْ ؕ	اِنَّهُمْ	صَالُوا النَّارِ ۵۹	قَالُوْا	بَلْ اَنْتُمْ ۣ
کوئی کشادگی کی جگہ نہیں ہے	ان کے ساتھ	بیشک وہ سب	آگ سینکنے والے ہیں	وہ لوگ کہیں گے	بلکہ تم لوگ

لَا مَرْحَبًۢا	بِكُمْ ؕ	اَنْتُمْ	قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ	فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۶۰
کوئی کشادگی کی جگہ نہیں ہے	تمہارے ساتھ	تم لوگوں نے ہی	آگے بھیجا اس کو ہمارے لئے	تو کتنا برا ہے یہ ٹھہرنا

قَالُوْا	رَبَّنَا	مَنْ قَدَّمَ لَنَا	هٰذَا	فَزِدْهُ	عَذَابًا ضِعْفًا	فِي النَّارِ ۶۱
وہ کہیں گے	اے ہمارے رب	جس نے آگے بھیجا ہمارے لئے	اس کو	تو تو زیادہ کردے اسے	بلحاظ دوگنے عذاب کے	آگ میں
وَقَالُوْا	مَا لَنَا	لَا نَرٰى	رِجَالًا	كُنَّا نَعُدُّهُمْ	مِّنَ الْاَشْرَارِ ؕ ۶۲	اَتَّخَذْنٰهُمْ
اور وہ کہیں گے	ہمیں کیا ہے (کہ)	ہم نہیں دیکھتے	ایسے مردوں کو	ہم شمار کرتے تھے جن کو	برے لوگوں میں سے	کیا ہم نے بنایا ان کو

سِخْرِيًّا	اَمْ زَاغَتْ	عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ۶۳	اِنَّ ذٰلِكَ	لَحَقٌّ	تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ۶۴ ع
مذاق کا نشانہ	یا بہک گئیں	ان سے آنکھیں	بیشک یہ	یقیناً حق ہے	آگ والوں کا باہمی تو تکار کرنا

نوٹ۔1

آیت 62۔ میں رِجَالًا سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جن کو یہ کفار دنیا میں تمام برائیوں کی جڑ سمجھتے تھے۔ وہ حیران ہو کر ہر طرف دیکھیں گے کہ اس جہنم میں ہم اور ہمارے پیشوا تو موجود ہیں مگر ان لوگوں کا یہاں کہیں پتہ نشان تک نہیں ہے جن کی ہم دنیا میں برائیاں کرتے تھے اور خدا، رسول، آخرت کی باتیں کرنے پر جن کا مذاق ہماری مجلسوں میں اڑایا جاتا تھا۔

(تفہیم القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (65 تا 74)

ترجمہ:

قُلْ	اِنَّمَآ	اَنَا مُنْذِرٌ ڰ	وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ	اِلَّا اللّٰهُ
آپؐ کہہ دیجئے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	میں ایک خبردار کرنے والا ہوں	اور کوئی بھی اِلٰہ نہیں ہے	سوائے اللہ کے
الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ۚ ۶۵	رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا
جو واحد ہے	جو زبردست ہے	جو زمین اور آسمانوں کا مالک ہے	اور اس کا جو	ان دونوں کے درمیان ہے

الْعَزِيْزُ	الْغَفَّارُ ۶۶	قُلْ هُوَ	نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۙ ۶۷	اَنْتُمْ عَنْهُ	مُعْرِضُوْنَ ۶۸
جو بالادست ہے	جو بار بار بخشنے والا ہے	آپؐ کہئے کہ یہ	ایک بہت بڑی خبر ہے	تم لوگ جس سے	اعراض کرنے والے ہو
مَا كَانَ لِيَ	مِنْ عِلْمٍۢ	بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى	اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۶۹	اِنْ	يُّوْحٰٓى اِلَيَّ
نہیں تھا میرے لئے	کوئی بھی علم	(فرشتوں کی) اعلیٰ مجلس کا	جب وہ بحث کرتے تھے	نہیں	وحی کی جاتی میری طرف

اِلَّآ	اَنَّمَآ	اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝	اِذْ قَالَ رَبُّكَ	1602 لِلْمَلٰٓئِكَةِ
مگر (یہ کہ)	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	میں ایک واضح خبردار کرنے والا ہوں	جب کہا آپؐ کے رب نے	فرشتوں سے

اِنِّیْ خَالِقٌۢ	بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝	فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ	وَنَفَخْتُ فِيْهِ
کہ میں پیدا کرنے والا ہوں	ایک بشر گارے سے	پھر جب نوک پلک درست کرلوں اس کی	اور پھونک دوں اس میں
مِنْ رُّوْحِيْ	فَقَعُوْا لَهٗ	سٰجِدِيْنَ ۝	فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ
اپنی روح میں سے	تو تم لوگ گر پڑنا اس کے لئے	سجدہ کرنے والے ہوتے ہوئے	تو سجدہ کیا فرشتوں نے

كُلُّهُمْ	اَجْمَعُوْنَ ۝	اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط	اِسْتَكْبَرَ	وَكَانَ	مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝
ان کے ہر ایک نے	سب نے	سوائے ابلیس کے	اس نے تکبر کیا	اور وہ تھا	انکار کرنے والوں میں سے

نوٹ۔ 1

ملا اعلیٰ ملائکہ مقربین کی مجلس ہے جن کے توسط سے تدابیر الٰہیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں یعنی ملا اعلیٰ نظام عالم کے فنا و بقا کے متعلق جو تدبیریں یا بحثیں ہوتی ہیں مجھے اس کی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جن اجزاء پر مطلع فرما دیا وہ بیان کر دیئے۔ جو کہتا ہوں اسی کی وحی سے کہتا ہوں۔ مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو آنے والے مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کر دوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئے گا اور قیامت کب قائم ہوگی، نہ انذار کے لئے اس کی ضرورت ہے نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی ہے۔ جو تخاصم ابلیس کا آدمؑ کے معاملہ میں ہوا، جس کا ذکر آگے آتا ہے، وہ بھی وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحت نبوت کی ایک دلیل ہے۔ مدعا یہ ہے کہ عالم بالا میں فرشتوں کا حضرت آدمؑ کے باب میں سوال و جواب کرنا مجھے کیا معلوم ہوتا اگر میں نبی نہ ہوتا۔ اس کی خبر دینا میری نبوت اور میرے پاس وحی آنے کی دلیل ہے۔

(تفسیر نعیمی)

آیت نمبر (75 تا 88)

ترجمہ:

قَالَ	يٰٓاِبْلِيْسُ	مَا مَنَعَكَ	اَنْ تَسْجُدَ	لِمَا	خَلَقْتُ
(اللہ تعالیٰ نے) کہا	اے ابلیس	کس چیز نے منع کیا تجھ کو	کہ تو سجدہ کرے	اس کے لئے جسے	میں نے پیدا کیا
بِيَدَيَّ ط	اَسْتَكْبَرْتَ	اَمْ كُنْتَ	مِنَ الْعَالِيْنَ ۝	قَالَ	اَنَا خَيْرٌ
اپنے دونوں ہاتھوں سے	کیا تو نے بڑائی اختیار کی	یا تو تھا (ہی)	بلند (سر چڑھے) لوگوں میں سے	اس نے کہا	میں بہتر ہوں
مِّنْهُ ط	خَلَقْتَنِيْ	مِنْ نَّارٍ	وَّخَلَقْتَهٗ	مِنْ طِيْنٍ ۝	قَالَ
اس سے	تو نے پیدا کیا مجھ کو	ایک آگ سے	اور تو نے پیدا کیا اس کو	ایک گارے سے	(اللہ تعالیٰ نے) کہا

فَاخْرُجْ مِنْهَا	فَاِنَّكَ	رَجِيْمٌ ۝	وَّاِنَّ عَلَيْكَ	لَعْنَتِيْٓ
پس تو نکل اس سے	پھر بیشک تو	دھتکارا ہوا ہے	اور بیشک تجھ پر	میری لعنت ہے
اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝	قَالَ	رَبِّ	فَاَنْظِرْنِيْٓ	اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝
بدلے کے دن تک	اس نے کہا	اے میرے رب	پس تو مہلت دے مجھ کو	لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک

قَالَ	فَاِنَّكَ	مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٨٠﴾	اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٨١﴾
(اللہ تعالیٰ نے) کہا	پس بیشک تو	مہلت دیے ہوؤں میں سے ہے	اُس معلوم وقت کے دن تک

قَالَ	فَبِعِزَّتِكَ	لَاُغْوِيَنَّهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٢﴾	اِلَّا
اس نے کہا	تو تیری عزت کی قسم ہے	میں لازماً گمراہ کروں گا ان کو	سب کے سب کو	سوائے

عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٨٣﴾	قَالَ	فَالْحَقُّ	وَالْحَقَّ	اَقُوْلُ ﴿٨٤﴾
ان میں سے تیرے ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے بندوں کے	(اللہ تعالیٰ نے) کہا	پس (یہ تیرا قول) ٹھیک ہے	اور ٹھیک ہی	میں (بھی) کہتا ہوں (کہ)

لَاَمْلَئَنَّ	جَهَنَّمَ	مِنْكَ	وَمِمَّنْ تَبِعَكَ	مِنْهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾
میں لازماً بھروں گا	جہنم کو	تجھ سے	اور ان سے جنہوں نے تیری پیروی کی	ان میں سے	سب سے

قُلْ	مَآ اَسْئَلُكُمْ	عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ	وَّمَآ اَنَا	مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾
آپ ؐ کہیے	میں نہیں مانگتا تم لوگوں سے	اس پر کوئی بھی اُجرت	اور نہ ہی میں ہوں	Pose کرنے والوں میں سے

اِنْ هُوَ	اِلَّا ذِكْرٌ	لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾	وَلَتَعْلَمُنَّ	نَبَاَهٗ	بَعْدَ حِيْنٍ ﴿٨٨﴾
نہیں ہے یہ	مگر ایک یاد دہانی	جہان والوں کے لئے	اور تم لازماً جان لوگے	اس کی خبر کو	کچھ وقت کے بعد

نوٹ۔1

یہ پورا قصہ قریش کے اس قول کے جواب میں سنایا گیا ہے، جو اسی سورہ کی آیت۔ ۷۔ میں نقل کیا گیا کہ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس پر ذکر کرنا نازل ہوگیا۔ اس کا ایک جواب تو وہ تھا جو آیت۔ ۹۔ ۱۰۔ میں دیا گیا تھا کہ کیا خدا کی رحمت کے خزانوں کے تم مالک ہو اور کیا آسمان وزمین کی بادشاہی تمہاری ہے کہ تم فیصلہ کرو گے اللہ کا نبی کسے بنایا جائے اور کسے نہ بنایا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ اس میں سردارانِ قریش کو بتایا گیا ہے کہ محمد ﷺ کے مقابلہ میں تمہارا حسد اور بڑائی کا گھمنڈ، حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں ابلیس کے حسد اور گھمنڈ سے ملتا جلتا ہے۔ ابلیس نے بھی اللہ تعالیٰ کے اس حق کو ماننے سے انکار کیا تھا کہ جسے وہ چاہے اپنا خلیفہ بنائے اور تم بھی اس کے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہو کہ جسے وہ چاہے اپنا رسول بنائے۔ اس نے حضرت آدمؑ کے آگے جھکنے کا حکم نہ مانا اور تم محمد ﷺ کی پیروی کرنے کا حکم نہیں مان رہے ہو۔ اس کے ساتھ تمہاری یہ مشابہت بس اس حد پر ختم نہ ہو جائے گی، بلکہ تمہارا انجام پھر وہی ہوگا جو اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ یعنی دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں جہنم کی آگ۔ (تفہیم القرآن) اس سے آیات مبارکہ کا باہمی ربط بھی واضح ہوگیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الزمر (39)

آیت نمبر (1 تا 6)

ک و ر

(ن) كَوْرًا سر پر پگڑی باندھنا۔ کسی چیز کو پگڑی کی طرح اوپر تلے گھما کر لپیٹنا

(تفعیل) تَكْوِيْرًا کثرت سے لپیٹنا۔ وقفہ وقفہ سے لپیٹتے رہنا۔ زیر مطالعہ آیت ۔5۔

ترجمہ:

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ	مِنَ اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْحَكِيْمِ ①	اِنَّآ اَنْزَلْنَآ
اس کتاب کا نازل کرنا	اللہ (کی طرف) سے ہے	جو بالادست ہے	جو حکمت والا ہے	بیشک ہم نے نازل کیا

اِلَيْكَ الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	فَاعْبُدِ اللّٰهَ	مُخْلِصًا	لَّهُ الدِّيْنَ ②
آپؐ کی طرف اس کتاب کو	کل حق کے ساتھ	تو آپؐ بندگی کریں اللہ کی	خالص کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کے لئے دین کو

اَلَا	لِلّٰهِ	الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ	وَالَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَآءَ ۘ
خبردار!	اللہ کے لئے ہی	خالص دین ہے	اور جن لوگوں نے	بنائے	اس کے علاوہ	کچھ کارساز

مَا نَعْبُدُ	هُمْ	اِلَّا	لِيُقَرِّبُوْنَآ	اِلَى اللّٰهِ
(وہ لوگ کہتے ہیں) ہم بندگی نہیں کرتے	ان لوگوں کی	سوائے اس کے کہ	تا کہ وہ لوگ قریب کردیں ہم کو	اللہ کی طرف

زُلْفٰى ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ	فِيْ مَا	هُمْ فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ ۵
بلحاظ زیادہ قریب ہونے کے	یقیناً اللہ	فیصلہ کرے گا ان کے درمیان	اس (کے بارے) میں	یہ لوگ جس میں	اختلاف کرتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ	لَا يَهْدِيْ	مَنْ	هُوَ كٰذِبٌ	كَفَّارٌ ③	لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ
بیشک اللہ	ہدایت نہیں دیتا	اس کو جو (کہ)	وہ جھوٹا ہو	بار بار ناشکری کرنے والا ہو	اگر ارادہ کرتا اللہ

اَنْ يَّتَّخِذَ	وَلَدًا	لَّاصْطَفٰى	مِمَّا	يَخْلُقُ	مَا	يَشَآءُ ۙ
کہ وہ بنائے	کوئی اولاد	تو وہ چن لیتا	اس میں سے جو	وہ پیدا کرتا ہے	اس کو جسے	وہ چاہتا

سُبْحٰنَهٗ ؕ	هُوَ اللّٰهُ	الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ④	خَلَقَ
(لیکن) اس کی پاکیزگی ہے	وہی اللہ ہے	جو واحد ہے	جو قہار ہے	اس نے پیدا کیا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	بِالْحَقِّ ۚ	يُكَوِّرُ	الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ	وَيُكَوِّرُ
آسمانوں کو اور زمین کو	حق کے ساتھ	وہ لپیٹتا ہے	رات کو دن پر	اور وہ لپیٹتا ہے

النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ	كُلٌّ يَّجْرِيْ
دن کو رات پر	اور اس نے مسخر کیا	سورج کو اور چاند کو	سب رواں دواں ہیں

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ	اَلَا	هُوَ الْعَزِيْزُ	الْغَفَّارُ ۝	1602 خَلَقَكُمْ
ایک معین مدت کے لئے	سن لو!	وہ ہی بالا دست ہے	بار بار بخشنے والا ہے	اس نے پیدا کیا تم لوگوں کو

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ	ثُمَّ جَعَلَ	مِنْهَا	زَوْجَهَا وَ	اَنْزَلَ لَكُمْ	مِّنَ الْاَنْعَامِ
ایک تنہا جان سے	پھر اس نے بنایا	اس (جان) سے	اس کا جوڑا	اور اس نے اتارے تمہارے لئے	مویشیوں میں سے

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ	يَخْلُقُكُمْ	فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ	خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ
آٹھ جوڑے	وہ پیدا کرتا ہے تم لوگوں کو	تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں	ایک (طرح) پیدا کرنے کے بعد ایک (دوسری طرح) پیدا کرنا

فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ	ذٰلِكُمُ اللّٰهُ	رَبُّكُمْ	لَهُ الْمُلْكُ ؕ
تین اندھیروں میں	یہ اللہ	تم لوگوں کی پرورش کرنے والا ہے	اس کو ہی بادشاہت ہے
لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ ۚ	فَاَنّٰى	تُصْرَفُوْنَ ۝
کوئی الٰہ نہیں ہے	مگر وہ ہی	تو کہاں سے	تم لوگ پھیرے جاتے ہو

نوٹ۔1

متعدد آیات قرآن اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال کا حساب گنتی سے نہیں بلکہ وزن سے ہوتا ہے۔اور یہاں اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ نے بتلا دیا کہ اللہ کے نزدیک اعمال کی قدر اور وزن بقدرِ اخلاص ہوتا ہے۔اخلاص کامل یہ ہے کہ اللہ کے سوا نہ کسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھے، نہ اپنے کاموں میں کسی غیر اللہ کو متصرف جانے، نہ کسی طاعت وعبادت میں غیر اللہ کا اپنے تصور میں دھیان آنے دے۔غیر اختیاری وساوس کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔صحابہ کرامؓ جو مسلمانوں کی صفتِ اول ہیں ان کے اعمال و ریاضات کی تعداد کچھ زیادہ نظر نہ آئے گی۔مگر اس کے باوجود ان کا ایک ادنیٰ عمل باقی امت کے بڑے سے بڑے اعمال سے فائق ہونے کی وجہ ان کا کمال اخلاص ہی تو ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں بعض اوقات کوئی صدقہ وخیرات کرتا ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس میں میری نیت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ میری تعریف وثنا کریں گے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے، جس میں کسی غیر کو شریک کیا گیا ہو۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت بطور استدلال تلاوت فرمائی اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (معارف القرآن)

آیت نمبر 7 تا 9

ترجمہ:

اِنْ تَكْفُرُوْا	فَاِنَّ اللّٰهَ	غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۣ	وَلَا يَرْضٰى	لِعِبَادِهِ
اگر تم لوگ ناشکری کرتے ہو	تو بیشک اللہ	بے نیاز ہے تم لوگوں سے	اور وہ پسند نہیں کرتا	اپنے بندوں کے لئے

الْكُفْرَ ۚ	وَاِنْ تَشْكُرُوْا	يَرْضَهُ	لَكُمْ ؕ	وَلَا تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ
ناشکری کرنے کو	اور اگر تم لوگ شکر کرتے ہو	تو وہ پسند کرے گا اس کو	تمہارے لئے	اور نہیں اٹھائے گی	کوئی اٹھانے والی (جان)	کسی دوسری کا بوجھ

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ	مَّرْجِعُكُمْ	فَيُنَبِّئُكُمْ	بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ	اِنَّهٗ عَلِيْمٌ
پھر تم لوگوں کے رب کی طرف ہی	تم سب کا لوٹنا ہے	پھر وہ جتلا دے گا تم سب کو	وہ جو تم لوگ کرتے تھے	بیشک وہ جاننے والا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦	وَاِذَا مَسَّ	الْاِنْسَانَ ضُرٌّ	دَعَا رَبَّهٗ	مُنِيْبًا
سینوں والی (بات) کو	اور جب کبھی چھوتی ہے	انسان کو کوئی تکلیف	تو وہ پکارتا ہے اپنے رب کو	متوجہ ہونے والا ہوتے ہوئے

اِلَيْهِ	ثُمَّ اِذَا	خَوَّلَهٗ	نِعْمَةً	مِّنْهُ	نَسِيَ	مَا	كَانَ يَدْعُوْٓا
اس کی طرف	پھر جب	وہ عطا کرتا ہے اس کو	کوئی نعمت	اپنی طرف سے	تو وہ بھول جاتا ہے	اس کو جو	وہ پکارتا رہتا تھا

اِلَيْهِ	مِنْ قَبْلُ	وَجَعَلَ لِلّٰهِ	اَنْدَادًا	لِّيُضِلَّ	عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ
اس کی طرف	اس سے پہلے	اور وہ بناتا ہے اللہ کے لئے	کچھ ہم پلہ	تاکہ وہ بہکائے (کسی کو)	اس کی راہ سے

قُلْ	تَمَتَّعْ	بِكُفْرِكَ	قَلِيْلًا ۖ	اِنَّكَ	مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧
آپ کہہ دیجئے	تو فائدہ اٹھالے	اپنے انکار کرنے سے	تھوڑا سا	بیشک تو	آگ والوں میں سے ہے

اَمَّنْ	هُوَ قَانِتٌ	اٰنَآءَ الَّيْلِ	سَاجِدًا وَّقَآئِمًا	يَّحْذَرُ
یا وہ جو ہے (کہ)	وہ فرمانبرداری کرنے والا ہے	رات کی گھڑیوں میں	سجدہ کرنے والا اور قیام کرنے والا ہوتے ہوئے	وہ ڈرتا ہے

الْاٰخِرَةَ	وَيَرْجُوْا	رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ	قُلْ	هَلْ يَسْتَوِي	الَّذِيْنَ
آخرت سے	اور وہ امید رکھتا ہے	اپنے رب کی رحمت کی	آپ کہہ دیجئے	کیا برابر ہوں گے	وہ لوگ جو

يَعْلَمُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ	اِنَّمَا	يَتَذَكَّرُ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨ ع
علم رکھتے ہیں	اور وہ جو	لاعلم ہوتے ہیں	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	نصیحت پکڑتے ہیں	خالص (غیر متعصب) عقل والے

نوٹ۔1

آیت۔۷۔ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا۔ اس حوالہ سے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور چیز ہے اور اس کی رضا دوسری چیز ہے۔ دنیا میں کوئی کام بھی اللہ کی مشیت کے خلاف نہیں ہوسکتا، مگر اس کی رضا کے خلاف بہت سے کام ہو سکتے ہیں اور رات دن ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً ظالموں کا حکمراں ہونا یا چوروں اور ڈاکوؤں کا پایا جانا۔ یہ اسی لئے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بنائے ہوئے نظام میں اشرار کے وجود اور برائیوں کے ظہور کی گنجائش رکھی ہے۔ یہ سب کچھ بربنائے مشیت ہے۔ لیکن مشیت کے تحت کسی فعل کا صدور یہ معنی نہیں رکھتا کہ اللہ کی رضا بھی اس کو حاصل ہے۔ اس بات کو یوں سمجھیے کہ ایک شخص اگر حرام کے ہی ذریعہ سے اپنا رزق حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ اسی ذریعہ سے اس کو رزق دے دیتا ہے۔ یہ اس کی مشیت ہے مگر مشیت کے تحت چور یا ڈاکو یا رشوت خور کو رزق دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چوری ڈاکے اور رشوت کو اللہ پسند بھی کرتا ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ یہاں فرما رہا ہے کہ تم کفر کرنا چاہتے ہو تو کرو۔ اس سے روک کر ہم تمہیں زبردستی مومن نہیں بنائیں گے مگر ہمیں یہ پسند نہیں ہے کیونکہ یہ تمہارے ہی لئے نقصان دہ ہے ہماری خدائی کا اس سے کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔۸۔ میں اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے کہ انسان کی فطرت کے اندر ایک خدا کے سوا کسی اور اِلٰہ کا کوئی شعور نہیں ہے۔ اس وجہ سے جب اس پر کسی مشکل کی حالت طاری ہوتی ہے تو وہ اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے دعا و فریاد کرتا ہے۔ لیکن

جب اس کی مصیبت دور ہو جاتی ہے تو وہ مصیبت کو بھی بھول جاتا ہے اور خدا سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور خدا 1602 کی بخشی ہوئی نعمت کو یا تو اپنے فرضی دیویوں اور دیوتاؤں سے منسوب کرتا ہے یا اپنی تدبیر اور اپنی قابلیت و ذہانت کا ثمرہ قرار دیتا ہے۔ اس طرح خود شریک خدا بن جاتا ہے۔ (تدبر قرآن) اور صرف خود گمراہ ہونے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ دوسروں کو بھی یہ کہہ کر گمراہ کرتا ہے کہ جو آفت مجھ پر آئی تھی وہ فلاں حضرت یا فلاں بزرگ یا فلاں دیوی یا دیوتا کے صدقے ٹل گئی۔ اس سے دوسرے بہت سے لوگ بھی ان معبودانِ غیر اللہ کی معتقد بن جاتے ہیں اور ہر جاہل اپنے اسی طرح کے تجربات بیان کر کر کے عوام کو اس گمراہی میں بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

آیت۔۹۔ سے معلوم ہوا کہ رات کے نوافل و عبادت دن کے نوافل سے افضل ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ خوف اور امید کے درمیان میں رہے۔ اپنے عمل میں کوتاہیوں پر نظر کر کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے۔ دنیا میں بالکل بے خوف ہونا یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مطلقاً مایوس ہونا، یہ دونوں قرآن میں کفار کی حالتیں بتائی گئی ہیں۔ (تفسیر نعیمی)

نوٹ۔4

ایک اہم بات یہ نوٹ کر لیں کہ آیت۔۸۔ اور ۹ میں دو قسم کے انسانوں کے درمیان مقابلہ کیا گیا ہے۔ ایک وہ جو کسی سخت وقت پڑنے پر تو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور عام حالات میں غیر اللہ کی بندگی کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہوں نے اللہ کی ہی بندگی کو اپنا مستقل طریقہ بنالیا ہے اور راتوں کی تنہائی میں ان کا عبادت کرنا ان کے خلوص کی دلیل ہے۔ پہلے گروہ والوں کو اللہ تعالیٰ بے علم قرار دیتا ہے خواہ انہوں نے بڑے بڑے کتب خانے ہی کیوں نہ چاٹ رکھے ہوں۔ اور دوسرے گروہ کو وہ عالم قرار دیتا ہے خواہ وہ بالکل ہی اَن پڑھ ہوں کیونکہ اصل چیز حقیقت کا علم اور اس کے مطابق عمل ہے اور اسی پر انسان کی فلاح کا انحصار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دونوں آخر یکساں کیسے ہو سکتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر 10 تا 18

ترجمہ:

قُلْ	يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّقُوْا
آپ کہہ دیجئے (یعنی میرا پیغام پہنچا دیجئے)	اے میرے وہ بندوں جو	ایمان لائے	تم لوگ تقویٰ اختیار کرو

رَبَّكُمْ ؕ	لِلَّذِيْنَ	اَحْسَنُوْا	فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا	حَسَنَةٌ ؕ
اپنے رب کا	ان لوگوں کے لئے جنہوں نے	بھلائی کی	اس دنیا میں	ایک بھلائی ہے

وَاَرْضُ اللّٰهِ	وَاسِعَةٌ ؕ	اِنَّمَا	يُوَفَّى	الصّٰبِرُوْنَ	اَجْرَهُمْ
اور اللہ کی زمین	وسیع ہے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	پورا پورا دیا جاتا ہے	ثابت قدم رہنے والوں کو	ان کا اجر

بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩	قُلْ	اِنِّيْٓ اُمِرْتُ	اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ
کسی حساب کے بغیر	آپ کہئے	کہ مجھے حکم دیا گیا	کہ میں بندگی کروں اللہ کی

مُخْلِصًا	لَّهُ الدِّيْنَ ۙ⑪	وَاُمِرْتُ	لِاَنْ اَكُوْنَ	اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫
خالص کرنے والا ہوتے ہوئے	اس کے لئے دین کو	اور مجھے حکم دیا گیا	کہ میں ہو جاؤں	فرمانبرداری کرنے والوں کا پہلا

قُلْ	اِنِّيْٓ اَخَافُ	اِنْ عَصَيْتُ	رَبِّيْ	عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣﴾
آپؐ کہئے	کہ میں ڈرتا ہوں	اگر میں نافرمانی کروں	اپنے رب کی	ایک عظیم دن کے عذاب سے

قُلِ	اللّٰهَ	اَعْبُدُ	مُخْلِصًا	لَّهٗ	دِيْنِيْ ﴿١٤﴾ لا	فَاعْبُدُوْا
آپؐ کہیے	اللہ کی ہی	میں بندگی کرتا ہوں	خالص کرنے والا ہوتے ہوئے	اس کے لئے	اپنے دین کو	تو تم لوگ بندگی کرو

مَا	شِئْتُمْ	مِّنْ دُوْنِهٖ ط	قُلْ	اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ	الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا
اس کی جس کی	تم چاہو	اس کے علاوہ	آپؐ کہئے	یقیناً گھاٹا پانے والے	وہ لوگ ہیں جنہوں نے	گھاٹے میں ڈالا

اَنْفُسَهُمْ	وَاَهْلِيْهِمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط	اَلَا ذٰلِكَ هُوَ	الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿١٥﴾
اپنی جانوں کو	اور اپنے گھر والوں کو	قیامت کے دن	خبردار یہ ہی	کھلا ہوا انتہائی گھاٹا ہے

لَهُمْ	مِّنْ فَوْقِهِمْ	ظُلَلٌ	مِّنَ النَّارِ	وَمِنْ تَحْتِهِمْ	ظُلَلٌ ط	ذٰلِكَ
ان کے لئے	ان کے اوپر سے	کچھ سائبان ہیں	آگ میں سے	اور ان کے نیچے سے	کچھ سائبان ہیں	یہ ہے

يُخَوِّفُ اللّٰهُ	بِهٖ	عِبَادَهٗ ط	يٰعِبَادِ	فَاتَّقُوْنِ ﴿١٦﴾	وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا
ڈراتا ہے اللہ	جس نے	اپنے بندوں کو	اے میرے بندوں	تو تم لوگ تقویٰ اختیار کرو میرا	اور وہ لوگ جو بچے

الطَّاغُوْتَ	اَنْ يَّعْبُدُوْهَا	وَاَنَابُوْٓا	اِلَى اللّٰهِ	لَهُمُ	الْبُشْرٰى ج
سرکشی کے سرغنوں سے	کہ وہ لوگ بندگی کریں ان کی	اور انہوں نے رخ کیا	اللہ کی طرف	ان کے لئے ہی	وہ بڑی خوشخبری ہے

فَبَشِّرْ	عِبَادِ ﴿١٧﴾ لا	الَّذِيْنَ	يَسْتَمِعُوْنَ	الْقَوْلَ	فَيَتَّبِعُوْنَ
تو آپؐ خوشخبری دے دیں	میرے بندوں کو	ان کو جو	دھیان سے سنتے ہیں	بات کو	پھر پیروی کرتے ہیں

اَحْسَنَهٗ ط	اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ	هَدٰىهُمُ اللّٰهُ	وَاُولٰٓئِكَ هُمْ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٨﴾
اس کے بہترین کی	یہ وہ لوگ ہیں	ہدایت دی جن کو اللہ نے	اور یہ لوگ ہی	خالص عقل والے ہیں

نوٹ۔1

امام مالکؒ آیت۔۱۰۔ میں صابرین سے مراد وہ لوگ لیتے ہیں جو دنیا کے مصائب اور رنج و غم پر صبر کرنے والے ہیں۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صابرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہوں سے اپنے نفس کو روکیں۔ قرطبی فرماتے ہیں کہ لفظ صابر جب کسی دوسرے لفظ کے بغیر بولا جاتا ہے تو اس سے مراد یہی ہوتا ہے کہ جو اپنے نفس کو گناہوں سے باز رکھنے کی مشقت پر صبر کرے۔ اور مصیبت پر صبر کرنے والے کے لئے جب لفظ صابر بولا جاتا ہے تو صابر علیٰ کذا کے الفاظ بولے جاتے ہیں یعنی فلاں مصیبت پر صبر کرنے والا (معارف القرآن) اس کا مطلب یہ ہے کہ امام مالکؒ نے اس آیت میں لفظ صابرین کے بعد علیٰ کذا کو محذوف مانا ہے۔ (مرتب)

نوٹ۔2

آیت۔۱۸۔ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ہر آواز کے پیچھے نہیں لگ جاتے بلکہ ہر ایک کی بات سن کر اس پر غور کرتے ہیں اور جو حق بات ہوتی ہے اسے قبول کر لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ بات کو سن کر غلط معنی پہنانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اس کے اچھے اور بہتر پہلو کو اختیار کرتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر 19 تا 23

ھ ی ج

(ض) هَیْجًا (۱) جوش میں آنا۔ ہیجان پیدا ہونا۔ چڑھنا۔ (۲) کھیتی یا گھاس کا مرجھا جانا۔ زیر مطالعہ آیت۔۲۱۔

ق ش ع ر

(اِفْعِلَّالًا) اِقْشِعَارًّ ڈر یا سردی سے رونگھٹے کھڑے ہو جانا۔ لرزنا۔ کانپ اٹھنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۲۳۔

ترکیب

(آیت۔۲۱) لفظ هَاجَ۔ يَهِيْجُ دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیت زیر مطالعہ میں دونوں معانی لینے کی گنجائش ہے۔ اس لئے دونوں طرح سے ترجمے درست مانے جائیں گے۔ مَبْنِيَّةٌ اسم المفعول ہے یعنی بنایا ہوا۔ ”یہاں یہ لفظ آراستہ و پیراستہ (Furnished) کے مفہوم میں ہے۔ عربی میں بنی الدار جس طرح مکان بنانے کے مفہوم میں آتا ہے، اسی طرح مکان آراستہ کرنے کے مفہوم میں بھی آتا ہے۔“ (تدبر قرآن) (آیت۔ ۲۳) كِتٰبًا مُتَشَابِهًا اور مَثَانِيَ کے الفاظ کو اَحْسَنَ الْحَدِيْث کا حال مانا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کو اس کی صفت نہیں مان سکتے کیونکہ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ معرفہ ہے اور یہ الفاظ نکرہ ہیں، البتہ ان کو اس کا بدل مانا جاسکتا ہے کیونکہ بدل کا اعراب تو اس کے اعراب کے مطابق ہونا ضروری ہے جس کا وہ بدل ہے لیکن معرفہ۔ نکرہ میں مطابقت لازمی نہیں ہے۔ ہم نے ان مترجمین کی رائے کو ترجیح دی ہے جنہوں نے كِتٰبًا کو اَحْسَنَ کا بدل اور نکرہ مخصوصہ مانا ہے۔ جبکہ مُتَشَابِهًا اور مَثَانِيَ کو كِتٰبًا کی خصوصیت مانا ہے۔

ترجمہ:

اَفَمَنْ	حَقَّ	عَلَيْهِ	كَلِمَةُ الْعَذَابِ ط	اَفَاَنْتَ	تُنْقِذُ	مَنْ فِي النَّارِ ﴿١٩﴾ ج
تو کیا وہ	ثابت ہوا	جس پر	عذاب کا فرمان	تو کیا آپ	چھڑالیں گے	اس کو جو آگ میں ہے

لٰكِنِ الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا رَبَّهُمْ	لَهُمْ غُرَفٌ	مِّنْ فَوْقِهَا	غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ
لیکن وہ لوگ جنہوں نے	تقویٰ اختیار کیا اپنے رب کا	ان کے لئے بالاخانے ہیں	ان کے اوپر سے	سجے سجائے بالاخانے ہیں

تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ	وَعْدَ اللّٰهِ ط	لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ	الْمِيْعَادَ ﴿٢٠﴾
بہتی ہیں	جن کے نیچے سے نہریں	(وعدہ ہوا) جیسا اللہ کے وعدے کا حق ہے	خلاف نہیں کرتا اللہ	وعدے کے

اَلَمْ تَرَ	اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ	مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	فَسَلَكَهٗ	يَنَابِيْعَ
کیا تو نے غور ہی نہیں کیا	کہ اللہ نے اتارا	آسمان سے کچھ پانی	پھر اس نے چلایا اس (پانی) کو	بطور چشموں کے

فِي الْاَرْضِ	ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ	زَرْعًا	مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ	ثُمَّ يَهِيْجُ
زمین میں	پھر وہ نکالتا ہے اس سے	ایک کھیتی	مختلف ہوتے ہوئے اس کے رنگ	پھر وہ مرجھاتی ہے

فَتَرٰىهُ	مُصْفَرًّا	ثُمَّ يَجْعَلُهٗ	حُطَامًا ط	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لَذِكْرٰى
تو تو دیکھتا ہے اس کو	پیلی پڑتے ہوئے	پھر وہ کر دیتا ہے اس کو	ریزہ ریزہ	بیشک اس میں	نصیحت ہے

لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾ ع	اَفَمَنْ	شَرَحَ اللّٰهُ	صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ
خالص عقل والوں کے لئے	تو کیا وہ	کشادہ کیا اللہ نے	جس کا سینہ اسلام کے لئے

فَهُوَ عَلٰی نُوۡرٍ	مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ	فَوَیۡلٌ [1602]
پھروہ ایک روشنی میں ہے	اپنے رب (کی طرف) سے (وہ سنگدلوں کے برابر ہوجائے گا)	توتباہی ہے

لِّلۡقٰسِیَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ	مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ	اُولٰٓئِکَ	فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۲﴾
(ان کی) جن کے دل سخت ہونے والے ہیں	اللہ کی یاد سے (ہٹ کر)	یہ لوگ	ایک کھلی گمراہی میں ہیں
اَللّٰہُ نَزَّلَ	اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ	کِتٰبًا	مُّتَشَابِہًا
اللہ نے بتدریج اتارا	کلام کے بہترین کو	جو ایک ایسی کتاب ہے	(جس کے اجزاء) باہم ملتے جلتے ہیں
مَّثَانِیَ ۖ	تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ	جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ	یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ ۚ
(جس کے مضامین) دہرائے گئے ہیں	لرز اٹھتی ہیں اس سے	اس کی کھالیں جو	ڈرتے ہیں اپنے رب سے
ثُمَّ تَلِیۡنُ	جُلُوۡدُہُمۡ	وَ قُلُوۡبُہُمۡ	اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ
پھر نرم پڑتی ہیں	ان کی کھالیں	اور ان کے دل	اللہ کی یاد کی طرف
ذٰلِکَ	ہُدَی اللّٰہِ	یَہۡدِیۡ بِہٖ	مَنۡ یَّشَآءُ ؕ
یہ (بہترین کلام)	اللہ کی ہدایت ہے	وہ ہدایت دیتا ہے اس کے ذریعہ	اسے جس کو وہ چاہتا ہے

وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ	فَمَا لَہٗ	مِنۡ ہَادٍ ﴿۲۳﴾
اور جس کو بھٹکا دے اللہ	تو نہیں ہے اس کے لئے	کوئی بھی رہنمائی کرنے والا

نوٹ۔1

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شرح صدر کا مطلب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب نور ایمان انسان کے قلب میں داخل ہوتا ہے تو اس کا قلب وسیع ہو جاتا ہے (جس سے احکامِ الٰہیہ کو سمجھنا اور عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے) ہم نے عرض کیا کہ اس کی علامت کیا ہے، تو آپؐ نے فرمایا ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف راغب ہونا اور دھوکے کے گھر یعنی دنیا (کے لذائذ اور زینت) سے دور رہنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 24 تا 31

ش ک س

(س) شَکِسًا بدمزاج ہونا۔

(تفاعل) تَشَاکُسًا ایک دوسرے کی مخالفت کرنا۔

مُتَشَاکِسٌ اسم الفاعل ہے۔ باہم مخالفت کرنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔۲۹۔

ترجمہ:

اَفَمَنۡ	یَّتَّقِیۡ	بِوَجۡہِہٖ	سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ	یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ	وَ قِیۡلَ
توکیا وہ جو	روکتا ہے	اپنے چہرے سے	عذاب کی برائی کو	قیامت کے دن	اور کہا جائے گا

لِلظّٰلِمِيْنَ	ذُوْقُوْا	مَا	كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾	كَذَّبَ الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ
ظالموں سے	تم لوگ چکھو	اس کو جو	تم کمائی کرتے تھے	جھٹلایا انہوں نے جو	ان سے پہلے تھے

فَاَتٰىهُمُ	الْعَذَابُ	مِنْ حَيْثُ	لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾	فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ
تو پہنچا ان کے پاس	عذاب	جہاں سے	ان کو شعور (بھی) نہیں تھا	پھر چکھائی ان کو اللہ نے

الْخِزْيَ	فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ	وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ	اَكْبَرُ ۘ	لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾
رسوائی	دنیوی زندگی میں	اور یقیناً آخرت کا عذاب	سب سے بڑا ہے	کاش یہ لوگ جانتے ہوتے

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ	فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ	مِنْ كُلِّ مَثَلٍ	لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ ۚ
اور بیشک ہم نے بیان کیا ہے لوگوں کے لیے	اس قرآن میں	ہر ایک مثال ہے	شاید کہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں

قُرْاٰنًا	عَرَبِيًّا	غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ	لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾	ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
(ہم نے اتارا) ایک ایسا قرآن	جو عربی (زبان) والا ہے	جو پیچیدگی والا نہیں ہے	شاید کہ یہ لوگ تقویٰ اختیار کریں	بیان کی اللہ نے مثال

رَّجُلًا	فِيْهِ	شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ	وَرَجُلًا	سَلَمًا	لِّرَجُلٍ ؕ
ایک ایسے مرد کی	جس میں (شریک ہیں)	باہم مخالفت کرنے والے کچھ شرکاء	اور ایک ایسے مرد کی	جو پورا کا پورا ہے	ایک مرد کے لئے

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ	مَثَلًا ؕ	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ	بَلْ اَكْثَرُهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾
کیا یہ دونوں برابر ہیں	بلحاظ مثال کے	(حجت تمام ہوئی) اللہ کا شکر ہے	بلکہ ان کے اکثر	جانتے نہیں ہیں

اِنَّكَ مَيِّتٌ	وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾	ثُمَّ اِنَّكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	عِنْدَ رَبِّكُمْ	تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع
بیشک آپؐ مردہ ہوں گے	اور بیشک یہ لوگ (بھی) مردہ ہوں گے	پھر یقیناً تم لوگ	قیامت کے دن	اپنے رب کے پاس	جھگڑو گے

نوٹ۔1

کسی چوٹ یا مار کو آدمی اپنے منہ پر اس وقت لیتا ہے جب وہ بالکل بے بس ہو۔ ورنہ جب تک وہ مدافعت پر کچھ بھی قادر ہوتا ہے، وہ اپنے جسم کے ہر حصے پر چوٹ کھاتا رہتا ہے مگر منہ پر مار نہیں پڑنے دیتا۔ اس لئے آیت۔ ۲۴۔ میں اس شخص کی انتہائی بے بسی کی تصویر یہ کہہ کر کھینچ دی گئی کہ وہ سخت مار اپنے منہ پر لے گا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

''ضرب مثل'' کے معنی حکمت و موعظت کی باتیں تمثیل کے اسلوب میں پیش کرنا ہے۔ تمثیل کا اسلوب حقائق کی تعلیم و تفہیم کے لئے سب سے زیادہ موثر ہوتا ہے، بالخصوص ان حقائق کی تعلیم کے لئے جن کا تعلق ایک نادیدہ عالم سے ہو۔ اس وجہ سے انبیاء علیہم السلام اس صنف کلام سے بہت زیادہ کام لیتے ہیں۔ تورات، انجیل، زبور، سب امثال سے معمور ہیں۔ اور حضرت سلیمانؑ کے صحیفہ حکمت کا تو نام ہی امثال ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔3

آیت۔ ۲۹۔ کی مثال میں اللہ تعالیٰ نے شرک اور توحید کے فرق اور انسان کی زندگی پر دونوں کے اثرات کو اس طرح کھول کر بیان فرمادیا کہ اس سے زیادہ مختصر الفاظ میں اتنا بڑا مضمون اتنے موثر طریقے سے سمجھا دینا ممکن نہیں ہے۔ یہ بات ہر آدمی تسلیم کرے گا کہ جس شخص کے بہت سے آقا ہوں اور ہر ایک اس کو اپنی طرف کھینچ رہا ہو اور وہ مالک بھی بدمزاج ہوں کہ جس کے حکم کی تعمیل میں کوئی

کسر رہ جائے وہ سزا دینے پر تل جائے، ایسے شخص کی زندگی لامحالہ سخت عذاب میں ہوگی۔ اس کے برعکس وہ شخص بڑے آرام سے رہے گا جو بس ایک ہی آقا کا غلام ہو اور کسی دوسرے کی خدمت ورضا جوئی اسے نہ کرنی پڑے۔ یہ ایسی سیدھی سی بات ہے جسے سمجھنے کے لئے کسی بڑے غور وفکر کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد کسی شخص کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں رہتا کہ انسان کے لئے جو امن و اطمینان ایک خدا کی بندگی میں ہے وہ بہت سے خداؤں کی بندگی میں اسے کبھی بھی میسر نہیں آسکتا۔ (تفہیم القرآن)

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

نوٹ۔4

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں (آیت۔۳۱) لفظ اِنَّكُمْ میں مومن وکافر اور مسلمان ومظلوم سب داخل ہیں۔ یہ سب اپنے اپنے مقدمات اپنے رب کی عدالت میں پیش کریں گے اور اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا حق دلوائیں گے، وہ کافر ہو یا مومن۔ اور اس ادائیگی حقوق کی صورت یہ ہوگی کہ اگر ظالم کے پاس کچھ اعمال صالحہ ہیں تو بمقدار ظلم یہ اعمال اس سے لے کر مظلوم کو دے دیئے جائیں گے اور اگر اس کے پاس حسنات نہیں ہیں تو مظلوم کے گناہوں کو اس سے لے کر ظالم پر ڈال دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو مقدمہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوگا وہ مرد اور اس کی بیوی کا ہوگا۔ اور بخدا کہ وہاں زبان نہیں بولے گی بلکہ عورت کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ اپنے شوہر پر کیا کیا عیب لگایا کرتی تھی اور اسی طرح مرد کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کس طرح اپنی بیوی کو تکلیف وایذا پہنچایا کرتا تھا۔ اس کے بعد ہر آدمی کے سامنے اس کو نوکر چاکر لائے جائیں گے۔ ان کی شکایات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ پھر عام بازار کے لوگ جن سے اس کے معاملات رہے تھے، وہ پیش ہوں گے اگر اس نے ان میں سے کسی پر ظلم کیا ہے تو اس کا حق دلوایا جائے گا۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ مظلوموں کے حقوق میں ظالم کے اعمال دینے کا جو ذکر آیا ہے، اس سے مراد ایمان کے علاوہ دوسرے اعمال ہیں۔ کیونکہ جتنے مظالم ہیں وہ سب عملی گناہ ہیں، کفر نہیں ہیں اور عملی گناہوں کی سزا محدود ہوگی۔ جبکہ ایمان ایک غیر محدود عمل ہے۔ اس کی جزا بھی غیر محدود یعنی ہمیشہ جنت میں رہنا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب ظالم کے اعمال صالحہ مظلوموں کو دے کر ختم ہو جائیں گے، صرف ایمان رہ جائے گا تو ایمان اس سے سلب نہیں کیا جائے گا بلکہ مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال کر حقوق کی ادائیگی کی جائے گی، جس کے نتیجہ میں گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد بالآخر وہ جنت میں داخل ہوگا اور پھر اس کا یہ حال دائمی ہو گا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 32 تا 37

ترجمہ:

فَمَنْ اَظْلَمُ	مِمَّنْ	كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ	وَكَذَّبَ	بِالصِّدْقِ	اِذْ جَآءَهٗ
تو کون زیادہ ظالم ہے	اس سے جس نے	جھوٹ کہا اللہ پر	اور اس نے جھٹلایا	سچائی کو	جب وہ آئی اس کے پاس

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ	مَثْوًى	لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲	وَالَّذِيْ	جَآءَ بِالصِّدْقِ
کیا نہیں ہے جہنم میں	مستقل قیام گاہ	انکار کرنے والوں کے لئے	اور وہ جو	آیا سچائی کے ساتھ

وَصَدَّقَ بِهٖٓ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳	لَهُمْ	مَّا	يَشَآءُوْنَ
اور اس نے تصدیق کی اس کی	وہ لوگ	ہی متقی ہیں	ان کے لئے ہے	وہ جو	وہ لوگ چاہیں گے

عِنۡدَ رَبِّهِمۡؕ	ذٰلِكَ	جَزٰٓؤُا الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۚ (۳۴)	لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ
اپنے رب کے پاس	یہ	خوب کاروں کی جزا ہے	تا کہ دور کردے اللہ ان سے

اَسۡوَاَ الَّذِىۡ	عَمِلُوۡا	وَيَجۡزِيَهُمۡ	اَجۡرَهُمۡ	بِاَحۡسَنِ الَّذِىۡ	كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (۳۵)
اس کے برے سے برے کو جو	انہوں نے عمل کئے	اور وہ بدلے میں ان کو دے	ان کی اُجرت	اس کے بہترین سے جو	وہ لوگ عمل کرتے تھے

اَلَيۡسَ اللّٰهُ	بِكَافٍ	عَبۡدَهٗ ؕ	وَيُخَوِّفُوۡنَكَ	بِالَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ
کیا اللہ	کفایت کرنے والا نہیں ہے	اپنے بندے کی	اور یہ لوگ ڈراتے ہیں آپؐ کو	ان سے جو اس (اللہ) کے علاوہ ہیں

وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ	فَمَا لَهٗ	مِنۡ هَادٍ ۚ (۳۶)	وَمَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ
اور جس کو بھٹکا دے اللہ	تو نہیں ہے اس کے لئے	کوئی بھی رہنمائی کرنے والا	اور جس کو ہدایت دے اللہ

فَمَا لَهٗ	مِنۡ مُّضِلٍّ ؕ	اَلَيۡسَ اللّٰهُ	بِعَزِيۡزٍ	ذِى انۡتِقَامٍ (۳۷)
تو نہیں ہے اس کے لیے	کوئی بھی بھٹکانے والا	کیا اللہ	بالا دست	بدلہ لینے والا نہیں ہے

نوٹ۔1

آیت۔ ۳۴۔ میں فِى الۡجَنَّةِ نہیں بلکہ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ کے الفاظ ارشاد ہوئے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اپنے رب کے ہاں تو بندہ مرنے کے بعد ہی پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے آیت کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں پہنچ کر ہی نہیں بلکہ مرنے کے وقت سے دخولِ جنت تک کے زمانے میں بھی مومن صالح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہی رہے گا۔ وہ عذاب برزخ سے، روز قیامت کی سختیوں سے، حساب کی سخت گیری سے، میدانِ حشر کی رسوائی سے، اپنی کوتاہیوں اور قصوروں پر مواخذہ سے لازماً بچنا چاہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی یہ ساری خواہشات پوری فرمائے گا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر 38 تا 41

ترجمہ:

وَلَئِنۡ	سَاَلۡتَهُمۡ	مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ	لَيَقُوۡلُنَّ	اللّٰهُ ؕ
اور بیشک اگر	آپؐ پوچھیں گے ان سے	کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو	تو وہ لازماً کہیں گے	اللہ نے

قُلۡ	اَفَرَءَيۡتُمۡ	مَّا	تَدۡعُوۡنَ	مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ	اِنۡ اَرَادَنِىَ
آپؐ کہئے	تو کیا تم لوگوں نے غور کیا	ان چیزوں پر جن کو	تم لوگ پکارتے ہو	اللہ کے علاوہ (کہ)	اگر ارادہ کرے میرے لئے

اللّٰهُ	بِضُرٍّ	هَلۡ هُنَّ	كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ
اللہ	کسی تکلیف کا	تو کیا وہ سب (چیزیں)	اس کی (ڈالی ہوئی) تکلیف کو کھولنے والی ہیں

اَوۡ اَرَادَنِىۡ بِرَحۡمَةٍ	هَلۡ هُنَّ	مُمۡسِكٰتُ رَحۡمَتِهٖ ؕ	قُلۡ
یا وہ ارادہ کرے میرے لئے کسی رحمت کا	کیا وہ سب	اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں	آپؐ کہیے

حَسۡبِىَ اللّٰهُ ؕ	عَلَيۡهِ يَتَوَكَّلُ	الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ (۳۸)	قُلۡ	يٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا
کافی ہے مجھ کو اللہ	اس پر ہی بھروسہ کرتے ہیں	بھروسہ کرنے والے	آپؐ کہئے	اے میری قوم تم لوگ عمل کرو

عَلٰى مَكَانَتِكُمْ	اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ	فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۹﴾	مَنْ	يَّاْتِيْهِ
اپنی جگہ پر	بیشک میں عمل کرنے والا ہوں	تو عنقریب تم لوگ جان لوگے	اس کو	پہنچے گا جس کے پاس
عَذَابٌ	يُّخْزِيْهِ	وَيَحِلُّ عَلَيْهِ	عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾	اِنَّآ اَنْزَلْنَا
ایک ایسا عذاب جو	رسوا کرے گا اس کو	اور اترے گا اس پر	ایک ٹھہرنے والا عذاب	بیشک ہم نے اتارا

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ	لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ	فَمَنِ اهْتَدٰى	فَلِنَفْسِهٖ ۚ	وَمَنْ ضَلَّ
آپؐ پر اس کتاب کو	لوگوں کے لئے حق کے ساتھ	پس جس نے ہدایت پائی	تو (اس نے ہدایت پائی) اپنے لئے	اور جو بھٹکا
فَاِنَّمَا	يَضِلُّ	عَلَيْهَا ۚ	وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ	بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع
تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ بھٹکتا ہے	اپنے آپ پر	اور آپؐ ان پر	کوئی نگران نہیں ہیں

نوٹ۔1

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ سب انسانوں سے زیادہ طاقتور ہو جائے، اسے چاہیے کہ اللہ پر توکل کرے۔ اور جو شخص چاہتا ہو کہ سب سے بڑھ کر غنی ہو جائے اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس پر زیادہ بھروسہ رکھے۔ بہ نسبت اس چیز کے جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے اور جو شخص چاہتا ہو کہ سب سے زیادہ عزت والا ہو جائے، اسے چاہیے کہ اللہ عزوجل سے ڈرے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر 42 تا 48

ش م ء ز

(اِفْعِلَّالًا) اِشْمِئْزَازًا کراہیت سے چہرہ کا سکڑ جانا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۴۵۔

ترجمہ:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى	الْاَنْفُسَ	حِيْنَ مَوْتِهَا	وَالَّتِيْ	لَمْ تَمُتْ
اللہ پورا پورا لے لیتا ہے	جانوں کو	ان کی موت کے وقت	اور اس کو (بھی) جو	نہیں مری
فِيْ مَنَامِهَا ۚ	فَيُمْسِكُ الَّتِيْ	قَضٰى عَلَيْهَا	الْمَوْتَ	وَيُرْسِلُ
اس کے سونے کے وقت میں	پھر وہ تھام لیتا ہے اس کو	فیصلہ ہوا جس پر	موت کا	اور وہ بھیج دیتا ہے

الْاُخْرٰى	اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ
دوسری کو	ایک مقررہ مدت کی طرف	بیشک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں	ایسی قوم کے لئے جو
يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾	اَمِ اتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	شُفَعَاۗءَ ۭ
غور و فکر کرتے ہیں	یا ان لوگوں نے بنائے	اللہ کے علاوہ	کچھ سفارش کرنے والے

قُلْ	اَوَلَوْ كَانُوْا	لَا يَمْلِكُوْنَ	شَيْـًٔا	وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾
آپؐ کہیے	کیا اگر وہ لوگ ہوں (کہ)	اختیار نہ رکھتے ہوں	کسی چیز کا	اور نہ عقل استعمال کرتے ہوں

قُلْ لِّلّٰهِ	الشَّفَاعَةُ	جَمِيْعًا ؕ	لَهٗ	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
آپ ؐ کہیے اللہ ہی کی ہے	کل سفارش	ساری کی ساری	اس کی ہے	زمین اور آسمانوں کی بادشاہت

ثُمَّ اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾	وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ	وَحْدَهُ
پھر اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے	اور جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ کا	اس کے واحد ہوتے ہوئے
اشْمَاَزَّتْ	قُلُوْبُ الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ	وَاِذَا ذُكِرَ
تو سکڑ جاتے ہیں	ان کے دل جو	ایمان نہیں رکھتے آخرت پر	اور جب ذکر کیا جاتا ہے

الَّذِيْنَ	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اِذَا هُمْ	يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾	قُلِ	اللّٰهُمَّ
ان لوگوں کا جو	اس کے علاوہ ہیں	جب ہی وہ لوگ	خوشیاں مناتے ہیں	آپ ؐ کہیے	اے اللہ

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ	اَنْتَ تَحْكُمُ
اے زمین اور آسمانوں کو وجود بخشنے والے	اے شہادہ اور غیب کے جاننے والے	تو ہی فیصلہ کرے گا

بَيْنَ عِبَادِكَ	فِيْ مَا	كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾	وَلَوْ اَنَّ
اپنے بندوں کے درمیان	اس میں	یہ لوگ اختلاف کرتے تھے جس میں	اور اگر (ہوتا) کہ

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	مَا فِي الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	وَّمِثْلَهٗ	مَعَهٗ
ان کے لئے جنہوں نے ظلم کیا	وہ جو زمین میں ہے	کل کا کل	اور اس کے جیسا	اس کے ساتھ
لَافْتَدَوْا	بِهٖ	مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ	وَبَدَا لَهُمْ
تو وہ لوگ ضرور خود کو چھڑاتے	اس کے بدلے	عذاب کی برائی سے	قیامت کے دن	اور ظاہر ہوا ان کے لئے

مِّنَ اللّٰهِ	مَا	لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾	وَبَدَا لَهُمْ
اللہ (کی طرف) سے	وہ جو	وہ لوگ گمان (تک) نہیں کرتے تھے	اور ظاہر ہوئیں ان کے لئے

سَيِّاٰتُ مَا	كَسَبُوْا	وَحَاقَ بِهِمْ	مَّا	كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾
اس کی برائیاں جو	انہوں نے کمائی کی	اور گھیرے میں لے لیا ان کو	اس نے	جو وہ لوگ مذاق اڑایا کرتے تھے

نوٹ۔1

قبض روح کے معنی اس کا تعلق بدن انسانی سے قطع کر دینے کے ہیں۔ کبھی یہ ظاہراً و باطناً بالکل منقطع کر دیا جاتا ہے۔ اسی کا نام موت ہے اور کبھی صرف ظاہراً منقطع کیا جاتا ہے اور باطناً باقی رہتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ حس اور حرکت ارادی، جو ظاہری علامت زندگی ہے، وہ منقطع کر دی جاتی ہے اور باطناً تعلق روح کا جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے جس سے وہ سانس لیتا ہے اور زندہ رہتا ہے۔ موت اور نیند کا یہ فرق حضرت علیؓ کے قول کے مطابق ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ سونے کے وقت انسان کی روح اس کے

بدن سے نکل جاتی ہے مگر ایک شعاع روح کی بدن میں رہتی ہے۔ جس سے وہ زندہ رہتا ہے اور فرمایا کہ نیند کی حالت میں جو روح انسان کے بدن سے نکلتی تو بیداری کے وقت آنکھ جھپکنے سے بھی کم وقت میں بدن میں واپس آجاتی ہے۔ (معارف القرآن)

اس میں غور کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ جس طرح خلق اور تدبیر تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اسی طرح زندگی اور موت بھی تمام تر اسی کے اختیار میں ہے اور یہ کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا کوئی دور دراز والی بات نہیں ہے۔ اس دنیا میں ہر روز موت اور موت کے بعد اٹھنے کا ریہرسل ہر شخص کے ساتھ ہو رہا ہے۔ بشرطیکہ آدمی اس کو دیکھنے کے لئے دیدہ بینا رکھتا ہو۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آیت۔۴۵۔ میں جو بات کہی گئی ہے وہ قریب قریب ساری دنیا کے مشرکانہ ذوق رکھنے والے لوگوں میں مشترک ہے، حتیٰ کہ مسلمانوں میں بھی جن بدقسمتوں کو یہ بیماری لگ گئی ہے وہ بھی اس عیب سے خالی نہیں ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں لیکن حالت یہ ہے کہ اکیلے اللہ کا ذکر کیجئے تو چہرے بگڑنے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں ضرور یہ شخص بزرگوں اور اولیاء کو نہیں مانتا جبھی تو بس اللہ ہی اللہ کی باتیں کئے جاتا ہے۔ اور اگر دوسروں کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں کی کلی کھل اٹھتی ہے۔ اس طرز عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو اصل میں دلچسپی اور محبت کس سے ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر ۴۹ تا ۵۴

ترجمہ:

فَاِذَا مَسَّ	الْاِنْسَانَ ضُرٌّ	دَعَانَا ۡ	ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ
پھر جب کبھی چھوتی ہے	انسان کو کوئی تکلیف	تو وہ پکارتا ہے ہم کو	پھر جب ہم عطا کرتے ہیں اس کو

نِعْمَةً مِّنَّا ۙ	قَالَ	اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ	عَلٰی عِلْمٍ ؕ	بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ
کوئی نعمت اپنے پاس سے	تو وہ کہتا ہے	مجھے تو بس دی گئی یہ (نعمت)	ایک علم (کی بنا) پر	بلکہ (جبکہ) یہ ایک آزمائش ہے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾	قَدْ قَالَهَا	الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
اور لیکن ان کے اکثر	جانتے ہیں	کہہ چکے یہ (بات)	وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے

فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ	مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾	فَاَصَابَهُمْ	سَيِّاٰتُ مَا	كَسَبُوْا ؕ
پھر کام نہ آیا ان کے	وہ جو لوگ کمائی کرتے تھے	تو آلگیں ان کو	اس کی برائیاں جو	انہوں نے کمائی کی
وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	مِنْ هٰۤؤُلَآءِ	سَيُصِيْبُهُمْ	سَيِّاٰتُ مَا	كَسَبُوْا ۙ
اور جنہوں نے ظلم کیا	ان لوگوں میں سے	آلگیں گی ان کو (بھی)	اس کی برائیاں جو	انہوں نے کمائی کی
وَمَا هُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾	اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا	اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ	الرِّزْقَ
اور یہ لوگ	عاجز کرنے والے نہیں ہیں (ہم کو)	اور کیا انہوں نے جانا ہی نہیں	کہ اللہ کشادہ کرتا ہے	رزق کو

لِمَنْ يَّشَآءُ	وَيَقْدِرُ ؕ	اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ ع
اس کے لئے جس کے لئے وہ چاہتا ہے	اور اندازے سے دیتا ہے	بیشک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں

قُلْ	يٰعِبَادِیَ الَّذِيْنَ	اَسْرَفُوْا	عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ	لَا تَقْنَطُوْا
آپ ؐ (میرا) پیغام دیں (کہ)	اے میرے وہ بندو جنہوں نے	زیادتی کی	اپنی جانوں پر	تم لوگ مایوس مت ہو

مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ	جَمِيْعًا ؕ	1602 اِنَّهٗ
اللہ کی رحمت سے	بیشک اللہ	بخش دیتا ہے گناہوں کو	سب کو	بیشک وہ

هُوَ الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾	وَاَنِيْبُوْٓا	اِلٰى رَبِّكُمْ
ہی بے انتہا بخشنے والا	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے	اور تم لوگ رخ کرو	اپنے رب کی طرف
وَاَسْلِمُوْا لَهٗ	مِنْ قَبْلِ اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ	ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾
اور فرمانبرداری کرو اس کی	اس سے پہلے کہ	پہنچے تمہارے پاس عذاب	پھر تمہاری مدد نہ کی جائے

نوٹ۔1

آیت۔۵۳۔ میں خطاب تمام انسانوں سے ہے۔ جیسا کہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ عام انسانوں کو مخاطب کر کے یہ بات ارشاد فرمانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کے بغیر سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ بلکہ بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی وضاحت فرما دی ہے کہ گناہوں کی معافی کی صورت بندگی واطاعت کی طرف پلٹ آنا اور اللہ کے نازل کئے ہوئے پیغام کی پیروی کرنا ہے۔ (تفہیم القرآن) خلاصہ آیت کے مضمون کا یہ ہوا کہ مرنے سے پہلے پہلے ہر بڑے بڑے گناہ، یہاں تک کہ کفر وشرک سے بھی اگر کوئی توبہ کر لے تو سچی توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 55 تا 63

ترجمہ:

وَاتَّبِعُوْٓا	اَحْسَنَ مَآ	اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ	مِّنْ رَّبِّكُمْ
اور تم لوگ پیروی کرو	اس کے بہترین کی جو	اتارا گیا تمہاری طرف	تمہارے رب کی طرف سے

مِّنْ قَبْلِ اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ	بَغْتَةً	وَّ	اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ۙ	اَنْ
اس سے پہلے کہ	پہنچے تمہارے پاس عذاب	اچانک	اس حال میں کہ	تم لوگ شعور نہ رکھتے ہو	(قبل اس کے) کہ
تَقُوْلَ نَفْسٌ	يّٰحَسْرَتٰى	عَلٰى مَا	فَرَّطْتُّ	فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ	وَاِنْ
کہے کوئی جان	ہائے میری حسرت	اس پر جو	میں نے کوتاہی کی	اللہ کی جناب میں	اور بیشک

كُنْتُ	لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ ۙ	اَوْ	تَقُوْلَ	لَوْ اَنَّ
میں	یقیناً مسخری کرنے والوں میں سے تھا	یا (اس سے پہلے کہ)	وہ (جان) کہے	اگر یہ کہ
اللّٰهَ هَدٰىنِيْ	لَكُنْتُ	مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ ۙ	اَوْ	تَقُوْلَ
اللہ ہدایت دیتا مجھ کو	تو میں ضرور ہوتا	تقویٰ اختیار کرنے والوں میں سے	یا (اس سے پہلے کہ)	وہ (جان) کہے

حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ	لَوْ اَنَّ	لِيْ كَرَّةً	فَاَكُوْنَ
جس وقت وہ دیکھے عذاب کو	کاش کہ	میرے لئے ایک اور باری ہوتی	نتیجۃً میں ہو جاتا

مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾	بَلٰى	قَدْ جَآءَتْكَ	اٰيٰتِيْ	فَكَذَّبْتَ بِهَا
نیکوکاروں میں سے	کیوں نہیں	آ چکیں تیرے پاس	میری نشانیاں	تو تو نے جھٹلایا ان کو

وَاسْتَكْبَرْتَ	وَكُنْتَ	مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝59	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	1602 تَرَى الَّذِيْنَ
اور تو نے گھمنڈ کیا	اور تو تھا ہی	ناشکری کرنے والوں میں سے	اور قیامت کے دن	آپؐ دیکھیں گے ان کو جنہوں نے

كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ	وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ	اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ		مَثْوًى
جھوٹ کہا اللہ پر (کہ)	ان کے چہرے سیاہ پڑنے والے ہیں	کیا جہنم میں نہیں ہے		مستقل قیام گاہ
لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝60	وَيُنَجِّي اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	بِمَفَازَتِهِمْ
بڑا بننے والوں کے لئے	اور نجات دے گا اللہ	ان کو جنہوں نے	تقویٰ اختیار کیا	ان کی نجات کی جگہ میں

لَا يَمَسُّهُمُ	السُّوْٓءُ	وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝61	اَللّٰهُ خَالِقُ
(جہاں) نہیں چھوئے گی ان کو	برائی	اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے	اللہ پیدا کرنے والا ہے
كُلِّ شَيْءٍ ۡ	وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	وَّكِيْلٌ ۝62	لَهٗ
ہر چیز کا	اور وہ ہر چیز پر	نگران ہے	اس کے لئے ہی ہیں

مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝63 ۧ
زمین اور آسمانوں کی کنجیاں	اور جنہوں نے انکار کیا	اللہ کی نشانیوں کا	وہ لوگ	ہی خسارہ پانے والے ہیں

نوٹ۔1

کنجیوں کا کسی کے ہاتھ میں ہونا اس کے مالک ومتصرف ہونے کی علامت ہے۔ اس لئے آیت۔ ۶۳۔ کی مراد یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں نعمتوں کے جو خزانے چھپے ہوئے ہیں ان سب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی ان کا محافظ ہے اور وہی متصرف ہے کہ جب چاہے، جس کو چاہے، جتنا چاہے دے دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ بعض احادیث میں تیسرے کلمہ کو مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرمایا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص صبح وشام یہ کلمہ پڑھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ محدثین نے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ فضائل اعمال میں ان کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 64 تا 70

ترجمہ:

قُلْ	اَفَغَيْرَ اللّٰهِ	تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ	اَعْبُدُ
آپؐ کہیے	تو کیا اللہ کے علاوہ کی	تم لوگ ترغیب دیتے ہو مجھ کو	(کہ) میں بندگی کروں

اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝64	وَ	لَقَدْ اُوْحِيَ	اِلَيْكَ	وَاِلَى الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِكَ ۚ
اے جاہلو	حالانکہ	یقیناً وحی کی جا چکی	آپؐ کی طرف	اور ان کی طرف جو	آپؐ سے پہلے تھے

لَئِنْ اَشْرَكْتَ	لَيَحْبَطَنَّ	عَمَلُكَ	وَلَتَكُوْنَنَّ	مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝65
(کہ ہر امتی کو بتا دو کہ) یقیناً اگر تو نے شرک کیا	تو یقیناً اکارت جائے گا	تیرا عمل	اور تو لازماً ہو جائے گا	خسارہ پانے والوں میں سے
بَلِ اللّٰهَ	فَاعْبُدْ	وَكُنْ	مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝66	وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ
بلکہ اللہ کی ہی	پس تو بندگی کر	اور تو ہو جا	شکر کرنے والوں میں سے	اور انہوں نے تعظیم نہیں کی اللہ

حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ	وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا	قَبْضَتُهٗ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	1602 ،وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ
جیسا اس کی تعظیم کا حق ہے	اور زمین کل کی کل	اس کی ایک مٹھی میں ہوگی	قیامت کے دن	اور آسمان لپیٹے ہوئے ہونگے

بِيَمِيْنِهٖ ؕ	سُبْحٰنَهٗ	وَتَعٰلٰى	عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٦٧	وَنُفِخَ	فِي الصُّوْرِ
اس کے داہنے ہاتھ میں	پاکیزگی اس کی ہے	اور وہ بلند ہوا	اس سے جو یہ لوگ شریک کرتے ہیں	اور پھونکا جائے گا	صور میں

فَصَعِقَ	مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَنْ فِي الْاَرْضِ	اِلَّا مَنْ	شَآءَ اللّٰهُ ؕ
تو مر جائیں گے	وہ جو آسمانوں میں ہیں	اور وہ جو زمین میں ہیں	سوائے اس کے جس کو	چاہے گا اللہ

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ	اُخْرٰى	فَاِذَا هُمْ	قِيَامٌ	يَّنْظُرُوْنَ ۝٦٨	وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ
پھر پھونکی جائے گی اس میں	دوسری (پھونک)	پھر جب ہی وہ لوگ	کھڑے ہوں گے	دیکھتے ہوئے	اور جگمگا اٹھے گی زمین

بِنُوْرِ رَبِّهَا	وَوُضِعَ الْكِتٰبُ	وَجِايْٓءَ	بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ
اپنے رب کے نور سے	اور رکھا جائے گا لکھا ہوا (ریکارڈ)	اور لائے جائیں گے	انبیاء کرام اور گواہ

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ	بِالْحَقِّ	وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝٦٩	وَوُفِّيَتْ
اور فیصلہ کیا جائے گا ان لوگوں کے درمیان	حق کے ساتھ	اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا	اور پورا پورا دیا جائے گا

كُلُّ نَفْسٍ	مَّا عَمِلَتْ	وَهُوَ اَعْلَمُ	بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝٧٠ ع
ہر ایک جان کو	وہ جو اس نے عمل کیا	اور وہ خوب جاننے والا ہے	اس کو جو یہ لوگ کرتے ہیں

نوٹ۔1

جاہل اس کو کہتے ہیں جو علم وعقل کے بجائے جذبات اور خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔فرمایا کہ ان جاہلوں سے پوچھو کہ تمام دلائل و شواہد تو اس بات کے حق میں ہیں کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے اور اسی کے قبضہ میں تمام آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، تو کیا پھر تم لوگ مجھ سے اس بات کی ضد کرتے رہو گے کہ میں اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کروں۔(تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آیت۔٦٨۔ میں دو مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر ہے۔سورہ نمل آیت۔٨٧۔ میں ان دونوں سے پہلے ایک صور پھونکنے کا ذکر آیا ہے جسے سن کو زمین وآسمان کی ساری مخلوق دہشت زدہ ہو جائے گی، اسی بنا پر احادیث میں تین مرتبہ صور پھونکنے کا ذکر کیا گیا۔ایک نُفْخَةَ الْفَزَعِ یعنی گھبرا دینے والا صور، دوسرے نفخة الصَّعِقِ یعنی مار گرانے والا صور اور تیسرا نُفْخَةَ الْقِيَامِ۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر 71 تا 75

ز م ر

(ن) زَمْرًا بانسری بجانا۔بات پھیلانا

زُمْرَةٌ ج زُمَرٌ۔جماعت۔گروہ۔زیر مطالعہ آیت۔٧١۔

ترجمہ:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا	اِلٰى جَهَنَّمَ	زُمَرًا ؕ	حَتّٰٓى اِذَا	جَآءُوْهَا
اور ہانکے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا	جہنم کی طرف	گروہ در گروہ	یہاں تک کہ جب	وہ لوگ آئیں گے اس کے پاس

فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا	وَقَالَ لَهُمْ	خَزَنَتُهَآ	اَلَمْ يَاْتِكُمْ	رُسُلٌ مِّنْكُمْ
تو کھولے جائیں گے اس کے دروازے	اور کہیں گے ان سے	اس کے داروغے	کیا نہیں پہنچے تمہارے پاس	کچھ رسول تم میں سے

يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِ رَبِّكُمْ	وَيُنْذِرُوْنَكُمْ	لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ
پڑھ کر سناتے ہوئے تم کو	تمہارے رب کی آیات	اور خبردار کرتے ہوئے تم کو	تمہارے اس دن کی ملاقات سے

قَالُوْا بَلٰى	وَلٰكِنْ حَقَّتْ	كَلِمَةُ الْعَذَابِ	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾	قِيْلَ ادْخُلُوْٓا
وہ لوگ کہیں گے کیوں نہیں	اور لیکن ثابت ہوا	عذاب کا فرمان	انکار کرنے والوں پر	کہا جائے گا تم لوگ داخل ہو

اَبْوَابَ جَهَنَّمَ	خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ	فَبِئْسَ	مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾
جہنم کے دروازوں میں (سے)	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے اس میں	تو کتنی بری ہے	بڑا بننے والوں کی مستقل قیام گاہ

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا رَبَّهُمْ	اِلَى الْجَنَّةِ	زُمَرًا ؕ	حَتّٰٓى اِذَا
اور لے جائے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے	تقویٰ اختیار کیا اپنے رب کا	جنت کی طرف	گروہ در گروہ	یہاں تک کہ جب

جَآءُوْهَا	وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا	وَقَالَ لَهُمْ	خَزَنَتُهَا	سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ
وہ لوگ آئیں گے اس کے پاس	اور کھولے جائیں گے اس کے دروازے	اور کہیں گے ان سے	اس کے داروغے	سلامتی ہے تم لوگوں پر

طِبْتُمْ	فَادْخُلُوْهَا	خٰلِدِيْنَ ﴿٧٣﴾	وَقَالُوا	الْحَمْدُ
تم لوگ پاکیزہ ہوئے	پس داخل ہو اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے	اور وہ لوگ کہیں گے	تمام شکر و سپاس

لِلّٰهِ الَّذِيْ	صَدَقَنَا	وَعْدَهٗ	وَاَوْرَثَنَا	الْاَرْضَ	نَتَبَوَّاُ
اس اللہ کے لئے ہے جس نے	سچ کیا ہم سے	اپنے وعدہ کو	اور اس نے وارث بنایا ہم کو	اس سرزمین کا	ہم اقامت اختیار کرتے ہیں

مِنَ الْجَنَّةِ	حَيْثُ نَشَآءُ ۚ	فَنِعْمَ	اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٧٤﴾	وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ
اس جنت میں سے	جہاں ہم چاہیں	تو کیا خوب ہے	عمل کرنے والوں کا اجر	اور آپ دیکھیں گے فرشتوں کو

حَآفِّيْنَ	مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ	يُسَبِّحُوْنَ	بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ	وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ
پرے باندھنے والے ہوتے ہوئے	عرش کے اردگرد سے	تسبیح کرتے ہوئے	اپنے رب کی حمد کے ساتھ	اور فیصلہ کیا جائے گا ان کے درمیان

بِالْحَقِّ	وَقِيْلَ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾ ع
حق کے ساتھ	اور کہا جائے گا	تمام شکر و سپاس	اللہ کے لئے ہے	جو تمام جہانوں کا رب ہے